مدیر: ذوالکفل

سہ ماہی **قندیل حق** لندن



QINDEEL-E-HAQ

A.R. Khan: +44-7886304637 E-Mail : ranarazzaq52@gmail.com

شمارہ: 23
جولائی، اگست، ستمبر 2023

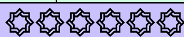


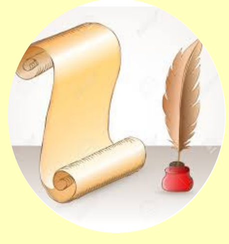
مسجد بیت السلام سکنتھورپ یوکے، مورخہ 17 جون 2023ء کو اس مسجد کا افتتاح کیا گیا

مجلس ادارت

فہرست

فہرست





اداریہ۔ خلافت اللہ کا ہم پہ احسان ہے



رانا عبدالرزاق خان۔لندن

انسانی دماغوں نے ازل سے خدا تعالیٰ کی حکمتوں کو سمجھنے میں کوتاہی کی ہے۔کیونکہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے ہی تخلیق کیا ہے۔جب تک خالق کی اشیر باد حاصل نہ ہو تو تخلیق کیسے بار آور ہو سکتی ہے۔مگر اللہ تعالیٰ نے کسی انسانی عقل کو سعی کرنے سے محدود نہیں رکھا۔کیونکہ میرا رب رب العلمین ہے۔وہ صرف کسی خاص طبقے کا رب نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ جب اپنے نیک بندوں کو دنیا میں ہادی یا خلیفہ بنا کر بھیجتا ہے تو اس کا ذمہ دار بھی ہوتا ہے۔ اُس نے تاریخ انسانی میں جتنے بھی انبیاء بھیجے ان کی شاندار تائید میرے رب الوریٰ نے خوب کی۔اپنے نیک بندوں کو ہمیشہ فتح دی۔

چودھویں صدی کے سر پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھیجا۔اور انہیں فتوحات کا ایک عظیم سمندر دیا کہ انسان ان پر غور کر کے حیران و ششدرره جاتا ہے۔ایک صد پندرہ سال تقریباً حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کو ہو چکے ہیں۔قدرت ثانیہ کے مجاہدوں کے دور کو ہم نے دیکھا کہ کوئی بظاہر بڑی سے بڑی بھی طاقت ان کے مقابلے سے قاصر رہی۔فتوحات کا سلسلہ اس زمین کے کناروں تک اس سرعت سے پہنچا کہ عقل انسانی انگشت بدنداں ہے۔حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کا یقین محکم، حضرت مصلح موعودؓ کا وہ عمل پیہم، حضرت ناصر دین کا وہ صبر جمیل اور حضرت خلیفہ رابع رحمہ اللہ کی جرات اور ہجرت، اور حضرت خلیفہ خامس کی پلاننگ اور منصوبہ بندی نے وہ کامیابیاں جماعت کو دلانے میں کردار ادا کیا ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی احسن تدابیر پر عش عش کر اٹھتا ہے۔کیسے کیسے طافان بدتمیزی آنے اور ان کی خاک اُڑا دی گئی۔اور جماعت ان ادوار سے بخیرت خلافت کے دامن کے ساتھ چمٹ کر کامیاب و کامراں نکل آئی۔داغ ہجرت جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک خواب یا رویا تھی۔وہ ساری جماعت کے لئے لائحہ عمل بن گیا۔خلافت کے سائے میں احباب جماعت نے اس پر عمل کیا کہ پاکستان کے یزید ابھی تک کھسیانی بلی کھمبا نوچے کی عملی تصویر بنے بیٹھے ہیں۔جماعت کے مقابلے میں منکرین امام مہدی یزیدان قوم ایسی ذلت کا شکار ہوئے ہیں کہ الامان والحفیظ یہی احراری، اور دیگر جو قادیان کی اینٹ سے اینٹ بجانے کے دعوے دار تھے۔آج ان کی تباہی کے مناظر دیکھے جا سکتے ہیں۔انتشار اور ناکامی نے ان کا بیڑا اغرق کر دیا ہے۔آج صرف پاکستانی قوم کا ہی ذکر ہوگا۔ان یزیدان قوم کی تذلیل آج ساری قوم بانگ دہل ساری دنیا کو بتا رہی ہے جس جس طبقے نے مکفر کا کردار ادا کیا انہی طبقات کا ہر لحاظ سے جنازہ نکل چکا ہے۔خدا تعالیٰ کی بے آواز ایسی لاٹھی چلی کہ پاکستان میں جن جن مکفرین نے جماعت احمدیہ کا تمسخر اُڑایا انہی طبقات کے کرداروں کا اس قدر بھیانک پوسٹ مارٹم عوام نے کیا ہے کہ سب ہی آج ایکسپوز ہو چکے ہیں۔آرمی کے جنرلز، قوم کے لیڈر، علمائے سوء، بیوروکریٹس، اور دین فروش بلکہ وطن فروشوں کے کچے چھٹے باہر آ چکے ہیں۔باریش مدرسہ باز، لوطی، جنہوں نے ختم نبوت کے جبے اوڑھے ہوئے تھے۔وہ مقتدر جو قوم کی بیٹیوں کے ساتھ ان کی مجبوریوں کی آڑ میں در پردہ زنا کرتے تھے۔

ان سب طبقات کی میرے اللہ نے قلعی کھول دی ہے۔یہ بے ایمان طبقہ جو اقتدار کے مزے لے رہا تھا اور انسانی حقوق سے نابلد بیرونی طاقتوں کا ایجنٹ بن کر کفر کے فتاویٰ بانٹ رہا تھا۔آج ایکسپوز ہو چکا ہے۔عوام ان سارے طبقات پر لعنت ڈال رہا ہے۔ان کے مقابلے میں جماعت احمدیہ کو خدا تعالیٰ زمین کے کناوں تک عزت دے رہا ہے۔جماعت احمدیہ کو خدمت خلق مجسم سمجھ رہا ہے۔جماعت احمدیہ ساری دنیا میں سکول، ہسپتال، مساجد کو تعمیر کر کے اسلام کا تشخص بلند کر رہی ہے جبکہ پاکستان کا ملاں

اسلام آباد میں اپنے حجرے میں قوم کی جوان بیٹیوں کے جن نکال رہا ہے۔اور ہم جنس پرستی کو عام کر رہا ہے۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔یقین نہیں آتا تو سوشل میڈیا کو دیکھیں اور پڑھیں۔قوم کے نوجوان اپنی ہی قوم کے مقتدروں پر لعنت ڈال رہے ہیں۔



نماز اور خلافت کا گہرا تعلق

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدکم اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشادات کی روشنی میں (ادارہ)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بیان فرماتے ہیں۔

''ہمیشہ یاد رکھیں کہ خلافت کے ساتھ عبادت کا بڑا تعلق ہے اور عبادت کیا ہے؟ نماز ہی ہے۔ جہاں مومنوں سے دلوں کی تسکین اور خلافت کا وعدہ ہے وہاں ساتھ ہی اگلی آیت میں اَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ (النور:57) کا بھی حکم ہے۔ پس تمکنت حاصل کرنے اور نظام خلافت سے فیض پانے کے لئے سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ نماز قائم کرو۔ کیونکہ عبادت اور نماز ہی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرنے والی ہوگی۔ ورنہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے اس انعام کے بعد اگر تم میرے شکر گزار بنتے ہوئے میری عبادت کی طرف توجہ نہیں دو گے تو نافرمانوں میں سے ہوگے۔ پھر شکر گزاری نہیں۔ ناشکرگزاری ہوگی اور نافرمانوں کے لئے خلافت کا وعدہ نہیں ہے۔ بلکہ مومنوں کے لئے ہے۔ پس یہ انتباہ ہے ہر اس شخص کے لئے جو اپنی نمازوں کی طرف توجہ نہیں دیتا کہ نظام خلافت کے فیض تم تک نہیں پہنچیں گے۔ اگر نظام خلافت سے فیض پانا ہے تو اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی تعمیل کرو کہ یَعۡبُدُوۡنَنِیۡ (النور:56) یعنی میری عبادت کرو۔ اس پر عمل کرنا ہوگا۔ پس ہر احمدی کو یہ بات اپنے ذہن میں اچھی طرح بٹھا لینی چاہئے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے اس انعام کا جو خلافت کی صورت میں جاری ہے۔ فائدہ تب اٹھا سکیں گے جب اپنی نمازوں کی حفاظت کرنے والے ہوں گے۔''

(خطبات مسرور جلد پنجم ص150,151)

نماز قائم کرنے کا حکم

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

''اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بے شمار جگہ نماز قائم کرنے کا حکم دیا ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے شروع میں ہی ہدایت پانے والے اور حقیقی مومن کے لئے یُقِیۡمُوۡنَ الصَّلٰوۃَ کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں یعنی نمازوں کو قائم کرنے والے۔ اگر ہم یُقِیۡمُوۡنَ الصَّلٰوۃَ کے الفاظ کی لُغات کے لحاظ سے کچھ وضاحت کریں تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ نماز کو باجماعت ادا کرنے والے، نماز کو اس کی شرائط کے مطابق اور وقت پر ادا کرنے والے، ایک دوسرے کو نماز کی تلقین کرنے والے تا کہ مساجد بارونق ہوں، نمازوں کی خواہش اور محبت دلوں میں پیدا کرنے والے، نمازوں کی ادائیگی میں باقاعدگی اور پابندی کرنے والے، نماز کی حفاظت کرنے والے، اُسے گرنے سے بچانے والے، اپنی توجہ نماز کی طرف رکھنے والے، نماز پڑھتے ہوئے بعض اوقات دوسرے خیالات کی طرف توجہ ہو جاتی ہے تو انسان پھر اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتے ہوئے دعا کرتا ہے اور ان خیالات کو اس کو جھٹکنا چاہئے اور جھٹکتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے تا کہ نماز کی حفاظت ہو۔''

(اختتامی خطاب اجتماع انصار اللہ یوکے 2018ء)

نماز کی خاطر کام چھوڑو نہ کہ کام کی خاطر نماز کو

پھر حضور فرماتے ہیں۔

''نمازوں کے اوقات میں جیسا کہ خدا تعالیٰ کا حکم ہے پوری توجہ نمازوں کی طرف رکھو۔ تمہارے کام یا تمہارے دوسرے عذر تمہیں نمازیں پڑھنے سے نہ روکیں۔ کام کی خاطر نماز کو نہ چھوڑو بلکہ نماز کی خاطر کام چھوڑو ورنہ یہ بھی ایک قسم کا مخفی شرک ہے۔''

(خطبات مسرور جلد سوم ص272)



دشمنوں سے بھی انصاف کا قرآنی حکم

جمیل احمد بٹ



شریعتِ اسلامی انصاف کی علم بردار ہے۔کئی جگہ انصاف کرنے کا حکم ہے۔حکمرانوں کو بھی انصاف کرنے ہی کی تاکید ہے۔حتیٰ کہ دشمنوں سے بھی انصاف کرنے کا حکم ہے۔یہ حکم،اس کی وضاحت،حدود،دورنبوی ﷺ میں اس حکم پر عمل درآمد،آج اس حکم کو نظرانداز کئے جانے کے حالات اور احمدیوں سے خاص ناانصافیوں کا کچھ بیان اس مضمون کا موضوع ہے۔

انصاف کرنے کا تاکیدی حکم:

قرآن کریم اپنے ماننے والوں کو ناانصافی سے روکتا ہے اور ہر ایک سے عدل وانصاف کا حکم دیتا ہے۔حتیٰ کہ دشمنوں سے بھی ۔ جیسا کہ فرمایا:

وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤی اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا (مائدہ 9:5)

ترجمہ: اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں ہرگز اس بات پر آمادہ نہ کردے کہ تم انصاف نہ کرو۔تم انصاف کرو!

حضرت مسیح موعودؑ نے اس آیت کی تشریح میں فرمایا:

یعنی دشمن قوموں کی دشمنی تمہیں انصاف سے مانع نہ ہو۔انصاف پر قائم رہو کہ تقویٰ اسی میں ہے۔اب آپ کو معلوم ہے کہ جو قومیں ناحق ستاویں اور دکھ دیویں اور خونریزیاں کریں۔اور تعاقب کریں اور بچوں اور عورتوں کو قتل کریں۔جیسا کہ مکّہ والے کافروں نے کیا تھا اور پھر لڑائیوں سے باز نہ آویں ایسے لوگوں کے ساتھ معاملات میں انصاف کے ساتھ برتاؤ کرنا کس قدر مشکل۔مگر قرآنی تعلیم نے ایسے جانی دشمنوں کے حقوق کو بھی ضائع نہیں کیا اور انصاف اور راستی کے لئے وصیت کی۔"

(نورالقرآن نمبر2 روحانی خزائن جلد9 صفحہ 409)

یہ حکم عدل محض عدالتوں کے دائرہ کار تک محدود نہیں بلکہ معاملات میں انصاف کا بھی ہے یعنی معاشرتی زندگی کے تمام پہلوؤں میں عدل واجب ہے۔

نہ صرف انصاف بلکہ احسان کرنے کا حکم: بلکہ قرآن ان غیر متحارب لیکن ایمان نہ لانے والوں کے ساتھ نہ صرف انصاف کا بلکہ احسان کرنے کا حکم بھی دیتا ہے۔جیسا کہ فرمایا:

عَنِ الَّذِیْنَ لَمْ یُقَاتِلُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ وَلَمْ یُخْرِجُوْکُمْ مِّنْ دِیَارِکُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْۤا اِلَیْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ (ممتحنہ 9:60)

ترجمہ: جنہوں نے تم سے دین کے معاملہ میں قتال نہیں کیا اور نہ تمہیں بے وطن کیا،تم ان کے ساتھ احسان کرو اور ان سے انصاف کرو۔یقیناً اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

انصاف اور احسان کرنے کے یہ حکم کن کے لئے تھا؟

یہ ان سب مشرکین، صابی، یہود اور نصاریٰ کے لئے تھا جنہوں نے بھی مسلمانوں کے خلاف تلوار نہیں اٹھائی اور انہیں مکہ سے نکالنے میں سرگرم نہ ہوئے۔قرآن نے ان سب کو اس لطف وکرم کا حق دار ٹھہرایا۔باوجودیکہ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے نہ صرف اسلام قبول نہیں کیا بلکہ اس سے اعراض کیا اور مسلسل حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے تمسخر کیا اور آپ ﷺ کی گستاخی اور توہین کی کوشش کی اور آپ ﷺ کا انکار اور تکذیب کی اور قرآن کریم کی توہین اور گستاخی بھی کرتے رہے۔قرآن کریم نے ان کے اس بدرویہ کا بار بار ذکر فرمایا ہے۔جیسا کہ درج ذیل آیات:

منہ پھیر لینا اور نہ سننا: حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی دعوتِ رسالت سے اعراض کیا اور منہ پھیر لیا:

فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ (حم سجدہ 5:41)

ترجمہ: پس ان میں سے اکثر نے منہ پھیر لیا اور وہ سنتے نہیں۔

تمسخر کرنا: آپ ﷺ سے تمسخر کیا جیسا کہ فرمایا:

وَاِذَا رَاَوْكَ اِنْ یَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ اَهٰذَا الَّذِیْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا (فرقان 42:25)

ترجمہ: اور جب وہ تجھ (آنحضرت ﷺ) کو دیکھتے ہیں تو تجھے محض تمسخر کا نشانہ بناتے ہیں (یہ کہتے ہوئے کہ) کیا یہ ہے وہ شخص جسے اللہ نے رسول بنا کر مبعوث کیا ہے ؟

گستاخی اور توہین کی کوشش کرنا: یہ کہہ کر آپ ﷺ کی شان میں مسلسل گستاخی کی اور آپ ﷺ کی توہین کی کوشش کرتے رہے:

قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ (یونس 3:10)

ترجمہ: کافروں نے کہا یقیناً یہ تو ایک کھلا کھلا جادوگر ہے۔

وَقَالُوْا يٰاَيُّهَا الَّذِيْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ (حجر 15 :7)

اور انہوں نے کہا اے وہ شخص جس پر ذکر اتارا گیا ہے یقیناً تو مجنون ہے۔

وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا

(بنی اسرائیل 48:17)، (فرقان 9:25)

ترجمہ: ظالم لوگ کہتے ہیں کہ تم محض ایک ایسے شخص کی پیروی کر رہے ہو جو سحر زدہ ہے۔

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَا اِلَّا رَجُلٌ يُّرِيْدُ (سبا 34 :44)

ترجمہ: اور جب ان پر ہماری روشن آیات پڑھی جاتی ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ یہ محض عام آدمی ہے۔

وَاِذَا رَاَوْا اٰيَةً يَّسْتَسْخِرُوْنَ. وَقَالُوْا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ

(صافات 15:37۔16)

ترجمہ: اور جب بھی کوئی نشان دیکھیں تو مذاق اڑانے لگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو محض ایک کھلا کھلا جادو ہے۔

وَيَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ

(صافات 37:37)

ترجمہ: اور کہتے تھے کیا ہم ایک مجنون شاعر کی خاطر اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں گے ؟

انکار اور تکذیب کرنا: یہ کہہ کر آپ ﷺ کا کھلم کھلا انکار کیا اور آپ ﷺ کی تکذیب کی : لَسْتَ مُرْسَلًا (رعد 44:13)

ترجمہ: تو مرسل نہیں ہے۔

اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلُ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا وَّمَا نَحْنُ لَهٗ بِمُؤْمِنِيْنَ (مومنون 39:23)

ترجمہ: یہ محض ایک ایسا شخص ہے جس نے اللہ پر جھوٹ گھڑا ہے اور ہم اس پر ایمان لانے والے نہیں۔

وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ (ص 38:5)

ترجمہ: اور کافروں نے کہا یہ سخت جھوٹا جادوگر ہے۔

اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ يُّرَادُ (ص 38:7)

ترجمہ: یقیناً یہ ایک ایسی بات ہے جس کا (کسی خاص مقصد سے) ارادہ کیا گیا ہے۔

ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ (دخان 15:44)

ترجمہ: پھر بھی انہوں نے اعراض کا اور کہا سکھایا پڑھایا ہوا ہے۔

گویا مخالفین کی دانست میں آپ ﷺ کا دعویٰ نبوت کسی اور کے کہنے پر تھا۔

قرآن کریم کی توہین کرنا: وہ جنہوں نے قرآن کریم کی برملا توہین کی اور اس کے بارے میں کہا:

أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ (ھود 11 :)

ترجمہ: یا وہ کہتے ہیں کہ اس نے افترا کر لیا ہے

يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ (نمل 16 : 104)

ترجمہ: وہ کہتے ہیں اُسے کسی بشر نے سکھایا ہے۔

قَالُوْا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ (انبیاء 6:21)

ترجمہ: انہوں نے کہا یہ پراگندہ خوابیں ہیں۔

مَا هٰذَا اِلَّا اِفْكٌ مُّفْتَرًى (سباء 44:34)

ترجمہ: یہ کچھ بھی نہیں مگر ایک بڑا جھوٹ ہے جو گھڑ لیا گیا ہے۔

اِنْ هٰذَا اِلَّا اخْتِلَاقٌ (ص 38:8)

ترجمہ: یہ من گھڑت بات کے سوا کچھ نہیں۔

فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَيْءٌ عَجِيْبٌ (ق 50:3)

ترجمہ: پس کافر کہتے ہیں کہ یہ عجب بات ہے۔

اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّا قَوۡلُ الۡبَشَرِ (مدثر 26:74)

ترجمہ: یہ ایک قولِ بشر کے سوا کچھ نہیں۔

اسلام مخالف اور متصادم عقائد: آنحضرت ﷺ اور قرآن کے انکار، گستاخی اور توہین کے مذکورہ بالا اجتماعی رویہ پر مستزاد ان کے مذہب اور عقیدے اسلام کے برخلاف اور اسلامی تعلیم سے متصادم تھے۔ان لوگوں میں وہ مشرک بھی تھے جو اللہ کی توحید کے منکر تھے اور شرک میں مبتلا جسے قرآن نے ظلمِ عظیم قرار دیا۔(لقمان 14:31) اور یوں اس نا قابل معافی جرم کے خطا وار بھی، جس کے بارے اللہ نے خود یہ فرمایا کہ وہ سب گناہ معاف کر دے گا سوائے شرک کے۔(نساء4:49)

اور وہ ستارہ پرست اور سورج پرست۔جو حضرت نوح ؑ کے بعد آنے والے سب انبیا کے منکر تھے۔اور جن میں سے ہونے کو مشرکین مکہ گالی جانتے اور اسی لئے ابتدائی ایمان لانے والوں کو صابی کہتے۔یعنی بے دین اور لا مذہب (بحوالہ زیر لفظ صابی۔ویکیپیڈیا۔آزاد دائرہ معارف)

اور وہ یہود۔جنہیں خود قرآن نے مغضوب قرار دیا اور ان جیسا نہ ہونے کی دعا سکھائی۔(فاتحہ 7:1)۔اور جن پر اللہ نے بار بار لعنت اور اپنے غضب کی وعید کی۔(نساء 47:4، مائدہ 61:5، مائدہ 65:5) اور وہ عیسائی۔جنہوں نے حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا قرار دے کر قرآن کے مطابق اتنی زیادہ بری بات کی کہ جس سے آسمان پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ گر پڑیں۔(مریم 91:19)

نتیجہ: اس سب اسلام مخالف سرگرمیوں اور عقائد کے باوجود قرآن کریم کا ان لوگوں سے انصاف کرنے کے اس حکم کا یقینی طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ملک میں آباد کسی بھی پر امن جماعت کے لئے انفرادی اور اجتماعی طور پر انصاف کے حصول اور اسلامی ریاست کے اسے انصاف مہیا کرنے کی راہ میں اس کا قرآنی تعلیمات کے مخالف بلکہ متصادم مذہب اور عقیدہ رکھنا بھی کوئی روک نہیں ہے۔

اختلافِ عقیدہ کے باوجود انصاف کرنے کا اسوہ رسول ﷺ:

اس قرآنی حکم پر آنحضرت ﷺ نے جس حیرت انگیز طور پر عمل فرمایا۔اس کا اندازہ درج ذیل چند واقعات سے خوب ہوتا ہے:

i۔یہودی قرض خواہ سے انصاف: ایک موقع پر ایک یہودی قرض خواہ نے آنحضرت ﷺ سے قرض کی واپسی کا مطالبہ کرتے ہوئے گستاخی کے کلمات کہے اور آں حضور ﷺ کے گلے میں چادر ڈال کر اتنے بل دئے کہ چہرہ مبارک کی رگیں اُبھر آئیں۔حضرت عمرؓ نے جو اس موقع پر موجود تھے سختی سے اس یہودی کو ڈانٹ کر روکا۔آنحضرت ﷺ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا: عمر! تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔تمہیں چاہئے تھا کہ اس کو نرمی سے سمجھاتے اور تمہیں مجھے یہ کہنا چاہئے تھا کہ میں قرض وقت پر ادا کروں۔"

بعد ازاں قرض کی ادائیگی کے ساتھ کچھ زائد کھجور اس سخت کلام کو تاوان کے طور پر ادا کرنے کا حکم فرمایا۔

(مستدرک حاکم بحوالہ اسوۂ انسان کامل از حافظ مظفر احمد صاحب صفحہ نمبر 571)

ii۔خیبر کے یہود کے حق میں فیصلہ: آپ کے ایک صحابی مُحیّصہ خیبر میں شہید کر دئے گئے۔ان کے ورثاء حضور ﷺ کے پاس قصاص کا دعویٰ لے کر آئے۔حضور ﷺ نے فرمایا کیا تم قسم کھا کر قاتل کا تعین کر سکتے ہو؟ انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! ہم تو وہاں پر موجود نہ تھے اس لئے ہم کیسے قسم کھا سکتے ہیں۔آپ نے فرمایا ثبوت کے بغیر قصاص کیسے ممکن ہے؟ اب صرف یہی صورت ہے کہ خیبر کے یہودی جن پر تمہیں شبہ ہے قانون کے مطابق پچاس قسمیں کھائیں کہ انہیں قاتل کا علم نہیں۔ورثاء نے کہا کہ ان یہودیوں کا کیا اعتبار؟ آپ نے فرمایا کہ اس سے زیادہ باز پرس کی اجازت نہیں۔کیونکہ قانون میں کسی امتیاز کی گنجائش نہیں۔اس کے بعد آپ نے اپنے پاس سے دیت ادا کر دی۔(بخاری کتاب الجہاد)

iii۔یہودی قبیلہ بنو نضیر کو بچوں کو ساتھ لے جانے کی اجازت: جب بنو نضیر کو ان کی غداری اور فتنہ انگیزی کی سزا میں مدینہ سے جلا وطن کیا گیا اور انہوں نے اپنے ساتھ ان لوگوں کو بھی لے جانا چاہا جو انصار کی اولاد تھے مگر زمانہ جاہلیت میں منّت ماننے کے نتیجہ میں یہودی بنا دئے گئے تھے۔تو انصار نے انہیں مدینہ میں روک لینا چاہا۔معاملہ پیش ہونے پر آنحضرت ﷺ نے انصار کے خلاف فیصلہ فرمایا۔اور یہ فرما کر بنو نضیر کو مسلمان انصار کے قبل اسلام کے ان بچوں کو اپنے ہمراہ لے جانے کی اجازت دے دی۔کہ جو شخص بھی یہودی ہے اور جانا چاہتا ہے ہم اسے روک نہیں سکتے۔" (ابوداؤد، کتاب الجہاد)

iv۔خیبر کے یہود کے گلہ کی واپسی: جنگ خیبر کے محاصرہ کے دوران ایک

یہودی رئیس کا گلہ بان مسلمان ہو گیا۔ یہودی رئیس کا گلہ اس کے ہمراہ تھا جس کے بارے میں اس نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا! یارسول اللہ ﷺ ان بکریوں کا میں کیا کروں؟ فرمایا:

'ان کا منہ قلعہ کی طرف کر کے ہانک دو'۔ ایسا ہی کیا گیا۔

(سیرت حلبیہ اردو جلد سوئم نصف اول صفحہ 138۔137 دارالاشاعت کراچی 1999)

یہ حالت جنگ میں غیر مسلم دشمن کے لئے خوراک کے ذخیرہ کی فراہمی تھی لیکن چونکہ انصاف کا تقاضا یہی تھا اس لئے آپ ﷺ نے ایسا ہی کیا

v۔ بلا اجازت پھل توڑنے پر تنبیہ: فتح خیبر کے موقع پر یہود نے شکایت کی کہ بعض مسلمانوں نے ان کے جانور لوٹے اور پھل توڑے ہیں۔ آنحضرت ﷺ ناراض ہوئے اور تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ

اللہ تعالیٰ نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ تم بغیر اجازت کسی کے گھر گھس جاؤ اور پھل وغیرہ توڑو۔

(ابوداؤد جزو ثانی صفحہ 424 بحوالہ اسلام اور غیر مسلم رعایا از ملک سیف الرحمن صاحب صفحہ 24)

vi۔ بلا اجازت بکریاں ذبح کرنے پر سرزنش: ایک سفر کے دوران کھانے کو کچھ نہ تھا کہ کافروں کی کچھ بکریاں نظر آئیں بعض اصحاب نے انہیں پکڑ کر ذبح کر لیا اور ہنڈیا چڑھا دی۔ آنحضرت ﷺ کو علم ہوا تو آپ ﷺ تشریف لائے اور کمان سے ہانڈیاں الٹ دیں اور فرمایا:

لوٹ کی چیز مردار سے زیادہ حلال نہیں۔"

(ابن ہشام جز و ثانی صفحہ 188 بحوالہ اسلام اور غیر مسلم رعایا از ملک سیف الرحمن صاحب صفحہ 24۔25)

vii۔ مشرکین کے بچوں کی ہلاکت پر باز پرس: ایک غزوہ میں مشرکین کے چند بچے لپیٹ میں آ کر ہلاک ہو گئے۔ حضور ﷺ کو پتہ لگا تو فرمایا یہ کون لوگ ہیں جنہوں نے معصوم بچوں کو بھی قتل کر ڈالا؟ ایک صحابی نے عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ وہ مشرکین کے بچے ہی تو تھے۔ فرمایا:

مشرکین کے بچے بھی تمہاری طرح کے انسان ہیں اور بہترین انسان بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔"

(مسند احمد بن حنبل جلد 4 صفحہ 24 بحوالہ اسلام اور غیر مسلم رعایا از ملک سیف الرحمن صاحب صفحہ 25)

آج کے حالات:

آج بکثرت اس قرآنی حکم کی صریح خلاف ورزی ہو رہی ہے۔ اکثریت سے اختلاف عقیدہ رکھنے والی ملک میں آباد سب مذہبی جماعتیں اور گروہ نا انصافی کا شکار ہیں۔ چُن کر قتل، اجتماعی قتل، جبری تبدیلیٔ مذہب، عبادت گاہوں پر حملے اور ان کی بے حرمتی اور توہین مذہب کے قوانین کے تحت مقدمات کے واقعات معمول ہیں۔

احمدی ان ظلموں کے علاوہ بھی بطور خاص نا انصافیوں کا نشانہ ہیں۔ ابتدا ہی سے احمدیوں کو کافر کہہ کر ان کے خلاف نفرت، ظلم اور نا انصافی کی تعلیم دی گئی۔ منبر سے اور جلسوں، جلوسوں اور اخبارات و رسائل میں مسلسل جھوٹے پروپا گنڈا سے نفرت کی اس آگ کو کبھی بجھنے نہ دیا گیا۔ بہتوں نے خود کو کسی اور قابل نہ پا کر اسی کام کو پیشہ بنا لیا۔ کچھ نے اس غرض سے تحفظی انجمن بنائی ہوئی ہے۔ نفرت کی اس تعلیم کے متاثرین کے ہاتھوں سماجی معاملات میں احمدیوں کی تحقیر و تذلیل، بائیکاٹ، نا انصافیاں اور حق تلفیاں ہمیشہ رہی ہیں اور اب بھی عام ہیں۔ دکانوں پر احمدیوں سے لین دین نہ کرنے کے نوٹس، احمدیوں کے کاروبار کے بائیکاٹ کے اسٹکر، ان کا ملازمت اور کرائے کی جگہوں کے حصول میں مشکلات کا سامنا اور اگلے دنوں چار بچوں کو احمدی ہونے کے جرم میں اسکول سے نکال دیا جانا سب اسی نفرت انگیزی کا نتیجہ ہیں۔ زندوں کی طرح گزر جانے والے بھی امن میں نہیں ہیں اور آئے دن قبروں کی بے حرمتی ہوتی ہے بلکہ قبریں اکھیڑی بھی جاتی ہیں۔

اس موجود نفرت سے سیاسی فائدہ اٹھانے کے لئے 1974ء میں ایک حکمران نے آنحضرت ﷺ کے اس فیصلہ کے برخلاف کہ ہر شخص کا مذہب وہ ہے جس کا وہ اعلان کرتا ہے۔ احمدیوں کو قانونی اور دستوری اغراض کے لئے not Muslim قرار دے دیا تو یہ ظلم اور نا انصافی دستور کا حصہ ہو گئی۔ 1984ء میں اپنے سیاسی مفاد کے لئے ایک آمر نے ایک اور رڈا رکھا اور احمدیوں سے عقیدہ رکھنے اور اس کے اظہار کے ساری دنیا میں تسلیم شدہ بنیادی انسانی حق کو نہ صرف چھین لیا بلکہ اسے ایک قابل سزا جرم بنا دیا۔ اگلے سال پینل کوڈ میں تحفظ مذہب کے لئے سزائیں شامل کی گئیں۔ اس قانون سازی

سے احمدیوں کے خلاف سرکاری سطح پر ناانصافیوں کا ایک نیا بازار گرم ہوگیا۔

نتیجتاً اب مقدمات کی بھرمار ہے۔آیات قرآنی لکھنے اور رکھنے جیسے جرائم میں توہین کے ملزم ٹھہرنے والوں کو بسا اوقات ضمانت کے لئے سپریم کورٹ تک جانا پڑتا ہے اور یہ لمبا دورانیہ جیل میں گزرتا ہے۔ بانیٔ جماعتؑ کی کتب اور دیگر جماعتی لٹریچر رکھنے پر بھی پابندی ہے۔ان کے سب اخبار و رسائل بند ہیں۔ پریس سر بمہر ہے۔جماعت کی ویب سائٹس blocked ہیں۔جبکہ میڈیا پر یک طرفہ نفرت کا پرچار بلا روک ٹوک جاری ہے۔دستوری ترمیم سے بہت پہلے کی تعمیر شدہ مذہبی عمارات کے گنبد و مینار جگہ جگہ قانون کے محافظوں کی سرپرستی میں گرائے جا رہے ہیں۔ ان کے قومیائے گئے تعلیمی ادارے باوجود مطلوبہ ادائیگی کرنے کے تا حال زیر قبضہ ہیں۔مشترکہ انتخابات کے رائج ہونے کے باوجود ان کے لئے علیحدہ ووٹر لسٹ بنا کر انہیں کئی دہائیوں سے ووٹ کے حق سے محروم رکھا جا رہا ہے۔ شناختی کارڈ، سرکاری ملازمت اور تعلیمی اداروں میں داخلہ فارم کے بعد اب نکاح فارم پر بھی اکثریت کے لئے حضرت بانیٔ جماعتؑ کو دشنام دہی لازمی کر دی گئی ہے۔

احمدی تو مختلف ہیں:

سنت اور احادیث مبارکہ آنحضرت ﷺ پر ملکی آئین کو ترجیح دے کر احمدیوں کو not Muslim اور خود کو مسلم سمجھنے والے بھی اس حکم قرآنی کے تحت ان سے دیگر غیر مسلموں کی مانند انصاف اور حسن سلوک کرنے کے مکلف تو ہیں ہی۔لیکن اس سبب اور بھی زیادہ کہ احمدی اپنے درج ذیل عقائد کے لحاظ سے ان دوسروں سے مختلف ہیں۔

1۔توحید: احمدی توحید پرست ہیں۔وہ ایک خدا کو مانتے ہیں۔ ایسا خدا جس کی گونہ گوں صفات کے بارے میں حضرت بانیٔ جماعت نے انہیں یہ تعلیم دی ہے کہ اپنی تمام خوبیوں کے لحاظ سے واحد لاشریک ہے۔کوئی بھی اس میں نقص نہیں۔وہ مجمع ہے تمام صفات کاملہ کا اور مظہر ہے تمام پاک قدرتوں کا اور مبداء ہے تمام مخلوق کا اور سرچشمہ ہے تمام فیضوں کا اور مالک ہے تمام جزا سزا کا اور مرجع ہے تمام امور کا اور نزدیک ہے باوجود دوری کے اور دور ہے باوجود نزدیکی کے۔وہ سب سے اوپر ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ اس کے نیچے کوئی اور بھی ہے۔اور وہ سب چیزوں سے زیادہ پوشیدہ ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ اس سے کوئی زیادہ ظاہر ہے۔وہ زندہ ہے اپنی ذات سے اور ہر ایک چیز اس کے ساتھ زندہ ہے۔وہ قائم ہے اپنی ذات سے اور ہر ایک چیز اس کے ساتھ قائم ہے۔اس



فضائل قرآن مجید

(کلام حضرت مسیح موعودؑ)

جمال و حسن قرآں نور جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے
نظیر اس کی نہیں جمتی نظر میں فکر کر دیکھا
بھلا کیونکر نہ ہو یکتا کلامِ پاک رحماں ہے
بہار جاوداں پیدا ہے اس کی ہر عبارت میں
نہ وہ خوبی چمن میں ہے نہ اس سا کوئی بستاں ہے
کلام پاک یزداں کا کوئی ثانی نہیں ہرگز
اگر لولوئے عماں ہے وگر لعل بدخشاں ہے
خدا کے قول سے قول بشر کیونکر برابر ہو
وہاں قدرت یہاں درماندگی فرق نمایاں ہے
ملائک جس کی حضرت میں کریں اقرار لاعلمی
سخن میں اس کے ہمتائی کہاں مقدور انساں ہے
بنا سکتا نہیں اک پاؤں کیڑے کا بشر ہرگز
تو پھر کیونکر بنانا نور حق کا اُس پہ آساں ہے
ارے لوگو! کرو کچھ پاس شان کبریائی کا
زباں کو تھام لو اب بھی اگر کچھ بوئے ایماں ہے
خدا سے غیر کو ہمتا بنانا سخت کفراں ہے
خدا سے کچھ ڈرو یارو یہ کیسا کذب و بہتاں ہے

(براہین احمدیہ حصہ سوم صفحہ 182 مطبوعہ 1882ء)

نے ہر ایک چیز کو اٹھا رکھا ہے اور کوئی چیز نہیں جس نے اس کو اٹھا رکھا ہو۔کوئی چیز نہیں جو اس کے بغیر خود بخود پیدا ہوئی ہے ۔یا اس کے بغیر خود بخود جی سکتی ہے۔وہ ہر ایک چیز پر محیط ہے لیکن نہیں کہہ سکتے کہ کیسا احاطہ ہے۔وہ آسمان اور زمین کی ہر یک چیز کا نور ہے اور ہر یک نور اس کے ہاتھ سے چمکا اور اسی کی ذات کا پرتوہ ہے۔وہ تمام عالموں کا پروردگار ہے۔"

(لیکچر لاہور روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 152۔153)

2۔رسالت: احمدی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی رسالت پر ایمان رکھتے ہیں۔جن کی عظمتِ شان کے بارے میں حضرت بانی جماعتؑ نے انہیں یہ تعلیم دی ہے کہ

تمام سلسلہ نبوت میں سے اعلیٰ درجہ کا جوانمرد نبی اور زندہ نبی اور خدا کا اعلیٰ درجہ کا پیارا نبی صرف ایک مرد کو جانتے ہیں یعنی وہی نبیوں کو سردار، رسولوں کا فخر،تمام مرسلوں کا سرتاج جس کا نام محمد مصطفیٰ واحمد مجتبیٰ ﷺ ہے۔"

(سراج منیر روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 82)

اور یہ کہ اب آسمان کے کے نیچے فقط ایک ہی نبی اور ایک ہی کتاب ہے یعنی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ جو اعلیٰ و افضل سب نبیوں سے اور اتم و اکمل سب رسولوں سے اور خاتم الانبیاء اور خیر الناس ہیں۔"

(براہین احمدیہ روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 557 حاشیہ در حاشیہ نمبر 3)۔

اور یہ کہ "دنیا میں کروڑہا ایسے پاک فطرت گذرے ہیں اور آگے بھی ہوں گے لیکن ہم نے سب سے بہتر اور سب سے اعلیٰ اور سب سے خوب تر اس مرد خدا کو پایا ہے جس کا نام ہے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

(چشمہ معرفت روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 301)

اور یہ کہ

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا
نام اس کا ہے محمد دلبر مرا یہی ہے

(قادیان کے آریہ اور ہم روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 456)

3۔کلمہ طیبہ: اللہ اور رسول پر یہ ایمان کلمہ طیبہ پر ایمان ہے جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے کہ

"ہمارے مذہب کا خلاصہ اور لب لباب یہ ہے کہ لا الہ الّا اللہ محمدّ رسول اللہ (ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 169)

ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ سچے دل سے اس کلمہ طیبہ پر ایمان رکھیں کہ لا الہ الّا اللہ محمدّ رسول اللہ۔ اور اسی پر مریں۔"

(ایام الصلح روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 323)

4۔ختم نبوت: احمدی آنحضرت ﷺ کو خاتم النبیین مانتے ہیں۔حضرت بانی جماعتؑ کی یہی تعلیم ہے کہ

"ہمارا اعتقاد جو ہم اس دنیوی زندگی میں رکھتے ہیں جس کے ساتھ ہم بفضل وتوفیق باری تعالیٰ اس عالم گذران سے کوچ کریں گے یہ ہے کہ حضرت سید نا ومولنا محمد مصطفیٰ ﷺ خاتم النبیین اور خاتم المرسلین ہیں جن کے ہاتھ سے اکمال دین ہو چکا اور وہ نعمت بمرتبہ اتمام پہنچ چکی جس کے ذریعہ سے انسان راہ رست کو اختیار کرکے خدائے تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے۔"

(ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 169۔170)

5۔قرآن کریم: احمدی قرآن کریم پر ایمان رکھتے ہیں۔وہ اسے آخری شریعت مانتے ہیں۔اس کا پڑھنا،اسے یاد کرنا ، دہرانا اور اس کے احکامات پر عمل کرنا اور منہیات سے رکنا ان کے معمولات کا حصہ ہے۔وہ اس میں کوئی ناسخ ومنسوخ نہیں مانتے۔حضرت بانی جماعتؑ کی اس بارے میں یہ تعلیم ہے کہ

تم قرآن کو تدبر سے پڑھو اور اس سے بہت ہی پیار کرو ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو۔۔۔تمہاری تمام فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن ہے۔تمہارے ایمان کا مصدق یا مکذب قیامت کے دن قرآن ہے۔اور بجز قرآن کے آسمان کے نیچے اور کوئی کتاب نہیں جو بلا واسطہ قرآن تمہیں نجات دے سکے۔خدا نے تم پر بہت احسان کیا ہے جو قرآن جیسی کتاب تمہیں عنایت کی۔"

(کشتی نوح روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 26۔27)

6۔خلاصتاً احمدیوں کے عقائد: حضرت مسیح موعودؑ کے الفاظ میں۔

ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا حضرت محمد ﷺ اس کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں۔اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ ملائک حق اور حشر اجساد حق اور روز حساب حق اور جنّت حق اور جہنم حق ہے۔اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو کچھ اللہ جل شانہٗ نے قرآن شریف

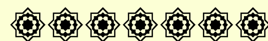
میں فرمایا ہے اور جو کچھ ہمارے نبی ﷺ نے فرمایا ہے وہ سب بلحاظ مذکورہ بالا حق ہے۔اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو شخص اس شریعت اسلام میں سے ایک ذرّہ کم کرے یا ایک ذرّہ زیادہ کرے یا اباحت کی بنیاد ڈالے وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے۔اور ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ سچے دل سے اس کلمہ طیبہ پر ایمان رکھیں کہ لا الہ الّا اللہ محمّد رسول اللہ۔ اور اسی پر مریں۔اور تمام انبیاء اور تمام کتابیں جن کی سچائی قرآن شریف سے ثابت ہے ان سب پر ایمان لاویں اور صوم اور صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج اور خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کے مقرر کردہ تمام فرائض کو فرائض سمجھ کر اور تمام منہیات کو منہیات سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہوں ۔غرض وہ تمام امور جن پر سلف صالحین کو اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا اور وہ امور جو اہل سنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں ان سب کا ماننا فرض ہے۔اور ہم آسمان اور زمین کو اس بات پر گواہ کرتے ہیں کہ یہی ہمارا مذہب ہے۔''

(ایام الصلح روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 323)

لمحہ فکریہ:

ملک میں آباد پر امن احمدیوں اور مسلّمہ غیر مسلم ہندو، عیسائی اور سکھ برادریوں کے ساتھ مسلسل روا رکھی جانے والی یہ ناانصافیاں قرآن کریم کے اس حکم کی صریح خلاف ورزی ہے۔ناانصافی جرم ہے۔اسی لئے کوئی ناانصاف معاشرہ کبھی نہیں پنپا اور جلد یا بدیر اپنے بدانجام کو پہنچا ہے۔آج ملک پر جو ہمہ جہت ابتری، زوال، زبوں حالی ادبار اور نکبت کی مار ہے۔اور اخلاقی پستی، ذہنی گراوٹ، گھناؤنے جرائم کی بھرمار، انسانی خون کی ارزانی اور انسانیت کی تذلیل معمول ہے۔کون جانے کہ یہ اسی سمت میں سفر ہو۔

حالات کے اس بگاڑ میں مقننہ، عدلیہ، انتظامیہ، قانون نافذ کرنے والے ادارے، محراب و منبر پر براجمان بزعم خود علماء اور خود بے علم رہ کر ان کی پیروی کرنے والے عوام الناس سب اپنے کئے کی حد تک فریق ہیں۔اور سب کے لئے یہ لمحہ فکریہ ہے۔اور سب کو ناانصافی کو اناوف سے بدلنے کے لئے فوری اقدام اٹھانے کی ضرورت ہے۔کہ مبادا بہت دیر ہو جائے۔





جس کے ہاتھوں میں محمدؐ کا عَلَم، اُس کو یقیں

عاصیؔ صحرائی

نامِ احمدؐ کی ہے پھیلی تازگی ہی چار سُو
ذکر ہو سرکارؐ کا اور گُل پہ آئے رنگ و بُو

کیا عجب جادو دو عالم میں ہے پھیلے چار سُو
جب بدل دے سیرتِ احمدؐ گنہگاروں کی خُو

نُور میں اُجلے نبیؐ پیارے نہیں اُنؐ سا کوئی
سب ملائک کر رہے ہیں اک جھلک کی آرزو

عالمیں میں ہیں بہت رب نے بنائے شاہکار
ہیں مراتب میں نبیؐ میرے بلند و خوبرُو

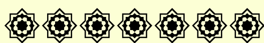
اُنؐ کی ہے معراج ساتوں آسمانوں تک بلند
نہ ہوا، ہوگا کبھی صفات میں، نہ ہُوبہُو

میری نسلوں کا مقدر جاگ جائے یا نبیؐ
اک جھلک میں خواب میں ہی دیکھ لوں گر رُوبرُو

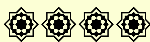
سب ہی جینے کے ہُنر سیکھے بشر نے آپ سے
مل رہے ہیں رحمتوں کے سب کو ہی جام و سبُو

جس کے ہاتھوں میں محمدؐ کا عَلَم، اُس کو یقیں
خاکِ پا سے اُنؐ کی کمتر دہر کے سارے گُورُو

وار دوں عاصیؔ میں جاں بھی کوچۂ محبوبؐ پر
اے مری قسمت، اُسی ہی خاک سے جاگی ہے تُو









خلفائے احمدیت کی خدمت قرآن

ڈاکٹر سر افتخار احمد ایاز ۔لندن



حضرت مسیح پاک علیہ السلام کی بعثت کے وقت عالم اسلام کی یہ کیفیت تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان فرمودہ پیش خبریوں کے مطابق قرآن مجید کے الفاظ باقی رہ گئے تھے ۔مسلمان تلاوت تو کرتے تھے مگر حقائق و معارف پر کسی کی نظر نہ تھی ۔قرآنی علوم کا بیش بہا خزانہ غلط تفاسیر اور رطب و یابس کے نیچے دبا پڑا تھا۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تائید یزدانی سے دنیا کو تفسیر کے بیش بہا خزانے عطا کرنے کے علاوہ قرآن مجید سے شغف رکھنے والے لوگوں کے لیے تفسیر کے حکیمانہ اصول بھی بیان فرمائے اور اپنے مسیحی انفاس سے ایسے عشاقِ قرآن پیدا کیے جنہوں نے اس بحر بے کنار کے جواہرات نکال کر دنیا کو اس قدر روحانی خزائن عطا کیے کہ جب تک علم تفسیر باقی ہے ان عشاق کے نام زندہ و جاوید رہیں گے۔

قرآن مجید خدا تعالی کا ایک ایسا معجزہ ہے کہ جس کے علوم و معارف کبھی ختم نہیں ہوتے ۔ایک لامتناہی خزانہ ہے جو وقت کے ساتھ اور متلاشی کی پاکیزہ استعدادوں کے مطابق اپنے معارف اور حقائق سے آگاہی دیتا ہے۔اس طرح قرآن مجید کا یہ بیان لَا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ (سورۃ واقعہ آیت 80)ہر زمانہ میں برحق ثابت ہوتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول ؓ کی خدمت قرآن

’’مجھے قرآن مجید سے بڑھ کر کوئی کتاب پیاری نہیں لگتی ہزاروں کتابیں پڑھی ہیں ان سب میں مجھے خدا ہی کی کتاب پسند آئی ۔ مجھے قرآن مجید سے محبت ہے اور بہت محبت ہے ۔قرآن مجید میری غذا ہے ۔میں سخت کمزور ہوتا ہوں قرآن مجید پڑھتے پڑھتے مجھ میں طاقت آجاتی ہے۔‘‘

(الحکم نمبر 27۔7اگست 1911ء ص9)

یہ بیان اس شخص کا ہے جسے خدا نے مسیح پاک ؑ کے عشاق میں داخل کیا اور دین اسلام کیلئے اسے خلیفۃ المسیح الاول کے طور پر چنا۔

حضرت حکیم مولانا نورالدین خلیفۃ المسیح الاول ؓ ایک عاشق قرآن تھے۔ آپ کو ہر وقت یہی لگن تھی کہ قرآن مجید کے حقائق و معارف بیان کئے جاویں اور لوگ زیادہ سے زیادہ ایسی مجالس میں جمع ہو کر قرآن مجید کے نور سے منور ہوں ۔چنانچہ آپکو طالب علمی کے زمانہ میں قرآن کریم کے علوم حاصل کرنے کا شوق رہا۔آپ نے ہندوستان بھر کے چوٹی کے علماء سے قرآن مجید اور حدیث کا علم حاصل کیا۔اس کے بعد آپ مکہ و مدینہ حصول علم کیلئے تشریف لے گئے اور مختلف اساتذہ سے استفادہ کیا۔بچپن سے لے کر اپنی وفات تک آپ قرآن مجید پڑھنے اور پڑھانے میں لگے رہے۔

آپ بیان فرماتے ہیں:

’’میں نے اپنی ماں کے پیٹ میں قرآن مجید سنا اور پھر ان سے ہی پڑھا۔‘‘

پھر فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ رحم کرے میری والدہ پر،انہوں نے اپنی زبان میں عجیب عجیب طرح کے نکاتِ قرآن مجھ کو بتائے‘‘

(تاریخ احمدیت جلد سوم ص۲۶)

ریاست جموں میں درس

مسلمانوں کے زوال کا ایک اہم سبب قرآن مجید نے یہ بیان کیا ہے کہ وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِى اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا۔(سورۃ الفرقان 31)حضرت مولانا حکیم نورالدین (خلیفۃ المسیح الاول ؓ) کو اس بات کا بخوبی احساس تھا اور آپ کے دل میں مسلمانوں کا بے پناہ درد تھا۔آپ چاہتے تھے کہ مسلمان عاشق قرآن بن جائیں۔اس مقصد کیلئے آپ نے ساری زندگی قرآن کے حقائق و معارف بیان کئے تاکہ مسلمان اس قرآن مجید کی پُرحکمت باتوں کو سمجھیں اور ان پر عمل کریں۔

چنانچہ ریاست جموں کی ملازمت کے دوران بھی آپ درس القرآن دیا

کرتے تھے اور لوگ ذوق شوق سے آ کر شامل ہوا کرتے تھے۔خود مہاراجہ جموں کشمیر نے بھی آپ سے قرآن مجید پڑھنے کی درخواست کی جس پر آپ نے مہاراجہ کو پندرہ پارے پڑھائے۔　　(حیات نور ص ۱۰۴)

قادیان میں درس

پھر حضرت مسیح موعودؑ کی غلامی میں آنے کے بعد یہ درس وتدریس کا سلسلہ مزید بڑھا،قادیان میں آپ کے درس کا نقشہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے حسب ذیل الفاظ میں کھینچا ہے۔فرماتے ہیں:

’’یہ درس مسجد اقصیٰ میں ہوا کرتا تھا اور اوائل زمانہ میں کبھی کبھی خود حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ بھی اس درس میں چلے جایا کرتے تھے۔حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے درس میں اعلیٰ درجہ کی علمی تفسیر کے علاوہ واعظانہ پہلو بھی نمایاں ہوتا تھا۔‘‘ (الفضل ۶ دسمبر ۱۹۵۰)

قرآن سے محبت

منصب خلافت پر فائز ہونے کے بعد باوجود بے پناہ ذمہ داریوں کے درس قرآن کو آپ کی مصروفیات میں اولیت حاصل رہی اور قرآن کا درس دینے کیلئے ہمیشہ جوان اور مستعد رہے۔فرماتے تھے:

’’قرآن شریف کے ساتھ مجھ کو اس قدر محبت ہے کہ بعض وقت تو حروف کے گول گول دوائر مجھے زلف محبوب نظر آتے ہیں اور میرے منہ سے قرآن کا ایک دریا رواں ہوتا ہے اور میرے سینے میں قرآن کا ایک باغ لگا ہوا ہے۔بعض وقت میں حیران ہو جاتا ہوں کہ کس طرح اس کے معارف بیان کروں۔‘‘

(بدر ۱۹/اکتوبر ۱۹۱۱ء ص ۳ کالم ۲)

اعتکاف کے دوران درس

اپنی خلافت کے پہلے سال ۱۹۰۸ ء میں آپ مسجد مبارک میں اعتکاف بیٹھے۔آپ کی فیض رساں طبیعت نے اس خلوت میں بھی جلوت کا رنگ دکھایا اور وہاں بھی قرآن مجید سنانا شروع کیا۔تاریخ احمدیت میں اس کا احوال یوں لکھا ہے کہ:

’’صبح سے ظہر کی اذان تک اور پھر بعد نماز ظہر سے عصر تک اور عصر سے شام تک اور پھر عشاء کی نماز کے بعد تک تین پارے ختم کرتے تھے۔(گویا کہ سارا دن قرآن کریم کا درس چلتا تھا)مشکل مقامات کی تفسیر فرما دیتے اور سوالوں کے جواب بھی دیتے جاتے۔‘‘

(تاریخ احمدیت جلد سوم ص ۲۲۰)

درس جاری رہے

۱۹۱۰ء میں حضور گھوڑے سے گر کر زخمی ہو گئے۔آپ کی بیماری سے جماعت کو جو نقصان پہنچا اس میں آپ کے درس قرآن کی محرومی سب سے بڑا نقصان تھا جس کا آپ کو خود بھی بہت احساس تھا۔چنانچہ آپ نے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کو حکم دیا کہ عصر کے بعد قرآن کریم کا درس دیا کریں اور اگر وہ کسی وجہ سے نہ دے سکیں تو حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحبؓ درس دیں۔اگر وہ بھی نہ دے سکیں تو قاضی امیر حسین صاحبؓ درس دیں۔ (الحکم ۱۴ فروری ۱۹۱۱ء ص ۴ کالم ۱)

اس طرح حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی روحانی توجہ اور بار بار ترغیب کے نتیجہ میں جماعت کے اندر قرآن کریم کا درس دینے اور درس سننے کا خاص ذوق پیدا ہو گیا۔

بیماری کے ایام میں درس القرآن

جب آپ جنوری ۱۹۱۴ء کے شروع میں بیمار ہوئے تو باوجود بیماری اور کمزوری کے حسب معمول مسجد اقصیٰ میں تشریف لے جا کر ایک توت کے درخت کا سہارا لے کر درس القرآن دیتے رہے۔گو رستہ میں چند مرتبہ ناتوانی کی وجہ سے قیام بھی کر لیتے تھے۔جب کمزوری بہت بڑھ گئی اور مسجد کی سیڑھیاں چڑھنا دشوار ہو گیا تو بعض دوستوں کے اصرار پر مدرسہ احمدیہ کے صحن میں درس دینا شروع فرما دیا۔ان ایام میں آپ نقاہت کی وجہ سے دو آدمیوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر تشریف لاتے تھے۔اور اس طریق پر واپس تشریف لے جاتے تھے۔مگر جب ضعف اور بھی بڑھ گیا اور دوسروں کے سہارے بھی چلنا مشکل ہو گیا تو اپنے صاحبزادہ عبدالحی صاحب کے مکان میں درس دیتے رہے اور آپ کی ہمیشہ یہ خواہش رہتی تھی کہ اپنے آقا و مطاع آنحضرت ﷺ کی سنت کے مطابق کھڑے ہو کر درس دیا جائے۔مگر آخری دو تین ہفتے جب اُٹھنے بیٹھنے کی طاقت نہ رہی اور ڈاکٹروں نے درس بند کر دینے کا مشورہ دیا تو

فرمایا کہ قرآن کریم میری روح کی غذا ہے اس کے بغیر میرا زندہ رہنا محال ہے لہٰذا درس مَیں کسی حالت میں بھی بند نہیں کرسکتا۔ (حیات نور صفحہ ۶۹۳)

غالباً انہی ایام کا ذکر کرتے ہوئے الفضل لکھتا ہے:

’’ضعف کا یہ حال ہو گیا کہ بغیر سہارے کے بیٹھنا تو درکنار سر کو بھی خود نہیں ہلا سکتے تھے۔ اس حالت میں ایک دن فرمایا کہ بول تو میں سکتا ہوں خدا کے سامنے کیا جواب دونگا۔ درس کا انتظام کرو میں قرآن مجید سنادوں۔‘‘

آخری وصیت

آپ کے دل میں قرآن کی محبت اور اشاعت کی اس قدر فکر تھی کے بوقت وصال بھی یہی وصیت فرمائی کہ:

’’تم کو میں نصیحت کرتا ہوں کہ خدا کی کتاب کو پڑھنا، پڑھانا اور عمل کرنا۔ میں نے بہت کچھ دیکھا پر قرآن جیسی کتاب نہ دیکھی۔ بیشک یہ خدا کی کتاب ہے۔‘‘ (الحکم ۱۴ مارچ ۱۹۱۴ء)

حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت قرآن

حضرت خلیفۃ المسیح الاول ؓ کی وفات کے بعد خدا تعالیٰ نے حضرت مصلح موعودؓ کو خلافت جیسے عظیم منصب پر فائز کیا اور حضرت مسیح موعود کی پیشگوئی کے مطابق کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر کرنے کیلئے حضرت مصلح موعودؓ نے قرآن مجید کی تفاسیر کا ایک بیش بہا خزانہ متعارف کروایا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ابتداء میں آسمان احمدیت پر ابھرتے ہوئے اس ستارہ کی طرف اپنوں اور غیروں کی نظریں اسی وجہ سے اٹھنی شروع ہوئیں تھیں کہ آپ کی زبان اور قلم سے قرآن مجید کے معارف اس طرح بیان ہوئے تھے جو کسی نو عمر نوجوان کی استعداد سے کہیں بڑھ کر تھے۔ اس کے ساتھ ہی اگر یہ امر بھی مد نظر رکھا جائے کہ بچپن میں آپ کی صحت کی کمزوری کے پیش نظر آپ کی تعلیم کا زیادہ اہتمام نہیں ہوسکا تھا۔ تو معارف قرآنی کا بیان اور بھی غیر معمولی بات بن جاتی ہے۔ حضرت مصلح موعود اکثر بیان فرمایا کرتے تھے کہ آپ نے تین ماہ میں قرآن مجید اور دو ماہ میں بخاری شریف کی تعلیم مکمل کی تھی اور وہ اس طرح کہ آپ کے استاد حضرت مولانا نورالدین خود جلد جلد پڑھتے جاتے اور ان کا یہ عظیم شاگرد صرف سن کر ہی علم حاصل کر رہا تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ طریق اور عرصہ تعلیم اتنا کم اور مختصر ہے کہ اس میں تو کسی علم کی بنیادی باتیں سیکھنا بھی مشکل ہوتا ہے۔ چہ جائیکہ قرآن حدیث کے معارف و مطالب سیکھ لئے جائیں۔ ایسا کیوں تھا اس لئے کہ اس قادر اور علیم خدا نے آپ کے متعلق فرمادیا تھا کہ ’’وہ جلد جلد بڑھے گا اور ظاہری و باطنی علوم سے پر کیا جائے گا‘‘۔ نیز آپ کی پیدائش کی ایک غرض پیشگوئی مصلح موعودؓ میں یہ بھی بیان فرمائی گئی تھی کہ



تضمین

(منیر باجوہ)

’’مرے مولا کٹھن ہے راستہ اس زندگانی کا
مرے ہر ہر قدم پر خود رہ آسان پیدا کر‘‘
شفاؤں کا تُو مالک ہے ترے آگے ہے کیا مشکل
شفاء جس سے ملے مولا تُو وہ ’’فرمان‘‘ پیدا کر
دعائیں دل سے اُٹھتی ہیں تیرے در پر ہی ہے زاری
شفاء دے سب مریضوں کو تُو یہ ’’احسان‘‘ پیدا کر
طبیبوں کے دماغوں کو عطا کر تُو مسیحائی
شفاء جنکی دواؤں سے ہو وہ ’’اذہان‘‘ پیدا کر
ہمارا تُو ہی مولا ہے ہمارا تُو ہی مالک ہے
تیرے در پر ہو سر اپنا یہی ’’ایقان‘‘ پیدا کر
’’تری نصرت سے ساری مشکلیں آسان ہو جائیں
ہزاروں رحمتیں ہوں فضل کے سامان پیدا کر‘‘
تیرے اک ’’کُن‘‘ کے کہنے سے بدل جاتی ہے دنیا بھی
نگاہِ کرم سے فیکون کا ’’فیضان‘‘ پیدا کر
منیر ناتواں کی سن تُو شافی ہے تُو کافی ہے
تُو اب راحت بھرے حالات اے ’’رحمان‘‘ پیدا کر

آمین

''تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔''

قرآن سے وابستگی

قرآن مجید سے آپ کو گہری وابستگی اور قلبی لگاؤ تھا۔قرآن کی عظمت وشان بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''میں نے تو آج تک نہ کوئی ایسی کتاب دیکھی اور نہ مجھے کوئی ایسا آدمی ملا جس نے مجھے کوئی ایسی بات بتائی جو قرآن کریم کی تعلیم سے بڑھ کر ہو یا کم ازکم قرآن کریم کی تعلیم کے برابر ہو۔محمد ﷺ کو خدا تعالیٰ نے وہ علم بخشا ہے جس کے سامنے تمام علوم ہیچ ہیں۔''(الفضل ۳۰ جون ۱۹۳۹ء)

قرآن کی عظمت

پھر آپ فرماتے ہیں:

''پس اے دوستو! میں اللہ تعالیٰ کے اس عظیم الشان خزانے سے تمہیں مُطَّلِع کرتا ہوں۔دنیا کے تمام علوم اس کے مقابلہ میں ہیچ ہیں۔دنیا کی تمام تحقیقاتیں اس کے مقابلہ میں ہیچ ہیں۔اور دنیا کی تمام سائنس اس کے مقابلہ میں اتنی حقیقت بھی نہیں رکھتی جتنی سورج کے مقابلہ میں ایک کرمِ شب تاب حقیقت رکھتا ہے۔دنیا کے علوم قرآن کے مقابلہ میں کوئی چیز نہیں۔قرآن ایک زندہ خدا کا زندہ کلام ہے اور وہ غیر محدود معارف وحقائق کا حامل ہے۔یہ قرآن جیسے پہلے لوگوں کے لئے کھلا تھا اسی طرح آج ہمارے لئے کھلا ہے۔۔۔آج جبکہ دنیا کے علوم میں ترقی ہو رہی ہے یہ پھر بھی کھلا ہے بلکہ جس طرح دنیوی علوم میں آج کل زیادتی ہو رہی ہے اسی طرح قرآنی معارف بھی آج کل نئے سے نئے نکل رہے ہیں۔۔۔ہمیشہ ہی قرآن نئے سے نئے معارف پیش کرتا رہے گا۔۔۔یہی وہ خزائن ہیں جو حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے تقسیم کئے اور یہی وہ خزائن ہیں جو آج ہم تقسیم کر رہے ہیں۔دنیا اگر حملہ کرتی ہے تو پرواہ نہیں،وہ دشمنی کرتی ہے تو سو بار کرے،وہ عداوت وعناد کا مظاہرہ کرتی ہے تو لاکھ بار کرے۔ہم انہیں کہتے ہیں کہ تم بے شک ہمارے سینوں میں خنجر مارے جاؤ،اگر ہم مر گئے تو یہ کہتے ہوئے مریں گے کہ ہم محمد رسول اللہ ﷺ کا جھنڈا بلند کرتے ہوئے مارے گئے اور اگر جیت گئے تو یہ کہتے ہوئے جیتیں گے کہ ہم نے محمد ﷺ کا جھنڈا بلند کر دیا۔''(سیر روحانی ص۱۱۷)

درس قرآن

قرآن مجید کی عظمت وشان اور مطالب بیان کرنے کی جو دھن آپ کو لگی ہوئی تھی وہ آپ کی زندگی کے ہر لمحہ سے عیاں ہے۔آپ کی سوانح کا ہر ورق اس پر شاہد ہے۔آپ نے ۱۹۱۰ء میں ۲۱ سال کی عمر میں قرآن مجید کے درس کا آغاز کیا۔وسط ۱۹۱۳ء سے آپ نے دن میں دو دفعہ درس دینا شروع کیا اور یہ سلسلہ کسی نہ کسی شکل میں ہمیشہ جاری رہا۔اس طرح آپ نے ساری جماعت میں قرآن کریم کی محبت اور اس کے علوم سے بہرہ ور ہونے کی ایک نئی

گلستانِ احمد

فوزیہ ظہیر فضا

ہے سخن کہکشاں، ماہ پارے ہیں سب
ایک سے ایک بڑھ کے ستارے ہیں سب
رمز سیکھے کوئی ان سے اِخلاص کے
ایک دوجے پہ جاں جیسے وارے ہیں سب
خوب بخشا خدا نے انہیں علم ہے
لگ رہا ہے خدا کے دلارے ہیں سب
پھوٹتی ہیں انہی سے تو نہریں کئی
چشمہ فیض کے بہتے دھارے ہیں سب
معرفت کا سمندر خدا نے دیا
وہ تو بیٹھے اسی کے کنارے ہیں سب
ہاتھ پر اک امامت کے ہیں چل رہے
وہ اناؤں کو اپنی تو مارے ہیں سب
ہے گلستانِ احمد میں ایسی فضا
غُنچہ و گُل مہک استعارے ہیں سب



لگن پیدا کر دی۔

آپ فرماتے ہیں: ”اللہ تعالیٰ نے۔۔۔ مجھے قرآن کریم کا علم عطا فرمایا ہے اور میرے اندر اس نے ایسا ملکہ پیدا کر دیا ہے کہ جس طرح کسی کو خزانہ کی کنجی مل جائے۔ دنیا کا کوئی عالم نہیں جو میرے سامنے آجائے اور میں قرآن کریم کی افضلیت اس پر ظاہر نہ کرسکوں۔“ (الفضل 26 مئی 1990ء)

کتب، خطبات و تقاریر

حضرت مصلح موعود نے تفسیر کبیر اور دوسری ہزاروں صفحات پر مشتمل کتب میں قرآن کریم کی تشریحات بیان فرمائیں۔ آپ نے تمام مشکل آیات کا حل بیان کر کے ثابت فرمایا کہ قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں ہوئی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے خاص عطا کردہ علم سے مقطعات قرآنیہ کے ایسے عظیم الشان معانی بیان فرمائے کہ دنیا حیران رہ گئی۔

چنانچہ ہندوستان کے ایک مشہور محقق علامہ نیاز فتح پوری نے ان معارف کو پڑھ کر کہا: یہ تفسیر قرآن اپنی نوعیت کے لحاظ سے بالکل پہلی تفسیر قرآن ہے جس میں عقل و نقل کو بڑے حسن سے ہم آہنگ دکھایا گیا ہے۔ آپ کی تبحر علمی آپ کی وسعت نظر آپ کی غیر معمولی فکر و فراست، آپ کی حسن استدلال اسکے ایک ایک لفظ سے نمایاں ہے۔ (الفضل ۲۶ مئی ۱۹۹۰ء)

حضرت مصلح موعودؓ نے جماعت کی نصف صدی سے زیادہ عرصہ قیادت و راہنمائی فرمائی۔ اس عرصہ میں کم وبیش دو ہزار خطبات جمعہ، خطابات جلسہ ہائے سالانہ اور عیدین پر خطبات کے علاوہ خدام، انصار، اطفال، لجنات اور مجلس تشحیذ الاذہان، اسی طرح مدرسہ احمدیہ، جامعہ احمدیہ، جامعۃ المبشرین، ہائی سکول، کالج، احمدیہ نیشنل کور، انجمن ترقی، انجمن اشاعت اور آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے جلسوں میں آپ کی ہزاروں پر معارف تقاریر قرآن مجید کی تشریح پر ہی مشتمل ہیں کیونکہ آپ کا یہ طریق مبارک تھا کہ آپ بالعموم قرآن مجید کے کسی مقام کی نہایت پیارے انداز میں تلاوت فرماتے پھر اس کی دلوں کو گرمانے والی تشریح فرماتے اور بعض مواقع پر آپ کی تقریر میں قرآنی تلاوت کے بغیر بھی قرآن مجید کے کسی مقام کی ایسی واضح اور دلنشین تشریح ہوتی کہ سننے والے کا ذہن خود بخود اس مقام کی طرف جاتا اور وہ علوم و معارف کی ایک نئی دنیا سے متعارف ہو جاتا۔ ان ہزاروں تقاریر اور خطبات کے علاوہ آپ کی تمام مستقل تصانیف بھی قرآنی انوار کی ایسی بارش کی طرح ہیں جو ضرورت کے وقت نازل ہو کر ہر گوشہ زمین کو سیراب کر دیتی ہے۔

بیسویں صدی میں خدمت قرآن اور اشاعت قرآن کی جب بھی تاریخ لکھی جائے گی تو اس میں لازمی طور پر اس عظیم خادم قرآن المصلح الموعود کا نہایت عزت و احترام کے ساتھ ذکر کیا جائے گا۔ جس نے اپنی ساری زندگی انوار قرآنیہ کو پھیلانے میں صرف کر دی۔

علم قرآن و خدمت قرآن

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ اس خدمت قرآن کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”آپؓ کا اٹھنا بیٹھنا، بولنا، سکوت تمام کا تمام قرآن کریم ہی سے پھوٹتا تھا۔ آپؓ کی فکر و نظر کا منبع قرآن تھا۔ آپؓ گفتگو فرماتے تھے تو قرآن کی تفسیر ہوتی تھی۔ تقریر فرماتے تھے تو قرآن کی تفسیر ہوتی تھی، تحریر فرماتے تھے تو قرآن کی تفسیر ہوتی تھی۔ اور اس پہلو سے آپ جتنی بھی حضورؓ کی کتب کا مطالعہ کریں گے ایک بھی کتاب ایسی نظر نہیں آئے گی جسکا مضمون قرآن کریم سے نہ پھوٹتا ہو۔۔۔۔۔۔ گھنٹوں حضورؓ کا تقریر کرنا، وہ سوز و گداز جس سے آپؓ تلاوت فرمایا کرتے تھے، وہ عشق قرآن جو آپؓ کے چہرے پر اس طرح چھا جاتا تھا کہ یوں محسوس ہوتا تھا کہ چہرہ غائب ہو گیا ہے اور قرآن کا عشق باقی رہ گیا ہے۔“

(خطابات طاہرؒ ”خطابات جلسہ سالانہ قبل از خلافت“ صفحہ ۱۷۸)

دنیا کی مختلف زبانوں میں تراجم قرآن

آپؓ کے زمانے میں قرآن کریم کی دنیا کی مختلف زبانوں میں اشاعت و تراجم کا کام بھی ہوا۔ اور آپکی خواہش یہ تھی کہ دنیا کے وہ ممالک جہاں عربی نہیں سمجھی جاتی وہاں بھی قرآنی انوار پہنچیں اور لوگ اپنی اپنی زبانوں میں قرآنی تعلیمات کا مطالعہ کرسکیں۔ آپکی خلافت میں سب سے پہلے انتہائی نامساعد حالات کے باوجود انگریزی زبان میں ترجمہ و تفسیر کا کام مکمل ہوا۔ اور آپکی وفات کے وقت ۱۴ مزید زبانوں میں تراجم کا کام جاری تھا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی خدمت قرآن

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی وفات کے بعد خدا تعالیٰ نے حضرت مرزا ناصر احمدؒ صاحب کو خلیفۃ المسیح الثالث مقرر فرمایا۔ آپ قرآن کریم کے عاشق صادق تھے، یہ عشق آپ کو اپنے بزرگ والد اور دادا سے گویا ورثہ میں ملا تھا۔ آپ نے بچپن میں قرآن کریم حفظ کیا اور خاندان مسیح موعودؑ میں سب سے پہلے باقاعدہ واقف زندگی کا اعزاز حاصل کرکے ساری عمر قرآن کی خدمت میں کوشاں رہے۔

آپ نے اپنے پیش روؤں سے جو کچھ سیکھا تھا اس کا خلاصہ خلافت کی ذمہ داریاں سنبھالتے ہی یوں بیان فرمایا:

''خلیفہ وقت کا سب سے بڑا اور اہم کام یہی ہوتا ہے کہ وہ قرآن کریم کی تعلیم کو رائج کرنے والا اور نگرانی کرنے والا ہو۔''

(الفضل ۷ ۲ جولائی ۱۹۶۶ء)

آپ نے اپنے دور خلافت میں قرآن کی تعلیم عام کرنے اور قرآن کی برکات دنیا تک پہنچانے کے بارے میں نہایت اہم اقدامات فرمائے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے علم پاکر جماعت کو قرآنی انوار کے حصول کی طرف متوجہ کیا۔

قرآن جاننے اور وقف عارضی کی تحریک

جماعت میں وسیع پیمانے پر قرآن کریم ناظرہ، باترجمہ اور تفسیر جاننے کی سکیم جاری فرمائی اس پر عمل کرنے کیلئے وقف عارضی کا نظام قائم فرمایا اور یہ خواہش فرمائی کہ ہر سال کم از کم ۵ ہزار واقفین عارضی قرآنی تعلیم کو پھیلانے کیلئے جماعتوں میں ۲ سے ۶ ہفتہ تک وقف کرنے جائیں۔ ایسے احمدی احباب اپنے خرچ پر یہ وقت گزاریں۔

اس مقصد کو پورا کرنے کیلئے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے صدر انجمن احمدیہ کے زیر انتظام ایک نظارت یعنی نظارت اصلاح وارشاد (تعلیم القرآن ووقف عارضی) بھی جاری فرمائی۔ (الفضل ۲۶ مئی ۱۹۹۰ صفحہ ۱۳)

مجلس موصیان

تعلیم القرآن کا نظام وصیت سے بھی گہرا تعلق ہے اس لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے موصی احباب پر مشتمل ایک مجلس موصیان ہر جماعت میں قائم فرمائی جس کے ذمے قرآن کریم کی تعلیم دینا اور قرآنی انوار کو پھیلانا تھا۔

(الفضل ۲۶ مئی ۱۹۹۰ صفحہ ۱۳)

ایک عظیم الشان کارنامہ

قرآن کریم کی اشاعت اور اسے دنیا کے کونے کونے میں پھیلانا ایسا کارنامہ ہے جس کے بارہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بِاَیۡدِیۡ سَفَرَۃٍ ۙ کِرَامٍۭ بَرَرَۃٍ (سورۃ عبس آیت 16۔17) یعنی یہ قرآن ایسے افراد جو سفر کرتے ہوئے دور نکل جاتے ہیں کے ذریعہ دنیا کے کناروں تک پہنچے گا۔ یہ پیشگوئی حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے ذریعہ بھی ایک عظیم الشان رنگ میں پوری ہوئی۔ چنانچہ آپ کے دور کا ایک عظیم الشان کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے دنیا بھر کے ہوٹلوں میں قرآن کریم رکھوانے کی ایک زبردست مہم جاری فرمائی۔ حضور جب ۱۹۷۰ء میں مغربی افریقہ کے دورہ پر تشریف لے گئے تو آپ وہاں یہ دیکھ کر بہت حیران ہوئے کہ ہر ہوٹل میں بائبل کے نسخے اس غرض سے مہیا کئے گئے ہیں کہ ان ہوٹلوں میں قیام کرنے والے اس سے استفادہ کرسکیں۔ یہ صورت حال آپ کیلئے ایک چیلنج کی حیثیت رکھتی تھی۔ آپ نے بلاتوقف اس چیلنج کو قبول کرتے ہوئے یہ فیصلہ فرمایا کہ اس چیلنج کا جواب یہ ہے کہ مغربی افریقہ کے جن ممالک کا آپ نے دورہ کیا ہے وہاں کے ہر ہوٹل اور ریسٹ ہاوس میں قرآن مجید (مع انگریزی ترجمہ) کے نسخے مہیا کئے جائیں تاکہ وہاں پر قیام کرنے والے ہدایت اور نور کے اس چشمہ سے سیراب ہوسکیں۔ یہ خیال اولاً تو ایک بیج کی طرح دل میں پیدا ہوا تھا لیکن اس نے بڑھتے بڑھتے جلد ہی ایک منصوبے کی شکل اختیار کرلی۔ آپ نے سوچا کہ قرآن مجید کی اشاعت کو مغربی افریقہ کے ممالک تک کیوں محدود رکھا جائے قرآن مجید تو تمام دنیا کیلئے اور روئے زمین پر بسنے والے تمام انسانوں کی ہدایت کیلئے آیا ہے۔ دنیا کے ہر مرد و عورت کالے گورے کو اس کی ضرورت ہے اور ہر قوم اور نسل کے لوگوں کا یہ حق ہے کہ یہ آسمانی پیغام ان تک پہنچایا جائے۔ چنانچہ یہ خیال فوراً ہی ایک عظیم منصوبہ کی شکل میں ڈھلتا چلا گیا۔ چنانچہ اکتوبر ۱۹۷۱ء سے اس پر باضابطہ عمل شروع ہوگیا اور یورپ، امریکہ، ایشیا، افریقہ، غرضیکہ جہاں جہاں مخلصین احمدیت سے بن پڑی انہوں نے قرآن کریم کے نسخے ہوٹلوں میں رکھوانے شروع کئے۔ چنانچہ ایک اندازے کے مطابق قرآن کریم کے ایک لاکھ نسخے دنیا بھر کے

ممالک کے مختلف ہوٹلوں میں احباب جماعت نے رکھوائے۔
(الفضل ۲۶ مئی ۱۹۹۰ صفحہ ۱۳)

یہ امر خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ اس سکیم کے تحت قرآن کریم دنیا کے ایسے دور دراز علاقوں میں بھی پہنچایا گیا جہاں پر آج تک قرآن کریم کا ایک بھی نسخہ نہ پہنچا تھا۔ مثال کے طور پر قطب شمالی کے برفانی علاقے میں جہاں اسکیمو آباد ہیں اور جہاں جدید تہذیب کی روشنی بہت کم پہنچی ہے اور جہاں دن کے وقت بھی سال کے کئی مہینوں میں تاریکی یا نیم تاریکی رہتی ہے ایسی آبادیوں میں بھی ایک احمدی دوست نے جو بغرض ملازمت وہاں مقیم تھے قرآن کریم کے کئی نسخے مقامی اسکیمو باشندوں تک پہنچائے۔ انہوں نے اس علاقے میں مختلف مقامات پر ۳۵ نسخے قرآن کریم کے پہنچائے۔ (الفضل ۲۶ مئی ۱۹۹۰ صفحہ ۱۳)

انوار قرآنی کا بیان

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ زندگی بھر قرآن کریم کے انوار اپنے خطبات و تقاریر کے ذریعے بیان فرماتے رہے۔ دیگر آئمہ جماعت احمدیہ کی طرح آپ کی تمام گفتگو، تقاریر اور ارشادات کا محور و منبع قرآن کریم ہی کی آیات تھیں۔

قرآنی معارف کے مقابلہ کی دعوت

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ روئے زمین پر بسنے والے تمام لوگوں کو چیلنج کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ: قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْجِنُّ وَالْاِنْسُ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا
(سورۃ بنی اسرائیل: آیت 89)

ترجمہ: تُو کہہ دے کہ اگر جنّ و انس سب اکٹھے ہو جائیں کہ اس قرآن کی مثل لے آئیں تو وہ اس کی مثل نہیں لا سکیں گے خواہ ان میں سے بعض بعض کے مددگار ہوں۔

اس چیلنج کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دوبارہ دنیا کے سامنے بڑی شد و مد سے پیش کیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے اس چیلنج کو دوہراتے ہوئے فرمایا:

''کیتھولک فرقہ کا سربراہ اس وقت پوپ ہے اگر پوپ صاحب یہ چیلنج قبول کریں تو ہم مقابلہ کرنے کیلئے تیار ہیں۔ اسی طرح عیسائیوں یا ہندوؤں کے دوسرے فرقے ہیں ان کے جو سردار ہیں وہ مقابلہ کیلئے آئیں۔۔۔ جو مختلف فرقوں کے سردار ہیں وہ اکیلے اس دعوت کو قبول کریں یا اپنے ساتھ سو یا ہزار یا دس ہزار آدمی ملا کر بھی مقابلہ کرنا چاہیں تو ہم اس مقابلہ کیلئے تیار ہیں۔
(خطبات ناصر جلد ۲ ص ۶۹۲)

۱۹۶۷ء کو دورہ یورپ کے دوران حضور نے کوپن ہیگن میں عیسائی دنیا کو حضرت مسیح موعودؑ کا چیلنج دیا کہ اگر آپ سورۃ فاتحہ کے معارف ساری بائیبل سے دکھا دیں تو مسیح موعودؑ کی مقرر کردہ انعامی رقم ۵۰۰ کو بڑھا کر ۵۰ ہزار روپے انعام دیا جائے گا۔

تراجم

سابقہ تراجم قرآن کی اشاعت کے ساتھ آپ نئی زبانوں میں تراجم کے لیے کوشاں رہے۔ جماعت کے وسائل اور طاقت کے لحاظ سے یہ ایک کٹھن کام تھا مگر خدا تعالیٰ کے فضل سے آپ کے دور خلافت میں ۶ نئی زبانوں میں قرآن کریم کا ترجمہ ہوا۔ (مصباح دسمبر ۱۹۸۲ء ص ۶۸)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی خدمت قرآن

اب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے دور خلافت کا آغاز ہوتا ہے۔ آپ کا دور خلافت خدمت قرآن کے اعتبار سے ایک زرّیں دور تھا۔ آپ نے قرآن کریم کا اردو ترجمہ سورتوں کے مختصر تعارف کے ساتھ تحریر فرمایا جس میں قرآنی معارف کو سمویا۔ آپ کے دور خلافت میں متعدد زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم ہوئے۔ 117 زبانوں میں قرآن کریم کی منتخب آیات کے تراجم صد سالہ جوبلی کے تحفہ کے طور پر شائع کئے گئے۔

دروس، خطبات، مجالس سوال و جواب

آپ کو مسند خلافت پر متمکن ہونے سے قبل بھی کثرت سے مجالس سوال و جواب کے انعقاد کا موقع ملا جس میں قرآن مجید کے مختلف مضامین کو کھول کر بیان کیا جاتا تھا۔ پھر خلیفۃ المسیح مقرر ہونے کے بعد معارف قرآنی کے بیان میں وسعت آتی گئی جن میں آپ کے خطبات و دروس کے ساتھ ساتھ کئی قسم کی مجالس سوال و جواب بھی شامل ہیں۔ حضور رمضان المبارک میں قرآن کریم کا درس بھی دیا کرتے تھے جو مختلف ادوار میں انگریزی اور اردو میں جاری رہا۔ MTA کی نعمت سے قبل ان خطبات اور دروس کو جماعت تک پہنچانے

کیلئے آڈیو اور ویڈیو کیسٹس تیار کی جاتیں اور احباب جماعت ان سے مستفیض ہوتے تھے، پھر جب MTA کا آغاز ہوا تو ساری دنیا ان معارف سے ایک منفرد انداز میں سیراب ہونے لگی اور اب بھی ہو رہی ہے۔

آپ کا ایک منفرد کارنامہ ایم ٹی اے پر سارے قرآن کا ترجمہ اور تفسیری وضاحتیں تھیں جو ۳۰۵ گھنٹے کی آڈیو ویڈیو ریکارڈنگ کی شکل میں موجود ہیں اور قرآن کریم سیکھنے اور سمجھنے کیلئے عظیم تحفہ ہیں۔حضور نے یہ تحریک بھی فرمائی کہ جماعت ان کلاسوں سے استفادہ کرے اور اگر ایم ٹی اے پر سننا ممکن نہیں تو ان کی ویڈیو کیسٹس کا استعمال کیا جائے۔

آپ نے قرآن کریم پڑھنے اور سیکھنے سے متعلق متعدد تحریکات فرمائیں اور بیشمار مرتبہ اس مقصد کیلئے خطبات ارشاد فرمائے۔

ایک دفعہ فرمایا:

''کلام الٰہی سے محبت ایک ایسی چیز ہے جو نسلوں کو سنبھالے رکھتی ہے۔۔۔قرآن کریم پر زور دینا اور تلاوت سے اس کا آغاز کرنا بہت ہی اہم ہے۔۔۔ہر گھر والے کا فرض ہے کہ وہ قرآن کی طرف توجہ دے، قرآن کے معارف کی طرف توجہ دے، ایک بھی گھر کا فرد ایسا نہ ہو جو روزانہ قرآن کے پڑھنے کی عادت نہ رکھتا ہو اور قرآن کریم کو پھر مضامین سمجھ کر پڑھے اور جو بھی ترجمہ میسر ہو اس کے ساتھ ملا کر پڑھے۔۔۔قرآن کریم کے ترجمے کے ساتھ پڑھنے کی طرف ساری جماعت کو متوجہ ہونا چاہئے۔کوئی بھی ایسا نہ ہو جس کے پاس سوائے اسکے کہ شرعی عذر ہو جو روزانہ قرآن کریم کی تلاوت سے محروم رہے۔۔۔۔

میں چاہتا ہوں کہ اس صدی سے پہلے پہلے ہر گھر نمازیوں سے بھر جائے اور ہر گھر میں روزانہ تلاوت قرآن کریم ہو۔کوئی بچہ نہ ہو جسے تلاوت کی عادت نہ ہو۔اس کو کہیں تم ناشتہ چھوڑ دیا کرو مگر سکول سے پہلے تلاوت ضرور کرنی ہے اور تلاوت کے وقت کچھ ترجمہ ضرور پڑھو، خالی تلاوت نہیں کرو۔''

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ ۴ جولائی ۱۹۹۷ء)

تلفظ کے ساتھ قرآن مجید پڑھنے کی تحریک

انٹرنیشنل مجلس شوریٰ ۱۹۹۱ء لندن میں حضورؒ نے ایک منفرد تحریک فرمائی کہ صحیح تلفظ کے ساتھ قرآن مجید پڑھنے والے اساتذہ تیار کئے جائیں۔فرمایا کہ ''میں نے اگلے چار پانچ سال کا منصوبہ بڑے غور و فکر کے ساتھ بنایا ہے۔'' اس کے بعد حضورؒ نے تفصیلی ہدایات اور لائحہ عمل جماعت کو دیا جن پر عمل کر کے ان کلاسوں کو کامیاب بنایا گیا۔

(ماہنامہ انصار اللہ جولائی ۱۹۹۳ء ص ۳۲، ۳۳)

چند منفرد نکات

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ :۔ اِنۡ مِّنۡ شَیۡءٍ اِلَّا عِنۡدَنَا خَزَآئِنُہٗ وَمَا نُنَزِّلُہٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعۡلُوۡمٍ ۔ (سورۃ الحجر آیت 22) کہ کوئی چیز نہیں مگر ہمارے پاس اس کے خزانے ہیں اور ہم اسے نازل نہیں کرتے مگر ایک معلوم اندازہ کے مطابق۔گویا ہر چیز پنے وقت مقررہ پر ظاہر ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ نے اس زمانہ کے لحاظ سے جو قرآنی معارف مخفی کیے تھے اسے حضرت حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ؒ نے اپنے دروس اور خطابات میں بڑی تفصیل اور بسط سے بیان فرمایا ہے۔ان میں سے چند ایک احباب کی خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں۔

خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

۱۔لَا تُدۡرِکُہُ الۡاَبۡصَارُ ۫ وَہُوَ یُدۡرِکُ الۡاَبۡصَارَ

(سورۃ الانعام ۱۰۴)

آنکھیں اس کو نہیں پاسکتیں ہاں وہ خود آنکھوں تک پہنچتا ہے۔

حضور اس کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ

عوام الناس سمجھتے ہیں کہ نظر آنکھ کی پتلی سے نکل کر دور کی چیزوں کو دیکھتی ہے حالانکہ اس آیت میں اس کا واضح رد ہے۔اور بتایا گیا ہے کہ روشنی خود آنکھ تک پہنچتی ہے۔

۲۔ پھر اِنَّ اللّٰہَ لَا یَسۡتَحۡیٖۤ اَنۡ یَّضۡرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوۡضَۃً فَمَا فَوۡقَہَا (سورۃ البقرہ آیت ۲۷) جس کا عام ترجمہ یہ کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نہیں شرماتا کہ مچھر کی مثال بیان کرے یا اس سے بھی چھوٹی (مثال بیان کرے)

لیکن حضور نے اس کا یوں ترجمہ بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہرگز اس سے نہیں شرماتا کہ کوئی سی مثال پیش کرے جیسے مچھر کی بلکہ اس کی بھی جو اس کے اوپر ہے۔پھر اس کی تشریح میں فرماتے ہیں: فَمَا فَوۡقَہَا سے مراد ہے کہ مچھر جو چیز

اُٹھائے ہوئے ہے۔ جو اس کے اوپر ہے اور وہ ملیریا کے جراثیم ہیں۔ دنیا میں سب سے زیادہ لوگ ملیریا اور ملیریا سے پیدا ہونے والی بیماریوں سے مرتے ہیں۔

۳۔ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ (سورۃ الزمر آیت ۶۸) یعنی آسمان اس کے داہنی ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے۔

کی تشریح میں فرمایا کہ لپٹے جانے کا جو ذکر ملتا ہے یہ فی زمانہ سائنسی نظریات سے قطعی طور پر صحیح ثابت ہوتا ہے۔ یعنی زمین و آسمان اس طرح ایک فنا کے Black Hole میں داخل کر دیئے جائیں گے جیسے وہ لپٹے جا چکے ہوں۔

۴۔ وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْىدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ (الذاریات ۴۸) جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اور ہم نے آسمان کو ایک خاص قدرت سے بنایا اور یقیناً ہم وسعت دینے والے ہیں۔

فرمایا کہ اس کا یہ حصہ کہ ہم اسے مزید وسعتیں دیتے چلے جائیں گے ایک عظیم الشان اعجازی کلام ہے جو عرب کا اک امی نبی اپنی طرف سے بیان نہیں کر سکتا تھا۔ یہ امر سائنس دانوں نے جدید آلات کی مدد سے اب دریافت کیا ہے کہ یہ کائنات ہر لحہ وسعت پذیر ہے رسول اللہ کے زمانہ میں تو ہر انسان کو یہ ایک جامد اور ٹھہری ہوئی کائنات دکھائی دیتی تھی۔

(ماہنامہ انصار اللہ ستمبر ۲۰۰۳ء)

تراجم قرآن کریم

دور خلافت رابعہ میں تراجم قرآن کریم کا تاریخ ساز کام ہوا اور وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ کی پیشگوئی کا ایک نئے رنگ میں ظہور ہوا۔ حضور نے قرآن کریم کے دیگر زبانوں میں معیاری مستند تراجم کا بے حد شوق اور جذبہ سے اہتمام کروایا۔ چنانچہ آپ کے 21 سالہ دور خلافت میں جن زبانوں میں معیاری تراجم کروا کر ان کی دیدہ زیب اور اعلیٰ معیار کی طباعت کا اہتمام ہوا، ان کی کل تعداد 57 ہو چکی ہے۔ نیز ان کے علاوہ دنیا کی کل 117 زبانوں میں مختلف مضامین پر مشتمل منتخب آیات کے تراجم بھی شائع کئے جا چکے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت

قرآن

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے دل میں قرآن کریم کی عظمت آپ کے بیان کردہ خطبات اور تقاریر سے بخوبی عیاں ہوتی ہے۔ آپ کا نوجوانی کا ایک واقعہ بیان کرتا ہوں جس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ قرآن کریم پڑھتے ہوئے اس کے آداب تلاوت کا کس قدر اہتمام فرماتے تھے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ

حضور انور کا تلاوت کا طریق

''ایک دفعہ میں وقف عارضی پر کسی کے ساتھ گیا ہوا تھا۔ تو ایک دن صبح کی نماز کے بعد ہم تلاوت سے فارغ ہوئے تو وہ مجھے کہنے لگے کہ میاں تم سے مجھے ایسی امید نہیں تھی۔ میں سمجھا پتہ نہیں مجھ سے کیا غلطی ہو گئی۔ میں نے پوچھا ہوا کیا ہے۔ کہنے لگے کہ مَیں دو تین دن سے دیکھ رہا ہوں کہ تم تلاوت کرتے ہو تو بڑی ٹھہر ٹھہر کے تلاوت کرتے ہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اٹکتے ہو تمہیں ٹھیک طرح قرآن کریم پڑھنا نہیں آتا۔ تو میں نے ان کو کہا کہ اٹکتا نہیں ہوں بلکہ مجھے اسی طرح عادت پڑی ہوئی ہے۔ ہر ایک کا اپنا اپنا طریق ہوتا ہے۔۔۔۔۔۔ لیکن مَیں نے کہا مجھے تیز پڑھنا بھی آتا ہے بے شک تیز پڑھنے کا مقابلہ کر لیں لیکن بہر حال جس میں مجھے مزا آتا ہے اسی طرح میں پڑھتا ہوں، تلاوت کرتا ہوں۔ تو کہنے کا مقصد یہ ہے کہ بعض لوگ اپنی علمیت دکھانے کے لئے بھی سمجھتے ہیں کہ تیز پڑھنا بڑا ضروری ہے حالانکہ اللہ اور اللہ کے رسول کہہ رہے ہیں کہ سمجھ کے پڑھو تا کہ تمہیں سمجھ بھی آئے اور یہی مستحسن ہے۔ اور جیسا کہ مَیں نے کہا ہر ایک کی اپنی اپنی استعداد ہے۔ ہر ایک کی اپنی سمجھنے کی رفتار اور اخذ کرنے کی قوت بھی ہے تو اس کے مطابق بہر حال ہونا چاہئے اور سمجھ کر قرآن کریم کی تلاوت ہونی چاہئے۔ قرآن کریم کا ادب بھی یہی ہے کہ اس کو سمجھ کر پڑھا جائے۔ اگر اچھی طرح ترجمہ آتا بھی ہو تب بھی سمجھ کر، ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کا حق ادا کرتے ہوئے پڑھنا چاہئے تا کہ ذہن اس حسین تعلیم سے مزید روشن ہو۔ پھر جب انسان سمجھ لے، ہر ایک کا اپنا علم ہے اور استعداد ہے جس کے مطابق وہ سمجھ رہا ہوتا ہے جیسا کہ مَیں نے کہا لیکن قرآن کریم کا فہم حاصل کر کے اس کو بڑھانا بھی مومن کا

کام ہے۔''

(مشعل راہ جلد پنجم حصہ سوم صفحہ 131)

اب میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی قرآن کریم کے متعلق چند تحریکات پیش کرتا ہوں:۔

آپ فرماتے ہیں کہ:

''آنحضرت ﷺ نے ہمیں قرآن کریم پڑھنے کا طریقہ بھی سکھایا ہے، کس طرح پڑھنا ہے۔آپؐ نے فرمایا کہ قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر صاف صاف پڑھو اور اس کے غرائب پر عمل کرو۔''

(مشکوٰۃ المصابیح)

غرائب سے مراد اس کے وہ احکام ہیں جو اللہ تعالیٰ نے فرض کئے ہیں اور وہ احکام ہیں جن کو کرنے سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔''

(مشعل راہ جلد پنجم حصہ سوم صفحہ 108)

پھر فرمایا:

قرآن کریم پڑھنے کی تلقین

''......ایک احمدی کو خاص طور پر یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اس نے قرآن کریم پڑھنا ہے، سمجھنا ہے، غور کرنا ہے اور جہاں سمجھ نہ آئے وہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وضاحتوں سے یا پھر انہیں اصولوں پر چلتے ہوئے اور مزید وضاحت کرتے ہوئے خلفاء نے جو وضاحتیں کی ہیں ان کو ان کے مطابق سمجھنا چاہیے۔اور پھر اس پر عمل کرنا ہے تب ہی ان لوگوں میں شمار ہوسکیں گے جن کے لیے یہ کتاب ہدایت کا باعث ہے۔ورنہ تو احمدی کا دعویٰ بھی غیروں کے دعوے کی طرح ہی ہوگا کہ ہم قرآن کو عزت دیتے ہیں۔اس لیے ہر ایک اپنا اپنا جائزہ لے کہ یہ صرف دعویٰ تو نہیں؟ اور دیکھے کہ حقیقت میں وہ قرآن کو عزت دیتا ہے؟ کیونکہ اب آسمان پر وہی عزت پائے گا جو قرآن کو عزت دے گا اور قرآن کو عزت دینا یہی ہے کہ اس کے سب حکموں پر عمل کیا جائے۔ قرآن کی عزت یہ نہیں ہے کہ جس طرح بعض لوگ شیلفوں میں اپنے گھروں میں خوبصورت کپڑوں میں لپیٹ کر قرآن کریم رکھ لیتے ہیں اور صبح اٹھ کر ماتھے سے لگا کر پیار کرلیا اور کافی ہوگیا اور جو برکتیں حاصل ہونی تھیں ہوگئیں۔یہ تو خدا کی کتاب سے مذاق کرنے والی بات ہے۔دنیا کے کاموں کے لیے تو وقت ہوتا ہے لیکن سمجھنا تو ایک طرف رہا، اتنا وقت بھی نہیں ہوتا کہ ایک دو رکوع تلاوت ہی کرسکیں۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 24 ستمبر 2004ء سے)

''اللہ تعالیٰ کی رحمت کو جذب کرنے کے لئے اور فرشتوں کے حلقے میں آنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم میں سے ہر ایک قرآن کریم پڑھے اور اس کو سمجھے، اپنے بچوں کو پڑھائیں، انہیں تلقین کریں کہ وہ روزانہ تلاوت کریں۔ اور یاد رکھیں کہ جب تک ان چیزوں پہ عمل کرنے کے ماں باپ کے اپنے نمونے بچوں کے سامنے قائم نہیں ہوں گے اس وقت تک بچوں پہ اثر نہیں ہو گا۔اس لئے فجر کی نماز کے لئے بھی اٹھیں اور اس کے بعد تلاوت کے لئے اپنے پر فرض کریں کہ تلاوت کرنی ہے پھر نہ صرف تلاوت کرنی ہے بلکہ توجہ سے پڑھنا ہے اور پھر بچوں کی بھی نگرانی کریں کہ وہ بھی پڑھیں، انہیں بھی پڑھائیں۔جو چھوٹے بچے ہیں ان کو بھی پڑھایا جائے۔ ''

(الفضل ۷ فروری ۲۰۰۶)

ترجمہ اور تفسیر پڑھنے کی تحریک

قرآن کریم میں ہے کہ قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا۔اس اصول کے تحت حضور ایدہ اللہ نے احباب جماعت کو یہ نصیحت فرمائی کہ

''پس ہر احمدی کو اس بات کی فکر کرنی چاہیے کہ وہ خود بھی اور اس کے بیوی بچے بھی قرآن کریم پڑھنے اور اس کی تلاوت کرنے کی طرف توجہ دیں۔پھر ترجمہ پڑھیں پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تفسیر پڑھیں۔یہ تفسیر بھی تفسیر کی صورت میں تو نہیں لیکن بہرحال ایک کام ہوا ہوا ہے کہ مختلف کتب اور خطابات سے، ملفوظات سے حوالے اکٹھے کر کے ایک جگہ کردیئے گئے ہیں اور یہ بہت بڑا علم کا خزانہ ہے۔اگر ہم قرآن کریم کو اس طرح نہیں پڑھتے تو فکر کرنی چاہیے اور ہر ایک کو اپنے بارے میں سوچنا چاہیے کہ کیا وہ احمدی کہلانے کے بعد ان باتوں پر عمل نہ کر کے احمدیت سے دور تو نہیں جا رہا۔......''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 24 ستمبر 2004ء سے)

قرآن کریم پر عمل کرنے کی تحریک

''آج ہر احمدی کا فرض ہے کہ اس رمضان میں اس نصیحت سے پُر کلام کو

جیسا کہ ہمیں اس کے زیادہ سے زیادہ پڑھنے کی توفیق مل رہی ہے اپنی زندگیوں پر لاگو بھی کریں۔ اس کے ہر حکم پر جس کے کرنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے اس پر عمل کریں اور جن باتوں کی مناہی کی گئی ہے، جن باتوں سے روکا گیا ہے ان سے رکیں، ان سے بچیں اور کبھی بھی ان لوگوں میں سے نہ بنیں جن کے بارے میں خود قرآن کریم میں ذکر ہے۔ فرمایا کہ یَا رَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْآنَ مَهْجُوْرًا (الفرقان ۳۱) اور رسول کہے گا اے میرے رب یقیناً میری قوم نے اس قرآن کو متروک کر چھوڑا ہے۔۔۔

آج ہم احمدیوں کی ذمہ داری ہے، ہر احمدی کی ذمہ داری ہے کہ وہ قرآنی تعلیم پر نہ صرف عمل کرنے والا ہو، اپنے اوپر لاگو کرنے والا ہو بلکہ آگے بھی پھیلائے اور حضرت مسیح موعودؑ کے مشن کو آگے بڑھائے اور کبھی بھی یہ آیت جو میں نے اوپر پڑھی ہے کسی احمدی کو اپنی لپیٹ میں نہ لے ہمیشہ حضرت مسیح موعودؑ کا یہ فقرہ ہمارے ذہنوں میں ہونا چاہئے کہ جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے۔ ہم ہمیشہ قرآن کے ہر حکم اور ہر لفظ کو عزت دینے والے ہوں اور عزت اسوقت ہو گی جب ہم اس پر عمل کر رہے ہوں گے اور جب ہم اس پر عمل کر رہے ہوں گے تو قرآن کریم ہمیں ہر پریشانی سے نجات دینے والا اور ہمارے لئے رحمت کی چھتری ہو گا۔ جیسا کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا (بنی اسرائیل ۸۳) اور ہم قرآن میں سے وہ نازل کرتے ہیں جو شفا ہے اور مومنوں کیلئے رحمت ہے اور وہ ظالموں کو گھاٹے کے سوا اور کسی چیز میں نہیں بڑھاتا۔"

(الفضل ۱۱ نومبر ۲۰۰۵ء)

درس القرآن

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت قرآن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ ہر رمضان کے اختتام پر درس القرآن دیتے ہیں جس میں تمام دنیا کے احمدی MTA کے ذریعہ شریک ہوتے ہیں اور قرآنی معارف وحقائق سے مستفید ہوتے ہیں۔

تراجم قرآن کریم

خدا تعالیٰ کے فضل سے خلافت خامسہ کے اس مبارک دور میں قرآن کریم کے تراجم کی تعداد ۶۸ تک پہنچ چکی ہے۔ اور یہ کام جاری ہے

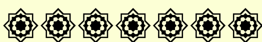
(الفضل ۴/ اگست ۲۰۰۸)

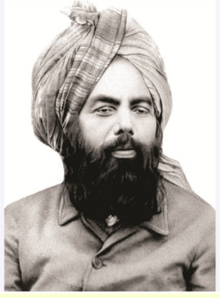
ورق تمام ہوا اور مدح باقی ہے
سفینہ چاہئے اس بحر بیکراں کیلئے

اختتام

احباب کرام! خلفاء سلسلہ عالیہ احمدیہ کی اس خدمت قرآن کے دائرہ اثر و وسعت سے نہ مشرق باہر ہے اور نہ مغرب، نہ شمال باہر ہے اور نہ جنوب۔ مصر کا دریائے نیل تو اپنی طغیانی سے مصر کی زمین کو سیراب کرتا ہے مگر خلفاء سلسلہ احمدیہ کے ذریعہ ساری دنیا میں کلام اللہ کا مرتبہ اس طرح ظاہر ہوا کہ اس نے ساری دنیا کو سیراب کیا اور دریائے نیل کی طغیانی تو کسی خاص موسم کی مرہون منت ہوتی ہو گی مگر یہاں جو سیرابی کا عمل شروع ہوا اس میں کبھی کمی نہیں آتی اور اس کا جاں بخش اور روح پرور عمل کسی دریا کے کنارے تک ہی محدود نہیں بلکہ زمین کے کناروں تک پھیل گیا اور قوموں نے اس سے برکت حاصل کی اور آئندہ بھی قیامت تک حاصل کرتی رہیں گی۔ انشاءاللہ

خلفاء احمدیت کا خدمت قرآن بہت ہی وسیع مضمون ہے میں نے آپ کے سامنے اس کی چند جھلکیاں پیش کی ہیں۔ خدمت قرآن کا وقت ابھی ختم نہیں ہوا، اس کی خدمت کا میدان بڑا وسیع ہے۔ رحمانی اور شیطانی فوجوں کی یہ آخری جنگ ہے جس کا آغاز حضرت مسیح موعودؑ نے رحمانی فوجوں کے ساتھ کیا۔ اس کا فیصلہ قرآن کے ذریعہ ہوگا۔ لیکن شرط یہ ہے کہ ہم قرآنی انوار کی اشاعت کے لیے کمر بستہ ہوں اور اپنا سب کچھ اس راہ میں قربان کر دیں یہاں تک کہ اسلام ساری دنیا میں پھیل جائے اور قرآن کی حکومت لوگوں کے دلوں پر قائم ہو جائے اور اس شجرہ طیبہ کی شاخیں تمام دنیا پر محیط ہو جائیں اور قومیں اس کے سایہ تلے پناہ لیں اور اسلام کا جھنڈا تمام عالم میں لہرانے لگے اور خدا کی بادشاہت زمین پر قائم ہو جائے اور دنیا کا گوشہ گوشہ اللہ اکبر اور لا الٰہ الا اللہ کی صدا سے گونج اٹھے۔ اے خدا تو ایسا ہی کر۔ آمین۔





حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود
برصغیر کے حاذق اور ماہر طبیب

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود برصغیر کے حاذق اور ماہر طبیب حضرت اقدسؑ کی طب یونانی کے خواص اور میڈیکل سائنسز کے عجائبات پر مشتمل تحقیقات

اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔

وَالَّذِیْ هُوَیُطْعِمُنِیْ وَ یَسْقِیْنِ۔وَاِذَامَرِضْتُ فَهُوَیَشْفِیْنِ

(الشعراء:80۔81)

ترجمہ: اور وہی ہے جو مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔ اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی ہے جو مجھے شفا دیتا ہے۔

جب سے انسان اس کرۂ ارض پر وارد ہوا ہے اسے آب و ہوا کی ناموافقت، غذا کی ناہمواری اور جذبات کے اتار چڑھاؤ کے سبب مختلف امراض سے نبرد آزما ہونا پڑتا رہا ہے اس لئے اگر یہ کہا جائے کہ مرض اور صحت کا بہت گہرا ساتھ رہا ہے تو بے جا نہ ہوگا۔ مرض سے چھٹکارا پانے کے لئے انسان ہمیشہ سے مختلف تدابیر وضع کرتا رہا ہے۔ انہی تدابیر کے مجموعہ کو علم العلاج یا علم طب کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ طب کے لغوی معنی علاج معالجہ کے ہیں۔ انسانی تاریخ میں آغاز سے ہی طبیب یعنی مادی بیماریوں کے علاج کے ماہر کی اہمیت بہت زیادہ رہی ہے۔

روحانی دنیا میں روحانی طبیب اور مسیحا۔ انبیاء، صوفیاء اور مصلحین کی صورت میں آتے رہے ہیں۔ سب سے بڑے روحانی طبیب سیدنا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم تھے جن کے ہاتھوں سے ہزاروں لاکھوں مریضوں نے شفاء پائی۔

حضرت مسیح موعودؑ اپنے آقا حضرت محمد ﷺ کے روحانی طبیب ہونے اور آپؐ کی قوت قدسیہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''یہ کیسی بدیہی اور صاف بات ہے کہ ایک طبیب اگر نا قابل علاج مریضوں کو اچھا کردے، تو اس کو طبیب حاذق ماننا پڑے گا۔ اسی طرح پر ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لاکھوں مریضانِ گناہ کو اچھا کیا۔ حالانکہ ان مریضوں میں سے ہر ایک بجائے خود ہزار ہا قسم کی روحانی بیماریوں کا مجموعہ اور مریض تھا جیسے کوئی بیمار کہے سر درد بھی ہے، نزول ہے، استسقاء ہے۔ وجع المفاصل ہے، طحال ہے وغیرہ وغیرہ تو جو طبیب ایسے مریض کا علاج کرتا ہے اور اس کو تندرست بنا دیتا ہے۔ اس کی تشخیص اور علاج کو صحیح اور حکمی ماننے کے سوا چارہ نہیں ہے۔ ایسا ہی رسول اللہ ﷺ نے جن کو اچھا کیا ان میں ہزاروں روحانی امراض تھے جس جس قدر ان کی کمزوریوں اور گناہ کی حالتوں کا تصور کرکے پھر ان کی اسلامی حالت میں تغیر اور تبدیلی کو ہم دیکھتے ہیں۔ اس قدر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور قوت قدسی کا اقرار کرنا پڑتا ہے''

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 116۔117)

حضرت مسیح موعودؑ اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

ہر اک آزار سے مجھ کو شفا دی
مرض گھٹتا گیا جوں جوں دوا دی
دوا دی اور غذا دی اور قبا دی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

(درثمین)

حضرت مسیح موعودؑ خداداد صلاحیتوں اور علم طب میں غیر معمولی تحقیق کی وجہ سے بلا شبہ برصغیر کے حاذق طبیب شمار کئے جاتے ہیں۔ آپؑ کے علم کلام کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے روحانی علوم کی معراج تک پہنچنے کے ساتھ ساتھ اس عظیم شعبہ میں بھی گرانقدر معلومات بہم عطا فرمائی ہیں اس مضمون میں آپؑ کے علم کلام اور روحانی خزائن میں سے طب اور اس سے متعلقہ

علوم کے بارے میں مواد ایک جگہ جمع کیا گیا ہے۔ اس کے مطالعہ کے بعد یہ بات ثابت ہوجاتی ہے کہ سیدنا حضرت مسیح موعودؑ اس دور کے چوٹی کے طبیب تھے اور آپ کی نظر ان علوم پر بہت گہری تھی۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے حضرت مسیح موعودؑ کو روحانی علوم کے ساتھ طب کا بھی علم عطا فرمایا گیا۔ آپؑ نے طب کا ابتدائی علم اپنے والد ماجد حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب سے حاصل کیا جن کی طبابت کا برصغیر کے کناروں تک شُہرہ تھا۔

حضرت مرزا غلام مرتضیٰ کی طبی صلاحیت

حضرت مسیح موعودؑ کے والد ماجد حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب نہایت قابل اور حاذق طبیب تھے۔ دُور دُور سے لوگ معالجات کی خاطر ان کے پاس آتے اور فائدہ اٹھاتے اور آپ بلا امتیاز مذہب وملت، امیر وغریب سب کو فیضیاب کرتے۔ طب آپ کا ذریعہ معاش نہ تھا۔ بلکہ محض مخلوق الٰہی کی نفع رسانی مدنظر تھی۔ قریباً ساٹھ سال آپ نے طبابت کی۔ کسی سے ایک پیسہ تک معاوضہ میں نہیں لیا۔ حتیٰ کہ بعض رؤسا نے اپنے علاج کے بدلے انعام میں گاؤں کے گاؤں آپ کو دینے کی کوشش کی لیکن آپ نے سب ٹھکرا دیا۔ بلکہ اکثر اوقات قیمتی ادویات اپنے پاس سے دیتے اور ہمیشہ سہل الحصول علاج تجویز فرماتے۔ اگر مریض کو گھر جاکے دیکھنے کی ضرورت ہوتی تو تشریف لے جاتے۔ آپ نے طب کا علم لاہور سے پڑھا اور پھر دہلی جا کر اس علم کی تکمیل کی۔

حضرت مسیح موعود کا علم طب پڑھنا

حضرت مسیح موعودؑ کی جب ولادت ہوئی۔ اس وقت سلسلہ مدارس جاری نہ ہوا تھا۔ صاحب استطاعت لوگ اپنے گھروں پر استاد رکھ کر اپنے بچوں کو تعلیم دلاتے تھے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود کو بھی اس طریق کے ماتحت آپ کے والد بزرگوار نے تعلیم دلائی اور اس وقت جو علوم آپ کو پڑھائے گئے ان میں سے ایک علم طب بھی تھا۔ حضرت اقدسؑ نے اپنے والد ماجد سے بھی طبابت کی کتابیں پڑھیں اور ان کی طرح ماہر اور حاذق طبیب بن گئے۔ اور پھر سونے پر سہاگہ یہ کہ آپ کو خدائی الہام، کشوف اور رؤیا کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے علوم سے بھی ممسوح کیا گیا جو عام آدمی کے بس کی بات نہیں۔ غریبوں، بے سہاروں، مستحقوں اور مسکینوں کی خدمت کرنا، ان کا علاج معالجہ کرنا اور ان کو مفت ادویات مہیا کرنا آپؑ نے اپنے والد سے ورثے میں پایا تھا۔ طب آپؑ کا بھی پیشہ یا ذریعہ معاش نہ تھا آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسیح موعود و مہدی معہود مبعوث ہو کر اس دنیا میں تشریف لائے تھے۔ آپ کو اس قسم کے دنیاوی شعبہ جات سے کوئی سروکار نہ تھا بس آپ علم طبابت کو خدمت خلق کا ایک ذریعہ سمجھ کر اپنائے ہوئے تھے۔

فرماتے ہیں۔

مرا مقصود و مطلوب و تمنا خدمت خلق است
ہمیں کارم ہمیں بارم ہمیں رسمم ہمیں راہم

حضرت اقدسؑ اپنی بچپن کی تعلیم کے بارے میں فرماتے ہیں۔

''بچپن کے زمانہ میں میری تعلیم اس طرح پر ہوئی کہ جب میں چھ سات سال کا تھا۔ تو ایک فارسی خوان معلم میرے لئے نوکر رکھا گیا جنہوں نے قرآن شریف اور چند فارسی کتابیں مجھے پڑھائیں۔ اس بزرگ کا نام فضل الٰہی تھا۔ اور جب میری عمر قریباً دس برس کی ہوئی۔ تو ایک عربی خوان مولوی صاحب میری تربیت کے لئے مقرر کئے گئے۔ جن کا نام فضل احمد تھا۔ میں خیال کرتا ہوں کہ چونکہ میری تعلیم خدا تعالیٰ کے فضل کی ایک ابتدائی تخم ریزی تھی۔ اس لئے ان استادوں کے نام کا پہلا لفظ بھی فضل ہی تھا۔ مولوی صاحب موصوف جو ایک دیندار اور بزرگوار آدمی تھے بہت توجہ اور محنت سے پڑھاتے رہے اور میں نے صَرف کی کتابیں اور کچھ قواعد نحو ان سے پڑھے۔ اور بعد اس کے جب میں سترہ یا اٹھارہ سال کا ہوا تو ایک مولوی صاحب سے چند سال پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ ان کا نام گل علی شاہ تھا۔ ان کو بھی میرے والد صاحب نے نوکر رکھ کر قادیان میں پڑھانے کے لئے مقرر کیا تھا۔ اور آخر الذکر مولوی صاحب سے میں نے نحو اور منطق اور حکمت وغیرہ علوم مروجہ کو جہاں تک خدا تعالیٰ نے چاہا حاصل کیا۔ اور بعض طبابت کی کتابیں میں نے اپنے والد صاحب سے پڑھیں۔ اور وہ فن طبابت میں بڑے حاذق طبیب تھے۔ اور ان دنوں میں مجھے کتابوں کے دیکھنے کی طرف اس قدر توجہ تھی کہ گویا میں دنیا میں نہ تھا۔ میرے والد صاحب مجھے بار بار یہی ہدایت کرتے تھے۔ کہ کتابوں کا مطالعہ کم

کرنا چاہئے کیونکہ وہ نہایت ہمدردی سے ڈرتے تھے کہ صحت میں فرق نہ آئے۔'' (کتاب البریّہ، روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 180)

چشم بصیرت سے مطالعہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ (1835ء-1908ء) نے اپنی روحانی آنکھ اور چشم بصیرت سے جہاں ''علم الادیان'' پر ایسی انقلابی روشنی ڈالی کہ دن چڑھا دیا وہاں ''علم الابدان'' یعنی میڈیکل سائنس اور طب کے سلسلہ میں بھی پوری عمر بے شمار روحانی تجربات و مشاہدات کے بعد دنیائے طب کے لئے ایسے بیش قیمت رہنما اصول رکھے جو صرف اور صرف ایک ربانی مصلح ہی کی خدا نما شخصیت سے مخصوص ہو سکتے ہیں اور علم طب میں ایسی نایاب اور قیمتی موتیوں سے مرصع تحقیق پیش کرنے میں آج تک طب اور میڈیکل سائنس کے ماہر فاضلوں کا لٹریچر بہت حد تک خاموش ہے جو حضرت مسیح موعودؑ نے ہمارے سامنے رکھی۔ اس مایہ ناز علم کو آنحضرت ﷺ نے علم ادیان کے بعد دوسرا درجہ بخشا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے بھی یہ حقیقت واضح فرمائی کہ:

''صحت عمدہ شے ہے، تمام کاروبار دینی اور دنیاوی صحت پر موقوف ہے صحت نہ ہو تو عمر ضائع ہو جاتی ہے۔'' (ملفوظات جلد پنجم صفحہ 244)

ضروری ادویات اپنے پاس رکھتے

حضرت مسیح موعودؑ نے باقاعدہ مطب نہیں کیا۔ کچھ تو خود بیمار رہنے کی وجہ سے اور کچھ چونکہ لوگ علاج پوچھنے آجاتے تھے۔ اس لئے آپ اکثر مفید اور مشہور ادویہ اپنے گھر میں موجود رکھتے تھے نہ صرف یونانی بلکہ انگریزی بھی۔۔۔

سر کے دورے اور سردی کی تکلیف کے لئے سب سے زیادہ آپ مشک یا عنبر استعمال فرمایا کرتے تھے اور ہمیشہ نہایت اعلیٰ قسم کا منگوایا کرتے تھے۔ یہ مشک خریدنے کی ڈیوٹی آخری ایام میں حکیم محمد حسین صاحب لاہوری موجد مفرح عنبری کے سپرد تھی۔ عنبر اور مشک دونوں مدت تک سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب مدراسی کی معرفت بھی آتے رہے۔ مشک کی تو آپ کو اس قدر ضرورت رہتی کہ بعض اوقات سامنے رومال میں باندھ رکھتے تھے کہ جس وقت ضرورت ہوئی فوراً نکال لیا۔ (حیات طیبہ صفحہ نمبر 378)

خدا تعالیٰ خود علاج کرتا ہے

جیسا کہ بیان ہو چکا ہے کہ سیدنا حضرت مسیح موعود اس دور کے ماہر، حاذق اور چوٹی کے طبیب بھی تھے۔ اور آپ کی نظر طبابت کے علوم پر بہت گہری تھی، آپ نے علم طب کو روحانیت کے ساتھ منسلک کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔ اصل میں انسان جوں جوں اپنے ایمان کو کامل کرتا ہے اور یقین میں پکا ہوتا جاتا ہے توں توں اللہ تعالیٰ اس کے واسطے خود علاج کرتا ہے۔ اس کو ضرورت نہیں رہتی کہ دوائیں تلاش کرتا پھرے وہ خدا تعالیٰ کی دوائیں کھاتا ہے اور خدا تعالیٰ خود اس کا علاج کرتا ہے۔ (ملفوظات جلد دوم صفحہ 539)

طبیب اپنے بیمار کے واسطے دعا کرے

مخلوق خدا کے ساتھ ساتھ اپنا، اپنے خاندان، عزیز و اقارب اور رفقاء خاص کا بھی علاج فرماتے اور دعا کے ذریعہ اللہ سے شفاء طلب فرماتے۔ دعا کے سلسلے میں آپؑ نے فرمایا:

طبیب کے واسطے بھی مناسب ہے کہ اپنے بیمار کے واسطے دعا کیا کرے کیونکہ سب ذرہ ذرہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ (ملفوظات جلد پنجم صفحہ 53)

قرآن کریم اور آنحضرتؐ کی صداقت

قرآن کریم اور آنحضرت ﷺ کے معقولی معجزات کا ذکر کرتے ہوئے حضرت اقدسؑ فرماتے ہیں:

''اب اے نئی تحقیقات پر اترانے والو! خدا کے لئے ذرا انصاف کو کام میں لاؤ اور بتلاؤ کہ کیا وہ مذہب انسانی افترا ہو سکتا ہے جس میں ایسے حقائق پہلے سے موجود ہوں اور تیرہ سَو سال کی محنتوں، تحقیقاتوں اور جان کنیوں کا نتیجہ ہوں۔ یہ قرآن کریم اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معقولی معجزات ہیں اور دیکھو قلب دل کو کہتے ہیں اور قلب گردش دینے والے کو بھی کہتے ہیں۔ دل پر مدار دورانِ خون کا ہے۔ آج کل کی تحقیقات نے تو ایک عرصہ دراز کی محنت اور دماغ سوزی کے بعد دورانِ خون کا مسئلہ دریافت کیا لیکن اسلام نے آج سے تیرہ سَو سال پیشتر ہی سے دل کا نام قلب رکھ کر اس صداقت کو مرکوز اور محفوظ کر دیا'' (ملفوظات جلد اوّل صفحہ 170-169)

قرآن کریم کی عظمت اور علوم طبعی کی ترقی

’’ہمارا تو مذہب یہ ہے کہ علوم طبعی جس قدر ترقی کریں گے اور عملی رنگ اختیار کریں گے۔قرآن کریم کی عظمت دنیا میں قائم ہوگی۔
(ملفوظات جلداول ص362)

لمبی عمر پانے کا روحانی نسخہ

سیدنا حضرت مسیح موعودؑ نے لمبی عمر پانے کا نسخہ تحریر فرمایا ہے،فرماتے ہیں:
’’دوسروں کے لئے دعا کرنے میں ایک عظیم الشان فائدہ یہ بھی ہے کہ عمر دراز ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں یہ وعدہ کیا ہے کہ جو لوگ دوسروں کو نفع پہنچاتے ہیں اور مفید وجود ہوتے ہیں ان کی عمر دراز ہوتی ہے۔جیسا کہ فرمایا: اما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض (الرعد:18) اور دوسری قسم کی ہمدردیاں چونکہ محدود ہیں اس لئے خصوصیت کے ساتھ جو خیر جاری قرار دی جاسکتی ہے وہ یہی دعا کی خیر جاری ہے،جبکہ خیر کا نفع کثرت سے ہے تو اس آیت کا فائدہ ہم سب زیادہ دعا کے ساتھ اٹھا سکتے ہیں۔اور یہ بالکل سچی بات ہے کہ جو دنیا میں خیر کا موجب ہوتا ہے اس کی عمر دراز ہوتی ہے اور جو شر کا موجب ہوتا ہے وہ جلدی اٹھا لیا جاتا ہے۔۔۔پس انسان کو لازم ہے کہ وہ خَیْرُ النَّاسِ مَنْ یَّنْفَعُ النَّاسَ بننے کے واسطے سوچتا رہے اور مطالعہ کرتا رہے جیسے طبابت میں حیلہ کام آتا ہے اسی طرح نفع رسانی اور خیر میں بھی حیلہ ہی کام دیتا ہے۔اس لئے ضروری ہے کہ انسان ہر وقت اس تاک اور فکر میں لگا رہے کہ کس راہ سے دوسرے کو فائدہ پہنچا سکتا ہے۔‘‘(ملفوظات جلداوّل صفحہ 353)

مختلف اشیاء میں اللہ تعالیٰ نے ہی خواص رکھے ہوتے ہیں،اس کی روشنی میں حضرت مسیح موعود اشیاء کے حقائق اور ان کے خواص کی حقیقت اور حکمت بیان کرتے ہوئے درج ذیل اقتباسات میں فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اشیاء میں خواص رکھتا ہے

’’خواص الاشیاء کی نسبت کبھی یہ یقین نہ کیا جاوے کہ وہ خواص ان کے ذاتی ہیں بلکہ یہ ماننا چاہئے کہ وہ خواص بھی اللہ تعالیٰ نے ان میں ودیعت کر رکھے ہیں۔جیسے تربد اسہال لاتی ہے یا سم الفار ہلاک کرتا ہے۔اب یہ قوتیں اور خواص ان چیزوں کے خود بخود نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان میں رکھے ہوئے ہیں۔اگر وہ نکال لے تو پھر نہ تربد دست آور ہو سکتی ہے اور نہ سنکھیا ہلاک کرنے کی خاصیت رکھ سکتا ہے نہ اسے کھا کر کوئی مر سکتا ہے۔‘‘
(ملفوظات جلدسوم ص2)

حقائق الاشیاء کے ذرائع

فرمایا:’’مصری کی ایک ڈلی کو کان پر رکھیں،تو اس کا مزہ معلوم نہ کر سکیں گے اور نہ اس کے رنگ کو بتلا سکیں گے۔ایسا ہی اگر آنکھ کے سامنے کریں گے،تو وہ اس کے ذائقہ کے متعلق کچھ نہ کہہ سکے گی۔اس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ حقائق الاشیاء کے معلوم کرنے کے لئے مختلف قویٰ اور طاقتیں ہیں۔اب آنکھ کے متعلق اگر کسی چیز کا ذائقہ معلوم ہو اور وہ آنکھ کے سامنے پیش ہو،تو کیا ہم یہ کہیں گے کہ اس چیز میں کوئی ذائقہ ہی نہیں یا آواز نکلتی ہو اور کان بند کر کے زبان سے وہ کام لینا چاہیں،تو کب ممکن ہے......تاریخی امور تو تاریخ ہی سے ثابت ہوں گے اور خواص الاشیاء کا تجربہ بدوں تجربہ صحیحہ کے کیونکر لگ سکے گا۔امور قیاسیہ کا پتہ عقل دے گی۔اسی طرح پر متفرق طور پر الگ الگ ذرائع ہیں۔انسان دھوکہ میں مبتلا ہو کر حقائق الاشیاء کے معلوم کرنے سے تب ہی محروم ہو جاتا ہے جبکہ وہ ایک ہی چیز کو مختلف امور کی تکمیل کا ذریعہ قرار دے لیتا ہے۔‘‘(ملفوظات جلداول صفحہ 190)

خواص الاشیاء۔ہمارے علم کی بنیاد

’’علوم ہیں ہی کیا؟ صرف خواص الاشیاء ہی کا تو نام ہے۔سیارہ، ستارہ، نباتات کی تاثیریں اگر نہ رکھتا تو اللہ تعالیٰ کی صفت علیم پر ایمان لانا انسان کے لئے مشکل ہو جاتا۔

یہ ایک یقینی امر ہے کہ ہمارے علم کی بنیاد خواص الاشیاء ہے۔اس سے یہ غرض ہے کہ ہم حکمت سیکھیں۔علوم کا نام حکمت بھی رکھا ہے۔چنانچہ فرمایا: وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا۔ (البقرہ:270)‘‘
(ملفوظات جلداول صفحہ 79)

اشیاء کے خواص کی حکمت

فرماتے ہیں:
’’مجھے ایک واقعہ یاد ہے۔ڈاکٹر خوب جانتے ہیں۔عبدالکریم نام ایک شخص

میرے پاس آیا۔ اس کے پیٹ کے اندر ایک رسولی تھی، جو پاخانہ کی طرف بڑھتی جاتی تھی۔ ڈاکٹروں نے اسے کہا کہ اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔ اس کو بندوق مار کر مار دینا چاہئے۔ الغرض بہت سے امراض اس قسم کے ہیں جن کی ماہیت ڈاکٹروں کو بخوبی معلوم نہیں ہوسکتی۔ مثلاً طاعون یا ہیضہ ایسے امراض ہیں کہ ڈاکٹر کو اگر پلیگ ڈیوٹی پر مقرر کیا جاوے تو اسے خود ہی دست لگ جاتے ہیں۔ انسان جہاں تک ممکن ہو علم پڑھنے اور فلسفہ کی تحقیقات میں محو ہو جاوے، لیکن بالآخر اس کو معلوم ہوگا کہ اس نے کچھ ہی نہیں کیا...... انتہائے عقل ہمیشہ انتہائے جہل پر ہوتی ہے۔ مثلاً ڈاکٹروں سے پوچھو کہ عصبہ مجوفہ کو سب وہ جانتے اور سمجھتے ہیں۔ مگر نور کی ماہیت اور اس کا کنہ تو بتلاؤ کہ کیا ہے؟ آواز کی ماہیت پوچھو تو یہ کہہ دیں گے کہ کان کے پردہ پر یوں ہوتا ہے اور ووں ہوتا ہے، لیکن ماہیت آواز خاک بھی نہ بتلا سکیں گے۔ آگ کی گرمی اور پانی کی ٹھنڈک پر کیوں کا جواب نہ دے سکیں گے۔ کنہ اشیاء تک پہنچنا کسی حکیم یا فلاسفر کا کام نہیں ہے۔ دیکھیے ہماری شکل آئینہ میں منعکس ہوتی ہے، لیکن ہمارا سر ٹوٹ کر شیشہ کے اندر نہیں چلا جاتا۔ ہم بھی سلامت ہیں اور ہمارا چہرہ بھی آئینہ کے اندر نظر آتا ہے۔ پس یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ ایسا ہوسکتا ہے کہ چاند شق ہو اور شق ہو کر بھی انتظام دنیا میں خلل نہ آوے۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ اشیاء کے خواص ہیں۔ کون دم مار سکتا ہے۔ اس لئے خدا تعالیٰ کے خوارق اور معجزات کا انکار کرنا اور انکار کے لئے جلدی کرنا شتاب کاروں اور نادانوں کا کام ہے۔"

(ملفوظات جلد اول ص 57)

خواص کے پردہ میں محجوب اشیاء

"زمین کی ہر ایک چیز بزبان حال اپنی ثنا کر رہی ہے مثلاً سنا کہتی ہے کہ میں دوسرے درجہ کے آخری حصہ میں گرم اور اول درجہ میں خشک اور بلغم اور سودا اور صفرا اور اخلاط سوختہ کا مسہل ہوں اور دماغ کی منقّی ہوں اور صرع اور شقیقہ اور جنون اور صداع کہنہ و درد پہلو وضیق النفس وقولنج وعرق النساء ونقرس وتشنیج عضل وداء الثعلب وداء الحیہ اور حکہ اور جرب اور بثور کہنہ اور اوجاع مفاصل بلغمی وصفراوی مخلوط باہم اور تمام امراض سوداوی کو نافع ہوں اور ریوند بول رہی ہے کہ میں مرکب القویٰ ہوں اور دوسرے درجہ کی پہلے مرتبہ میں گرم اور خشک ہوں اور بالعرض مبرد بھی بوجہ شدت تحلیل ہوں اور رطوبات فضلیہ اپنے اندر رکھتی ہوں مجفف ہوں قابض ہوں جالی ہوں اور منضج اور مقطع مواد لزجہ ہوں اور سموم باردہ کا تریاق ہوں خاص کر عقرب کیلئے اور اخلاط غلیظہ اور رقیقہ کا مسہل ہوں اور حیض اور بول کی مدر ہوں اور جگر کو قوت دیتی ہوں اور اس کے اور نیز طحال اور امعاء کے سُدے کھولتی ہوں اور ریحوں کو تحلیل کرتی ہوں اور پرانی کھانسی کو مفید ہوں اور ضیق النفس اور سل اور قرحہ ریہ وامعاء اور استقاء کی تمام قسموں اور یرقان سدی اور اسہال سدی اور ماساریقا اور ذوسنطاریا اور تحلیل نفخ اور ریاح اور اورام باردہ احشا وتخمہ ومغص و بواسیر ونواسیر وتپ ربع کو مفید ہوں۔ اور جدوار کہتی ہے کہ میں تیسرے درجہ کے اول مرتبہ میں گرم اور خشک ہوں اور حرارت غریزی سے بہت ہی مناسبت رکھتی ہوں اور مفرح اور مقوی قویٰ اور اعضاء رئیسہ دل اور دماغ اور کبد ہوں اور احشاء کی تقویت کرتی ہوں اور تمام گرم اور سرد زہروں کا تریاق ہوں اور اسی وجہ سے زرنباد اور مشک اور زنجبیل کا قلیل حصہ اپنے ساتھ ملا کر تیزاب گوگرد اور آب قاقلہ سفید اور آب پودینہ اور آب بادیان کے ساتھ ہیضہ وبائی کو باذن اللہ بہت مفید ہوں اور مسکن اوجاع اور مقوی باصرہ ہوں اور تفتیت حصاۃ اور قلع قولنج وعسر البول ورفع تپ ربع میں نفع رکھتی ہوں اور بقدر نیم مثقال گزیدہ مار اور عقرب کے لئے بہت ہی فائدہ مند ہوں یہاں تک کہ عقرب جرارہ کی بھی زہر دور کرتی ہوں اور بید مشک اور عرق نیلوفر کے ساتھ دل کے ضعف کو بہت جلد نفع پہنچاتی ہوں اور کم ہوتی ہوئی نبض کو تھام لیتی ہوں اور گلاب کے ساتھ وجع مفاصل کو مفید ہوں اور سنگ گردہ اور مثانہ کو نافع ہوں اگر بول بند ہو جائے تو شیرہ تخم خیارین کے ساتھ جلد اس کو کھول دیتی ہوں اور قولنج ریحی کو مفید ہوں اور اگر بچہ پیدا ہونے میں مشکل پیش آ جائے تو آب عنب الثعلب یا حلبہ یا شیرہ خارخسک کے ساتھ صرف دو دانگ پلانے سے وضع حمل کرا دیتی ہوں اور ام الصبیان اور اکثر امراض دماغی اور اعصابی کو مفید ہوں اور اورام مغابن یعنی پس گوش اور زیر بغل اور بن ران اور خناق اور خنازیر اور تمام اورام گلو کو نفع پہنچاتی ہوں اور طاعون کے لئے مفید ہوں اور سرکہ کے ساتھ پلکوں کے ورم کو نفع دیتی ہوں اور دانتوں پر ملنے سے ان

کے اس درد کو ساکن کر دیتی ہوں اور آنکھ میں چکانے سے رمد بارد کو دور کر دیتی ہوں اور احلیل میں چکانے سے نافع حبس البول ہوں اور مشک وغیرہ ادویہ مناسبہ کے ساتھ باہ کیلئے سخت موثر ہوں اور صرع اور سکتہ اور فالج اور لقوہ اور استرخاء اور رعشہ اور خدر اور اس قسم کی تمام امراض کو نافع ہوں اور اعصاب اور دماغ کے لئے ایک اکسیر ہوں اور اگر میں نہ ملوں تو اکثر باتوں میں زر نباد میرا قائم مقام ہے۔

غرض یہ تمام چیزیں بزبان حال اپنی اپنی تعریف کر رہی ہیں اور محجوب بانفسہا ہیں یعنی اپنے خواص کے پردہ میں محجوب ہیں اس لئے مبدء فیض سے دور پڑگئی ہیں۔''

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 ص 164۔163)

ہزاروں بوٹیاں اور انسانی فطرت

دیسی جڑی بوٹیوں کی اہمیت اور ان کے کارآمد ہونے کے حوالے سے فرمایا:

''جیسا بوٹیاں ہزاروں قسم کی ہوتی ہیں اور جمادات میں بھی مختلف قسمیں پائی جاتی ہیں۔کوئی چاندی کی کان ہے، کوئی سونے کی، کوئی تانبے اور لوہے کی۔اسی طرح پر انسانی فطرتیں مختلف قسم کی ہیں۔بعض انسان اس قسم کی فطرت رکھتے ہیں کہ وہ ایک گناہ سے نفرت کرتے ہیں اور بعض کسی اور قسم کے گناہ سے۔''

(ملفوظات جلد دوم ص 15)

دیسی جڑی بوٹیاں بہت کارآمد ہوتی ہیں

سیر میں برلب سڑک خودرو بوٹیوں کی طرف اشارہ کر کے اور حضرت مولوی حکیم نورالدینؓ کو مخاطب کر کے حضرت اقدس نے فرمایا کہ:

''یہ دیسی بوٹیاں بہت کارآمد ہوتی ہیں مگر افسوس کہ لوگ ان کی طرف توجہ نہیں کرتے۔حضرت مولوی صاحب نے عرض کیا کہ یہ بوٹیاں بہت مفید ہیں۔گندلوں کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ ہندو فقیر لوگ بعض اسی کو جمع کر رکھتے ہیں اور اسی پر گزارا کرتے ہیں۔یہ بہت مقوی ہے اور اس کے کھانے سے بواسیر نہیں ہوتی۔ایسا ہی کنڈیاری کے فائدے بیان کئے جو پاس ہی تھی۔''

حضرت نے فرمایا کہ:

''ہمارے ملک کے لوگ اکثر ان کے فوائد سے بے خبر ہیں اور اس طرح توجہ نہیں کرتے کہ ان کے ملک میں کیسی عمدہ دوائیں موجود ہیں جو کہ دیسی ہونے کے سبب ان کے مزاج کے موافق ہیں۔''

(ملفوظات جلد 5 ص 196)

سفوف بھلاوہ کی افادیت

سفوف بھلاہ کا ذکر تھا۔فرمایا:

''باہ کے مایوسوں کے واسطے مفید ہے۔''

(ملفوظات جلد پنجم ص 529)

علم اور طبیعت کی مناسبت

مختلف علوم کے فلسفہ اور ان کے سائنسی عجائبات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''بعض کی فطرت علم حساب اور ہندسہ سے ایک مناسبت رکھتی ہے اور بعض کی علم طب سے اور بعض کی علم منطق اور کلام سے لیکن خود بخود یہ استعداد مخفیہ کسی کو محاسب اور مہندس یا طبیب اور منطقی نہیں بنا سکتی بلکہ ایسا شخص تعلیم استاد کا محتاج ہوتا ہے، اور پھر دانا استاد جب اس شخص کی طبیعت کو ایک خاص علم سے مناسبت دیکھتا ہے تو اس کے پڑھنے کی اس کو رغبت دیتا ہے اس کے مناسب یہ شعر ہے کہ

ہر کسے را بہر کارے ساختند
میل طبعش اندران اندا ختند''

(برکات الدعا، روحانی خزائن جلد 6 ص 19 ح)

علم عمل الترب کے خواص

''علم عمل الترب ایک عظیم الشان علم ہے جو طبعی کا ایک روحانی حصہ ہے جس میں بڑے بڑے خواص اور عجائبات پائے جاتے ہیں اور اس کی اصلیت یہ ہے کہ انسان جس طرح باعتبار اپنے مجموعی وجود کے تمام چیزوں پر خلیفۃ اللہ ہے اور سب چیزیں اس کے تابع کر دی گئی ہیں اسی طرح انسان جس قدر اپنے اندر انسانی قویٰ رکھتا ہے تمام چیزیں ان قویٰ کی اس طرح پر تابع ہیں کہ شرائط مناسبہ کے ساتھ ان کا اثر قبول کر لیتی ہیں......اور یاد رکھنا چاہئے کہ جو قرآن کریم میں چار پرندوں کا ذکر لکھا ہے کہ ان کو اجزاء متفرقہ یعنی جدا جدا کر کے

چار پہاڑیوں پر چھوڑا گیا تھا اور پھر وہ بلانے سے آ گئے تھے یہ بھی عمل الترب کی طرف اشارہ ہے کیونکہ عمل الترب کے تجارب بتلا رہے ہیں کہ انسان میں جمیع کائنات الارض کو اپنی طرف کھینچنے کے لئے ایک قوت مقناطیسی ہے اور ممکن ہے کہ انسان کی قوت مقناطیسی اس حد تک ترقی کرے کہ کسی پرند یا چرند کو صرف توجہ سے اپنی طرف کھینچ لے۔''

(ازالہ اوہام حصہ دوم، روحانی خزائن جلد3 ص504)

انسان عالم صغیر ہے

فرمایا: ''جاننا چاہئے کہ انسان بھی ایک عالم صغیر ہے اور عالم کبیر کے تمام شیون اور صفات اور خواص اور کیفیات اس میں بھری ہوئی ہیں جیسا کہ اس کی طاقتوں اور قوتوں سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ ہر ایک چیز کی طاقت کا یہ نمونہ ظاہر کر سکتا ہے۔''

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد5 ص173)

نادر الوقوع عجائبات

فرمایا: ''بڑی غلطی جو حکماء کو پیش آتی ہے اور بڑی بھاری ٹھوکر جوان کو آگے قدم رکھنے سے روکتی ہے یہ ہے کہ وہ امور کثیر الوقوع کے لحاظ سے نادر الوقوع کی تحقیق کے درپے نہیں ہوتے اور کچھ ان کے آثار چلے آتے ہیں ان کو صرف قصے اور کہانیاں خیال کر کے اپنے سر پر سے ٹال دیتے ہیں حالانکہ یہ قدیم سے عادت اللہ ہے جو امور کثیر الوقوع کے ساتھ نادر الوقوع عجائبات بھی کبھی کبھی ظہور میں آتے رہتے ہیں اس کی نظیریں بہت ہیں جن کا لکھنا موجب تطویل ہے اور حکیم بقراط نے اپنی ایک طبی کتاب میں چند چشم دید بیماروں کا بھی حال لکھا ہے۔ جو قواعد طبی اور تجربہ اطباء کے رو سے وہ ہرگز قابل علاج نہیں تھے مگر ان بیماروں نے عجیب طور پر شفا پائی جس کی نسبت ان کا خیال ہے کہ یہ شفا بعض نادر تاثیرات ارضی یا سماوی سے ہے۔ اس جگہ ہم اس قدر اور لکھنا چاہتے ہیں کہ یہ بات صرف نوع انسان میں محدود نہیں کہ کثیر الوقوع اور نادر الوقوع خواص کا اس میں سلسلہ چلا آتا ہے بلکہ اگر غور کر کے دیکھیں تو یہ دوہرا سلسلہ ہر یک نوع میں پایا جاتا ہے مثلاً نباتات میں سے آک کے درخت کو دیکھو کہ کیسا تلخ اور زہرناک ہوتا ہے مگر کبھی مدتوں اور برسوں کے بعد ایک قسم کی نبات اس میں پیدا ہو جاتی ہے جو نہایت شیریں اور لذیذ ہوتی ہے اب جس شخص نے اس نبات کو کبھی نہ دیکھا ہو اور معمولی قدیمی تلخی کو دیکھتا آیا ہو بے شک وہ اس نبات کو ایک امر طبعی کی نقیض سمجھے گا ایسا ہی بعض دوسری نوع کی چیزوں میں بھی دور دراز عرصہ کے بعد کوئی نہ کوئی خاصہ نادر ظہور میں آ جاتا ہے کچھ تھوڑا عرصہ گزرا ہے کہ مظفر گڑھ میں ایک ایسا بکرا پیدا ہوا کہ جو بکریوں کی طرح دودھ دیتا تھا۔''

(سرمہ چشم آریہ، روحانی خزائن جلد2 ص98)

علوم فلسفہ طب بذریعہ اہل عرب آئے

فرمایا: ''انگریزوں کا اس بات پر اتفاق ہو چکا ہے کہ انگلستان میں علوم و فنون کا پودہ عرب کے عالیشان مدارس سے آیا ہے اور دسویں صدی میں جب کہ یورپ جہالت میں پڑا ہوا تھا۔ اہل یورپ کو تاریکی جہالت سے علم وعقل کی روشنی میں لانے والے مسلمان ہی تھے۔ (دیکھو صفحہ 95 کتاب جان ڈیون پورٹ صاحب) ایسا ہی رائے بہادر ڈاکٹر چیتن شاہ صاحب آنریری سرجن اور ڈاکٹر دتامل صاحب سول سرجن پنجاب ریویو جلد نہم میں لکھتے ہیں کہ اہل یورپ کو اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ تمام علوم فلسفہ طب وغیرہ بذریعہ اہل عرب ان تک پہنچے ہیں۔ کیمسٹری یعنے علم کیمیا بھی اہل یورپ نے عروج سلطنت اسلامیہ میں عربوں سے حاصل کیا ہے۔ اگرچہ ہندی طبابت نے (جو بزعم آریوں کے ویدوں سے لی گئی ہے) جو ہماری اپنی وطنی طبابت ہے یونانی اور انگریزی طبابت سے کوئی چیز عاریتاً نہیں لی۔''

(شحنہ حق، روحانی خزائن جلد2 ص362)

پیوندکاری اور انسانی صانعیت

فرمایا: ''یورپ کے اکثر کاریگر دانتوں کی جگہ دانت اور آنکھ کی پتلی کی جگہ آنکھ کی پتلی اور ٹانگوں کی جگہ ٹانگ اور بالوں کی جگہ مصنوعی بال لگا کر گزارہ چلا دیتے ہیں۔ بعض حکیموں نے چاند بنا کر اور چڑھا کر محدود حد تک اس کی روشنی سے کام لیا ہے بعض نے پرندے بنا کر کنجی دینے سے ایک حد تک انہیں اڑا کر دکھلا دیا ہے اور بعض نے مینہہ برسنے کی ترکیب نکالی اور کسی حد کے اندر اندر مینہہ برسا دیا ایسا ہی قسم قسم کے پھول اور پھل اور موتی و دیگر جواہرات ایسے بنائے گئے ہیں جو دیکھنے والوں کو حیران کر دیا ہے اور ابھی انسان کی صانعیت کی کچھ انتہا نہیں کیونکہ وہ ترقیات غیر محدود کے لئے پیدا کیا گیا ہے جن کی تحصیل کے لئے وہ فطرتاً مشغول ہے۔''

(سرمہ چشم آریہ، روحانی خزائن جلد 2 ص 201)

کیمرہ کے ذریعہ امراض کی تشخیص

فرمایا: ''یہ آلہ جس کے ذریعہ سے اب تصویر لی جاتی ہے آنحضرت ﷺ کے وقت میں ایجاد نہیں ہوا تھا اور یہ نہایت ضروری آلہ ہے جس کے ذریعہ سے بعض امراض کی تشخیص ہوسکتی ہے ایک اور آلہ تصویر کا نکلا ہے جس کے ذریعہ سے انسان کی تمام ہڈیوں کی تصویر کھینچی جاتی ہے اور وجع المفاصل ونقرس وغیرہ امراض کی تشخیص کے لئے اس آلہ کے ذریعہ سے تصویر کھینچتے ہیں اور مرض کی حقیقت معلوم ہوتی ہے۔ایسا ہی فوٹو کے ذریعہ سے بہت سے علمی فوائد ظہور میں آئے ہیں۔ چنانچہ بعض انگریزوں نے فوٹو کے ذریعہ سے دنیا کے کل جانداروں یہاں تک کہ طرح طرح کی ٹڈیوں کی تصویریں اور ہر ایک قسم کے پرند اور چرند کی تصویریں اپنی کتابوں میں چھاپ دی ہیں۔جس سے علمی ترقی ہوئی ہے۔پس کیا گمان ہوسکتا ہے کہ وہ خدا جو علم کی ترغیب دیتا ہے وہ ایسے آلہ کا استعمال کرنا حرام قرار دے جس کے ذریعہ سے بڑے بڑے مشکل امراض کی تشخیص ہوتی ہے اور اہل فراست کے ہدایت پانے کا ایک ذریعہ ہوجاتا ہے۔''

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 ص 366)

نیک نطفہ پر روح القدس کا اثر

فرمایا: ''جب بچہ پیٹ میں پڑتا ہے تو اس وقت اگر بچہ سعید اور نیک ہونے والا ہے تو اس نطفہ پر روح القدس کا سایہ ہوتا ہے اور اگر بچہ شقی ہے اور بد ہونے والا ہے تو اس نطفہ پر شیطان کا سایہ ہوتا ہے۔''

(رسالہ دعوت قوم، روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 56)

انسانی جسم میں سلسلہ تحلیل

''كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ (المائدہ:76)

یعنی وہ دونوں حضرت مسیحؑ اور آپ کی والدہ صدیقہ کھانا کھایا کرتے تھے۔اب آپ لوگ سمجھ سکتے ہیں کہ انسان کیوں کھانا کھاتا ہے اور کیوں کھانا کھانے کا محتاج ہے۔اس میں اصل بھید یہ ہے کہ ہمیشہ انسان کے بدن میں سلسلہ تحلیل کا جاری ہے یہاں تک کہ تحقیقات قدیمہ اور جدیدہ سے ثابت ہے کہ چند سال میں پہلا جسم تحلیل پا کر معدوم ہوجاتا ہے اور دوسرا بدن بدل ما یتحلل ہوجاتا ہے اور ہر ایک قسم کی جو غذا کھائی جاتی ہے اس کا بھی روح پر اثر ہوتا ہے کیونکہ یہ امر بھی ثابت شدہ ہے کہ کبھی روح جسم پر اپنا اثر ڈالتی ہے اور کبھی جسم روح پر اپنا اثر ڈالتا ہے جیسے اگر روح کو یکدفعہ کوئی خوشی پہنچتی ہے تو اس خوشی کے آثار یعنی بشاشت اور چمک چہرہ پر بھی نمودار ہوتی ہے اور کبھی جسم کے آثار ہنسنے رونے کے روح پر پڑتے ہیں۔''

(جنگ مقدس، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 92)

علم طب کی حقیقت، کرشمے اور فوائد کے بارے میں حضرت اقدس فرماتے ہیں:

طبابت بہت عمدہ پیشہ ہے

فرمایا ''تحصیل دین کے بعد طبابت کا پیشہ بہت عمدہ ہے۔''

(ملفوظات جلد سوم ص 334)

ماموروقت کے یہ الفاظ طبیبوں اور ڈاکٹروں کے لئے ایک سنہری سرٹیفیکیٹ کا درجہ رکھتے ہیں۔

عمیق در عمیق طب

''ایک دفعہ مجھے بعض محقق اور حاذق طبیبوں کی بعض کتابیں کشفی رنگ میں دکھلائی گئیں۔ جو طب جسمانی کے قواعد کلیہ اور اصول علمیہ اور ستہ ضروریہ وغیرہ کی بحث پر مشتمل اور متضمن تھیں جن میں طبیب حاذق قرشی کی کتاب بھی تھی اور اشارہ کیا گیا کہ یہی تفسیر قرآن ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ علم الابدان اور علم الادیان میں نہایت گہرے اور عمیق تعلقات ہیں اور ایک دوسرے کے مصدق ہیں اور جب میں نے ان کتابوں کو پیش نظر رکھ کر جو طب جسمانی کی کتابیں تھیں۔قرآن شریف پر نظر ڈالی تو وہ عمیق در عمیق طب جسمانی کے قواعد کلیہ کی باتیں نہائت بلیغ پیرایہ میں قرآن شریف میں موجود پائیں۔''

(چشمہ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 ص 103)

طب کے وراء محکمہ

طب تو ظاہری محکمہ ہے۔ ایک اس کے وراء محکمہ پردہ میں ہے جب تک وہاں دستخط نہ ہو کچھ نہیں ہوتا۔

(ملفوظات جلد 4 ص 353)

ہر قوم کو طب سے استفادہ کرنا چاہئے

چند مولوی اور مدرسہ طبیہ کے چند طالب علم اور طبیب آئے۔طب کا ذکر درمیان میں آیا۔حضرت نے فرمایا کہ:

(مومنوں) کو انگریزی طب سے نفرت نہیں کرنی چاہئے۔ اَلْحِكْمَةُ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ حکمت کی بات تو مومن کی اپنی ہے۔گم ہو کر کسی اور کے پاس چلی گئی تھی۔پھر جہاں سے ملے جھٹ قبضہ کر لے اس میں ہمارا یہ منشا نہیں کہ ہم ڈاکٹری کی تائید کرتے ہیں بلکہ ہمارا مطلب صرف یہ ہے کہ بموجب حدیث کے انسان کو چاہئے کہ مفید بات جہاں ملے وہیں سے لے لے۔ ہندی، جاپانی، یونانی، انگریزی ہر طب سے فائدہ حاصل کرنا چاہئے اور اس شعر کا مصداق اپنے آپ کو بنانا چاہئے۔

تمتع ز ہر گوشہ یافتم
زہر خرمنے خوشہ یافتم

تب ہی انسان کامل طبیب بنتا ہے۔طبیبوں نے تو عورتوں سے بھی نسخے حاصل کئے ہیں...... لَيْسَ الْحَكِيْمُ اِلَّا ذُوْ تَجْرِبَةٍ لَيْسَ الْحَلِيْمُ اِلَّاذُوْعُسْرَةٍ۔حکیم تجربہ سے بنتا ہے اور حلیم تکالیف اٹھا کر حلم دکھانے سے بنتا ہے اور یوں تو تجربوں کے بعد انسان رہ جاتا ہے کیونکہ قضاوقدر سب کے ساتھ لگی ہوئی ہے۔(ملفوظات جلد 4 ص 507)

طبی کرشمے اور عجائبات

فرمایا:''مسیح کے معجزات جو قصص کے رنگ میں ہیں ان سے کوئی فوق العادت تائید الٰہی کا پتہ نہیں لگتا۔جبکہ آج اس سے بڑھ کر طبی کرشمے اور عجائبات دیکھے جاتے ہیں۔خصوصاً ایسی حالت میں کہ خود انجیل میں ہی لکھا ہے کہ ایک تالاب تھا۔جس میں ایک وقت غسل کرنے والے شفا پا لیتے تھے اور اب تک یورپ کے بعض ملکوں میں ایسے چشمے پائے جاتے ہیں اور ہمارے ہندستان میں بھی بعض چشموں یا کنوؤں کے پانی میں ایسی تاثیریں ہوتی ہے۔تھوڑے دن ہوئے اخبارات میں شائع ہوا تھا کہ کنوئیں کے پانی سے جذامی اچھے ہونے لگے۔''

(ملفوظات جلد 2 ص 85)

طبابت ظنی علم ہے

فرمایا:''علم طبابت ظنی ہے۔کسی کو کوئی دوا پسند کسی کو کوئی۔ایک دوا ایک شخص کے لئے مضر ہوتی ہے دوسرے کے لئے وہی دوا نافع،دوائیوں کا راز اور شفا دینا خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے کسی کو یہ علم نہیں۔کل ایک دوائی میں استعمال کرنے لگا تو الہام ہوا''خطرناک'' دوائیں اندازہ کرنے پر مطمئن نہیں ہونا چاہئے۔بلکہ ضرورتوں کو لینا چاہئے۔''(ملفوظات جلد 5 ص 437)

بعض ادویہ کی بعض کے ساتھ مناسبت

طب اور معالجات کا تذکرہ تھا۔فرمایا:

''یہ سب ظنی باتیں ہیں علاج وہی ہے جو خدا تعالیٰ اندر ہی اندر کر دیتا ہے جو ڈاکٹر کہتا ہے کہ یہ علاج یقینی ہے وہ اپنے مرتبہ اور حیثیت سے آگے بڑھ کر قدم رکھتا ہے۔بقراط نے لکھا ہے کہ میرے پاس ایک دفعہ ایک بیمار آیا میں نے بعد دیکھنے حالات کے حکم لگایا کہ یہ ایک ہفتہ کے بعد مر جائے گا۔تیس سال کے بعد میں نے اس کو زندہ پایا۔

بعض ادویہ کو بعض کے ساتھ مناسبت ہوتی ہے۔اسی بیماری میں ایک کے واسطے ایک دوا مفید پڑتی ہے اور دوسرے کے واسطے ضرر رساں ہوتی ہے۔جب برے دن ہوں تو مرض سمجھ میں نہیں آتا۔اور اگر مرض سمجھ میں آ جائے تو پھر علاج نہیں سوجھتا۔اسی واسطے (مومن) جب ان علوم کے وارث ہوئے تو انہوں نے ہر امر میں ایک بات بڑھائی۔نبض دیکھنے کے وقت سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا (البقرہ:33) کہنا شروع کیا اور نسخہ لکھنے کے وقت ھوالشافی لکھنا شروع کیا۔''(ملفوظات جلد 4 ص 296)

علاج کی پانچ صورتیں

اسی طرح فرمایا:۔

''علاج کی چار صورتیں تو عام ہیں دوا سے، غذا سے، عمل سے، پرہیز سے علاج کیا جاتا ہے۔ایک پانچویں قسم بھی جس سے سلب امراض ہے وہ توجہ ہے............دعا بھی توجہ ہی کی ایک قسم ہوتی ہے توجہ کا سلسلہ کڑیوں کی طرح ہوتا ہے جو لوگ حکیم اور ڈاکٹر ہوتے ہیں ان کو اس فن میں مہارت پیدا کرنی چاہئے۔''(ملفوظات جلد دوم ص 280)

دوران خون کا مسئلہ

''دیکھو قلب دل کو کہتے ہیں اور قلب گردش دینے والے کو بھی کہتے ہیں۔دل پر مدار دوران خون کا ہے۔آجکل کی تحقیقات نے تو ایک عرصہ دراز کی محنت اور دماغ سوزی کے بعد دوران خون کا مسئلہ دریافت کیا لیکن اسلام نے آج سے تیرہ سو سال پیشتر ہی سے دل کا نام قلب رکھ کر اس صداقت کو مرکوز اور محفوظ کر دیا۔''(ملفوظات جلد اول ص 170)

حضرت مسیح موعودؑ کو اللہ تعالیٰ نے روحانی علوم کے قیمتی موتیوں اور لعل و جواہر سے مزین خزائن عطا فرمائے اور ساتھ ہی دنیاوی علوم کی تفصیلات اور حقائق سے بھی آگاہ فرمایا۔ان علوم میں علم طب سرفہرست ہے جس کے ایسے اصول خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوئے جو اس زمانہ میں اور کسی کے حصہ میں نہ آئے۔قبل اس کے کہ دائمی شان کے حامل ان طبی اصولوں کو سپرد قرطاس کیا جائے حضرت اقدس ہی کے پیش فرمودہ اس اہم علم کے بنیادی حقائق، امراض، اس کی اقسام، حکمت اور ان کے علاج اور فلسفہ کے اصولوں سے آگاہی ضروری ہے۔

مرض کی اقسام

''مرض دو قسم کے ہوتے ہیں۔ایک مرض مستوی اور ایک مرض مختلف ۔مرض مستوی وہ ہوتا ہے جس کا درد وغیرہ محسوس ہوتا ہے۔اس کے علاج کا تو انسان فکر کرتا ہے اور مرض مختلف کی چنداں پرواہ نہیں کرتا۔اسی طرح سے بعض گناہ تو محسوس ہوتے ہیں اور بعض ایسے ہوتے ہیں کہ انسان ان کو محسوس بھی نہیں کرتا۔اس لئے ضرورت ہے کہ ہر وقت انسان خدا تعالیٰ سے استغفار کرتا رہے۔''(ملفوظات جلد اول ص 529)

بعض عجیب وغریب امراض

''مختلف امراض اس قسم کے ہیں کہ ان میں انسان کی پیش نہیں جاتی۔ایک دفعہ ایک شخص میرے پاس آیا اس نے بیان کیا کہ میرے پیٹ میں رسولی پیدا ہوئی ہے۔اور وہ دن بدن بڑھ کر پاخانہ کے راستہ کو بند کرتی جاتی ہے۔جس ڈاکٹر کے پاس میں گیا ہوں وہ یہی کہتا ہے کہ اگر یہ مرض ہمیں ہوتی تو ہم بندوق مار کر خودکشی کر لیتے۔آخر وہ بیچارہ اسی مرض سے مر گیا۔

بعض لوگ ایسے مسلول ہوتے ہیں کہ ایک ایک پیالہ پیپ کا اندر سے نکلتا ہے۔ایک دفعہ ایک مریض آیا اس کی یہی حالت تھی۔صرف اس کا پوست ہی رہ گیا تھا اور سمجھدار بھی تھا مگر تاہم وہ یہی خیال کرتا تھا کہ میں زندہ رہوں گا۔''

(ملفوظات جلد سوم ص 437)

انبیاء کی خبیث امراض سے حفاظت

''انبیاء علیہم السلام اور اللہ تعالیٰ کے مامور خبیث اور ذلیل بیماریوں سے محفوظ رکھے جاتے ہیں۔مثلاً آتشک ہو، جذام ہو یا اور کوئی ایسی ذلیل مرض۔ یہ بیماریاں خبیث لوگوں ہی کو ہوتی ہیں۔ اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ (النور:27)اس میں عام لفظ رکھا ہے اور نکات بھی عام ہیں۔''(ملفوظات جلد اول ص 397)

بیمار پر دم کرنا

''ایک شخص نے سوال کیا کہ مجھے قرآن شریف کی کوئی آیت بتلائی جائے کہ میں پڑھ کر اپنے بیمار کو دم کروں تا کہ اس کو شفاء ہو۔حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا بے شک قرآن شریف میں شفاء ہے روحانی اور جسمانی بیماریوں کا وہ علاج ہے۔مگر اس طرح کلام پڑھنے میں لوگوں کو ابتلاء ہے۔قرآن شریف کو تم اس امتحان میں نہ ڈالو۔خدا تعالیٰ سے اپنے بیمار کے واسطے دعا کرو تمہارے واسطے یہی کافی ہے۔''(بدر 2۔اکتوبر 1906ء)

بیماریوں کی کثرت کا فلسفہ

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے بیماریوں کی کثرت کا فلسفہ درج ذیل الفاظ میں بیان فرمایا ہے:۔

''اس قدر کثرت میں خدا تعالیٰ کی یہ حکمت معلوم ہوتی ہے تا کہ ہر طرف سے انسان اپنے آپ کو عوارض اور امراض میں گھرا ہوا پا کر اللہ تعالیٰ سے ترساں اور لرزاں رہے اور اسے اپنی بے ثباتی کا ہر دم یقین رہے اور مغرور نہ ہو اور غافل ہو کر موت کو نہ بھول جاوے اور خدا سے بے پرواہ نہ ہو جاوے۔''

(ملفوظات جلد سوم صفحہ ص 217)

اس ضمن میں مزید ہدایت فرمائی:۔

’’سچ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کے اذن کے بغیر ہر ایک ذرہ جو انسان کے اندر جاتا ہے کبھی مفید نہیں ہوسکتا توبہ واستغفار بہت کرنی چاہیئے تا خدا تعالیٰ اپنا فضل کرے۔ جب خدا تعالیٰ کا فضل آتا ہے تو دعا بھی قبول ہوتی ہے۔‘‘
(ملفوظات جلد دوم صفحہ 242)

’’ہر ایک مرض اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلط ہوتا ہے جب اللہ چاہتا ہے مرض مٹ جاتا ہے۔‘‘ (ملفوظات جلد چہارم ص295)

حضرت اقدس نے اپنے ملفوظات میں خصوصاً بیماری سے شفا کے لئے دعاؤں کی بار بار تحریک فرمائی ہے۔فرماتے ہیں:۔

’’میں بہت دعا کرتا ہوں۔دعا ایسی شے ہے کہ جن امراض کو اطباء اور ڈاکٹر لاعلاج کہہ دیتے ہیں ان کا علاج بھی دعا کے ذریعہ ہوسکتا ہے۔‘‘
(ملفوظات جلد چہارم ص265)

لاکھوں بیماریاں

حقیقت یہ ہے کہ انسان کسی قدر بھی احتیاط کرے بیماریاں اتنی زیادہ اور مختلف اقسام کی ہیں کہ اگر اللہ کا فضل اُسے نہ بچائے تو بچنا ممکن نہیں ہے۔اور پھر ایک بیماری کا علاج دس نئی بیماریوں کی بنیاد بن جاتا ہے اس حقیقت کو بیان کرتے ہوئے حضرت اقدس فرماتے ہیں۔

’’ہمارے والد صاحب مرحوم بھی مشہور طبیب تھے جن کا پچاس برس کا تجربہ تھا۔وہ فرمایا کرتے تھے کہ حکمی نسخہ کوئی نہیں اور اصل حقیقت بھی یہی ہے کہ تصرف اللہ کا خانہ خالی رہتا ہے۔خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کرنے والا سعادت مند ہے۔انسان مصیبت میں بد دماغ نہ ہو اور غیر اللہ پر بھروسہ نہ کرے۔ یکدفعہ ہی خفیف عوارض شدید ہونے لگ جاتے ہیں۔کبھی قلب کا علاج کرتے کرتے دماغ پر آفت آجاتی ہے کبھی سردی کے پہلو پر علاج کرتے کرتے گرمی کا زور چڑھ جاتا ہے۔کون ان بیماریوں پر حاوی ہوسکتا ہے۔اس لئے اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسہ کرنا چاہیئے۔انسان ان حشرات الارض اور سمّیات کو کب گن سکتا ہے۔صرف بیماریوں کو بھی نہیں گن سکتا۔لکھا ہے کہ صرف آنکھ ہی کی تین ہزار بیماریاں ہیں۔بعض بیماریاں ایسی ہوتی ہیں کہ وہ ایسے طور پر غلبہ کرتی ہیں کہ ڈاکٹر نسخہ ہی نہیں لکھ چکتا جو بیمار کا خاتمہ ہوجاتا ہے‘‘
(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 166)

بیماریاں جہنم کا نمونہ بھی ہیں

’’برخلاف اس کے جو کچھ حالت انسان کی ہے وہ جہنم ہے۔گویا خدا تعالیٰ کے سوا زندگی بسر کرنا یہ بھی جہنم ہے۔پھر حدیث شریف سے یہ بھی پتہ لگتا ہے کہ تپ بھی حرارت جہنم ہی ہے۔امراض اور مصائب جو مختلف قسم کے انسان کو لاحق حال ہوتے ہیں یہ بھی جہنم ہی کا نمونہ ہے اور یہ اس لئے کہ تا دوسرے عالم پر گواہ ہوں اور جزا وسزا کے مسئلہ کی حقیقت پر دلیل ہوں اور......۔مثلاً جذام ہی کو دیکھو کہ اعضاء گر گئے ہیں اور رقیق مادہ اعضاء سے جاری ہے۔آواز بیٹھ گئی ہے۔ایک تو یہ بجائے خود جہنم ہے۔پھر لوگ نفرت کرتے ہیں اور چھوڑ جاتے ہیں۔عزیز سے عزیز بیوی،فرزند، ماں باپ تک کنارہ کش ہوجاتے ہیں۔بعض اندھے اور بہرے ہوجاتے ہیں۔بعض اور خطرناک امراض میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔پتھریاں ہوجاتی ہیں اور پیٹ میں رسولیاں ہوجاتی ہیں۔ یہ ساری بلائیں اس لئے انسان پر آتی ہیں کہ وہ خدا سے دور ہوکر زندگی بسر کرتا ہے اور اُس کے حضور شوخی اور گستاخی کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی باتوں کی عزت اور پروا نہیں کرتا ہے۔اُس وقت ایک جہنم پیدا ہوجاتا ہے۔‘‘
(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 372)

وبائی امراض

عربی سے ترجمہ:

حضرت اقدسؑ فرماتے ہیں:

’’ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ بعض مرضیں مثلاً آتشک کی بیماری ایک سے دوسرے کو لگ جاتی ہے اور ایک آتشک زدہ عورت سے مرد کو آتشک ہوجاتی ہے اور ایسا ہی مرد سے عورت کو اور یہی صورت ٹیکا لگانے میں بھی مشاہدہ ہوتی ہے کیونکہ جس پر چیچک والے کے خمیر سے ٹیکا کا عمل کیا جاوے اس کے بدن پر بھی آثار چیچک ظاہر ہوجاتے ہیں پس یہی تو عدوی ہے سو ہم کیوں کر اس کا انکار کرسکتے ہیں۔کیونکہ اس کا انکار علوم حسیہ بدیہیہ کا انکار ہے جو تجارب طبیہ سے ثابت ہوچکے ہیں اور ان میں ان بچوں کو بھی شک نہیں رہا جو کوچوں میں کھیلتے پھرتے ہیں چہ جائے کہ عقلمند مردوں کو کچھ شک ہو۔‘‘
(نور الحق حصہ اول،روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 14)

ایک عجیب مرض

’’طبیبوں نے ایک مرض لکھی ہے جس کی کیفیت یہ ہے کہ انسان جب چھینک لے تو اس کے ساتھ ہی ہلاک ہو جاتا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد اول ص 244)

باریک در باریک بیماریاں

’’یاد رکھنا چاہئے کہ انسان ایک نہایت ہی کمزور ہستی ہے۔ ایک ہی بیماری میں باریک در باریک اور بیماریاں شروع ہو جاتی ہیں۔ انسان غلطی سے کب تک بچ سکتا ہے انسان بڑا کمزور ہے۔ غلطی ہو ہی جاتی ہے۔ اکثر اوقات تشخیص میں ہی غلطی ہو جاتی ہے اور اگر تشخیص میں نہیں ہوتی تو پھر دوا میں ہو جاتی ہے۔ غرض انسان نہایت کمزور ہستی ہے غلطی سے خود بخود نہیں بچ سکتا۔ خدا تعالیٰ کا فضل ہی چاہئے۔ اس کے فضل کے بغیر انسان کچھ چیز نہیں۔‘‘

(ملفوظات جلد پنجم ص 278)

دوا اور تدبیر

’’کوئی آفت زمین پر پیدا نہیں ہوتی جب تک آسمان سے حکم نہ ہو۔ اور کوئی آفت دور نہیں ہوتی جب تک آسمان سے رحم نازل نہ ہو۔ سو تمہاری عقلمندی اسی میں ہے کہ تم جڑ کو پکڑو نہ شاخ کو۔ تمہیں دوا اور تدبیر سے ممانعت نہیں ہے مگر ان پر بھروسہ کرنے سے ممانعت ہے اور آخر وہی ہوگا جو خدا کا ارادہ ہوگا۔‘‘

(کشتی نوح روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 13)

بیماری بطور سزا اور عذاب

’’جب دنیا میں فسق و فجور پھیل جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے لوگ دور جا پڑتے ہیں اور اس سے لا پروا ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بھی ان کی پروا نہیں کرتا ہے۔ ایسی صورت میں پھر اس قسم کی وبائیں بطور عذاب نازل ہوتی ہیں ان بلاؤں اور وباؤں کے بھیجنے سے اللہ تعالیٰ کی غرض یہ ہوتی ہے کہ دنیا پر اللہ تعالیٰ کی توحید اور عظمت ظاہر ہو اور فسق و فجور سے لوگ نفرت کر کے نیکی اور راستبازی کی طرف توجہ کریں اور خدا تعالیٰ کے مامور کی طرف جو اس وقت دنیا میں موجود ہوتا ہے توجہ کریں۔ اس زمانہ میں بھی فسق و فجور کے سیلاب کا بند ٹوٹ گیا ہے۔ راستبازی، تقویٰ عفت اور خدا ترسی اور خدا شناسی بالکل اُٹھ گئی تھی۔ دین کی باتوں پر ہنسی کی جاتی تھی۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے موافق جو اُس نے اپنے نبیوں اور رسولوں کی زبان پر کیا تھا کہ مسیح موعود کے وقت دنیا میں مری بھیجوں گا اس طاعون کو اصلاح خلق کے لئے مسلّط کیا ہے۔ طاعون کو برا کہنا بھی گناہ ہے یہ تو خدا تعالیٰ کا ایک مامور ہے جیسا کہ مَیں نے ہاتھی والی رویا میں دیکھا تھا، لیکن مَیں دیکھتا ہوں کہ باوجود اس کے کہ بعض دیہات بالکل برباد ہو گئے ہیں اور ہر جگہ یہ آفت برپا ہے تو بھی ان شوخیوں، شرارتوں اور بیباکیوں میں فرق نہیں آیا جو اس سے پہلے بھی تھیں۔ مکر و فریب، ریاکاری بدستور پھیلی ہوئی ہے۔‘‘ (ملفوظات جلد سوم صفحہ 634)

بیماریوں کے فوائد

اللہ تعالیٰ نے بیماریوں اور تکالیف کا یہ سارا سلسلہ بھی بے فائدہ پیدا نہیں کیا بلکہ اس میں بھی انسان کیلئے رحمت کے بہت سے پہلو ہیں۔ ایک غیر مومن کیلئے جہاں بیماری مصیبت دکھائی دیتی ہے وہیں ایک مومن ان تکالیف کی وجہ سے خدا تعالیٰ کے قرب کے مدارج طے کرتا ہے۔ کثرت سے دعاؤں کی طرف توجہ ہوتی ہے اور ہر لمحہ خدا تعالیٰ یاد رہتا ہے۔

بیماریوں کے ذکر پر فرمایا کہ:

’’بیماری کی شدت سے موت اور موت سے خدا یاد آتا ہے۔ اصل یہ ہے کہ خُلِقَ الۡاِنۡسَانُ ضَعِیۡفًا (النسا: 29) انسان چند روز کیلئے زندہ ہے۔ ذرہ ذرہ کا وہی مالک ہے جو حی و قیوم ہے۔ جب وقت موعود آ جاتا ہے تو ہر ایک چیز السلام علیکم کہتی اور سارے قویٰ رخصت کر کے الگ ہو جاتے ہیں اور جہاں سے یہ آیا ہے وہیں چلا جاتا ہے‘‘ (ملفوظات جلد سوم صفحہ 240)

بیماریوں کی حکمت

ان مختلف امراض اور عوارض کے ذکر پر جو انسان کو لاحق ہوتے ہیں فرمایا کہ:

’’اللہ تعالیٰ قادر تھا کہ چند ایک بیماریاں ہی انسان کو لاحق کر دیتا مگر ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے امراض ہیں جن میں وہ مبتلا ہوتا ہے۔ اس قدر کثرت میں خدا تعالیٰ کی یہ حکمت معلوم ہوتی ہے تا کہ ہر طرف سے انسان اپنے آپ کو عوارض اور امراض میں گھرا ہوا پا کر اللہ تعالیٰ سے ترساں اور لرزاں رہے اور

اسے اپنی بے ثباتی کا ہر دم یقین رہے اور مغرور نہ ہو اور غافل ہو کر موت کو نہ بھول جاوے اور خدا سے بے پروانہ ہو جاوے۔''

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 217)

پہلے مرض پھر طبیب کی شناخت

''طبیب اس امر کو بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ اس سے وہی شخص فائدہ اٹھا سکتا ہے جو اول اپنے مرض کو شناخت کرے اور محسوس کرے کہ میں بیمار ہوں اور پھر یہ شناخت کرے کہ طبیب کون ہے؟ جب تک یہ دو باتیں پیدا نہ ہوں وہ اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ یہ بھی یاد رہے کہ مرض دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک مرض مختلف ہوتا ہے جیسے قولنج کا درد یعنی جو محسوس ہوتا ہے اور ایک مستوی جیسے برص کے داغ کہ ان کا کوئی درد اور تکلیف بظاہر محسوس نہیں ہوتی۔ انجام خطرناک ہوتا ہے مگر انسان ایسی صورتوں میں ایک قسم کا اطمینان پاتا ہے اور اس کی چنداں فکر نہیں کرتا۔ اس لئے ضروری ہے کہ انسان اول اپنے مرض کو شناخت کرے اور اسے محسوس کرے۔ پھر طبیب کو شناخت کرے بہت سے لوگ ہوتے ہیں جو اپنی معمولی حالت پر راضی ہو جاتے ہیں۔'' (ملفوظات جلد سوم ص 80)

امراض بدنی کے لئے ادویہ

''یہ بات بتوجہ تمام یاد رکھنی چاہئے کہ جیسے خدا نے امراض بدنی کے لئے بعض ادویہ پیدا کی ہیں اور عمدہ عمدہ چیزیں جیسے تریاق وغیرہ انواع اقسام کے آلام اسقام کے لئے دنیا میں موجود کی ہیں اور ان ادویہ میں ابتدا سے یہ خاصیت رکھی ہے کہ جب کوئی بیمار بشرطیکہ اس کی بیماری درجہ شفایابی سے تجاوز نہ کر گئی ہو ان دواؤں کو برعایت پرہیز وغیرہ شرائط استعمال کرتا ہے تو اس حکیم مطلق کی اسی پر عادت جاری ہے کہ اس بیمار کو حسب استعداد اور قابلیت کسی قدر صحت اور تندرستی سے حصہ بخشتا ہے یا بکلی شفا عنایت کرتا ہے۔''

(براہین احمدیہ حصہ چہارم، حاشیہ در حاشیہ روحانی خزائن جلد 1 ص 354)

عیاشیوں کے ذریعہ مہلک امراض

''اکثر لوگ دنیا کی نفسانی عیاشیوں میں اس خوش حالی کو طلب کرتے ہیں اور دن رات میخواری اور شہوات نفسانیہ کا شغل رکھ کر انجام کار طرح طرح کی مہلک امراض میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور آخر کار سکتہ، فالج، رعشہ اور کزاز اور یا انتڑیوں یا جگر کے پھوڑوں میں مبتلا ہو کر اور یا آتشک اور سوزاک کی قابل شرم مرض سے اس جہان سے رخصت ہوتے ہیں اور بباعث اس کے کہ ان کی قویٰ قبل از وقت تحلیل ہو جاتی ہیں۔ اس لئے وہ طبعی عمر سے بھی بے نصیب رہتے ہیں۔'' (چشمہ مسیحی، روحانی خزائن جلد 20 ص 359)

مرگی کو ام الصبیان کہتے ہیں

''مرگی کی بیماری کے مبتلا اکثر شیاطین کو اسی طرح دیکھا کرتے ہیں وہ بعینہٖ ایسا ہی بیان کیا کرتے ہیں کہ ہمیں شیطان فلاں فلاں جگہ لے گیا اور یہ یہ عجائبات دکھلائے اور مجھے یاد ہے کہ شاید چونتیس برس کا عرصہ گزرا ہوگا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک جگہ شیطان سیاہ رنگ اور بدصورت کھڑا ہے۔ اول اس نے میری طرف توجہ کی اور میں نے اس کو منہ پر طمانچہ مار کر کہا کہ دور ہو اے شیطان تیرا مجھ میں حصہ نہیں اور پھر وہ ایک دوسرے کی طرف گیا اور اس کو اپنے ساتھ کر لیا اور جس کو ساتھ کر لیا اس کو میں جانتا تھا اتنے میں آنکھ کھل گئی اسی دن یا اس کے بعد اس شخص کو مرگی پڑی جس کو میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ شیطان نے اس کو ساتھ کر لیا تھا اور صرع کی بیماری میں گرفتار ہو گیا اس سے مجھے یقین ہوا کہ شیطان کی ہمراہی کی تعبیر مرگی ہے...... مرگی کو فن طبابت میں ام الصبیان کہتے ہیں یعنی بچوں کی ماں۔''

(معیار المذاہب جلد 9 ص 483 حاشیہ)

مریض کا ہوش

''بعض امراض ہی ایسے ہیں مثلاً دق وسل کہ ان کے مریضوں کا اخیر تک ہوش قائم رہتا ہے بلکہ طاعون کی بعض قسمیں بھی ایسی ہی ہیں۔''

(ملفوظات جلد پنجم ص 433)

ذات الجنب کی وجہ سے بخار

''جب مرض الموت کا وقت آ جاوے تو وہ وقت دعا کا نہیں ہوتا کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے ارادہ کو ظاہر کر دیتا ہے۔ اسی طرح پر جو حالتیں مہلک بیماریوں کی ہوتی ہیں ان میں بھی نظر آ جاتا ہے مگر خدا تعالیٰ کی قدرت ہے کہ مولوی (عبدالکریم سیالکوٹی) صاحب کے معاملہ میں ایک عجیب بات دیکھی گئی کہ ان کی اصل مرض سرطان جس کو انگریزی میں کاربنکل کہتے ہیں بالکل اچھا ہو گیا بلکہ

خود انہوں نے ہاتھ پھیر کر دیکھا اور یہی کہتے رہے کہ اب میں دو چار روز میں پھرنے لگوں گا۔ آخر ذات الجنب کی وجہ سے سخت بخار ہو گیا جو ایک سو چھ درجہ تک پہنچ گیا اور اسی عارضہ میں وفات پائی۔'' (ملفوظات جلد چہارم ص 487)

تداخل طعام بیماری کا موجب

24 دسمبر 1901ء کو آپ نے ایک آسٹریلوی سیاح عبدالحق صاحب سے دوران گفتگو فرمایا:۔

''تداخل طعام درست نہیں ہے یعنی ایک کھانا کھایا پھر کچھ اور کھا لیا پھر کچھ اور۔ اس کا نتیجہ یہی ہوگا کہ سوءِ ہضم ہو کر ہیضہ یا قے یا کسی اور بیماری کی نوبت آ جائے۔'' (ملفوظات جلد دوم ص 81)

دوران خون کا مسئلہ

''دیکھو قلب دل کو کہتے ہیں اور قلب گردش دینے والے کو بھی کہتے ہیں۔ دل پر مدار دوران خون کا ہے۔ آجکل کی تحقیقات نے تو ایک عرصہ دراز کی محنت اور دماغ سوزی کے بعد دوران خون کا مسئلہ دریافت کیا لیکن اسلام نے آج سے تیرہ سو سال پیشتر ہی سے دل کا نام قلب رکھ کر اس صداقت کو مرکوز اور محفوظ کر دیا۔'' (ملفوظات جلد اول ص 170)

امراض جہنم کا نمونہ

''حدیث شریف سے یہ بھی پتہ لگتا ہے کہ تپ بھی حرارت جہنم ہی ہے۔ امراض اور مصائب جو مختلف قسم کے انسان کو لاحق حال ہوتے ہیں۔ یہ بھی جہنم ہی کا نمونہ ہے اور یہ اس لئے کہ تا دوسرے عالم پر گواہ ہوں اور جزا و سزا کے مسئلہ کی حقیقت پر دلیل ہوں اور کفارہ جیسے لغو مسئلہ کی تردید کریں۔ مثلاً جذامی کو دیکھو کہ اعضاء گر گئے ہیں اور رقیق مادہ اعضاء سے جاری ہے۔ آواز بیٹھ گئی ہے۔ ایک تو یہ بجائے خود جہنم ہے۔ پھر لوگ نفرت کرتے ہیں اور چھوڑ جاتے ہیں۔ عزیز سے عزیز بیوی، فرزند، ماں باپ تک کنارہ کش ہو جاتے ہیں۔ بعض اندھے اور بہرے ہو جاتے ہیں۔ بعض اور خطرناک امراض میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ پتھریاں ہو جاتی ہیں اور پیٹ میں رسولیاں ہو جاتی ہیں۔ یہ ساری بلائیں اس لئے انسان پر آتی ہیں کہ وہ خدا سے دور ہو کر زندگی بسر کرتا ہے اور اس کے حضور شوخی اور گستاخی کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی باتوں کی

غزل

ڈاکٹر طارق انور باجوہ



جہاں برتا تغافل تُم نے احکامِ شریعت سے
مکافاتِ عمل دیکھو گے، روکے گی بریّت سے

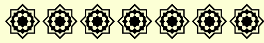
مقدّم ہیں اوامر اور نہی قرآن کے تم پر
ہزاروں ووٹ لے کر جیت بھی لو گر جمعیّت سے

عمل ہے نیک کس کا کس قدر پہچانتا ہے وہ
ہمیشہ جو کسی کی با خبر ہوتا ہے نیّت سے

محبّت کا الگ ہوتا ہے پیمانہ ہر اک دل میں
کہ ناپا جا نہیں سکتا جسے اس کی کمیّت سے

تقاضے عدل کے پورے نہ کر پائے حکومت جو
دعائیں اپنے حق میں پھر نہیں پاتی رعیّت سے

نہ تبدیلی اگر کر پائیں طارق ہم سیاست میں
ضروری ہے کہ پھر راضی رہیں اس کی مشیّت سے



عزت اور پرواہ نہیں کرتا ہے۔ اس وقت ایک جہنم پیدا ہو جاتا ہے۔''
(ملفوظات جلد اول ص 372)

سلب امراض اور سلب ذنوب میں فرق

''علاج کی چار صورتیں تو عام ہیں۔ دوا سے، غذا سے، عمل سے، پرہیز سے علاج کیا جاتا ہے۔ ایک پانچویں قسم بھی جس سے سلب امراض ہوتا ہے، وہ توجہ ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام اسی توجہ سے سلب امراض کیا کرتے تھے۔................ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ اور مسیح علیہ السلام کی توجہ میں یہ فرق ہے کہ مسیح کی توجہ سے تو سلب امراض ہوتا تھا، مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ سے سلب ذنوب ہوتا تھا۔........... جو لوگ حکیم اور ڈاکٹر ہوتے ہیں۔ ان کو اس فن میں مہارت پیدا کرنی چاہئے۔ مسیح کی توجہ

چونکہ زیادہ تر سلب امراض کی طرف تھی۔اس لئے سلب ذنوب میں وہ کامیابی نہ ہونے کی وجہ یہی تھی۔کہ جو جماعت انہوں نے تیار کی وہ اپنی صفائی نفس اور تزکیہ باطن میں ان مدارج کو پہنچ نہ سکی جو جلیل الشان صحابہ کو ملی۔اور یہاں تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی بااثر تھی کہ آج اس زمانہ میں بھی تیرہ سو برس کے بعد سلب ذنوب کی وہی قوت اور تاثیر رکھتی ہے جو اس وقت میں رکھتی تھی۔مسیح اس میدان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہرگز مقابلہ نہیں کر سکتے۔''

(ملفوظات جلد دوم ص280)

پیشاب کی بیماری

مولانا مولوی عبدالکریم صاحب سلمہ ربہ کو کثرت پیشاب کی دو تین دن سے پھر شکایت ہوگئی ہے اور آج اعلیٰ حضرت نے ان کا قارورہ منگوا کر دیکھا تھا جو کثیر مقدار میں تھا۔اس کے متعلق مولوی عبدالکریم صاحب کو مخاطب کر کے جو کچھ فرمایا اس سے آپ کی کمال شفقت اور ہمدردی کا ثبوت ملتا ہے اس لئے میں خلاصۃً اسے اپنے الفاظ میں درج کرتا ہوں۔فرمایا:

''میں آپ کا پیشاب دیکھ کر بہت حیران ہو گیا۔میں نے تو اس کے بعد دعا ہی شروع کر دی اور انشاء اللہ بہت دعا کروں گا۔

مجھے خود چونکہ کثرت پیشاب کی شکایت ہے میں جانتا ہوں کہ کس قدر تکلیف ہوئی دل گھٹتا ہے اور پنڈلیوں میں درد ہونے لگتا ہے۔بہت بے چینی اور گھبراہٹ ہو جاتی ہے۔میں نے ارادہ کیا ہے کہ اس رسالہ (براہین احمدیہ حصہ پنجم) کو ختم کر لینے کے کچھ دنوں تک صرف دعا ہی میں لگا رہوں گا۔

میں نے جو گولی آپ کو بنا کر دی تھی وہ مفید ثابت ہوئی تھی۔آپ اس کا استعمال کریں میں بھیج دوں گا اور ختم ہونے پر اور دوا تیار ہو سکتی ہے۔آپ دودھ کثرت سے پئیں۔وہ اس مرض میں بہت مفید ہے اور میں انشاء اللہ بہت دعا کروں گا۔آپ کے پیشاب کو دیکھ کر مجھے تو حیرت ہی ہوئی کہ آپ کس طرح التزام کے ساتھ نمازوں میں آتے ہیں اور آپ کی آواز سے بھی معلوم نہیں ہوتا کہ آپ کو شکایت ہے۔''(ملفوظات جلد چہارم ص252)

احتراز وبائی امراض

''جو لوگ اپنے گھروں کو خوب صاف رکھتے ہیں اور اپنی بدرؤں کو گندہ نہیں ہونے دیتے اور کپڑوں کو دھوتے رہتے ہیں اور خلال کرتے اور مسواک کرتے اور بدن پاک رکھتے ہیں اور بدبو اور عفونت سے پرہیز کرتے ہیں وہ اکثر خطرناک وبائی بیماریوں سے بچتے رہتے ہیں۔پس گویا وہ اس طرح یُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ کے وعدے سے فائدہ اٹھا لیتے ہیں لیکن جو لوگ طہارت ظاہری کی پرواہ نہیں رکھتے آخر کبھی نہ کبھی وہ پیچ میں پھنس جاتے ہیں اور خطرناک بیماریاں ان کو آ پکڑتی ہیں۔''(ایام الصلح ،روحانی خزائن جلد 14 ص 337)

اللہ اپنے بندوں کو بچا لیتا ہے

عربی سے ترجمہ:''وہ خدا جو اندھیرے کے وقت اپنا نور بھیجتا ہے اور بیماری کی کثرت کے وقت دوا ظاہر کرتا ہے اور اپنے بندوں کو بے قراری کی حالت میں بچا لیتا ہے.........آپ جانتے ہیں کہ ہر یک بیماری کی ایک دوا اور ہر یک اندھیرے کے واسطے روشنی ہے سو میرے پروردگار نے ارادہ کیا کہ دنیا کو اندھیرے کے بعد روشن کرے۔''

(نور الحق حصہ اول،روحانی خزائن جلد 8 ص 564)

بیمار مایوس نہ ہو

فرمایا''میرا مذہب یہ ہے کہ کوئی بیماری لاعلاج نہیں ہر ایک بیماری کا علاج ہوسکتا ہے جس مرض کو طبیب لاعلاج کہتا ہے۔اس سے مراد یہ ہے کہ طبیب اس کے علاج سے آگاہ نہیں ہے۔ہمارے تجربہ میں یہ بات آچکی ہے کہ بہت سے بیماروں کو اطباء ڈاکٹروں نے لاعلاج بیان کیا مگر اللہ تعالیٰ نے اس سے شفاء پانے کے واسطے بیمار کے لئے کوئی نہ کوئی راہ نکال دی۔بعض بیمار بالکل مایوس ہو جاتے ہیں یہ غلطی ہے خدا تعالیٰ کی رحمت سے کبھی مایوس نہیں ہونا چاہئے اس کے ہاتھ میں سب شفاء ہے......بیمار کو چاہئے کہ توبہ استغفار میں مصروف ہو انسان صحت کی حالت میں کئی قسم کی غلطیاں کرتا ہے۔کچھ گناہ حقوق اللہ کے متعلق ہوتے ہیں۔اور کچھ حقوق عباد کے متعلق ہوتے ہیں۔ہر دو قسم کی غلطیوں کی معافی مانگنی چاہئے اور دنیا میں جس شخص کو نقصان بے جا پہنچایا ہو۔اس کو راضی کرنا چاہئے اور خدا تعالیٰ کے حضور میں سچی توبہ کرنی چاہئے توبہ سے یہ مطلب نہیں کہ انسان جنتر منتر کی طرح کچھ الفاظ منہ سے بولتا رہے۔بلکہ سچے دل سے اقرار ہونا چاہئے کہ میں آئندہ یہ گناہ نہ کروں گا اور اس پر استقلال کے

ساتھ قائم رہنے کی کوشش کرنی چاہئے تو خدا تعالیٰ غفور الرحیم ہے وہ اپنے بندوں کے گناہوں کو بخش دیتا ہے اور وہ ستار ہے۔ بندوں کے گناہوں پر پردہ ڈالتا ہے تمہیں ضرورت نہیں کہ مخلوق کے سامنے اپنے گناہوں کا اظہار کرو۔ ہاں خدا تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے۔'' (بدر 4۔اکتوبر 1904ء)

مریضوں کے لئے ادویات کی فراہمی

''طبیب کیسا ہی حاذق اور عالم ہو، لیکن اگر ادویہ نہ ہوں تو وہ کیا کر سکتا ہے۔ بڑی سوچ اور فکر سے ایک نسخہ لکھ دے گا لیکن بازار سے وہ دوا نہ ملے، تو کیا کرے گا۔ کس قدر فضل ہے کہ ایک طرف علم دیا ہے اور دوسری طرف نباتات، جمادات، حیوانات جو مریضوں کے مناسب حال تھے پیدا کر دیئے ہیں اور ان میں قسم قسم کے خواص رکھے ہیں جو ہر زمانہ میں ناا ندیشہ ضروریات کے کام آسکتے ہیں۔ غرض اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز بھی غیر مفید پیدا نہیں کی اور نہ جس کے خواص محدود ہوں۔ یہاں تک کہ پسو اور جوں تک بھی غیر مفید نہیں۔ لکھا ہے کہ اگر کسی کا پیشاب بند ہو تو بعض وقت جوں کو احلیل میں دینے سے پیشاب جاری ہو جاتا ہے۔ انسان ان اشیاء کی مدد سے کہاں تک فائدہ اٹھاتا ہے۔ کوئی تصور کر سکتا ہے؟'' (ملفوظات جلد اول ص 314)

وبائی امراض کا الہامی علاج

فرمایا: ''مجھے الہام ہوا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ

پھر چونکہ بیماری وبائی کا بھی خیال تھا۔ اس کا علاج خدا تعالیٰ نے یہ بتلایا کہ اس کے ان ناموں کا ورد کیا جاوے

يَاحَفِيْظُ۔ يَاعَزِيْزُ۔ يَارَفِيْقُ

رفیق خدا تعالیٰ کا نیا نام ہے جو کہ اس سے پیشتر اسماء باری تعالیٰ میں کبھی نہیں آیا۔'' (البدر مورخہ 18 ستمبر 1903ء) (ملفوظات جلد سوم ص 426)

کوئی بیماری لاعلاج نہیں

''ایک بیمار حضرت صاحب کی خدمت میں پیش ہوا اور اس نے دعا کے واسطے عرض کی اور اپنی حالت پر مایوسی کا اظہار کیا۔

حضرت نے فرمایا:

''میرا مذہب یہ ہے کہ کوئی بیماری لاعلاج نہیں۔ ہر ایک بیماری کا علاج ہو سکتا ہے جس مرض کو طبیب لاعلاج کہتا ہے اس سے اس کی مراد یہ ہے کہ طبیب اس کے علاج سے آگاہ نہیں ہے۔ ہمارے تجربہ میں یہ بات آچکی ہے کہ بہت سی بیماریوں کو اطباء اور ڈاکٹروں نے لاعلاج بیان کیا مگر اللہ تعالیٰ نے اس سے شفا پانے کے واسطے بیمار کے لئے کوئی نہ کوئی راہ نکال دی بعض بیمار بالکل مایوس ہو جاتے ہیں۔ یہ غلطی ہے۔ خدا تعالیٰ کی رحمت سے کبھی مایوس نہیں ہونا چاہئے اس کے ہاتھ میں سب شفاء ہے۔

سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب مدراس والے ایک ضعیف آدمی ہیں۔ ان کو مرض ذیابیطس بھی ہے اور ساتھ ہی کاربنکل نہایت خوفناک شکل میں نمودار ہوا اور پھر عمر بھی بڑھاپے کی ہے۔ ڈاکٹروں نے نہایت گہرا چیرہ دیا اور ان کی حالت نہایت خطرناک ہوگئی یہانتک کہ ان کی نسبت خطرہ کے اظہار کے خطوط آنے لگے۔ تب میں نے ان کے واسطے بہت دعا کی تو ایک روز اچانک ظہر کے وقت الہام ہوا۔''

آثار زندگی

''اس الہام کے بعد تھوڑی دیر میں مدراس سے تار آیا کہ اب سیٹھ صاحب موصوف کی حالت روبصحت ہے۔'' (ملفوظات جلد پنجم ص 59)

بیمار اپنا علاج کرائے

''بیمار کو چاہئے کہ اول اپنا علاج کرائے۔ اگر بیمار اپنا علاج نہ کرے اور چند قصے سننے لگے تو اس سے وہ اچھا نہ ہو جائے گا۔ ایک شخص جو اپنی خراب صحت کے سبب دو چار روز میں مرنے والا ہے اگر وہ کہے کہ میں امریکہ کی سیر کے واسطے جاتا ہوں تاکہ دنیا کے عجائبات دیکھوں تو یہ اس کی نادانی ہے۔ اس کو تو چاہئے کہ اول اپنا علاج کرائے۔ جب تندرست ہو جائے تو پھر سیر بھی کر سکتا ہے۔ حالت بیماری میں تو سیر وسیاحت اور بھی نقصان رساں ہوگی۔'' (ملفوظات جلد پنجم ص 105)

علاج اور توکل میں ہم آہنگی

علاج اور توکل میں ہرگز کوئی تضاد نہیں چنانچہ فرماتے ہیں:۔

''پیغمبر خدا ﷺ خود کس قدر متوکل تھے مگر ہمیشہ لوگوں کو دوائیں بتلاتے تھے۔'' (ملفوظات جلد دوم صفحہ 406)

کوئی مرض نا قابل علاج نہیں

''حدیث میں آیا ہے مَا مِنْ دَاءٍ اِلَّا وَلَہٗ دَوَاءٌ ایک مشہور ڈاکٹر کا ہمیں قول یاد ہے وہ کہتا ہے کہ کوئی مرض بھی نا قابل علاج نہیں ہے بلکہ یہ ہماری سمجھ اور عقل وعلم کا نقص ہے کہ ہمارے علم کی رسائی وہاں تک نہیں ہوتی۔ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس مرض کے واسطے بعض ایسے ایسے اسباب پیدا کئے ہوں جن سے وہ شخص جس کو ہم نا قابل علاج یقین خیال کرتے ہیں قابل علاج اور صحت یاب ہو کر تندرست ہو جاوے پس قطعی حکم ہرگز نہ لگانا چاہئے بلکہ اگر رائے ظاہر بھی کرنی ہو تو یوں کہہ دو کہ ہمیں ایسا شک پڑتا ہے مگر ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کوئی ایسے سامان پیدا کر دے کہ جن سے یہ روک اٹھ جاوے اور بیمار اچھا ہو جاوے۔ دعا ایک ایسا ہتھیار خدا تعالیٰ نے بنایا ہے کہ انہونے کام بھی جن کو انسان ناممکن خیال کرتا ہے ہو جاتے ہیں کیونکہ خدا کے لئے کوئی بات بھی انہونی نہیں۔'' (ملفوظات جلد پنجم ص 500)

ہر مرض کا علاج

''یہ فخر قرآن مجید ہی کو ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں ہر مرض کا علاج بتایا ہے اور تمام قویٰ کی تربیت فرمائی ہے اور جو بدی ظاہر کی ہے اس کے دور کرنے کا طریق بھی بتایا ہے اس لئے قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہو اور دعا کرتے رہو۔ اپنے چال چلن کو اس کی تعلیم کے ماتحت رکھنے کی کوشش کرو''

(ملفوظات جلد 5 ص 102)

علاج کی پانچ صورتیں

اسی طرح فرمایا:۔

''علاج کی چار صورتیں تو عام ہیں دوا سے، غذا سے، عمل سے، پرہیز سے علاج کیا جاتا ہے۔ ایک پانچویں قسم بھی جس سے سلب امراض ہے وہ توجہ ہے............ دعا بھی توجہ ہی کی ایک قسم ہوتی ہے توجہ کا سلسلہ کڑیوں کی طرح ہوتا ہے جو لوگ حکیم اور ڈاکٹر ہوتے ہیں ان کو اس فن میں مہارت پیدا کرنی چاہئے۔'' (ملفوظات جلد دوم ص 280)

لا علاج امراض کا علاج

''جن امراض کو اطباء اور ڈاکٹر لا علاج کہہ دیتے ہیں۔ ان کا علاج بھی دعا کے ذریعہ سے ہوسکتا ہے۔'' (ملفوظات جلد 4 صفحہ 256)

علاج بذریعہ الہام

حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

''طبیب کے واسطے بھی مناسب ہے کہ اپنے بیمار کے واسطے دعا کیا کرے کیونکہ سب ذرہ ذرہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ خدا تعالیٰ نے اس کو حرام نہیں کیا کہ تم حیلہ کرو۔ اس واسطے علاج کرنا اور اپنے ضروری کاموں میں تدابیر کرنا ضروری امر ہے لیکن یاد رکھو کہ مؤثر حقیقی خدا تعالیٰ ہی ہے۔ اسی کے فضل سے سب کچھ ہوسکتا ہے۔ بیماری کے وقت چاہئے کہ انسان دوا بھی کرے اور دعا بھی کرے۔ بعض وقت خدا تعالیٰ مناسب حال دوائی بھی بذریعہ الہام یا خواب بتلا دیتا ہے اور اس طرح دعا کرنے والا طبیب علم طب پر ایک بڑا احسان کرتا ہے۔ کئی دفعہ اللہ تعالیٰ ہم کو بعض بیماریوں کے متعلق بذریعہ الہام کے علاج بتا دیتا ہے۔ یہ اس کا فضل ہے۔'' (ملفوظات جلد 5 صفحہ 53)

لِکُلِّ دَاءٍ دَوَاءٌ کا وسیع مفہوم

''ہر ایک مرض کا علاج موجود ہے لِکُلِّ دَاءٍ دَوَاءٌ۔ افسوس! لوگ آپؐ کے اس مبارک قول کی قدر نہیں کرتے اور اس کو صرف ظاہری امراض تک ہی محدود سمجھتے ہیں۔ یہ کس قدر نادانی اور غلطی ہے۔ جس حال میں ایک فانی جسم کے لئے اس کی اصلاح اور بھلائی کے کل سامان موجود ہیں، تو کیا یہ ہوسکتا ہے کہ انسان کی روحانی امراض کا مداوا اللہ تعالیٰ کے حضور کچھ بھی نہ ہو؟ ہے! اور ضرور ہے!!''

(ملفوظات جلد اول ص 86)

علاج اور انسانی علم

''بعض دنیا دار فلسفی اور ڈاکٹر حضرات اپنے علم کو یقینی اور قطعی سمجھنے لگ جاتے ہیں حالانکہ انسان خواہ کس قدر بھی ترقی کر جائے اس کا علم ایک دائرے تک ہے اور بہت زیادہ معاملات ایسے ہیں جس کے بارے میں اسے کچھ بھی معلوم نہیں ہوتا۔'' حضور فرماتے ہیں:

''بہت سے امراض اس قسم کے ہیں جن کی ماہیت ڈاکٹروں کو بخوبی معلوم نہیں ہوسکتی۔ مثلاً طاعون یا ہیضہ ایسے امراض ہیں کہ ڈاکٹر کو اگر پلیگ ڈیوٹی پر مقرر کیا جاوے تو اُسے خود ہی دَست لگ جاتے ہیں۔ انسان جہاں تک ممکن ہو

علم پڑھے اور فلسفہ کی تحقیقات میں محو ہو جاوے لیکن بالآخر اُس کو معلوم ہو گا کہ اُس نے کچھ ہی نہیں کیا۔ حدیث میں آیا ہے کہ جیسے سمندر کے کنارے ایک چڑیا پانی کی چونچ بھرتی ہو۔ اس طرح خدا تعالیٰ کے کلام اور فعل کے معارف اور اسرار سے حصہ ملتا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 58)

دوا اور غذا کی تاثیرات

’’اللہ تعالیٰ علمی سلسلہ کو ضائع کرنا نہیں چاہتا اس لئے اس نے آدم کی پیدائش کے وقت ان ستاروں کی تاثیرات سے بھی کام لیا ہے جن کو اس نے اپنے ہاتھ سے بنایا تھا اور یہ ستارے فقط زینت کے لئے نہیں ہیں جیسا عوام خیال کرتے ہیں بلکہ ان میں تاثیرات ہیں۔ جیسا کہ آیت وَزَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنۡیَا بِمَصَابِیۡحَ وَ حِفۡظًا سے، یعنی حفظاً کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے۔ یعنی نظام دنیا کی محافظت میں ان ستاروں کو دخل ہے اسی قسم کا دخل جیسا کہ انسانی صحت میں دوا اور غذا کو ہوتا ہے جس کو الوہیت کے اقتدار میں کچھ دخل نہیں بلکہ جبروت ایزدی کے آگے یہ تمام چیزیں بطور مردہ ہیں۔ یہ چیزیں بجز اذن الٰہی کچھ نہیں کرسکتیں۔ ان کی تاثیرات خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔ پس واقعی اور صحیح امر یہی ہے کہ ستاروں میں تاثیرات ہیں جن کا زمین پر اثر ہوتا ہے۔ لہٰذا اس انسان سے زیادہ تر کوئی دنیا میں جاہل نہیں کہ جو بنفشہ اور نیلوفر اور تربد اور سقمونیا اور خیار شنبر کی تاثیرات کا تو قائل ہے مگر ان ستاروں کی تاثیرات کا منکر ہے جو قدرت کے ہاتھ کے اول درجہ پر تجلی گاہ اور مظہر العجائب ہیں۔‘‘

(تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن جلد 17 ص 282 حاشیہ)

دوا کے استعمال میں بے احتیاطی نہیں کرنی چاہئے

’’غریب ممالک میں عام طور پر دواؤں کا استعمال بلا سوچے سمجھے اور بے احتیاطی سے کیا جاتا ہے۔ کسی ایک مریض کیلئے ڈاکٹر نے جو دوا دی وہ گھر میں پڑی رہتی ہے اور کسی دوسرے مریض کو بغیر مناسب غور و فکر کے استعمال کروادی جاتی ہے۔ دوا کے استعمال میں یہ بے احتیاطی مناسب نہیں ہے اور اس کے نتائج خطرناک بھی ہو سکتے ہیں۔ دوا ہمیشہ معالج کے مشورے کے بعد استعمال کرنی چاہئے اور دوا کی خوراک کا بھی پورے طور پر خیال رکھنا چاہئے۔‘‘

حضور فرماتے ہیں:



اعلان

برائے تدوین کتاب محترم ثاقب زیروی صاحب

خاکسار عبدالرزاق خاں ایک کتاب محترم ثاقب زیروی شاعر لاہور مرحوم کے متعلق لکھنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ وہ علم کا ستون جو مسلسل پچاس سال تک آسمانِ صحافت کا ایک درخشاں ستارہ رہا۔ تعمیر پاکستان کا مجاہد، اسلام کا بطل جلیل، خلافت کا سلطان نصیر، جس نے ہمیشہ اسلامی اخلاق کو ملحوظ خاطر رکھا۔ مومنانہ شان سے ایک ظالم حکومت کو ہمیشہ آئینہ دکھایا۔ مقدمات جھیلے۔ مگر حق گوئی اور بے باکی کی قندیل جلائے رکھی۔ ایسے مجاہد اور مومن کی یادیں تازہ کرنے کو جی چاہتا ہے۔ ثاقب زیروی کے زمانے کے لوگ ناپید ہوتے جا رہے ہیں اگر اس دور کی یادیں کچھ محفوظ ہو جائیں تو میرے خیال میں کچھ تو اس عظیم ہستی کا ہم حق ادا کرسکیں گے۔ آج سے ہی خاکسار کو کچھ نہ کچھ مواد ثاقب زیروی کے متعلق بھجوائیں تاکہ آپ معاون ثابت ہوسکیں۔ شکریہ احباب

خاکسار

عبدالرزاق خاں رانا لندن 00447886304637

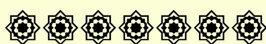
ranarazzaq52@gmail.com



’’علم طبابت ظنی ہے کسی کو کوئی دوا پسند کسی کو کوئی۔ ایک دوا ایک شخص کے لئے مضر ہوتی ہے دوسرے کے لئے وہی دوا نافع۔ دوائیوں کا راز اور شفا دینا خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے کسی کو یہ علم نہیں کل ایک دوائی مَیں استعمال کرنے لگا تو الہام ہوا ’’خطرناک‘‘ دوائیں اندازہ کرنے پر مطمئن نہیں ہونا چاہئے بلکہ ضرورتوں کو لینا چاہئے۔‘‘

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 437)

(بحوالہ الفضل آن لائن)



شیخ اظہر احمد ملائشیا

آنچ جاتی ہے گناہ کی جہنم دہکائے جانا
ممکن کہاں ہو گا حشر میں آنکھ ملائے جانا

دیتا ہے ہر آن اجازت محبوبِ الٰہی تم کو
دعا کی اوٹ سے پھر تیرا کیوں شرمائے جانا

فضل کے ہر راگ کو گیت نیا کر دے
چمن چمن زندگی احسانوں کو تیرے بس گنگنائے جانا

آ جائے گر بے چینی تو اکسیر ہے ذکرِ مولا
ورنہ مقدر ہے پھر تیرا مشکل ہر گھبرائے جانا

سننا شور اِک لگا کان پہلو میں دل کا
لطف میں پھر تیرے مسلسل دِل اپنا دبائے جانا

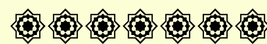
ہوتا ہے شہرِ منافق میں میرے روز تماشا یارو
بچھا کے نفرت سی دِل میں ہاتھ ملائے جانا

پڑا ہے منکر کوئی تیرے عشق جب سے پیارے
ہو گیا سچ سینے میں پتھر کوئی ہلائے جانا

گر ہمت میری تیرے فضل سے گزارش کر دے
پھر ہی ممکن ہے میرا گناہوں سے اُکتائے جانا

حق کلمہ ہے مگر تم سے محبت ہے نماز
پہلو بل بیٹھے بیٹھے بھی حالِ دِل سنائے جانا

بزمِ رحمان میں بڑی دیر سے اظہر آیا ہے تو
ہاتھ دِل باندھ اب یار کو بس منائے جانا

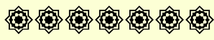


کونوا مع الصادقین
حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ



حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرماتے ہیں:۔

’’ہزاروں خطوط میرے پاس آتے ہیں جن میں ظاہری بیماریوں کے ہاتھ سے نالاں لوگوں نے جو جو اضطراب ظاہر کیا ہے میں اسے دیکھتا ہوں لیکن مجھے حیرانی ہوتی ہے کہ وہ ظاہری بیماریوں کے لئے تو اس قدر گھبراہٹ ظاہر کرتے ہیں مگر باطنی اور اندرونی بیماریوں کے لئے انہیں کوئی تڑپ نہیں۔ باطنی بیماریاں کیا ہوتی ہیں؟ یہی بدظنی، منصوبہ بازی، تکبر، دوسرے کی تحقیر، غیبت اور اس قسم کی بدذاتیاں اور شرارتیں، شرک، ماموروں کا انکار وغیرہ۔ ان امراض کا وہ کچھ بھی فکر نہیں کرتے اور معالج کی تلاش انہیں نہیں ہوتی۔ میں جب ان بیماریوں کے خطوط پڑھتا ہوں تو حیرت ہوتی ہے کہ کیوں یہ اپنے روحانی امراض کا فکر نہیں کرتے۔‘‘ (خطبات نور جلد 1 خطبہ نمبر 20 صفحہ 231)

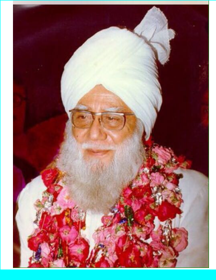


مغفرت ایک دعا ہے



حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ بیان فرماتے ہیں۔

’’وَاسْتَغْفِرْہُ اور اس سے مغفرت طلب کر۔ غفر کے معنی ہیں ڈھانکنا۔ دبانا۔ تمام انبیاء خدا تعالیٰ سے مغفرت مانگا کرتے تھے اور مغفرت مانگنے کے یہ معنی ہیں کہ انسان چونکہ کمزور ہے۔ اس کو معلوم نہیں کہ کون سا کام اس کے لئے بہتری کا ہے اور کون سا نقصان کا کام ہے اور تکلیف کا راستہ ہے۔ پس مغفرت ایک دعا ہے کہ انسان اپنے خدا سے یہ دعا مانگتا ہے کہ وہ اس کے واسطے نیکی کی راہ پر چلنے کے اسباب مہیا کرے۔ جن سے وہ بدی سے بچا رہے اور کسی طرح کے حرج اور تکلیف میں پڑنے سے محفوظ رہے۔ خدا تعالیٰ کے انعام کے حاصل کرنے کے واسطے مغفرت طلب کرنا نہایت ضروری ہے۔‘‘ (حقائق الفرقان جلد 4 صفحہ 523)



حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی دعائیں اور قبولیت دعا کے واقعات

(انجینئر محمود مجیب اصغر)



دعا کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب "برکات الدعا" بہترین کتاب ہے جو آپ نے منکرین دعا بالخصوص سر سید احمد خان صاحب کے لئے تصنیف فرمائی تھی۔

حضرت مولوی نور الدین صاحب فرماتے ہیں "سید احمد خان مجھے جانتے تھے اور میں ان کو اچھی طرح جانتا تھا ان کی "الدعا والاستجابت" پر میری تحریک سے "برکات الدعا" رسالہ نکالا تھا جس کے بعد انہوں نے خط و کتابت کا سلسلہ مجھ سے زیادہ کرلیا اور قریب ایام مرگ مجھے لکھا کہ بدون نصرت الٰہیہ اور دعا کے کچھ بھی نہیں ہوسکتا" (ارشادات نور جلد اول صفحہ 87)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو قبولیت دعا کا نشان عطا کیا گیا اور آپ نے مخالفین کو قبولیت دعا کا چیلنج بھی دیا اور دعا کے مضمون کو واضع کرتے ہوئے فرمایا

"....مقبولوں کی دعائیں بھی کثرت سے قبول ہوتی ہیں............ان کے انفاس پاک سے اور ان کی برکات سے یہ جہان آباد ہو رہا ہے انہیں کی برکت سے بارشیں ہوتی ہیں اور انہیں کی برکت سے دنیا میں امن رہتا ہے اور وبائیں دور ہوتی ہیں اور فساد مٹائے جاتے ہیں......."

(روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 228)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد اپنے اپنے دور میں آپ کے خلفاء کو بھی قبولیت دعا کا نشان دیا گیا جس کا اظہار مختلف مواقع پر ہوتا رہا ہے چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے اپنی خلافت کے پہلے جلسہ سالانہ پر احباب جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا

''...میں نے آپ کی تسکین قلب کے لئے، آپ کا بار ہلکا کرنے کے لئے، آپ کی پریشانیوں کو دور کرنے کے لئے اپنے رب رحیم سے قبولیت دعا کا نشان مانگا ہے اور مجھے پورا یقین اور پورا بھروسہ ہے اس پاک ذات پر کہ وہ میری اس التجا کو رد نہیں کرے گا۔"

(جلسہ سالانہ کی دعائیں 1965 تا 1975 صفحہ 4 روزنامہ الفضل 30 دسمبر 1965ء)

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو قبولیت دعا کا نشان عطا فرمایا جس کی جھلک آپ کی خلافت کے 18 سالوں میں روز روشن کی طرح نظر آتی ہے۔

اس مضمون میں اختصار کے پیش نظر آپ کی چند دعائیں اور قبولیت دعا کے واقعات پیش کئے جاتے ہیں جو پہلے اس عاجز کی آپ کی سیرت و سوانح کے سلسلے میں تحریرات میں نہیں آئے۔

خدائے رحمان کا دروازہ

''...وہ دعا جو تدبیر کا حصہ بنتی اور مادی تدبیر کی کامیابی کے لئے کی جاتی ہے اور خدا کی صفت رحیمیت کو جوش میں لاتی ہے.....اگر تدبیر ناکام ہو جائے یا اگر تدبیر سوجھے ہی نہ ہر دو صورتوں میں ہمیں خدائے رحمان کا دروازہ کھٹکھٹانا چاہیے جس وقت مریض لاعلاج قرار دے دیا جاتا ہے اور مادی تدبیر کو کامیاب اور نتیجہ خیز بنانے کے لئے کی گئی دعائیں بھی قبول نہیں ہوتیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تقدیر مبرم ہے اس وقت اگر رحمان کی صفت رحمانیت کے آگے عاجزی اختیار کی جائے اور اپنے رحمان خدا سے یہ کہا جائے کہ اے ہمارے رب! تو رحیم بھی ہے، تو رحمان بھی ہے، ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم تیری صفت رحیمیت کا دروازہ کھلوانے میں ناکام ہوئے ہیں اب ہم تیری رحمان ہونے کی صفت کے حضور جھکتے ہیں اور درخواست کرتے ہیں کہ نہ ہمارا کوئی عمل نہ کوئی تدبیر جس طرح تو نے سورج اور چاند کو نیز بے شمار ستاروں کو ہماری فلاح اور بہبود کے لئے پیدا کیا ہے اب بھی اپنی رحمانیت کی صفت کا جلوہ دکھا اور یہ کام کر دے تو جب رشتے دار مایوس ہو جاتے ہیں اور طبیب مریض کو لاعلاج قرار دیتا ہے اور وہ دعائیں جو تدبیر کا ہی حصہ ہیں، تدبیر بھی ہیں، وہ بھی قبولیت حاصل نہیں کرتیں

اس وقت اگر ہم رحمان خدا کا دروازہ کھٹکھٹائیں تو بسا اوقات وہ ہمارے لئے کھولا جاتا ہے ہمارے رب نے جس طرح بے شمار چیزیں ہمارے اعمال سے بھی پہلے ہمارے لئے پیدا کر دی تھیں اور ان کو ہماری خدمت میں لگا دیا تھا وہ خدائے رحمان اپنی تمام قدرتوں اور طاقتوں کے ساتھ آج بھی اسی طرح زندہ ہے جس طرح آج سے پہلے تھا۔غرض جب رحیمیت کا دروازہ نہ کھلے تو ہمیں رحمانیت کے دروازے پہ جا کے کھڑے ہو جانا چاہیئے کہ تدبیریں تو نے پیدا کیں ان کے استعمال کا ہمیں حکم دیا تدبیروں کو کمال تک پہنچانے کے لئے تدبیر کا ہی ایک حصہ بنا کر تدبیر کی کامیابی کے لئے دعا کا ہم کو حکم دیا، ہم نے اپنے جتن کئے، ہم کامیاب نہیں ہوئے اس لئے تو ہمارے لئے اپنی صفت رحمانیت کو جوش میں لا اور ہماری ضرورت کو پورا کر جس طرح بے شمار ضرورتیں تو نے ہمارے بغیر کسی عمل اور استحقاق کے اس سے پہلے پوری کر دیں۔''

(انوار القرآن جلد اول صفحہ 14،15)

خدا کے فرشتوں نے جھنجھوڑا

''...ایک دفعہ ایک دوست نے لکھا کہ اس کے ایک عزیز پر قتل کا مقدمہ ہو گیا ہے قتل ہوا تھا کوئی، قاتلوں کے نام بھی بیچ میں آئے کئی معصوموں کے نام بھی آجاتے ہیں غلط فہمیاں بھی ہو جاتی ہیں پیدا لکھا میرا عزیز جو ہے وہ بالکل بے گناہ ہے لیکن قتل کے مقدمے میں ملوث ہو گیا ہے اور سیشن جج نے پھانسی، پنجاب کے ہائی کورٹ نے پھانسی، سپریم کورٹ نے پھانسی سنا دی گورنر نے ہماری اپیل رد کر دی ہے اور اب ہم پریذیڈنٹ صاحب کے پاس اپیل کر رہے ہیں اور وکلا کہتے ہیں کہ آج تک تاریخ میں کوئی ایسا واقعہ نہیں ہوا کہ ان حالات میں صدر مملکت اس قسم کی اپیل کو منظور کر لے۔اتنا بھیانک نقشہ انہوں نے کھینچا ہوا تھا اپنے خلاف کہ میرے دماغ میں پہلا جو خیال آیا وہ غلط تھا دماغ میں یہ فقرہ بنا کہ ان حالات میں پھر جو اللہ چاہتا ہے اس کی رضا پہ راضی رہو تو اس وقت مجھے خدا کے فرشتے نے جھنجھوڑا کہ اپنے ایک احمدی کو تم اس وقت یہ سبق دینا چاہتے ہو کہ اس کی زندگی میں ایک ایسا وقت بھی آسکتا ہے جب خدا تعالیٰ بھی اس کی مدد نہیں کر سکتا خیر میں کانپ اٹھا بڑی استغفار کی اور ان کو میں نے یہ لکھا کہ دعائیں کرو میں بھی دعا کروں گا خدا تعالیٰ کے آگے تو کوئی چیز انہونی نہیں ہے جو وہ چاہتا ہے کرتا ہے۔میرا خط چلا گیا کوئی دس پندرہ دن کے بعد ان کا خط آیا کہ وہ چھوٹ کر ہمارے گھر آ گیا ہے تو قرآن نے واعلان کیا تھا

ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ (الطلاق:4)

ضمانت پر رہا ہو کے گھر نہیں آئیں گے بری ہو کر آجائیں گے

"ایک اور دوست ہیں اچھے زمیندار وہ اسی طرح کسی کیس میں ملوث ہوئے ان کا پرچے میں نام آگیا ان کے گھر سے بڑی فکرمندان کی اہلیہ صاحبہ آئیں اور بار بار کہیں دعا کریں ضمانت پہ رہا ہو کے گھر آجائیں بہت پیچھے پڑی رہیں میں نے کہا دعا کریں گے۔

میں نے دعا کی تو مجھے بتایا گیا کہ ضمانت پر رہا ہو کے گھر نہیں آئیں گے بری ہو کے آجائیں گے ۔

دوسری دفعہ آئیں تو میں نے انہیں کہا ضمانت کی ساری کوششیں چھوڑ دو پندرہ دن مہینہ ڈیڑھ مہینہ لگ جائے ضمانت پہ یہ شخص رہا نہیں ہوگا بری ہوگا اور انہوں نے میرے کہنے کے باوجود بڑی کوششیں کیں ادھر ادھر سے ساری کوششیں ناکام ضمانت پہ رہا نہیں ہوئے بری ہو کے گئے گھر میں۔''

(انوار القرآن جلد سوم صفحہ 331)

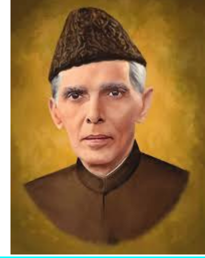
استعدادوں کی نشوونما کی دعا

"اے خدا جو تو نے مجھے قوتیں اور استعدادیں دی ہیں اپنے فضل سے مجھے یہ توفیق عطا کر کہ میں اپنی ہر قوت اور استعداد کی نشوونما کروں اور اسے کمال تک پہنچاؤں اور ان سے بہترین فائدہ تیری رضا کے حصول کے لئے حاصل کروں اور اپنے نفس کی اس کامل اور صحیح نشوونما کے بعد جب اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال ہو جائے انسان کے تو جو دنیا کی نعمتیں ہیں ان کو حاصل بھی کروں اس رنگ میں جو تجھے پسند ہو اور استعمال بھی کروں اس طریق پر جو تیری رضا کے حصول میں مد اور معاون ہو''۔(انوار القرآن جلد اول صفحہ 269)

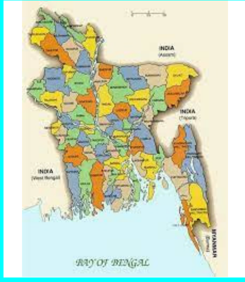
مذہبی آزادی کی دعا

"اے واحد و یگانہ رب! ہم صرف تیرے ہی بندے ہیں صرف تجھ پر ہمارا توکل ہے اور تجھ سے ہی ہم دعا کرتے ہیں کہ تنگی اور ظلم کے ان ایام کو دور فرما اور آزادی اور کامیابی کا راستہ نکال" (قلمی نوٹس سورۃ الکھف)





بنگلہ دیش اور قائداعظم کا تصور پاکستان



سید افضال احمد، کینیڈا

قائداعظم نے اگست 1947 میں پاکستان کی پہلی قانون ساز اسمبلی میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا کے آج سے اس مملکت کا ہر شہری آزاد ہے مندروں میں گرجا گھروں میں اور مسجدوں میں جانے کے لیے آپ کا تعلق کسی بھی مذہب سے ہو ریاست کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے یعنی پاکستان کوئی مذہبی ریاست نہیں ہوگا۔ اس طرح ایک اور موقع پر قائد نے یہ فرمایا تھا کے پاکستان ایک جمہوری ملک ہوگا جہاں عوام پر عوام کے ذریعے حکومت کی جائے گی

اگر آپ قائد کے فرمودات کو ذہن میں رکھتے ہوئے پاکستان اور بنگلہ دیش کا موازنہ کریں تو محسوس ہوتا ہے کے بنگلہ دیش قائد کے تصور پاکستان سے زیادہ قریب ہے۔ آئے ہم اس کا ایک تقابلی موازنہ کرتے ہیں

1۔ کیا بنگلہ دیش میں اسلام خطرے میں ہے۔ جی نہیں ماشا اللہ 90 فیصد بنگالی مسلمان ہیں اور وہاں کی مسجدیں آباد ہیں نہ وہاں مسجدوں پر پہرے لگائے جاتے ہیں نہ وہاں نمازیوں پر فائرنگ کی جاتی ہے جبکہ پاکستان میں اسلام ہر وقت خطرے میں ہوتا ہے اور لوگ دین کے نام پر ایک دوسرے کو مارنے کے لئے ہر وقت تیار رہتے ہیں۔

2۔ کیا بنگلہ دیش میں اقلیتیں محفوظ ہیں۔ جی ہاں بنگلہ دیش کی 10 فیصد آبادی غیر مسلموں پر مشتمل ہے لیکن وہ آزاد ہیں اپنی عبادت گاہوں میں جانے کے لیے اور نہ ہی وہاں پر ہندو مسلم فسادات ہوتے ہیں۔ جبکہ ہم لوگوں نے اقلیتوں کا جینا حرام کیا ہوا ہے

3۔ کیا بنگلہ دیش میں جمہوریت خطرے میں ہے۔ بنگلہ دیش کے قیام کے ابتدا میں فوج (بہرحال وہ پاکستانی فوج کا حصہ تھے اور پاکستانی فوج کی طرح حکومت کرنا اپنا حق سمجھتے تھے) نے بنگلہ دیش کی سیاست میں عمل دخل شروع کیا تھا لیکن جمہور پسند بنگالیوں نے انھیں واپس بیرکوں میں بھیج دیا یعنی اب بنگلہ دیش میں جمہوریت محفوظ ہے۔ جبکہ ہمارے یہاں ستر سال بعد بھی فوج سیاست میں مداخلت کر رہی ہے۔

4۔ کیا بنگلہ دیش میں سیاسی پارٹیاں بنگلہ دیش کو ایک مذہبی ریاست بنانا چاہتی ہیں۔ جی نہیں سوائے جماعت اسلامی کے باقی ساری سیاسی پارٹیاں بنگلہ دیش کو ایک سیکولر ریاست دیکھنا چاہتی ہیں۔ جبکہ ہمارے ہاں جماعت اسلامی سے لے کر جمیعت علما اسلام پاکستان کو ایک مذہبی ریاست بنانے پر تلی ہوئی ہیں۔

5۔ کیا مختصر فوج کے ساتھ بنگلہ دیش کو بھارت سے کوئی خطرہ ہے۔ بنگلہ دیش کو پتا ہے کہ اس کی افواج بھارتی فوج کا مقابلہ نہیں کر سکتی لیکن بنگلہ دیش کو یہ بھی پتا ہے کہ بین الاقوامی قوانین کی موجودگی میں بھارت بنگلہ دیش پر قبضہ نہیں کر سکتا لہٰذا اس نے دفاع پر خرچ کم کر کے تعلیم اور صحت کہ بجٹ میں اضافہ کر دیا اور آج خواندگی کی شرح میں سری لنکا کے بعد جنوبی ایشیا میں سب سے آگے ہے۔ جبکہ ایٹمی قوت ہونے کہ باوجود جو کہ ہماری سلامتی اور ملک کی سرحدوں کی ضامن ہے مسلسل دفاعی بجٹ میں اضافہ کر رہے ہیں اور تعلیم اور صحت کے بجٹ میں کٹوتی کر رہے ہیں جس کا نتیجہ دنیا میں سب سے زیادہ اسکول نہ جانے والے بچے پاکستان میں ہیں۔

6۔ کیا بنگلہ دیش کی حکومت عوام کی فلاح و بہبود کے لیے کام کر رہی ہے۔ جی ہاں بنگلا دیش نے 8 کروڑ لوگوں کو خط غربت سے نکالا گیا ہے۔ ہم لوگوں نے پاکستان کو ایک سیکورٹی اسٹیٹ بنا کر عوام کی فلاح و بہبود کے سارے پروگرام یا تو بند کر دیے ہیں یا ان کا بجٹ کم کر دیا ہے جبکہ گزشتہ 10 سالوں میں پاکستان میں 5 کروڑ لوگ خط غربت سے نیچے چلے گئے ہیں۔

قارئین کرام اپ ہی بتائیں قائد کے تصور پاکستان سے کون سا ملک زیادہ قریب ہے پاکستان یا بنگلہ دیش۔ آئے ہم مل کر دعا کریں کے حکمران اور سیاست داں قائد کے فرمودات پر عمل کر کے پاکستان کو بجائے سیکورٹی اسٹیٹ کے ایک حقیقی جمہوری مملکت بنائیں جہاں عوام کی فلاح و بہبود حکومت کا اولین فرض ہو۔ ۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞



ہمارے مدارس کی حقیقت کیا ہے؟

ارشد زمان

بہت ہی محترم جو اہل دین کے ساتھ محبت رکھتا ہے اور علماء و مدارس کے ساتھ خوش دلی کے ساتھ تعاون کرتا چلا آ رہا ہے، اس دن بہت پریشان اور مضطرب عجیب بات کرتے پایا۔

فرمایا، مجھے تو سخت دھچکا لگا اور ایمان ہی متزلزل ہو کر عدم اطمینان کا سامنا ہے کہ یہ مدارس کے ساتھ ہمارا تعاون کیوں ہے؟

یہاں کیسے لوگ تیار ہو رہے ہیں؟

معاشرے کو تقسیم کرنے والے۔

ممبر رسول پہ بیٹھ کر ایک دوسرے کو ننگی گالیاں نکالنے والے۔

کفر کے فتوے بانٹنے والے۔

بغض، کینہ، حسد، نفرت اور تعصب سے بھرے ہوئے۔

جھوٹ در جھوٹ بولنے والے اور بہتان اور الزامات لگانے والے۔

کیا یہاں سے ڈھیٹ مناظرہ باز نکلتے ہیں؟

یہ سوشل میڈیا پہ میں کیا دیکھتا ہوں؟

سوشل میڈیا نے تو ان کا چہرہ عیاں کیا۔

میرے نزدیک تو یہ لوگ پاکباز اور مقدس تھے لیکن یہ تو ہم عامیان سے بھی بڑھ کر جاہل اور زبان دراز ہیں۔

جب مسلم لیگ کے پرویز رشید نے مدارس کو جہالت کی فیکٹریاں قرار دیا تھا تو اس وقت میں نے ان کو بہت گالیاں دی تھیں لیکن اب تو مجھے اپنے اس غصے اور عمل پہ پچھتاوا ہے۔ یہاں تو واقعی معاملہ کچھ الگ اور گڑبڑ ہے۔

ہم نے انھیں مکمل سنا تا کہ اس کا غصہ ٹھنڈا ہو جائے اور ہماری بھی کوئی بات سن ہی لے۔ ہم نے گزارش کی کہ بابا، نہ سب مدارس ایک جیسے ہیں اور نہ یہاں سے فارغین ایک جیسے۔

یہ جو آپ کو فیس بک پہ مناظر باز نظر آ رہے ہیں یہ صاف پانی کے اوپر وہ کچرا ہے کہ جو بہت ہلکا ہے اگر اسے ہٹایا جائے اور جو ویسے بھی پانی کے بہاؤ میں تیزی آنے سے کناروں سے چپک کر رہ جاتا ہے، تو نیچے بہت صاف پانی ہے جو گہرا بھی ہے، وسیع بھی ہے اور میٹھا بھی ہے۔

یہ چند محدود سے تنگ نظر ہیں جنہیں تعصب وراثت میں ملا ہے۔ جن کی خمیر ہی میں شر اور نفرت رچی بسی ہے بلکہ درست بات یہ کہ بسائی گئی ہے۔ بغض، کینہ اور حسد ان کی خون میں شامل کرایا گیا ہے۔ "حسن بن صباح کی جنت" کوئی کہانی نہیں بلکہ زمین پر ایک حقیقت ہے جہاں بہت ساروں کو سیر کرائی جاتی تھی اور جن کی برین واشنگ کی جاتی رہی۔ کیا اس "جنت" کی خباثتوں کو جان کر ہم اللہ رب العالمین کی جنت پر ایمان متزلزل کر لیں؟

کیا حسن بن صباح کی "چشمہ شراب" کی حقیقت جان کر رسول اللہ ﷺ کے حوض کوثر سے بدگمان ہو جائیں؟

اس لئے حق اور حقیقت کو مکمل جانے بغیر اسے جھٹلانا درست طرز عمل نہیں ہے۔

ہم نے بابا کی اکتاہٹ کو محسوس کر کے مزید دلائل دینے سے احتراز کیا اور امید بھری نظروں سے ان کی طرف دیکھا۔ انھوں نے فرمایا، ہوسکتا ہے کہ آپ کی باتوں میں کچھ صداقت بھی ہو لیکن فی الحال تک میں بہت مضطرب اور منتشر خیالی سے دوچار ہوں اس لیے آپ کی کوئی بات میری دماغ میں جگہ نہ پا سکی۔ مناسب یہی ہوگا کہ کسی اور وقت ٹھنڈے دل و دماغ کے ساتھ اس موضوع پہ بات کر لی جائے۔

رخصت ہو کے پلٹ کر فرمایا،

امیر صاحب، ہم نے تو یہ سنا تھا کہ یہ لوگ مولانا مودودی پر الزامات لگایا کرتے ہیں، لیکن ابھی پتہ چلا کی یہ ظالم کے بچے تو آپس میں بھی دست و گریباں ہیں اور مولانا کے ساتھ جو رویہ رہا ہے اس سے دس ہاتھ آگے بڑھ کر

ایک دوسرے کو ننگی گالیاں نکالنے اور دھڑا دھڑ کفر کے فتوے لگانے سے دریغ نہیں کیا کرتے۔یہ کیسی مخلوق ہے؟

ہم نے مصنوعی مسکراہٹ منہ پہ سجانے کی کوشش کر کے دو قدم آگے بڑھ کر ان کے ہاتھ کو تھامے کہا، مجھے یقین ہے کہ آپ اپنے تعاون کو بدستور جاری رکھیں گے۔

انھوں نے فرمایا،

بھائی، معاملہ چندے اور تعاون کا نہیں بلکہ محبت، احترام اور تقدس کا ہے۔ یقین جانیے مجھے شاک پہنچا ہے اور امید و یقیں کے منار دھڑام سے گر پڑے ہیں۔

ہم نے انھیں رخصت کرنے میں ہی عافیت سمجھی۔اب باقی کام اہل مدارس اور علماء کرام کا ہے کہ وہ کس طرح معاشرے کی نظروں میں گرنے سے اپنے آپ کو بچانے کی فکر کرتے ہیں۔



مولانا منظور مینگل کو خراج تحسین

سلیم جاوید

سیالکوٹ سے تعلق رکھنے والے میرے ایک محترم کولیگ ہیں۔کئی برس کی محفل آرائی کا نتیجہ ہے کہ مولانا فضل الرحمان صاحب کے فین بن گئے ہیں۔کل رات انہوں نے واٹس ایپ پر مولانا منظور مینگل کی تقریر سنی اور دیکھی جسکے بعد، اپنے ضبط نفس کے باوجود، ایکبار پھر مولوی طبقہ پر لعنت پڑھی ہے۔

مولانا منظور مینگل جیسی انقلابی شخصیت کو خراج تحسین پیش نہ کرنا زیادتی ہوگی جو اہل اسلام کی برسوں کی محنت کو منٹوں میں برباد کرنے کا ہنر رکھتے ہیں۔انکی پہلی ویڈیو نے علمائے دیوبند کے منہ پر کالک ملی تھی تو حالیہ ویڈیو، آنے والے زمانوں میں جمعیت علماء کو "میڈل" عطا کرتی رہے گی۔

خاکسار کی مولانا فضل الرحمان سے محبت اور مولوی طبقہ سے بیزاری کسی سے مخفی نہیں ہے لیکن آجکل میری حالت میرے ایک محترم انصافی دوست سے مختلف نہیں ہے۔میرے انصافی دوست کا کہنا ہے کہ کئی دن کی کوشش کے

موت ایک مرکب ہے

جو دوست کو دوست سے ملاتا ہے

حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام ایک دفعہ بہت بیمار ہو گئے۔حضور علیہ السلام کے ہاتھ پاؤں سرد پڑ گئے اور بظاہر حال آخری وقت معلوم ہوتا تھا۔مرزا سلطان احمد صاحب مرحوم موجود تھے اور زار زار رو رہے تھے۔اتنے میں حضور علیہ السلام نے آنکھیں کھولیں اور فرمایا:

''موت کیا ہے؟ یہ ایک مرکب ہے جو دوست کو دوست کے پاس پہنچا دیتا ہے۔اگر موت نہ ہوتی تو سالکوں کے تمام سلوک ناتمام رہ جاتے۔''

(اصحاب احمد جلد چہارم روایت ظفر صفحہ 163)



بعد جب ہم خان صاحب کی کسی بونگی کا دفاع کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو خان صاحب ایک نئی بونگی کے ساتھ میدان مار چکے ہوتے ہیں۔اس معاملے میں تحریک انصاف اور جمعیت علماء نے ایک جیسی قسمت پائی ہے۔فرق صرف یہ ہے کہ اول الذکر جماعت کا سر نیچا کرنے کیلئے خود خان صاحب کو نطق ارزانی کرنا پڑتی ہے جبکہ جمعیت کو شرمندہ کرنے، اسکی دوسرے درجے کی وہ قیادت اپنا حق ادا کرتی ہے جو پاکستان بھر سے مولانا مینگل جیسے ہیروں کو تلاش کر کے، اپنے سٹیج پر خرابہ مچانے کا اہتمام کیا کرتی ہے۔

میں نے گذارش کی تھی کہ آزادی مارچ کو واپس کر دیا جائے۔اس گذارش میں دیگر وجوہات کے علاوہ، ایک یہ بھی ذہن میں تھا کہ مشکل سے بنی عزت کا کباڑہ نہ ہو جائے۔مجھے یقین ہے سٹیج پہ قابض مولوی صاحبان، اپنے جیسے کوتاہ مغز دوستوں کو اسلام آباد بلا کر، انکی خطابت کے جوہر دکھانے کا موقع فراہم کرتے رہیں گے اور پھر ویڈیو کلپس کا یہ ذخیرہ، آنے والے زمانوں میں لبرل حضرات کیلئے ایک نادر تحفہ ثابت ہوگا۔

ایکبار پھر مولانا منظور مینگل کا شکریہ کہ مولوی طبقہ بارے ہماری دیرینہ رائے کی عملی توثیق فرمائی ہے۔فجزاہ اللہ الخیر





بھیڑ کی کھال میں بھیڑیا

تحریر شاہد خان

آج باری ہے مولانا شیرانی کی۔

موصوف آجکل روز" مکی مسجد" میں پاکستان اور قومی سلامتی کے اداروں کے خلاف خطبہ دیتے ہیں۔ پی ٹی ایم والے بڑی تعداد میں خطاب سنتے ہیں۔ خطاب سننے کے بعد ان ارشادات کو سوشل میڈیا کی زینت بھی بناتے ہیں۔

مولانا کے کردار کا پوسٹ مارٹم کرنے سے پہلے ان کے کچھ ارشادات آپ کے گوش گزار کرتے ہیں۔

" پاک فوج کرائے کی فوج ہے اور تم لوگوں کو مار رہی ہے۔ ژوب اور لورالائی میں پاک فوج کا آپریشن امریکہ کو خوش کرنے کے لیے ہے۔ میری تمام علماء اور مساجد کے ملاوؤں سے اپیل ہے کہ اس کے خلاف آواز اٹھائیں۔ تم سب پشتون ہو۔ تم لوگ اکھٹے ہو کر پاک فوج کے سامنے کھڑے ہو اور اس سے سوال کرو۔ آپریشن کے دوران اپنے گھر ہرگز ہرگز خالی نہ کرنا، ڈٹ جانا، قتل ہو جانا"۔۔۔

مولانا شیرانی 2015ء میں لوارائی اور ژوب میں کیے جانے والے آپریشن سے قبل ایک خطاب۔

پی ٹی ایم سے قبل بھی مولانا کی یہ کوشش رہی رہی ہے کسی طرح پشتون قوم پرستی کو ریاست کے خلاف ابھارا جائے۔

"بلوچستان میں کوئی راء اور موساد نہیں۔ اندرونی طاقتیں دہشت گردوں کی پشت پناہی کر رہی ہیں (یعنی پاک فوج) اور یہ گڈ طالبان کون ہیں؟"

اگست 2106ء میں جب کوئٹہ دھماکوں پر پاکستان نے را اور این ڈی ایس کا نام لیا تو مولانا نے تڑپ کر یہ بیان جاری فرمایا تھا۔

بلکل یہی بیانیہ امریکہ اور انڈیا کا بھی ہے۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ ان حملوں سے کچھ پہلے کل بھوشن پکڑا گیا تھا جس کا اعترافی بیان پوری دنیا نے دیکھ لیا تھا لیکن مولانا نے اس پر چپ رہنا مناسب سمجھا۔

ان کے علاوہ ۔۔۔۔۔۔۔۔

" روس کے خلاف جہاد ڈالر جہاد تھا"

" ہماری نصاب میں جہادی آیات امریکہ کے کہنے پر ڈالی گئیں ہیں"

" روس کے خلاف لڑنے والے کرائے کے جنگجو تھے"

" کوئی گڈ طالبان نہیں پاک فوج کو افغان طالبان کے خلاف بھی کارروائی کرنی چاہئے"

2016ء میں انکی ایک پریس کانفرنس کے اقتباسات۔ اس میں مولانا نے پاک فوج کی افغان طالبان کے خلاف نرم پالیسی پر سخت تنقید کی۔

تاہم مولانا نے یہ وضاحت نہیں فرمائی کہ انہی کے جماعت کے امیر مولانا فضل الرحمن جب افغان طالبان کو ڈیزل سپلائی کر کے نوٹ چھاپ رہے تھے تب وہ بھی بیڈ طالبان تھے یا نہیں؟؟

مولانا نے یہ وضاحت بھی نہیں فرمائی کہ سوشلسٹ اور ملحدانہ نظریات کے خلاف افغانستان میں جہاد 1974ء میں شروع ہو چکا تھا؟؟

جب کہ 79ء سے 83ء تک روس کے خلاف پاکستان اکیلے لڑا۔ امریکہ تو 83ء کے بعد آیا۔

یہ تو ہوگئی مولانا کی امریکہ اور روس کے خلاف لڑنے والے مجاہدین کے بارے میں رائے۔ لیکن جب اسی مولانا سے 2010ء میں کیپٹیل ٹی وی کے "عوام" نامی پروگرام میں پاکستان کے خلاف لڑنے والے جنگجوؤں اور خود کش حملوں پر رائے طلب کی گئی تو آپ نے رائے دینے سے انکار کر دیا!

البتہ مولانا شیرانی کشمیری مجاہدین کے بھی سخت خلاف ہیں اور ان کو دہشت گرد سمجھتے ہیں۔

مولانا شیرانی پرائمری پاس ہیں۔ وہ پاکستان کی سب سے سیکولر اور متنازعہ سیاسی شخصیت باچا خان کے بہت قریب رہے ہیں۔ وہ "اسلامی نظریاتی کونسل" کے چیرمین رہ چکے ہیں۔ جسکا کام غیر اسلامی قوانین کی نشاندہی کرنا ہے۔ اس عہدے پر ان کی تقرری آصف زرداری صاحب کی خصوصی فرمائش پر کی گئی تھی۔

مئی 2018ء تک وہ قومی اسمبلی کے رکن رہے۔

دونوں حیثیتوں میں مولانا پرکشش تنخواہ اور بھاری بھرکم مراعات وصول کرتے رہے۔

بطور چیرمین اسلامی نظریاتی کونسل ان ساری مراعات اور پروٹوکولز سے مستفید ہونے کے باوجود مولانا پاکستان سے شدید نفرت کرتے ہیں۔ سلیم صافی کے پروگرام جرگہ میں اس نے پاکستان کو درلااسلام قرار دینے سے یکسر انکار کردیا تھا۔

خیال رہے کہ یہ سوال اس ضمن میں کیا گیا تھا کہ ٹی ٹی پی کے دہشت گرد پاکستان کو کافر ریاست قرار دے کر حملے کرتے ہیں۔

بطور چیرمین اسلامی نظریاتی کونسل مولانا شیرانی کی مشہور ترین سرگرمی تب سامنے آئی جب انکی مولانا طاہر اشرفی کے ساتھ ہاتھا پائی ہوگئی۔ وجہ یہ تھی کہ مولانا شیرانی احمدیوں کو کافر قرار دینے والے قانون پر دوبارہ بحث کرنا چاہتے تھے جبکہ مولانا طاہر اشرفی کا موقف تھا کہ ایک طے شدہ قانون کو دوبارہ زیر بحث لاکر آپ اسکو کیوں متنازعہ بنانا چاہتے ہیں؟؟

اس لڑائی میں مبینہ طور پر مولانا شیرانی صاحب نے جو زبان استعمال کی اس پر ایک رکن کاؤنسل نے کہا کہ "شکر ہے یہاں کوئی خاتون رکن موجود نہیں ہیں" احمدیوں سے ہمدردی یا نیا تنازعہ کھڑا کرنے کی کوشش؟ اس پر خود غور کیجیے۔

ان کے علاوہ مولانا کی دوسری سب سے اہم سرگرمی غیر مسلموں سے جذیہ لینے کے حوالے سے ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ پاکستان میں اقلیتیوں سے جذیہ لیا جائے اور اس کے لیے قانون سازی کی جائے۔

ایک ایسے ملک میں جہاں خود مسلمانوں سے زکواۃ وصول کرنے کے لیے ابھی تک کوئی مضبوط نظام مرتب نہیں کیا جاسکا جبکہ زکواۃ فرض ہے غیر مسلموں سے جزیہ لینا حکمت کے خلاف ہے اور ریاست میں بغاوت پیدا کرنے کا سبب بن سکتا ہے۔ گمان ہے مولانا کی منشاء بھی یہی تھی۔

مولانا شیرانی اپنے حلقے میں وہ اپنی اقرباء پروری کے لیے بدنام ہیں اور انکو اس حوالے سے مختلف القابات سے نوازا جاتا ہے۔

2013ء میں ژوب ڈیوژن میں نائب تحصیل دار کی پوسٹ آئی۔ اس کے لیے 133 کینڈیٹس نے کوالیفائی کیا۔ اس میں کوئی پیچیدگی ہوئی معاملہ عدالت گیا۔ شیرانی کی فرمائش پر کوالفیائی کرنے والے لڑکوں نے اپنا کیس واپس لے لیا۔ بعد میں پتہ چلا کہ اس پوسٹ کے لیے شیرانی اپنے بیٹے کا تقرر کرا چکا ہے۔

اسلامی نظریاتی کاؤنسل میں پروٹوکول اور ٹرانسفر آفیسر کی پوسٹس آئیں۔ 19 اکتوبر کو ٹسٹ ہوئے۔ بہت سے قابل لڑکوں نے بہت اچھے ٹسٹ دیئے۔ لیکن اس پوسٹ پر بھی حیران کن طور پر تقرر شیرانی کے بھتیجے ہی کا ہوا۔

مولانا شیرانی نے چمن ھاؤسنگ کوئٹہ میں اپنے ایک ٹھیکیدار سے رشوت کی مد میں زبردستی بنگلہ قبضہ کیا ہوا ہے اور اکثر اس ٹھیکیدار کو غیر قانونی طریقے سے بڑے بڑے ٹھیکے دلواتا رہتا ہے۔

مولانا شیرانی کی نصیر آباد اور گوادر میں کافی زمینیں اور جائدادیں ہیں جو اپنے ضلع کے فنڈ میں کرپشن کر کے لی ہیں۔

مولانا کے ایران سے کافی اچھے تعلقات ہیں۔ ان کے مخالف علماء انہیں ایرانی ایجنٹ سمجھتے اور پکارتے ہیں۔ مولانا کو ایران میں بھی کافی جائدادیں دی گئی ہیں۔

مولانا پاک افغان بارڈر پر افغان قبیلہ سلیمان خیل کو غیر قانونی طریقہ سے پاکستان شناختی کارڈ اور خفیہ امداد دیتے رہتے ہیں۔ جس سے پاکستان کے لیے خطرات بڑھ رہے ہیں۔

آخری دور کے علماء کے حوالے سے رسول اللہ ﷺ نے ہمیں چودہ سو سال قبل ہی خبردار کردیا تھا۔ واللہ یہ بدترین خلقت ہیں۔ اللہ نے ان سے بری مخلوق زمین پر کوئی دوسری پیدا نہیں فرمائی۔

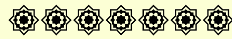
کفار اور شیاطین ایسے ملاؤں سے بہتر ہیں۔

آج ان کے شر اور برائی کا مشاہدہ ہم اپنی آنکھوں سے کر رہے ہیں اور ہم ان کے شر سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔

مولانا کئی عشروں سے پاکستان کے خدا نخواستہ پانچ ٹکڑے ہونے کی پیشن گوئی کر رہے ہیں۔ کچھ عرصہ پہلے اس نے دوبارہ یہی زہر اگلا ہے۔ ان کے بقول پنجاب اور سندھ الگ ہوجائینگے جن کے اکثر حصوں پر انڈیا قابض ہوجائیگا۔ کے پی کے افغانیوں کے پاس چلا جائیگا اور بلوچستان کا بڑا حصہ ایران لے اڑے گا۔

ایک پیشن گوئی میں بھی کرتا ہوں۔

”پاکستان ان شاءاللہ قائم و تابندہ رہے گا تب تک جب تک اللہ اس سے وہ کام نہ لے لے گا جس کے لیے اس کو وجود بخشا تھا۔ لیکن مولانا شیرانی اپنے ناپاک وجود کے ساتھ پاکستان توڑنے کا ارمان دل میں لیے ذلت و رسوائی کی موت مرے گا“



اوپر بھی پانی اور نیچے بھی پانی

حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ منشی اروڑا صاحب، محمد خان صاحب اور خاکسار قادیان سے رخصت ہونے لگے۔ گرمیوں کا موسم تھا اور گرمی بہت سخت تھی۔ اجازت اور مصافحہ کے بعد منشی اروڑا صاحب نے کہا حضور گرمی بہت ہے۔ ہمارے لئے دعا کریں کہ پانی ہمارے اوپر اور نیچے ہو۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ خدا قادر ہے۔ میں نے عرض کیا۔ حضور یہ دعا ان کے لئے فرمانا میرے لئے نہیں کہ ان کے اوپر نیچے پانی ہو۔ قادیان میں یکّہ میں سوار ہوکر ہم تینوں چلے تو خاکروبوں کے مکانات سے ذرا آگے نکلے تھے کہ یکدم بادل آ کر سخت بارش شروع ہوگئی۔ اس وقت سڑک کے گرد کھائیاں بہت گہری تھیں۔ تھوڑی دور جا کر یکّہ اُلٹ گیا۔ منشی صاحب بدن کے بھاری تھے۔ وہ نالی میں گر گئے اور محمد خان صاحب اور میں کود پڑے۔ منشی اروڑا صاحب کے اوپر نیچے پانی اور وہ ہنستے جا رہے تھے۔

(اصحاب احمد جلد چہارم صفحہ 94)

اللہ اس سے بہتر مضمون سمجھا دے گا

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ اپنی تصنیف سیرۃ مسیح موعود علیہ السلام میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

”ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ جن دنوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی کتاب ”آئینہ کمالات“ کا عربی حصہ لکھ رہے تھے۔ حضور علیہ السلام نے مولوی نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کو ایک بڑا دو ورقہ اس زیر تصنیف کتاب مسوّدہ کا اس غرض سے دیا کہ فارسی میں ترجمہ کرنے کے لئے مجھے پہنچا دیا جائے۔ وہ ایسا مضمون تھا کہ اس کی خداداد فصاحت و بلاغت پر حضرت کو ناز تھا۔ مگر مولوی صاحب سے یہ دو ورقہ کہیں گر گیا۔ چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مجھے ہر روز کا تازہ عربی مسودہ فارسی ترجمہ کے لئے ارسال فرمایا کرتے تھے۔ اس لئے اس دن غیر معمولی دیر ہونے پر مجھے طبعاً فکر پیدا ہوا اور میں نے مولوی نورالدین صاحب سے ذکر کیا کہ آج حضرت کی طرف سے مضمون نہیں آیا اور کاتب سر پر کھڑا ہے اور دیر ہو رہی ہے۔ معلوم نہیں کیا بات ہے۔ یہ الفاظ میرے منہ سے نکلے تھے کہ مولوی صاحب کا رنگ فق ہو گیا۔ کیونکہ یہ دو ورقہ مولوی صاحب سے کہیں گر گیا تھا۔ بے حد تلاش کی مگر مضمون نہ ملا اور مولوی صاحب سخت پریشان تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اطلاع ہوئی تو حسب معمول مسکراتے ہوئے باہر تشریف لائے اور خفا ہونا یا گھبراہٹ کا اظہار کرنا تو در کنار الٹا اپنی طرف سے معذرت فرمانے لگے کہ مولوی صاحب کو مسوّدہ کے گم ہونے سے ناحق تشویش ہوئی۔ مجھے مولوی صاحب کی تکلیف کی وجہ سے بہت افسوس ہے۔ میرا تو یہ ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے گمشدہ کاغذ سے بہتر مضمون لکھنے کی توفیق عطا فرما دے گا۔“

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ 601-602)







قلم کو روکنا نہیں چاہیے

انجینئر محمود مجیب اصغر۔سویڈن

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں

''اگر چہ فیصلہ دعاؤں سے ہی ہونے والا ہے مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ دلائل کو چھوڑ دیا جائے نہیں دلائل کا سلسلہ بھی برابر رکھنا چاہیئے اور قلم کو روکنا نہیں چاہیئے نبیوں کو خدا تعالیٰ نے اولی الایدی والابصار کہا ہے کیونکہ وہ ہاتھوں سے کام لیتے ہیں۔

پس چاہیے کہ تمہارے ہاتھ اور قلم نہ رکیں اس سے ثواب ہوتا ہے جہاں تک بیان اور لسان سے کام لے سکو کام لئے جاؤ اور جو باتیں تائید دین کے لئے سمجھ میں آتی جاویں انہیں پیش کئے جاؤ وہ کسی نہ کسی کو فائدہ پہنچائیں گی

(الحکم 17 فروری 1904ء تفسیر مسیح موعود جلد 7 صفحہ 167)

تعارف سورۃ القلم

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع فرماتے ہیں

".... یہ سورۃ لفظ "ن" سے شروع ہوتی ہے جس کا ایک معنی دوات کا ہے اور قلم سے لکھنے والے تمام اس کے محتاج رہتے ہیں اور انسان کی تمام ترقیات کا دور قلم کی بادشاہی سے شروع ہوتا ہے اگر انسانی ترقی میں سے تحریر کو نکال دیا جائے تو انسان جہالتوں کی طرف لوٹ جائے اور پھر کبھی اسے کوئی علمی ترقی نصیب نہیں ہو سکتی"

لوہے کا قلم (نب پن Nib Pen)

سورۃ الحدید...وانزلنا الحدید فیہ باس شدید ومنافع للناس

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا"...معلوم ہوتا ہے کہ حدید نے اپنا فعل" باس شدید" کا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت کیا کہ اس سے سامان جنگ وغیرہ تیار ہو کر کام آتا تھا مگر اس کے فعل" منافع للناس" کا وقت یہ مسیح اور مہدی کا زمانہ ہے کہ اس وقت تمام دنیا حدید (لوہے) سے فائدہ اٹھا رہی ہے...

میں بھی سارے مضمون لوہے کے قلم سے ہی لکھتا ہوں آنحضرت ﷺ نے لوہے سے کام لیا ہم بھی لوہے ہی سے لے رہے ہیں اور وہی لوہے کی قلم تلوار کا کام دے رہی ہے

(البدر 26 دسمبر 1902ء تفسیر مسیح موعود جلد 8 صفحہ 83)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ساری عمر قلمی جہاد میں مصروف رہے اور اللہ تعالیٰ کی رہنمائی میں ساری بدعات سے صاف کر کے اسلام کا چہرہ دنیا کو دکھایا آپ کو اللہ تعال نے سارے قرآن کی سمجھ اور فہم عطا کی گیا اور آپ کے مدنظر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل ظلیت میں ساری دنیا کی اصلاح تھی آپ کو اللہ تعالیٰ نے ''سلطان القلم'' کا خطاب دیا

آپ اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں

صف دشمن کو کیا ہم نے بحجت پامال
سیف کا کام قلم سے ہی دکھایا ہم نے

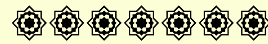
آپ کی پرزور تحریروں کا اعتراف کرتے ہوئے آپ کی وفات پر مولانا ابو الکلام آزاد ایڈیٹر اخبار وکیل امرتسر نے لکھا

''وہ شخص بہت بڑا شخص جس کا قلم سحر تھا اور زباں جادو، وہ شخص جو دماغی عجائبات کا مجسمہ تھا جسکی نظر فتنہ اور آواز حشر تھی جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار الجھے ہوئے تھے اور جس کی دو مٹھیاں بجلی کی دو بیٹریاں تھیں وہ شخص جو مذہبی دنیا کے لئے تیس برس تک زلزلہ اور طوفان رہا جو شور قیامت ہو کر خفتگان خواب ہستی کو بیدار کرتا رہا...دنیا سے آٹھ گیا.....مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی رحلت اس قابل نہیں کہ اس سے سبق حاصل نہ کیا جاوے ایسے شخص جن سے مذہبی یا عقلی دنیا میں انقلاب پیدا ہو ہمیشہ دنیا میں نہیں آتے یہ نازش فرزندان تاریخ بہت کم منظر عالم پر آتے ہیں اور جب آتے ہیں تو دنیا میں ایک انقلاب پیدا کر کے دکھا جاتے ہیں مرزا صاحب کی اس رفعت نے ان کے بعض دعاوی

اور بعض معتقدات سے شدید اختلاف کے باوجود ہمیشہ کی مفارقت پر مسلمانوں کو ہاں تعلیم یافتہ تعلیم یافتہ اور روشن خیال سلمانوں کو محسوس کر: دیا ہے کہ وہ ان کا ایک بڑا شخص ان سے جدا ہو گیا ہے اور اسکے ساتھ مخالفین اسلام کے مقابلہ پر اسلام کی اس شاندار مدافعت کا جو ان کی ذات کے ساتھ وابستہ تھی خاتمہ ہو گیا ان کی یہ خصوصیات کہ وہ اسلامک مخالفین کے برخلاف ایک فتح نصیب جرنیل کا فرض پورا کرتی ہے کہ اس احساس کا کھلم کھلا اعتراف کیا جائے.....مرزا صاحب کا لٹریچر جو مسیحیوں اور آریوں کے مقابلہ پر ان سے ظہور میں آیا قبول عام کی کی سند حاصل کر چکا ہے اور اس خصوصیت میں وہ کسی تعارف کے محتاج نہیں اس لٹریچر کہ قدرومنزلت آج جب کہ وہ اپنا فرض پورا کر چکا ہے ہمیں دل سے تسلیم کرنی پڑتی ہے...آئندہ امید نہیں کہ ہندوستان کی مذہبی دنیا میں اس شان کا شخص پیدا ہو۔''

(اخبار وکیل امرتسر بحوالہ حیات طیبہ تصنیف شیخ عبدالقادر سابق سوداگرمل صفحہ (262261

آگے آپ کے خلفاء نے بھی مقدور بھر لٹریچر چھوڑا بالخصوص حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے جو کہ مصلح موعود اور آپ کے مثیل اور خلیفہ تھے آپ کے صحابہ نے بھی اور بعض تابعین بھی نسلاً بعد نسل قلمی خدمات کی توفیق پا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے آمین



پس خوردہ تبرک

حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے رمضان شریف میں قادیان سے گھر آنے کا ارادہ کیا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: نہیں، سارا رمضان یہیں رہیں۔ میں نے عرض کیا: حضور ایک شرط ہے۔ حضور کے سامنے جو کھانا ہو وہ میرے لئے آ جایا کرے۔ آپ نے فرمایا: بہت اچھا۔ چنانچہ دونوں وقت حضور علیہ السلام اپنے سامنے کا کھانا مجھے بھجواتے رہے۔ لوگوں کو بھی خبر ہو گئی۔ وہ مجھ سے چھین لیتے۔ وہ کھانا بہت سا ہوتا تھا۔ کیونکہ حضورؑ بہت کم کھاتے تھے۔

(اصحاب احمد جلد چہارم صفحہ 155)

بین الاقوامی عربی کتب میں تحریف کی سازش کا انکشاف

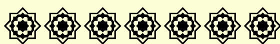
پاکستان کے شہر کوئٹہ میں دیوبندیوں کا ایک ادارہ" مکتبہ رشیدیہ" عربی کتب میں تحریف کر کے چھاپ رہا ہے.

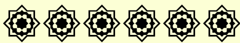
بیہقی زماں قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کی شہرہ آفاق عربی تفسیر "تفسیر المظہری" میں سے آیت **فلا وربك لا يؤمنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم** الخ کے تحت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور بشیر نامی منافق والا واقعہ حذف کر دیا گیا ہے.

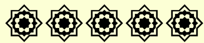
اسی طرح وکیل اُحناف ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ کی شہرۂ آفاق کتاب" کتاب الفقہ الأكبر" میں سے ناموسِ رسالت کے متعلق پوری پوری عبارات حذف کر دی گئی ہیں.

مجھے اس بات کا پتا اس وقت چلا جب چند ماہ قبل غزالی زماں علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب" گستاخِ رسول کی سزا قتل'' کی تخریج کر رہا تھا. میں نے اس کی شکایت مکتبہ اہلِ سنت دینہ، جہلم کے مالک ناصر الھاشمی کے توسط سے متعلقہ ناشر کو کی ہے اور اس بات کا انھوں نے اقرار بھی کیا ہے کہ" کتاب شرح الفقہ الأكبر" کا نسخہ جو علی محمد دندل کی تحقیق کے ساتھ ہم نے چھاپا ہے وہ ناقص ہے.

قابلِ احترام علمائے اہلِ سنت کو مطلع کیا جا رہا ہے کہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ کی طبع شدہ عربی کتب خریدتے وقت اس بات کا خصوصی خیال رکھیں کہ یہ مکتبہ کتب میں تحریف کر رہا ہے.









کون ہے یارِ جانی؟
دوست ہوتا نہیں ہر ہاتھ ملانے والا

تحریر: شہزادہ قمرالدین مبشر گلاسگو، سکاٹ لینڈ

انسان ایک سماجی مخلوق ہے۔سماج میں رہنے کے لئے ہر انسان کو کسی نہ کسی ساتھی کی ضرورت ہوتی ہے۔اسکول میں ہم جماعت کی۔گھر میں پڑوسی کی۔سفر میں ہم سفر کی اور دفتر میں شریک کار کی۔یہ ضرورت ہمیں کسی نہ کسی کو دوست بنانے پر مجبور کرتی ہے۔اتنی بڑی دنیا میں کوئی شخص اکیلا رہنے پر فخر کرے تو یہ بات بلا وجہ نہیں ہوسکتی۔اگر آپ ایسے کسی مخلص کے دل میں جھانک کر دیکھیں تو آپ کو یہ راز معلوم ہو جائے گا کہ اس کے دل میں بھی کسی کو دوست بنانے کی شدید خواہش موجود ہے لیکن دوستی جن ذمہ داریوں کا تقاضہ کرتی ہے ان سے وہ شخص آزاد بھی رہنا چاہتا ہے۔

بعض لوگوں کے دل میں دوستی کے لئے جو پیار ہمیشہ چھپا رہتا ہے اور ان کی ادھڑ عمری میں ایک نئی شکل میں ان کے رویوں سے ظاہر ہوتا رہتا ہے۔ایسے لوگ آپ نے ضرور دیکھے ہونگے جو کسی خاص فرد پر خوامخواہ مہربان ہو جاتے ہیں۔کسی ملازم پر حد سے زیادہ نظرِ عنایت رکھنے لگتے ہیں۔یورپی لوگوں کی طرح کتے بلیاں پالنے لگتے ہیں یا تھوڑی سی خوشامد سے ہی خوش ہو جاتے ہیں۔کوئی شخص بھی ان کی باتیں ذرا دل لگا کر سن لے تو وہ ان کو اپنا دوست تصور کرنے لگتے ہیں۔ہم کبھی یہ جاننے کی کوشش نہیں کرتے کہ ہم جسے دوستی سمجھ رہے تھے کیا وہ فی الحقیقت دوستی ہی تھی یا معمولی واقلیت کو ہی غلطی سے دوستی سمجھ لیا تھا؟

جی ہاں یہ بالکل سچ ہے کہ نوے فی صد حالتوں میں دوستی ہمارے لئے صرف اس وقت مایوس کن ثابت ہوتی ہے جب ہم محض معمولی واقفیت کو ہی دوستی سمجھ بیٹھتے ہیں اور بڑی بڑی امیدیں لگا لیتے ہیں۔کسی نے اخلاقاً ذرا ہنس کر بات کی اور ہم نے مشہور کر دیا کہ وہ ہمارا دوست ہے۔اگر ہم مایوسی سے بچنا چاہتے ہیں تو ہمیں ''دوست'' کے وسیع معانی سے احتراز کرنا ہوگا۔عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ جہاں ہمیں کہنا چاہیے ہے کہ فلاں شخص ہمارا واقف ہے، ہم جماعت ہے۔رفیق کار ہے، ہم سفر ہے مہربان افسر ہے۔اچھا گاہک ہے، کاروباری متعلقین میں سے ہے، پڑوسی ہے یا محض متعارف ہے۔وہاں ہم ان الگ الگ ناموں کی بجائے ایک لفظ ''دوست'' ہی کہہ دیتے ہیں۔بعض اوقات گہرا دوست یا لنگوٹیا یار کے لفظ بول دیتے ہیں

اتنی بات تو درست ہے کہ مذکورہ بالا تمام الفاظ دوستی کا ابتدائی روپ ہیں مگر دوستی ہرگز نہیں ہے۔دوستی تو ایک نیک دلانہ رشتے کا نام ہے۔دراصل یہ رشتہ ہی کچھ ایسا ہے کہ جس میں امید لگانے سے، نا امیدی ہاتھ آتی ہے۔اور توقع کے بغیر جو حاصل ہو جاتا ہے وہ مسرت افزا ہوتا ہے۔

کچھ لوگ دوست نہ ملنے کی وجہ سے حد درجہ مصروف رہنا شروع کر دیتے ہیں۔رفتہ رفتہ انہیں مصروفیت میں اتنا مزہ آتا ہے کہ وہ دوستی کے لئے وقت ہی نہیں نکال سکتے۔ایسے لوگ عموماً ایک نیا نقطہ نظر اختیار کر لیتے ہیں کہ ''دوست وقت ضائع کرتے ہیں۔مجھے دوست نہیں چاہیے۔''

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے کہ

''یقیناً اللہ ان کو دوست نہیں رکھتا جو متکبر، بڑائی جتانے والے اور بخل کرنے والے ہیں۔''

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ''جب کسی کو دوست بناؤ تو اپنے دل میں ایک قبرستان تعمیر کر لو جس میں اس کی برائیوں کو دفن کر سکو۔اس سے جنگ نہ کرو، اس پر اپنی برتری کا ظہار نہ کرو۔اس کے متعلق دوسرے سے پوچھتے نہ پھرو ہوسکتا ہے کہ اس کا دشمن تمہیں کوئی غلط بات بتا دے اور یہ غلط فہمی تمہاری جدائی کا باعث بن جائے۔اور یوں تم ایک اچھے دوست سے محروم ہو جاؤ۔''

ایک اور موقع پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا ''ہر شخص کے تین ساتھی ہیں۔

ایک توقبضِ روح تک ساتھ دیتا ہے۔ دوسرا قبر تک اور تیسرا قیامت تک۔ قبضِ روح کا ساتھی مالی دولت ہیں۔ قبر تک کے ساتھی اس کے گھر والے ہیں۔ اور قیامت تک کے ساتھی اس کے اعمال ہیں۔'' انسان کا اپنے دوستوں سے اور درخت اپنے میں سے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔

ہٹلر کا قول ہے کہ ہر شخص سچا دوست ڈھونڈتا ہے۔ مگر خود سچا دوست بننے کی زحمت گوارہ نہیں کرتا۔

حضرت ابوسہیل بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ دوستی اس سے کرو جس کے پاس وہ تمام چیزیں موجود ہوں جن کی تمہیں ضرورت ہے۔ دنیا میں بے کسوں سے دوستی عقلمندی کی دلیل ہے۔ دوستی کا رشتہ عارضی نہیں ہوتا۔ سچی دوستی وہ ہے جو ہمیشہ قائم رہے۔ دوستی ایک بار کی جاتی ہے اور عمر بھر نبھائی جاتی ہے۔ دنیا میں سب سے نایاب چیز عزت ہے اور سب سے قیمتی چیز دوستی ہے۔ بزرگوں کا قول ہے کہ دوست لاکھ بھی ہوں تو کم ہوتے ہیں مگر دشمن ایک بھی بہت زیادہ ہوتا ہے۔ ہر نئی چیز اچھی لگتی ہے مگر دوستی جتنی پرانی ہو اتنی ہی اچھی اور پختہ ہوتی ہے۔ جہاں صداقت اور خلوص نظر آئے وہیں دوستی کا ہاتھ بڑھاؤ ورنہ تنہائی سب سے زیادہ بہتر رفیق ہے۔ برے دوستوں سے بچو کیونکہ وہ تمہارا تعارف بن جائیں گے۔ خوشگوار زندگی گذارنے اور زندگی کی رنگینیوں سے لطف اندوز ہونے کے لئے مسکراہٹ ایک اہم کردار ادا کرتی ہے۔ یہی مسکراہٹ انسان کی شخصیت کا تعارف کا ایک اہم جز ہے۔

زندگی خدا کا ایک خوبصورت عطیہ ہے اور حسن اخلاق ایک اچھی خوبی ہے۔ دوستوں کو اپنا گرویدہ بنانے کے لئے مسکراہٹ کو اپنایئے۔ اگر آپ کسی کا دکھ درد بانٹ سکتے ہیں تو تسلی کے دو بول کہہ دیں جو کسی کے لئے سکون کا باعث بن سکیں۔ کسی بھی انسان سے ملیں تو اس انداز سے کہ آپ کی یاد مدتوں اس کے دل پر نقش ہو کر رہ جائے۔ ایک اچھا دوست سو بار روٹھے تو سو بار مناؤ کیونکہ موتیوں کی مالا جتنی بار ٹوٹتی ہے پرونا ہی پڑتی ہے۔ فضول بحث دوست کو جدا کر دیتی ہے۔"

دوستی کے معنی مطالب تعریف اور دوستی کے موضوع پر برصغیر ہندو پاک کے ایک مشہور شاعر خواجہ دل محمد مرحوم جن کا کلام کسی زمانے میں اکثر بچوں کے رسائل میں شائع ہوتا تھا تب میں نے اپنی ڈائری میں بچپن کے زمانے میں نوٹ کئے تھے۔ سچی دوستی کے بارے میں آپ فرماتے ہیں:

جو نیکی سے مل جائیں دو دل کہیں
تو اس سچی الفت کو صد آفریں
دو قالب ہوں یکجا تو کہلائیں دوست
کہ ہوں جیسے بادام دو ایک پوست
جو ساتھی ہو روٹھے نہ چھوٹے کبھی
وہ کر دوستی جو نہ ٹوٹے کبھی
ملیں یار یاروں سے جیسے کواڑ
پہاڑوں سے ملنے نہ آئیں پہاڑ
جو اپنے مطلب کے غمخوار ہوں
جو جھک کرملیں کہاں سب یار ہوں
گلا جو خوشامد سے پھاڑا کریں
تو روئی کی وہ خاک جھاڑا کریں
گر یار ہو مثل شبنم ملول
تو لے اس کو آغوش میں بن کے پھول
ضرورت ہے دلسوز غمخوار کی
نہیں مجھ کو حاجت پرستار کی
میرا دوست وہ جو میرے کام آئے
نہ وہ جو فقط چار آنسو بہائے

دوستی ایک عظیم نعمت ہے اس کی قدر کرنی چاہئے۔ دوستی میں شک کرنا دوست کی طرف سے دل میں شکوک وشبہات اور بدگمانی پیدا کرنا دوستی کا زوال ہوتا ہے۔ متوازن دوستی کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ ہم اپنے دوستوں سے خندہ پیشانی سے پیش آئیں۔ ہر انسان سے محبت کریں۔ عام طور پر ادھیڑ عمر افراد کا یہ خیال کہ اب دوستی کا زمانہ گذر چکا ہے، غلط ہے۔ اپنے پرانے دوستوں سے پیار کریں اور نئے نئے دوست بنائیں۔ اپنا کچھ وقت دوستوں کے ساتھ بھی گزاریں تا کہ آپ میں احساس برتری پیدا ہو، خیالات میں استقامت

بڑھے، چھوٹی موٹی تکرار یا بحث میں اپنے دوستوں سے ہار مان جائیں۔لوگ احساس برتری کے بھوکے ہوتے ہیں ، جب تک آپ ان سے بحث کرتے رہیں گے وہ بڑے جوش وخروش سے مقابلہ کرتے رہیں گے،لیکن جونہی آپ نے ان کی برتری کو تسلیم کرلیا تو بحث ختم ہوجائے گی اس لئے بہتر ہے کہ نکتہ چینی اور بحث سے پر ہیز کیا جائے۔ اگر نکتہ چینی کرنا ضروری ہو تو پھر پہلے اپنی کمزوریوں کا ذکر کریں۔اگر کسی سے غلطی ہوجائے تونکتہ چینی مت کریں۔بحث ہرگز نہ کریں۔بعض بزرگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ ان سے دوستی نہ کریں جوتم سے بہتر نہیں، نیز وہ دوست ہی کیا جومحض وقت کا کاخون کرنے کا باعث ہو، بلکہ ایسا دوست تلاش کروجس سے آپ کا وقت ہمیشہ کے لئے زندہ ہوجائے۔

کسی نے ایک عالم سے پوچھا:''بادشاہ آپ کو دوست کیوں نہیں رکھتا؟'' اس نے جواب دیا:"بادشاہوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ بڑوں کو دوست نہیں رکھتے۔" حضرت سعدی فرمایا کرتے تھے کہ مجھے ایسے دوست کی صحبت سے خوشی نہیں جومیری بری عادت کواچھا کہے،عیوب کو ہنر کہے اور کانٹے کو گلاب۔

ماہر نفسیات کا کہنا ہے کہ خوشدل اور زندہ دل انسان دوسرے لوگوں کو دوستی کے لئے بہت جلد اپنی طرف مبذول کرالیتا ہے جبکہ ایک خاموش طبع انسان ایسا ہرگز نہیں کرسکتا۔مسکراتے چہرے اپنوں اور غیروں کو خوبصورت احساس دلواتے ہیں،اوراس احساس کوالفاظ میں رقم کرنا ناممکن ہے۔لوگوں کووہ لمحات ضرور یادرہتے ہیں جومسکراہٹوں کا لازوال خزانہ عطا کر چکے ہوں، اور افراد شخصیت کے تاثر اول کوہی عموماًیادرکھتے ہیں۔اگر چہ مسکرانہ اور ہمیشہ خوش رہنا ایک مشکل امر ہے لیکن جس نے بھی یہ سیکھ لیا اس کی زندگی سہل اور خوشگوار ہو جاتی ہے۔ہنسو گے تو دنیا ساتھ دے گی، اگر رونا پڑا تو تنہا ہی رونا ہوگا۔رونے والے لوگ آہستہ آہستہ تنہا ہوجاتے ہیں۔جب کوئی ہنسی کا موقع میسر آئے تو خوب دل کھول کرہنسیں،حکماء کہتے ہیں کہ اس سے قوت ہاضمہ اور دوران خون کو مثبت مدد ملتی ہے،جسم اور ذہن پر اچھا اثر پڑتا ہے۔مسکراہٹ لبوں سے پھوٹتی ہے جسے سب لوگ دیکھ سکتے ہیں،غم دل میں پنہاں رہتا ہے اس لئے نگاہوں سے اوجھل رہتا ہے۔قرآن حکیم تسخیر قلوب کانسخہ بیان کرتے ہوئے ایک جگہ فرماتا ہے:

ترجمہ" نیکی اور بدی برابر نہیں ہوسکتی اور تو برائی کا جواب نہایت نیک سلوک سے دے اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ شخص جس کے اور تیرے درمیان عداوت پائی جاتی ہے وہ تیرے حسن سلوک کو دیکھ کر ایک گرم جوش دوست بن جائے گا اور باوجود ظلموں کے سہنے کے اس قسم کی توفیق صرف انہی کوملتی ہے جو بڑے صبر کرنے والے ہیں اور یا پھر انہی کوملتی ہے جن کو خدا کی طرف سے نیکی کا ایک بڑا حصہ ملا ہو۔"(حم السجدہ)

حسن سلوک انسان کو وہ طاقت اور کشش عطا کرتا ہے جس سے وہ دلوں کو مسخر کر لیتا ہے۔ایک میٹھا بول کبھی انسان کو ایک تازہ ولولہ عطا کر دیتا ہے اور وہ مایوسی اور دل شکستگی کی قید سے باہر آ جاتا ہے۔ہمت افزائی کا فقط ایک جملہ بعض اوقات حوصلوں کو بلندی اور عزائم میں جوانی بھر دیتا ہے۔ یہ سب حسن سلوک کے گوشے ہیں۔انسان کتنا بھی بڑا ہو، اگر حسنِ سلوک سے خالی ہے تو بدنصیب ہے کہ وہ انسانیت کے حقیقی جوہر سے محروم ہے کہ سچی خوشی اس کے قریب نہیں بھٹک سکتی۔مسکراتا ہوا چہرہ حسن اخلاق کا بہترین مظہر ہوتا ہے۔کسی کو دیکھ کر چہرے پر بشاشت آجانا آپ کی توجہ اور اس سے تعلق خاطر کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔ یہ بھی حسن سلوک ہے کہ لوگ سمجھیں کہ آپ سے مل کر ان کو خوشی ہوئی ہے۔حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اپنے بھائی کیلئے مسکرا دینا بھی صدقہ ہے۔تسخیر قلوب کے چھ نفسیاتی اصول ہیں کہ: خندہ پیشانی سے پیش آئیں۔ خلوص کے ساتھ دوسروں کے معاملات میں اظہار خیال کریں۔ ہمت افزائی کریں اور اپنے افعال سے ظاہر کریں کہ آپ ان کی سچی قدر کرتے ہیں۔گفتگو مسکراہٹ سے دوستانہ ماحول میں شروع کریں تاکہ مخاطب پر آپ کی شخصیت کا خوشگوار اثر پڑے۔محبت آمیز رویہ سخت ترین دشمن کو بھی اپنا رویہ تبدیل کرنے پر مجبور کر دیتا ہے، اگر کسی کے دل میں آپ کے لئے بغض وعناد موجود ہے تو اسے محبت کی شمشیر سے ہی کاٹا جا سکتا ہے۔اور آخری اصول یہ کہ محبت اور مروّت ہمیشہ دشمنی اور عداوت پر فتح پاتی ہیں۔

لہٰذا ہنسی مسکراہٹ اور خوش خلقی دوستی کے حلقہ احباب کو وسیع کرتی ہے۔ حلقہ دوستی کو وسیع کرنے کے لئے انسان زندگی میں صدہا اشخاص سے دوستیاں کرتا ہے۔دوستی کبھی افراد سے ہٹ کر بھی ہوجاتی ہے،مثلاً مال وجاہ وجلال سے

عزت وشہرت سے اولاد سے جائداد سے وغیرہ وغیرہ۔ان میں سے کوئی دوستی تو پائیدار ہوتی ہے کوئی ناپائیدار اور، بہت سی دوستیاں ایسی ہوتی ہیں جن کے پیچھے مقاصد چھپے ہوتے ہیں۔جب مقصد نکل جاتا ہے تو دوستی کے غبارے کی ہوا بھی فوراً خارج ہو جاتی ہے، کبھی دوستی چائے کی ایک پیالی تک محدود ہوتی ہے۔کبھی یہ ایک مصافحہ تک ہی رہ جاتی ہے، لیکن انسان کو کبھی یہ معلوم نہیں ہو پاتا:

دوست ہوتا نہیں ہر ہاتھ ملانے والا

انسان اس قدر نادان کم علم اور ناطاقت ہے کہ وہ کسی بھی دوستی کے بارے میں حتمی رائے نہیں دے سکتا۔یہ وثوق سے نہیں کہ سکتا کہ اس کا فلاں دوست اس سے لازماً نیکی یا وفا کا سلوک کرے گا۔ہم دیکھتے ہیں کہ سالہا سال کی دوستیاں ایک معمولی سی بات پر ٹوٹ گئیں۔نہایت گہرے مراسم ریت کی دیوار کی طرح آنِ واحد میں ڈھے گئے، اور بڑے جانی دوست اور جگری یار کسی مفاد کی دیوار بیچ میں آنے سے ہمیشہ کے لئے ایک دوسرے سے جدا ہو گئے، اس کی وجہ بعض اوقات معمولی بات بھی ہو سکتی ہے، اس پر کسی شاعر کا قول ہے:

گو ذرا سی بات پر برسوں کے یارانے گئے
پر چلو اتنا ہوا کچھ لوگ پہچانے گئے

لیکن ساری عمر کی کاوش کا حاصل صرف اتنا ہو کہ چند لوگوں کی اصلیت کا پتہ چل جائے تو یہ کسی بھی زندگی کا مقصد اعلیٰ نہیں ٹھہر سکتا۔سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر حقیقی دوست کون ہے؟ سچی دوستی کہاں سے مل سکتی ہے؟ کبھی بھی بے وفائی نہ کرنے والا سچا یار جانی کون ہے؟ وہ کون ہے جو اپنی دلربائی کے باعث لاثانی و بیمثال ہے! یہ سوال اتنا مشکل بھی نہیں ہے! کیونکہ دنیا میں ہر دور میں اور ہر جگہ ایسے لوگ پیدا ہوتے رہے ہیں اور ہوتے رہتے ہیں جو انسان کو اس کے حقیقی دوست کے بارے میں مطلع کرتے رہتے ہیں۔سورج مشرق کی بجائے مغرب سے طلوع ہو سکتا ہے، دریا نشیب کی بجائے بلندیوں کی طرف بھی بہنے لگیں، زمین و آسمان کی گردش بھی تھم جائے مگر اس پیارے یار کی وفا میں سرمو فرق نہیں آ سکتا۔وہ اپنوں کے کام بروقت آتا ہے، اور اس کو دوست رکھنے والوں کو ہر مصیبت سے یوں صاف نکال کر لے جاتا ہے کہ دیکھنے والے دانتوں تلے انگلی دبائے دیکھتے رہ جاتے ہیں، اور اس کے دوست کا بال تک بیکا نہیں ہوتا!

حضرت مسیح موعود موعود علیہ السلام حقیقی دوستی کے بارے میں فرماتے ہیں:۔

''دنیا میں کوئی کسی کے ساتھ دوستی پکی کرتا ہے تو دنیا کے لوگ اپنی دوستی کا حق ادا کرتے ہیں وہ کون دوست ہے جس کے ساتھ سلوک کیا جائے تو وہ بے تکلفی ظاہر کرے۔ایک چور کے ساتھ ہمارا سچا تعلق ہو تو وہ بھی ہمارے گھر میں نقب زنی نہیں کرتا تو کیا خدا تعالیٰ کی وفا چور کے برابر بھی نہیں؟ خدا تعالیٰ کے دوستی تو وہ ہے کہ دنیاداروں میں اس کی کوئی نظیر ہی نہیں، دنیاداروں کی دوستی میں تو غدر بھی ہے، تھوڑی سی رنجش کے ساتھ دنیادار دوستی توڑنے کیلئے تیار ہو جاتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کے تعلقات پکے ہیں، جو اللہ کے ساتھ دوستی کرتا ہے تو خدا تعالی اس پر برکات نازل کرتا ہے، اس کے گھر میں برکت دیتا ہے، اس کے کپڑوں میں برکت دیتا ہے، اس کے پس خوردہ میں برکت دیتا ہے۔''

(ملفوظات ۸ ص ۱۸۷)

لیکن دوستی ہو تو پھر ہے نا! اور پھر دوستی زبانی دوستی نہ ہو دوستی ہو تو پکی، جو جس کے ساتھ جتنی دوستی نبھائے گا جواب میں اتنی ہی دوستی پائے گا۔لیکن نہیں! جواب میں اتنی ہی دوستی کرنا تو انسان کا کام ہے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک تو ایک دفعہ کی شرط وفا ہی شرط ہے، پس ایک دفعہ جو اس پیارے کا دامن مضبوطی سے پکڑتا ہے پھر وہ یار دلربا اس پیارے کا ہو جاتا ہے، پھر یہ ہوتا ہے کہ:

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اور اس کی زبان ہو جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے۔خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو میرے ولی سے مقابلہ کرتا ہے وہ میرے ساتھ لڑائی کیلئے تیار ہو جائے۔خدا تعالیٰ سے سچی محبت کرنے والے بھی غنی اور بے نیاز ہو جاتے ہیں۔''

(ملفوظات صفحہ ۱۸۸)

جب بھی کوئی گم کردہ راہ شخص اللہ تعالیٰ سے دوستی اور محبت کا تعلق دوبارہ استوار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو اپنے دوست کے دوبارہ ملنے کی کتنی خوشی ہوتی ہے اس کا نہائت ہی دلچسپ اور روحوں میں تازگی پیدا کر دینے والا بیان حضرت نبی اکرم ﷺ کی احادیث مبارکہ میں ملتا ہے، ان سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دوستی اور محبت کا معیار عام انسانی دوستی سے کتنا بلند ہے، اتنا بلند کہ انسان کی نظر وہاں تک پہنچنا ہی ناممکن ہے، یعنی انسان کے بس میں ہی نہیں کہ

وہ اتنی بلند کرداری اور اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کر سکے۔

ایک حدیث پاک ملاحظہ ہو:۔

"حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

میں اپنے بندے سے اس کے حسن ظن کے مطابق سلوک کرتا ہوں جو وہ میرے متعلق رکھتا ہے، جہاں بھی وہ میرا ذکر کرتا ہے میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ پر اتنا خوش ہوتا ہے کہ اتنا وہ شخص بھی خوش نہیں ہوتا جسے جنگل بیاباں میں اپنی گمشدہ اونٹنی مل جائے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "جو شخص مجھ سے بالشت بھر قریب ہوتا ہے میں اس سے گز بھر قریب ہوتا ہوں اور جب وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو مَیں اس کی طرف دوڑ کر جاتا ہوں۔

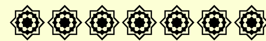
(مسلم کتاب التوبہ)

پھر ایک اور حدیث نبوی ﷺ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی دوستی اور محبت کا باب بڑے ہی دلنشیں انداز میں باندھا گیا ہے، بڑے ہی پر لطف اور دل کو لبھانے والے انداز سے یہ ذکر چھیڑا گیا ہے:۔

"حضرت ابنِ عباس بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ جبکہ میں آنحضرت ﷺ کے پیچھے سواری پر بیٹھا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا اے برخوردار میں تجھے چند باتیں بتاتا ہوں۔اوّل یہ کہ تو اللہ تعالیٰ کا خیال رکھ اللہ تعالیٰ تیرا خیال رکھے گا تو اللہ تعالیٰ پر نگاہ رکھ تو اسے اپنے پاس پائے گا، جب کوئی چیز مانگنی ہو تو اللہ تعالیٰ سے مانگ، اگر مدد مانگنی ہو تو اللہ تعالیٰ سے مانگ اور سمجھ لے کہ اگر سارے لوگ اکٹھے ہو کر تجھے فائدہ پہنچانا چاہیں تو وہ تجھے کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچا سکتے سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ چاہے اور تیری قسمت میں فائدہ لکھ دے اور اگر وہ تجھے نقصان پہنچانے پر اتفاق کر لیں تو تجھے نقصان نہیں پہنچا سکیں گے سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ تیری قسمت میں نقصان لکھ دے۔"

(ترمذی ابواب صفت القیمہ)۔

لہذا کیوں نہ ہم بھی ہر مشکل کے وقت اسی کی دوستی پر بھروسہ کریں! کیونکہ وہی سچا اور حقیقی قابل بھروسہ دوست ہے۔

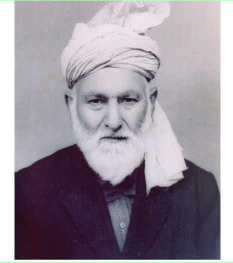


غزل

ڈاکٹر فرزانہ فرحت۔لندن

عاجز و نادر قلندر مفلسی
بھوک کا چہرہ گداگر مفلسی
میرے اندر اور باہر مفلسی
زندگی کیا ہے سراسر مفلسی
تو بھی کچھ غمگین سا ہے ان دنوں
بادشاہ کیوں تیرے اندر مفلسی
ہیں تری قسمت میں سونے کے پہاڑ
اور تیرے شہر گھر گھر مفلسی
شکر کے کلمات کہتی ہوں مگر
ہے مرے گھر میں برابر مفلسی
چوستی ہے مفلسوں کا جو لہو
اس امارت سے ہے بہتر مفلسی
دور تک ٹوٹی ہوئی ہیں کشتیاں
حسرتوں کا ہے سمندر مفلسی
ہے دریدہ اور ہے بے رنگ سی
ایک مفلس کی ہے چادر مفلسی
لکھ رہی ہو ں میں قفس میں بیٹھ کر
ان پرندوں کے پروں پر مفلسی
درد کی دیوار سے لپٹی ہوئی
اک اداسی اور برابر مفلسی
میرے اس کچے مکاں کی دیکھیے
ہے درو دیوار اندر مفلسی
مفلسی ڈستی رہی فرحتؔ مجھے
رک گئی میرے مکا ں پر مفلسی





عیسائیت اور حصول نجات

حضرت قاضی محمد یوسف فاروقی احمدی پشاور (مرسلہ: رانا عبدالرزاق خان)

کیا یسوع بیگناہ تھا

یسوع کہتا ہے تو مجھے نیک کہتا ہے نیک کوئی نہیں مگر ایک خدا۔

(لوقا باب 18 آیت 18)

عیسائی کہتے ہیں کہ آدم اور اس کی بیوی حوا نے گناہ کیا۔لہذا وہ دونوں اور ان کی سب اولاد خواہ نبی تھے یا غیر نبی گناہ گار ہیں اور وہ نیک نہیں ہو سکتے اور نہ ان کی نجات ہو سکتی ہے۔

ہاں صرف یسوع پاک، نیک اور بے گناہ تھا۔اس واسطے وہ ان گناہگار بندوں کے واسطے صلیب پر کفارہ ہوا۔تا کہ گنہ گار بندے اس پر ایمان لا کر نجات حاصل کریں۔

پس ہم عہد عتیق اور عہد جدید میں دیکھنا چاہتے ہیں کہ کیا واقعی یسوع پاک اور بے گناہ تھا؟

تورات استثناء باب 2 آیت 15 میں لکھا ہے کہ خدا نے عدن کے باغ میں آدم وحوّا کو رکھا۔اور دونوں کو کہا کہ باغ کے درخت کا پھل کھاؤ مگر نیک وبد کی شناخت کے درخت کا پھل نہ کھا۔(باب 3 آیت 4۔5)

مگر حوا نے وہ پھل خود بھی کھایا اور آدم کو بھی کھلایا۔باب 3 آیت 6 تب خدا نے حوا کو یہ سزا دی کہ وہ درد اور تکلیف سے اولاد جنے اور مرد کے ماتحت رہے۔باب 3 آیت 17 اور آدم کو یہ سزا دے کر کہا تیری نافرمانی سے زمین لعنتی ہوئی اور تو تکلیف اور محنت اور پسینہ سے روزی کمائے گا۔

(آیت 17۔18)

اناجیل اربعہ میں لکھا ہے یسوع عورت مریم کے پیٹ سے پیدا ہوا۔

(متی باب 1 آیت 16۔25 لوقا باب 1 آیت 31)

نیز اناجیل میں یسوع کو ابن آدم بھی لکھا ہے۔دیکھو

(متی باب 8 آیت 20 باب 9 آیت 6 باب 11 آیت 19 باب 16 آیت 13)

پس جب آدم اور حوا دونوں گنہ گار نافرمان اور ناپاک ٹھہرے تو کون ہے جو ناپاک سے پاک نکلے؟ کوئی نہیں۔(ایوب باب 14 آیت 4) کیا گناہ گاروں سے رب بیگناہ پیدا ہوا۔؟

دوسرا ثبوت: یسوع نے یوحنا کے ہاتھ بپتسمہ پایا۔مرقس باب 1 آیت 5۔6 میں لکھا ہے کہ یسوع بیاباں ہی میں بپتسمہ دیتا تھا۔اور گناہوں کی معافی کے لئے توبہ کے بپتسمہ کی منادی کرتا تھا۔اور سارے زمین یہودیہ اور یروشلم کے رہنے والے آس پاس نکل آئے۔اور سبھوں نے اپنے گناہوں کا اقرار کر کے یردن کے۔۔۔۔نہ پایا۔پھر آیت 9 میں لکھا ہے۔اور انہی دنوں میں ایسا ہوا کہ یسوع نے ناصرہ جلیل سے آ کر یردن میں یوحنا کے ہاتھ بپتسمہ پایا۔پس ثابت ہوا کہ جس طرح دوسرے گنہ گار توبہ کا بپتسمہ یوحنا کے ہاتھ پر پا کر گناہوں کا اقرار کرتے تھے۔اسی طرح یسوع نے بھی کیا۔اگر وہ گناہ گار نہ تھا تو یوحنا کے ہاتھ پر توبہ کرنے اور بپتسمہ پانے کے کیا معنی ہیں۔

تیسرا ثبوت: شیطان نے 40 دن تک یسوع کو آزمایا۔(متی باب 4 آیت 1۔11) پس وہ شیطان کی آزمائش میں 40 دن رات اُن کو در بدر کرتا رہا کیا وہ پال اور بے گناہ ہو سکتا ہے۔؟

چوتھا ثبوت: یسوع نے کہا تم سب کے سب میری سنو اور سمجھو۔ایسی کوئی چیز آدمی کے باہر نہیں ہے جو اس میں داخل ہو کر اُسے ناپاک کرے۔پر وہ چیز جو اس میں سے نکلتی ہے۔وہی اس کو ناپاک کرتی ہے۔اگر کسی کے کان ہوں تو سنیں۔

(مرقس باب 7 آیت 15۔16)

پس جو چیزیں انسان سے نکلتی ہیں اور اس کو ناپاک کرتی ہیں کیا وہ یسوع سے بحیثیت انسان نکلتی تھیں یا نہ۔اگر نکلتی تھیں۔کیوں کہ وہ انسان اور ابن آدم

تھا تو وہ پاک اور بے گناہ کس طرح ٹھہرا؟

پانچواں ثبوت:: مسیح نے ہم کومول دیا۔شریعت کی لعنت سے چھڑایا کہ وہ ہمارے بدلہ میں لعنتی ہوا۔کیونکہ لکھا ہے کہ جو کوئی کاٹھ پر لٹکایا جاوے۔سو لعنتی ہوا۔(دیکھو گلیتیو باب 3 آیت 13) گویا یسوع صلیب پر مصلوب ہوکر لعنتی ہوا۔پھر تورات استثناء باب 21 آیت 23 میں لکھا ہے کہ اگر کسی نے کچھ ایسا گناہ کیا ہو۔جس سے اس کا قتل واجب ہے۔اور وہ مارا جاوے۔اور وہ اُسے درخت میں لٹکا دے اور اس کی لاش رات بھر درخت پر نہ رہے۔بلکہ تو اسی دن اس کو گاڑ دے کیونکہ وہ جو پھانسی دیا جاتا ہے خدا کا ملعون ہے۔

وہ گناہ جس کے باعث یسوع واجب القتل ٹھہرا۔اور مصلوب ہوا۔وہ اپنے آپ کو خدا کہتا تھا۔جو سراسر موسیٰ کی توحید کی تعلیم کے خلاف تھا۔اس واسطے یہود نے اس کو مصلوب کر دیا۔دیکھو(توارت استثناء باب 2 آیت 20 متی باب 64 آیت 66 مرقس باب 14 آیت 61۔64، لوقا باب 69 آیت 71)

پس وہ خدا اور ابن اللہ کے دعویٰ کے باعث گنہ گار ٹھہرا اور واجب القتل قرار پا کر مصلوب ہوا۔اور مصلوب ملعون ہوتا ہے۔پس مصلوب اور ملعون کیونکر پاک اور بے گناہ ٹھہر سکتا ہے۔؟

چھٹا ثبوت: ایک شخص نے یسوع کو کہا کہ اے نیک اُستاد مَیں کیا کروں کہ مَیں ہمیشہ کی زندگی کا وارث ہوں۔ یسوع نے اس کو کہا کہ مجھے نیک کیوں کہتا ہے۔نیک کوئی نہیں۔مگر ایک یعنی خدا۔

(انجیل مرقس باب 10 آیت 17۔18، متی باب 19 آیت 17 لوقا باب 18 آیت 18 مطبوعہ لندن)

یادداشت: 1908ء کے نسخوں میں یہ مقامات سب بدل کر لکھا ہے ''اُسے استاد اور لفظ نیک نکال دیا ہے۔اور'' تُو مجھے نیک کیوں کہتا ہے'' کو بدل کر'' تو مجھ سے نیکی کی بابت کیوں پوچھتا ہے'' یہ عیسائیوں کی صریح بددیانتی ہے۔پس جب خود یسوع سوائے خدا کے کسی کے نیک ہونے کے قائل نہیں اور خود اپنی ذات کے نیک ہونے سے انکار کرتا ہے کہ تُو مجھے کیوں نیک کہتا ہے تو کیا کسی عیسائی کا حق ہے کہ یسوع کو پاک اور نیک قرار دے۔

ہمارا اعتقاد: ہم خود تو جمیع انبیاء کو پاک اور نیک اور بے گناہ یقین کرتے ہیں۔ اور حضرت عیسیٰ کو بھی اُن سے مستثنیٰ نہیں جانتے۔مگر چونکہ عیسائی صاحبان کہتے ہیں کہ سب نبی اور رسول گنہ گار اور ناپاک تھے۔اس واسطے ہم نے اُن ہی کی کتاب مقدس اور اناجیل سے ثابت کیا۔کہ ان کی کتابوں کو رُو سے تمہارا یسوع کیسے پاک اور بے گناہ اور نیک ثابت ہوتا ہے۔جب تمہارے یسوع کا خود یہ حال ہے۔تو تم کو کیا حق ہے کہ تم دوسرے مذہب کے نبیوں اور رسولوں کو نعوذ باللہ ناپاک اور گناہ گار کہو۔

اے عیسائی دوستو! یسوع تم کو کہتا ہے عیب نہ لگاؤ کہ تم پر بھی عیب نہ لگایا جاوے۔کیوں کہ جس طرح عیب لگاتے ہو اسی طرح تم پر بھی عیب لگایا جاوے۔اور جس پیمانہ سے تم ماپتے ہو اسی سے تمہارے واسطے ماپا جاوے گا اور کیوں اس تنکے کو جو تیری بھائی کی آنکھ میں ہے دیکھتا ہے پر اس کانٹے پر جو تیری آنکھ میں نظر نہیں آتا۔(انجیل متی باب 7 آیت 1۔3)

کیا یسوع نبی تھا۔؟

ڈھونڈ و اور دیکھو کہ جلیل سے کوئی نبی ظاہر نہیں ہوا؟

(یوحنا باب 7 آیت 52)

عیسائی کہتے ہیں کہ یسوع خدا یا خدا کا بیٹا تھا۔مگر اناجیل اربعہ میں نہ تو یسوع نے یہ دعویٰ کیا ہے مَیں خود خدا ہوں اور نہ یہ کہ مَیں خدا کا بیٹا ہوں البتہ اگر ہم اناجیل کے متضاد بیانات کو نظر انداز کر دیں اور بڑے حسن ظن سے کام لیں۔تو ہم صرف اس حصہ کو صحیح مان لینے میں کوئی حرج نہیں پاتے۔جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خداوند یسوع صرف ایک خدا کا بندہ اور نبی تھا۔اور جیسا کہ مندرجہ ذیل حوالہ جات سے ثابت ہوتا ہے۔اور حسن ظن بھی ہم صرف مسلمان ہونے کی حیثیت سے کرتے ہیں ورنہ یہودی تو اس کو ایک نیک انسان بھی ماننا گوارا نہیں کرتے اور خود عیسائی پادری تو اس کو نبی کہنا اس کی ہتک جانتے ہیں۔ بلکہ بر خلاف اس کے ثابت ہوتا ہے کہ وہ انسان تھا۔اور دوسرے نبیوں کی طرح نبی تھا۔

پہلا ثبوت: یسوع کہتا ہے جو مجھے قبول کرتا ہے اُسے جس نے مجھے بھیجا ہے۔قبول کرتا ہے جو کوئی نبی کے نام سے نبی کو قبول کرتا ہے نبی کا اجر پائے گا۔

(متی باب 10 آیت 40۔41)

دوسرا ثبوت: یسوع نے انہیں کہا کہ نبی اپنے وطن اور گھر کے سوا کہیں بے عزت

نہیں۔(متی باب 13 آیت 57،لوقاباب 4 آیت 24 یوحناباب 4 آیت 44)

تیسرا ثبوت: یسوع نے قیصریہ فلپتی میں آ کر اپنے شاگردوں سے پوچھا کہ لوگ کیا کہتے ہیں کہ مَیں جو ابن آدم ہوں کون ہوں۔ انہوں نے کہا بعض کہتے ہیں الیاس اور بعض یرمیاہ یا نبیوں میں سے ایک۔ اس نے انہیں کہا کہ تم کیا کہتے ہو کہ مَیں کون ہوں۔ پولوس نے جواب میں کہا کہ تُو مسیح ہے۔

(متی باب 16 آیت 13۔17 لوقاباب 9 آیت 20 مرقس باب 8 آیت 27۔29)

یادداشت: دو اناجیل میں صرف تو مسیح ہے لکھا ہے اور متی نے ''تو مسیح زندہ خدا کا بیٹا ہے۔'' بڑھا دیا ہے۔

چوتھا ثبوت: یسوع جب یروشلم میں داخل ہوا سارے شہر میں غل مچا اور کہنے لگے کہ یہ کون ہے۔تب بھیڑ نے کہا کہ یہ جلیل ناصرہ کا یسوع نبی ہے۔

(متی باب 21 آیت 10۔11)

پانچواں ثبوت: پلاطوس نے ان سے کہا پھر یسوع کو جو مسیح کہلاتا ہے مَیں کیا کروں۔(متی باب 27 آیت 22)

گویا ملک قوم اور حاکم تک یسوع کی شہرت بطور مسیح اور نبی تھی۔

چھٹا ثبوت: تب انہوں (یہود) نے اس (یسوع) کے منہ پر تھوکا اور اس کو مارا۔اور کہا اے مسیح! ہمیں نبوّت سے بتا کہ کس نے تجھ کو مارا۔

(متی باب 26 آیت 67۔68)

گویا یہود مسیح بمعنی جانتے تھے۔تو نبوت کے ذریعہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ جس نے یسوع کو مارا۔

ساتواں ثبوت: بعضے فقیہ اور فریسی نشان طلب ہوئے۔تو یسوع نے جواب دیا۔لوگ نشان مانگتے ہیں۔پر ان کو کوئی نشان سوائے یونس نبی کے نشان کے نہ دیا جاوے گا۔کیونکہ جیسا یونس نبی تین دن مچھلی کے پیٹ میں رہا۔ویسا ہی ابن آدم تین رات دن زمین کے اندر رہے گا۔

(متی باب 12 آیت 38۔40)

یسوع نے اپنے آپ کو یونس کے مشابہ قرار دیا جو نبی تھا۔

آٹھواں ثبوت: یسوع ایک دن ایک اُونچے پہاڑ پر گیا۔وہاں اس کی شکل بدل گئی اور وہ نورانی وجود ہو گیا۔اور اس کے پاس موسیٰ اور الیاس کھڑے نظر آئے۔یہ پطرس کی شہادت ہے۔(متی باب 17 آیت 1۔4)

نواں ثبوت: یسوع نے کہا بہتیرے جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی اٹھیں گے اور بڑے بڑے نشان دکھائیں گے۔(متی باب 24 آیت 24)

گویا یسوع کے نزدیک مسیح اور نبی ایک ہی مرتبہ اور مقام اور درجہ رکھتے ہیں۔خواہ جھوٹے مسیح یا نبی ہوں یا سچے۔یسوع نے نزدیک مسیح بمعنی نبی تھا۔نہ کہ خدا۔

دسواں ثبوت: یہود تین شخصوں کی آمد کے قائل اور منتظر تھے۔الیاس مسیح اور وہ نبی۔دیکھو(یوحنا باب اول آیت 19 تا 25)

ان تینوں کو یہودی نبی جانتے اور یقین کرتے تھے۔وہ کسی خدا یا خدا کے اکلوتے فرزند کی آمد اور ظہور کے قائل نہ تھے۔یسوع نے کہا یوحنا الیاس ہے۔(متی باب 11 آیت 14)''اور میں مسیح ہوں''(لوقا باب 7 آیت 19۔24)

عورت نے اس (یسوع) سے کہا اے خداوند مجھے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نبی ہیں۔(یوحنا باب 4 آیت 19)

پھر عورت نے اس سے کہا کہ مَیں جانتی ہوں کہ مسیح آتا ہے۔

(یوحنا باب 4 آیت 25)

علاوہ ازیں

خود یسوع نے فرمایا کہ بہتیرے میرے نام پر آویں گے اور کہیں گے مَیں مسیح ہوں۔(متی باب 24 آیت 5)

گویا یسوع کا دعویٰ تھا کہ مَیں مسیح اور نبی ہوں۔جو اس کے نام پر آویں گے وہ کبھی کہیں گے کہ وہ مسیح اور نبی ہوں پر تم نے ان کو محض دعویٰ کرنے کی بنا پر سچّا مت قرار دو۔

اس سے بھی ثابت ہے کہ یسوع کا دعویٰ صرف مسیح اور نبی ہونے کا تھا۔نہ خدا یا خدا کا فرزند ہونے۔ورنہ یوں فرماتے کہ وہ کہیں کہ مَیں مسیح ہوں اور خدا یا خدا کا فرزند ہوں۔

یسوع اور صلیب

وہ جو پھانسی دیا جاتا ہے خدا کا ملعون ہے

(تورات استثناء باب 31 آیت 23)

عیسائی کہتے ہیں کہ آدم اور حوا نے نافرمانی کی۔ وہ اور اس کی نسل دائمی گناہگار ہو گئی شریعت بھی اولاد آدم کو بے گناہ نہ ٹھہرا سکی۔ لہذا ابن آدم (یسوع) خدا کا فرزند دنیا میں آیا اور صلیب پر جان قربان کر کے اولاد آدم کے واسطے فدیہ اور کفارہ ہوا۔ اس واسطے جو اس پر ایمان لائے گا۔ اس کے گناہ معاف ہوں گے۔ اور نجات پاوے گا۔ اور انسان کی نجات کا یہی ایک ذریعہ ہے۔ شریعت انسان کو نجات نہیں دلا سکتی۔

ہمارا جواب

ہم اس جگہ صرف اس بات پر بحث کرتے ہیں کہ آیا واقعی یسوع صلیب پر مارا گیا۔ یا یہ صرف ایک بات ہے جو سابقہ بت پرستانِ یورپ کی تقلید میں بنائی گئی جو بعل دیوتا کے صلیب پر مرنے اور کفارہ ہونے کے قائل چلے آتے تھے۔

(1) انجیل متی میں لکھا ہے کہ فریسی اور صدوقی یسوع سے نشان کے طالب ہوئے پس یسوع نے جواب میں کہا کہ اس زمانہ کے بدکار اور حرام کار لوگ نشان مانگتے ہیں۔ پر اُن کو کوئی نشان نہیں دکھایا جاوے گا۔ سوائے یونس نبی کے نشان کے جس طرح وہ تین دن رات مچھلی کے پیٹ میں رہا۔ اس طرح ابن آدم (یسوع) تین دن رات زمین (قبر) کے اندر رہے گا۔ (باب 12 آیت 41) یہ بات ظاہر اور مسلم ہے کہ یونس مچھلی کے پیٹ میں مرا نہیں تھا۔ بلکہ زندہ داخل ہوا تھا۔ اور زندہ نکلا تھا۔ اسی طرح یہ نشان تب درست ہو سکتا ہے کہ یسوع قبر میں زندہ داخل ہو اور زندہ نکلے اور اس پر موت وارد نہ ہو۔ ورنہ یہ نشان یونس کے نشان کی طرح نہ ہو گا۔

(2) جب یسوع کا مقدمہ پیلاطوس حاکم وقت کی عدالت میں پیش تھا۔ تو پیلاطوس کی بیوی نے کہلا بھیجا کہ تُو اس راستباز سے کچھ کام نہ رکھ۔ کیونکہ آج رات میں نے خواب میں اس سبب بہت تکلیف پائی (متی باب 27 آیت 19) پس حاکم وقت کی بیوی نے یسوع کے قتل کئے جانے پر زور سفارش کی۔

(3) پیلاطوس نے سردار کاہنوں اور اور سرداران یہود کو کہا کہ جو قصور تم اس یسوع کے ذمہ ڈالتے ہو۔ مَیں نے تحقیق کی۔ اور اس کو بے قصور پایا۔ اور نہ ہیرودیس نے اس کو قصوروار پایا۔ جو اس کو واجب القتل ثابت کرے۔

(لوقا باب 19 آیت 13_16)

(4) پیلاطوس دل سے چاہتا تھا کہ وہ یسوع کو بسبب بے گناہ ہونے کے قتل سے بچاوے۔ اور اس کو چھوڑنا چاہتا تھا۔ (لوقا باب 23 آیت 22) اس وقت پیلاطوس نے چاہا کہ یسوع کو چھوڑ دے۔ پر انہوں نے کہا کہ اگر تُو اس کو چھوڑے گا تو ہم قیصر سے شکایت کریں گے۔

(یوحنا باب 19 آیت 13_16)

(5) پیلاطوس نے جب دیکھا کہ لوگوں کی کثرت کے آگے اس کی کوئی تدبیر نہ چلی۔ تو اس نے پانی منگوا کر ان کے سامنے ہاتھ دھوئے۔ اور کہا کہ مَیں اس راستباز کے خون سے پاک اور بری ہوں۔ تم جانو۔ (متی باب 37 آیت 37_34)

(6) پیلاطوس نے ایک اور تدبیر کی کہ جمعہ کے دن چھٹے گھنٹے اس کو صلیب پر چڑھایا اور نویں گھنٹے اس کو اتروا دیا۔ اور اس طرح کل تین گھنٹے صلیب پر رکھا۔

(متی باب 27 آیت 45_50)

(7) رومیوں کا صوبہ دار اور اُس کے سپاہی جو صلیب کی حفاظت پر مقرر تھے۔ اندھیرا اور بھونچال دیکھ کر ڈر گئے۔ (متی باب 27 آیت 54) اور سب لوگ جو وہاں موجود تھے خواہ رومی تھے یہ حالت دیکھ کر وہاں سے چلے گئے۔

(لوقا باب 23 آیت 48)

(8) یہود کا دستور تھا کہ کوئی نعش صلیب پر سبت کے دن نہ رکھیں۔ کیونکہ وہ دن طیاری (یعنی جمعہ) کا تھا۔ پھر بڑا سبت تھا۔ پلاطوس سے کہا گیا کہ یسوع اور ان دو چوروں کی ٹانگیں توڑی جائیں۔ جو یسوع کے ساتھ مصلوب ہوئے تھے۔ اور ان کی لاشیں اتار دی جائیں۔ تب رُومی سپاہیوں نے چوروں کی ٹانگیں توڑیں مگر یسوع کی ٹانگیں نہ توڑیں۔

(یوحنا باب 19 آیت 31_33)

(9) ایک سپاہی نے یسوع کی پسلی بھالے کی نوک سے چھیدی اور اس سے خون اور پانی نکلا (یوحنا باب 19 آیت 34) اور یہ یسوع کے زندہ ہونے کی علامت تھی۔ مردے انسانوں سے خون نہیں نکلتا۔ اور اُن کی کوئی ہڈی بھی نہ توڑی گئی۔ (یوحنا باب 19 آیت 36)

(10) یوسف آریمتیا جو نامور مشیر تھا۔ اور خود خدا کی بادشاہت کا منتظر تھا۔ خود پلاطوس کے پاس حاضر ہوا۔ اور یسوع کی لاش مانگی۔ پلاطوس نے یہ سُن کر کے یسوع مر گیا متعجب ہوا اور شبہ کیا کہ وہ ایسا جلد مر گیا۔ اور رومی صوبیدار سے دریافت

کیا کہ کس قدر دیر ہوئی کہ یسوع مر گیا۔(مرقس باب 15 آیت 43۔44)یہ بات ظاہر ہے کہ ایک نوجوان شخص جس کی عمر 33 سال ہو جیسا کہ یسوع تھا ہرگز صرف ہاتھ اور پاؤں کے زخموں سے صرف تین گھنٹے میں نہ مر سکتا تھا۔کیونکہ عام طور پر مصلوب تین دن تک زندہ رہتے تھے۔اور بھوک اور پیاس کے درد سے تین دن میں مصلوب ہیں۔برفلس اس زمانہ کا مشہور مؤرخ لکھتا ہے کہ تین دن میں بھی مصلوب نہ مرتے تھے بلکہ اس کا ایک دوست تین دن تک نہ مرا۔

(11) یوسف آرمیتانے جو یسوع کا پوشیدہ شاگرد تھا۔اور اس کو ایک باغ میں ایک چٹان میں کھدی ہوئی قبر میں جا کر رکھا۔اور نقدیموس کو جو یسوع کا شاگرد اور حکیم تھا۔پچاس سیر خاص مر اور عود ملا کر لایا۔(یوحنا باب 19 آیت 38۔41) کتب طب میں مرہم عیسیٰ۔مرہم رسل یا مرہم حوارین کا نسخہ موجود ہے۔جو حواریوں نقدیموس وغیرہ نے یسوع کے زخموں کے علاج کے واسطے تیار کیا تھا۔اور اس سے یسوع شفایاب ہوا۔یہ نسخہ آج بھی اسی نام سے مشہور ہے۔اور اسی غرض کے واسطے استعمال ہوتا ہے۔

پس یسوع صرف تین گھنٹے صلیب پر رہا۔اور 33 سال کا نوجوان اور مضبوط انسان تھا۔کوئی ہڈی اس کی توڑی نہ گئی۔پسلی سے خون اور پانی نکال۔پیلاطوس نے اس کے اس قدر جلدی مرنے کی رپورٹ کو تعجب اور شبہ کی نگاہ سے دیکھا۔وہ خود اور اس کی بیوی اس کے زندہ بچنے کی حامی اور معاون تھے۔یونس نبی کا نشان چاہتا تھا کہ وہ زندہ قبر میں داخل ہوا اور زندہ نکلے۔اور صلیب پر نہ مرے۔

(12) جمعہ کی شام کو باغ والی قبر (یا سردابہ) میں رکھا اور وہاں اُس کا علاج کیا گیا۔ہوش آنے پر اُس کو شاگرد وہاں سے اٹھا لے گئے۔چنانچہ ہفتہ کے پہلے دن (یعنی اتوار کو) مریم مگدلینی صبح سویرے ہنوز اندھیرا تھا۔قبر پر آئی۔اور پتھر کو قبر سے ٹالا ہوا دیکھا تب شمعون پطرس اور اس کے دوسرے شاگرد کے پاس جس کو یسوع پیار کرتا تھا۔دوڑی اور ان کو کہا کہ خداوند کو قبر سے نکال لے گئے۔چنانچہ پطرس اور وہ شاگرد دونوں قبر پر گئے۔اور ایسا ہی پایا۔(یوحنا باب 20 آیت 20) گو یا یسوع کو ہوش آتے ہی شاگرد وہاں سے نکال لے گئے۔

(13) لوقا کہتا ہے کہ جب مریم مگدلینی اور دوسری مریم سویرے سے قبر پر آئیں اور یسوع کی لاش کی تلاش میں تھیں تو انہوں نے وہاں یسوع کی لاش کو نہ پایا بلکہ وہاں دو مرد سفید چمکتے ہوئے لباس میں دیکھے۔جنہوں نے ان کو کہا کہ تم کیوں زندہ (یسوع) کو مردوں میں ڈھونڈتی ہو۔وہ یہاں نہیں بلکہ اٹھا ہے۔(باب 34 آیت 1۔6) دیکھو کیا صاف الفاظ ہیں کہ تم کیوں زندہ یسوع کو مردوں میں ڈھونڈتی ہو۔وہ یہاں نہیں بلکہ اٹھا ہے۔لوقا دو مردوں کا ذکر کرتا ہے۔جنہوں نے ان عورتوں کو اطلاع دی۔مگر مرقس صرف ایک مرد کا ذکر کرتا ہے۔(دیکھو مرقس باب 16 آیت 5) متی ان کو فرشتہ کہتا ہے۔
(باب 28 آیت 2)

(14) یہود کی درخواست پر پیلاطوس نے یسوع کی قبر پر اپنا پہرہ یعنی رومی لوگ مقرر کئے (متی باب 28 آیت 62۔66) کیونکہ اگر یہود خود قبر کی حفاظت کرتے تو یسوع کی نعش لے جانے میں شاگردوں کو مشکلات پیش آتے۔متی کہتا ہے کہ فرشتہ کے آنے سے رومی نگہبان ڈر گئے اور کانپ اُٹھے۔اور مردے سے ہوگئے۔(باب 28 آیت 4) پس رومی بھی حفاظت نہ کر سکے۔اور بات ارادۃً یہ بنائی گئی تا کہ رومیوں پر الزام نہ ہو کہ ان کی موجودگی میں یسوع کی لاش کس طرح ان سے جاتی رہی۔

(15) متی اس بات پر پردہ ڈالنے کی خاطر کہ یسوع قبر سے کس طرح نکل کر جاتا رہا۔آیا بیہوشی سے ہوش میں آکر یا مردہ سے زندہ ہو کر کہ یہود کے بزرگوں نے رومیوں کو رشوت دی۔اور کہا کہ تم کہو کہ جب ہم سوتے تھے تو یسوع کے شاگرد آئے اور اس کی لاش چرا لے گئے (متی باب 28 آیت 11۔15) اگر رومی محافظ سوئے ہوئے تھے تو ان کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ شاگرد اس کی لاش لے گئے اور یا یہ کہ یسوع خود چل کر گیا اور یا کوئی اور اس کی لاش اٹھا کر لے گیا۔

(16) یسوع پہلے مریم مگدلینی کو نظر آیا۔اور اس کو پیغام دیا کہ شاگردوں کو خبر دو۔مگر شاگرد یہ سن کر کہ یسوع جاتا ہے اور ان کو دکھائی دیا۔یقین نہ لائے۔(مرقس باب 16 آیت 10۔11) پھر وہ اپنے دو شاگردوں کو دکھائی دیا۔اور اُن کے کہنے پر بھی باقی شاگرد یقین نہ لائے۔(مرقس باب 22 آیت 12۔13) آخر وہ ان گیارہ شاگردوں پر ظاہر ہوا۔اور اُن کو اُن کی بے ایمانی اور سنگدلی پر ملامت کیا کہ وہ کیوں اُن کے زندہ ہونے پر ایمان نہ لائے۔(مرقس باب 19 آیت 14) متی کہتا ہے کہ شاگرد آخر تک اس کے زندہ ہونے پر شک کرتے

رہے۔(متی باب 28 آیت 17) لوقا کہتا ہے کہ فرشتوں نے عورتوں کو صاف کہا تھا کہ یسوع زندہ ہے۔(باب 24 آیت 13)

(17) جب مسیح مریم پر ظاہر ہوا تو اُس کو جان کر شناخت نہ کر سکی۔(یوحنا باب 20 آیت 15) گویا یسوع دوبارہ پکڑے جانے کے خوف سے باغبانوں کے لباس میں ملبوس تھا۔ یہی وجہ ہے کہ مریم اور شاگرد اس کو جلد شناخت نہ کر سکتے تھے۔ نیز اس کی صلیب پر مر جانے یا بیہوش ہو کر اتارے جانے اور علاج سے دوبارہ اچھا ہونے کا حال صرف یوسف اور اریتا اور نقدنیوس جانتا تھا۔ جنھوں نے اس کا علاج کیا دوسرے شاگرد بسبب بھاگ جانے کے اصلی حالات سے قطعاً بے خبر تھے۔ اور چونکہ ضعیف الاعتقاد لوگ تھے یسوع کو زندہ پا کر بھی اس پر یقین نہ کرتے تھے۔ بلکہ اس کو رُوح یا بھوت جانتے تھے۔(لوقا باب 24 آیت 3)

(18) تھوما اور پندار شاگرد چونکہ مطمئن نہ ہوتے تھے کہ وہ واقعی یسوع کو دیکھ رہے یا کسی اور کو تو یسوع اُن کے شک کو دور کرنے کے واسطے کہ وہ بذاتہ مجسم ہے۔ ان کو کہا کہ مَیں ہی ہوں مجھے چھو کر دیکھو۔ کیونکہ روح کو جسم اور ہڈی نہیں۔ جیسا کہ مجھ میں جسم اور ہڈی دونوں دیکھتے ہو۔ اور اس کے ساتھ ہی ان کو ہاتھ اور پاؤں کے زخم دکھائے اور انہوں نے اچھی طرح زخموں کو دیکھ کر یقین کیا کہ واقعی یہ روح نہیں بلکہ یسوع بمع جسد عنصری ہے۔(لوقا باب 24 آیت 38۔40، یوحنا باب 2 آیت 24۔28) یسوع نے شاگردوں کو تسلی دی کہ وہ وہی انسانی جسم رکھتا ہے اور مرا نہیں۔

(19) شاگردوں کے مزید اطمینان کی واسطے ان کو حکم دیا کہ کھانا لاؤ وہ بھونی ہوئی مچھلی اور شہد کا چھتا لائے اور اُس نے اُن کے سامنے کھایا۔(لوقا 24۔41۔43) کیا اب کوئی شک باقی رہا کہ یسوع صلیب پر نہیں مرا بلکہ زندہ اترا۔ اور وہی اور جسم بمع زخموں کے موجود تھا۔ اسی طرح کھانے پینے کا محتاج تھا۔

چشم دید واقعاتِ صلیب

(20) اگر اناجیل اربعہ کے ان واقعات کے ساتھ وہ خط بھی ملاحظہ ہو۔ جو مصر کے کھنڈرات میں ایک گرجا کی عمارت کی بنیاد میں ملا جس کو اردو میں چشم دید واقعہ صلیب کے نام سے میاں معراج الدین صاحب عمر احمدی ساکن لاہور نے ایک انگریزی ترجمہ سے اُردو کا لباس پہنایا ہے۔ تو آپ کو زیادہ واضح طور پر معلوم ہوگا کہ کس طرح یسوع کے صلیب سے بچانے کی کوشش کی گئی اور طرح وہاں سے سلامت اتارا گیا اور کس طرح علاج کیا گیا۔ اور کس طرح وہاں سے شام اور فلسطین سے نکل کر کسی دوسرے ملک کو چلا گیا۔ جہاں باقی عمر گذری۔

(21) عیسائی کہتے ہیں کہ 22 زبور بطور پیشگوئی حضرت داؤد پر نازل ہوئی جس میں یسوع کے صلیب کے واقعات اور یہود کا ظلم اور یسوع کی دعا جو اُس نے صلیب کی لعنتی موت سے نجات پانے کی واسطے مانگی ۔ کا ذکر ہے وہاں یہ بھی لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کی دعا سنی اور قبول کی۔ دیکھو(زبور باب 22 آیت 31،34) اگر یسوع صلیب پر مر جاتا۔ تو زبور میں زندہ بچنے کی پیشگوئی اور صلیب سے نجات پانے کی دعا کا قبول ہونا غلط ثابت ہوگا نیز خود یسوع پر حرف آتا ہے۔ کہ خدا کا مقبول ہو کر اس کی ایسی پر درد دُعا ہوئی اور صلیب کی لعنتی موت مری۔ دیکھو(استثناء باب 21 آیت 23)

قرآن کریم کہتا ہے کہ جب یہود کی تمام شرارتوں اور تدبیروں کو عمل میں لائے تو حضرت عیسیٰ کو خدا تعالیٰ نے تسلی دی کہ

يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ

(سورۃ آل عمران آیت 56)

یعنی اے عیسیٰ تُو طبعی موت سے فوت ہوگا۔ اور مرفوع الی اللہ ہوگا۔ گویا یہود تیرے قتل بالصلیب پر قادر نہ ہونگے۔'' جو مصلوب کو ملعون کر کے مرفوع الی اللہ کے خلاف مردود کر دیتی ہے پھر جب یہود نے کہا اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ (سورۃ النساء 158) یعنی ہم نے اس مسیح کو جو عیسیٰ ابن مریم تھا۔ اور رسول اللہ ہونے کا مدعی تھا۔ قتل بالصلیب کر کے جھوٹا ثابت کر دیا۔ تو خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰـكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِىْ شَكٍّ مِّنْهُ ؕ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۝ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ؕ (النساء 158۔159) یعنی یہود اس کو قتل صلیب پر قادر نہ ہو سکے۔ بلکہ وہ صلیب پر سے مصلوب کا سا اُتارا گیا اور لوگوں نے اس کو مصلوب

سمجھا۔ ورنہ یقینی بات یہ ہے کہ وہ قتل نہیں ہوا۔ بلکہ زندہ اُتارا گیا۔ اور اسی واسطے خدا نے اس کو اپنے پاس قرب اور عزت دی۔ ورنہ مقتول بالصلیب تو ملعون ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ قرآن کریم میں حضرت عیسیٰ کو کہتا ہے وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ (سورۃ المائدہ آیت 111) یعنی جب یہود نے تیرے قتل بالصلیب کے ارادے کئے۔ تم ہم نے یہود کے ہاتھ سے تجھ کو نجات دی۔ اور تیرے مصلوب کرنے پر قادر نہ ہو سکے۔

پس جب حضرت عیسیٰ یا یسوع صلیب پر مرا ہی نہیں تو اس کا عیسائیوں کے واسطے کفارہ ہونا خود غلط ثابت ہوا۔ مسئلہ کفارہ عیسائیت کا ایک بنیادی ستون تھا۔ جس کو آج حضرت احمد موعود نے گرا کر ثابت کر دیا۔ یکسر الصلیب کی پیشگوئی پوری ہوگئی۔ الحمد اللہ۔

یسوع اور آسمان

آسمان پر کوئی نہیں گیا سوائے اس کے جو آسمان سے آیا ہو

(یوحنا باب 3 آیت 13)

عیسائی دوست کہتے ہیں کہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ یہود کے ہاتھ سے بچ کر نکل گئے۔ اور آسمان پر چڑھ گئے اور اس وقت وہاں زندہ موجود ہیں۔ اور قبل از قیامت جب مسلمان حق اور صداقت سے دور ہو جاویں گے تو دنیا میں دوبارہ اتریں گے۔ اور مسلمانوں کو سیدھے راستے یا اپنی اتباع میں داخل کریں گے۔

پس یہ وہ خصوصیت ہے جو دنیا کے کسی نبی بلکہ حضرت محمد ﷺ کو بھی حاصل نہیں۔ سب نبی دشمنوں سے زمین پر دُکھ اور نجات پاتے رہے۔ اور سب نبی طبعی عمر گذار کر فوت ہو گئے۔ مگر حضرت عیسیٰ دشمنوں سے بچ کر آسمان پر اٹھائے گئے۔ اور غیر طبعی عمر کے مالک ہوئے اور جب مسلمان گمراہ ہوں گے۔ تو ان کی دوبارہ اصلاح کے واسطے نہ تو خود حضرت محمد دوبارہ آویں گے اور نہ ہی اس کی اُمّت میں سے کسی میں یہ قابلیت ہوگی کہ اُمت محمدیہ کے مصلح ہوں اور ان کو سیدھے رستے پر چلاویں پس یہ فوقیت اور فضیلت اس کو حضرت محمد ﷺ پر حاصل ہے۔

ہمارا جواب ہے

مسلمانوں کی مذہبی کتب کا اصل قرآن ہے۔ اور اس میں ہرگز اس بات کا کوئی ثبوت موجود نہیں کہ حضرت عیسیٰ زمین سے آسمان پر زندہ اور اس جسد عصری کے ساتھ چلے گئے۔ اگر ان شرائط کے ساتھ کوئی شخص زندہ ثابت کر دے تو ہم اس کو

مبلغ یک صد روپیہ انعام

دینے کو ہر وقت تیار ہیں۔ یہ خیال مسلمانوں میں صرف ان نو مسلم عیسائیوں سے پیدا ہوا۔ جو اسلام میں داخل تو ہوئے مگر نہ قرآن کریم کو غور اور تدبر سے پڑھا اور نہ ان کے آبائی عقائد میں سوائے چند موٹی باتوں کے کوئی نمایاں تبدیلی ہوئی اور کچھ پادریوں نے اس خیال کے ملاؤں میں مختلف ذرائع سے اشاعت کی اور مسلمانوں نے سادگی سے اس کو قبول کر لیا۔

قرآن کریم میں خدائے تعالیٰ آدم کو کہتا ہے۔ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ۝ (سورۃ الاعراف 26) پھر وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ۝ (سورۃ الاعراف 25) یعنی اس زمین میں تم نے جینا ہے اور اسی میں تم نے مرجانا ہے۔ اور تمہاری قرار گاہ اور فائدہ اٹھانے کا مقام یہی زمین ہے۔ آدم اور اس کی اولاد کے واسطے یہی قانون ہمیشہ سے مقرر ہے۔ اور وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا۝ (سورۃ الاحزاب 63) یعنی خدا کے قانون میں ہرگز کوئی شخصی تبدیلی اور فرق نہ پاوے گا۔ پس برخلاف اس قانون قدرت کے کوئی ابن آدم (حضرت عیسیٰ) کس طرح آسمان پر زندہ جا سکتا اور وہاں ہزار ہا سال زندہ رہ سکتا ہے۔ جب تک اس قانون میں کوئی استثناء موجود نہیں۔؟

خدائے تعالیٰ قرآن مجید میں لوگوں سے دریافت کر کے کہتا ہے کہ

اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا۝ اَحْيَآءً وَّاَمْوَاتًا۝

(سورۃ المرسلات آیت 26،27)

یعنی کیا ہم نے زمین کو اپنی طرف کشش کرنے والا نہیں بنایا۔ اور وہ کسی چیز کی خواہ جاندار ہو جا بیجان اپنے مرکز سے باہر نہیں جانتے دیتی تو اس کا جواب عقل اور مشاہدہ اور تجربہ اور مروجہ سائنس یہی دیتا ہے کہ ضرور خدا نے زمین کو ایسا ہی بنایا کہ اس کا کششِ ثقل کسی جاندار یا بے جان چیز کو اپنے مرکز سے باہر

جانے نہیں دیتا۔تو حضرت عیسیٰ کا مرکزِ زمین سے نکل کر آسمان پر جانا کس طرح اس کے قانون قدرت کے خلاف دُرست ہوسکتا ہے۔

سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے مکہ والوں نے یہی سوال کیا اَوۡ تَرۡقٰی فِی السَّمَآءِ ؕ (سورۃ بنی اسرائیل آیت 94) یعنی آپ آسمان پر چڑھ کر دکھائیں توانہوں نے جواب دیا کہ ہَلۡ کُنۡتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوۡلًا ۝ (سورۃ بنی اسرائیل آیت 94) یعنی مَیں تو ایک بشر رسول ہوں۔کون بشر رسول مجھ سے قبل آسمان پر گیا ہے۔کہ مَیں آسمان پر چڑھ کر دکھا دوں۔مسلمانوں کے نزدیک حضرت عیسیٰ بھی ایک بشر رسول تھے۔وہ کیونکر آسمان پر جاسکتے تھے۔ اوراگر زمانہ حضرت محمد ﷺ میں اہل عرب کے نصاریٰ کا یہی عقیدہ ہوتا تو مکہ والوں کوضرور معلوم ہوتا اور وہ حضرت محمد ﷺ کے سامنے یہ بات بطور حجت پیش کرتے کہ حضرت عیسیٰ جس کو آپ بشر رسول یقین کرتے ہیں آپ سے قبل آسمان پر زندہ چڑھا ہے۔تو آپ کیوں یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ مجھ سے قبل کوئی بشر رسول آسمان پر نہیں گیا۔تو میں کیوں آسمان پر چڑھ سکتا ہوں۔

پس جب حضرت عیسیٰ آسمان پر چڑھے ہی نہیں تو آسمان پر جانا اور وہاں اس وقت تک زندہ رہنا اور دوبارہ دنیا میں آنا سب غلط اور بناء الباطل علی الباطل ہے بلکہ برخلاف اس کے خدا تعالیٰ اس کو قرآن کریم میں کہتا ہے۔یٰعِیۡسٰۤی اِنِّیۡ مُتَوَفِّیۡکَ (سورۃ آل عمران 56) اے عیسیٰ مَیں تم کو وفات دینے والا ہوں۔ اور حضرت محمد ﷺ نے اسی لفظ کا ترجمہ انی ممیتك کیا ہے یعنی تم کو طبعی موت دینے والا ہوں۔اور خود قرآن کریم میں حضرت عیسیٰ کا اقرار خدا کے آگے فَلَمَّا تَوَفَّیۡتَنِیۡ (سورۃ المائدہ آیت 118) کا موجود ہے۔یعنی جس وقت تم نے مجھ کو وفات دی۔پس حضرت عیسیٰ جمیع انبیاء کی طرح طبعی زندگی پوری کر کے وفات پاچکے۔

ہم چیلنج کرتے ہیں کہ جب توفی کا لفظ باب تفعل سے ہو اور خدا فاعل اور کوئی ذی روح مفعول ہو تو اس کے معنی سوائے موت اور قبض روح کے دوسرے ہرگز نہیں اگر کوئی شخص ثابت کرے تو ہم اس کو مبلغ ایک سو روپیہ انعام دیں گے۔اسی طرح خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔مَا الۡمَسِیۡحُ ابۡنُ مَرۡیَمَ اِلَّا رَسُوۡلٌ ۚ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِہِ الرُّسُلُ ؕ (سورۃ المائدہ 75) یعنی مسیح مریم کا بیٹا ایک رسول تھا۔اُس سے پہلے جس قدر رسول آئے سب وفات پاگئے۔

پس وہ کس طرح جیتا رہا پھر فرمایا۔وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوۡلٌ ۚ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِہِ الرُّسُلُ ؕ (سورۃ آل عمران 145) یعنی محمد بھی ایک رسول ہے اور اس سے قبل جس قدر رسول ہوئے وہ بموجب افان مات او قتل یا طبعی مرگ سے فوت ہوئے جس کو عربی میں موت کہتے ہیں یا غیر طبعی مرگ سے فوت ہوئے۔جس کو عربی میں قتل کہتے ہیں۔اور خلت کا لفظ صرف ان دوصورتوں میں محدود اور مسدود ہے۔ یعنی موت اور قتل میں۔ پر خلعت کی تیسری کوئی صورت نہیں۔ حضرت عیسیٰ کے بارہ میں قرآن کریم نے ایک صورت کی نفی کردی ہے وہ قتل یا بالصلیب ہے جو وما قتلوہ وما صلبوہ میں مذکور ہے۔یعنی عیسیٰ کو لوگوں نے قتل بالصلیب کے ذریعہ نہیں مارا پس دوسری صورت رہی صرف موت طبعی تو وہ 120 سال عمر گذرنے پر واقع ہوئی جیسا کہ احادیث میں اور تفسیر کمالین بر حاشیہ جلالین میں ابن حزم کی روایت مذکور ہے۔پس حضرت عیسیٰ طبعی موت کے ذریعہ سے 120 سال کی عمر میں وفات پاگئے اور سرینگر محلہ خانیار میں ان کی قبر موجود ہے۔

اناجیل اربعہ

اناجیل اربعہ میں پہلی انجیل متی کی ہے جس نے حضرت عیسیٰ کے آسمان پر جانے کا کوئی ذکر تک نہیں کیا۔اسی طرح سے انجیل یوحنا بھی انجیل متی کی طرح قطعاً خاموش ہے اور آسمان پر جانے کا کوئی ذکر تک نہیں کیا۔ انجیل لوقا میں لکھا ہے کہ تب یسوع نے اپنے شاگردوں کو وہاں سے باہر بیت عینا تک لے گیا۔اور اپنے ہاتھ اُٹھا کے ان کو برکت دی۔اور ایسا ہوا کہ جب وہ اُن کو برکت دے رہا تھا اُن سے جدا ہوگیا۔اور آسمان پر اٹھایا گیا۔

(لوقا باب 24 آیت 50_51)

لوقا تو وہاں موجود نہ تھا۔اور شاگردوں کے بارہ میں لکھتا ہے کہ یسوع اُن سے جدا ہوگیا۔پھر وہ آسمان پر اٹھایا گیا۔جب شاگرد اُس سے جدا ہوئے۔اور وہ شاگردوں سے جدا ہوگیا۔توکس نے دیکھا کہ یسوع آسمان پر اٹھایا گیا۔اس بات کا قطعاً کوئی گواہ نہیں کب اور کہاں اور کس طرح آسمان پر اٹھایا گیا۔اور کون چشم دید گواہ تھا۔لوقا نے محض ایک مجہول سی بات ڈیڑھ سو سال بعد لکھ دی کہ وہ شاگردوں سے جدا ہوگیا۔اور پھر آسمان پر اٹھایا گیا۔اور کوئی شہادت پیش نہ کی۔ اس کے بعد انجیل مرقس کی یہ تحریر ہے کہ آخر وہ (یسوع) اُن گیارہ شاگردوں کو جب کہ وہ کھانا کھا رہے تھے دکھائی دیا۔اُن کی بے ایمانی اور سخت

دلی پران کوملامت کی وغیرہ۔۔۔۔غرض خداوند کوایسا فرمانے کے بعد آسمان پر اٹھایا گیا۔اور خدا کے داہنے ہاتھ جابیٹھا۔(مرقس باب 16 آیت 12۔19) لوقا تو بیت عینا کے سامنے کا واقعہ بیان کرتا ہے۔اور مرقس شاگردوں کے کسی بند مکان میں کھانا کھاتے اور بیٹھے ہوئے بیان کرتا ہے۔اور کہتا ہے کہ ان کو چند باتیں کہہ کر اس کے بعد آسمان پر اٹھایا گیا۔مرقس بھی اس بات کو بصیغہ مجہول ہی کہہ گئے کہ وہ آسمان پر اٹھایا گیا۔مگر یہ نہ بتایا کہ کس مقام سے کب اور کس کے سامنے کون کون رویت کا گواہ ہے۔خود مرقس تو بہت بعد ہوا۔اس کو کس طرح علم ہوا مگر باوجود اس قدر لایعنی گواہی کے وہ اور آگے بڑھتا ہے اور کہتا ہے کہ آسمان پر اٹھایا جانا تو درکنار اس سے بڑھ کر بات یہ ہے کہ وہ خدا کے داہنے ہاتھ جابیٹھا۔اب تو شہادت اور بھی حقیر ہوگئی۔بھلا اُس بھلے مانس سے کوئی پوچھے کہ اس کو کس طرح پتہ لگا کہ وہ خدا کے داہنے ہاتھ جابیٹھا۔یہ فقرہ تو آسمان پر جانے کو بھی مشکوک کرگیا۔کہ یہ سب کچھ محض خوش اعتقادی سے لکھا گیا ہے اور یہی حق ہے۔ورنہ کوئی چشم دید شہادت موجود نہیں۔لوقا جب رسولوں کے اعمال لکھنے لگا آسمان پر اٹھائے جانے کے بارہ میں لکھتا ہے کہ وہ ان کے دیکھتے ہوئے اوپر اٹھایا گیا۔اور بدلی نے اسے ان کی نظروں سے پوشیدہ کرلیا۔(باب 1 آیت 9)

انجیل میں تو لکھا ہے کہ وہ شاگردوں سے جدا ہوگیا۔اور آسمان پر اٹھایا گیا۔ اور اعمال رسل میں لکھتا ہے کہ ان کے دیکھتے ہوئے اوپر اٹھایا گیا۔یہاں تک آسمان کا ذکر نہیں اور ساتھ ہی کہتا ہے کہ بدلی نے اس کو شاگردوں کی نظروں سے پوشیدہ کرلیا اور شاگرد اس کو دیکھ نہ سکے تو کس طرح پتہ لگا۔وہ ضرور آسمان پر ہی گیا۔اس کے واسطے وہ کہتا ہے کہ جب شاگرد آسمان کی طرف دیکھ رہے تھے تو دو مرد سفید پوشاک پہنے ہوئے ان کے پاس کھڑے تھے۔کہنے لگے کہ اے جلیلی مردو! تم کیوں کھڑے آسمان کی طرف دیکھ رہے ہو۔یہی یسوع جو تمہارے پاس سے آسمان پر اٹھایا گیا ہے اسی طرح جس طرح تم نے اس کو آسمان پر جاتے دیکھا۔پھر آوے گا۔(باب 1 آیت 10۔11) یہ دو مرد کون تھے۔کیا نام تھا۔کہاں کے رہنے والے تھے۔کس قدر قابل اعتبار ہے۔اور ان کی شہادت کہاں تک قابل وثوق ہے۔جو وہ کہتے ہیں کہ یسوع جو بدلی میں پوشیدہ ہوا اور شاگردوں کے نظروں سے چھپ گیا تو آسمان پر ہی اٹھایا گیا۔یہ ہے سب حقیقت یسوع کے آسمان پر جانے کی جس کی نہ کوئی قابل وثوق سند ہے نہ چشم دید شہادت موجود ہے۔مگر عیسائی حضرات شور مچاتے ہیں یسوع آسمان پر زندہ موجود ہے۔حالانکہ آسمان پر جانا خود محتاج ثبوت ہے۔تو آنا بھلا کب ثابت ہوا۔وہی اثبات الباطل بالباطل کا معاملہ ہے۔

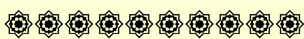
یہود کہتے تھے

کہ ایلیاہ نبی آسمان پر گیا۔اور ملاکی نبی میں لکھا تھا کہ وہ ہولناک دن سے قبل دوبارہ آوے گا۔مگر جب یسوع ظاہر ہوا تو یہود نے ایلیاہ کے بارہ میں سوال کیا کہ وہ کب آوے گا۔تو یسوع نے جواب دیا ایلیاہ جو آنے والا ہے یہی ہے جو چاہو تو قبول کرو(متی باب 11 آیت 14) حالانکہ سب جانتے تھے کہ وہ یوحنا بن ذکریا ہے۔اور اسی فلسطین میں پیدا ہوا تھا۔پس یہود کا ایلیاہ آسما ن سے نہ آیا اور اس کی آمد خو یسوع نے یوحنا کے ظہور سے پوری کی۔پس یسوع اس صریح فیصلہ کے خلاف خود کس طرح دوبارہ دنیا میں آوے گا۔جو اس بات کی توقع رکھتا ہے وہ یہود کی طرح غلطی خوردہ ہے اور آنے والے عیسیٰ کا ظہور ایسا ہی ہونا مقدر ہے جس طرح الیاس کی آمد ثانی یوحنا کے ظہور سے پوری ہوئی۔ چنانچہ آج اس زمانہ میں حضرت احمد قادیانی علیہ السلام نے اسی عقیدہ کو دوہرایا کہ عیسیٰ جو یہود کا ایک نبی تھا۔فوت ہو چکا ہے اور آنے والا عیسیٰ مَیں ہوں۔ چاہو تو قبول کرو۔

حضرت عیسیٰ

نے صاف لفظوں میں کہا کہ کوئی آسمان پر نہیں گیا۔سوا اس کے جو آسمان پر سے آیا ہو۔(انجیل یوحنا باب 3 آیت 13) پس نہ تو حنوک آسمان پر گیا نہ ایلیاہ دیکھو(سلاطین نمبر باب 2 آیت 11) اور نہ خود عیسیٰ مسیح۔کیونکہ نہ حنوک آسمان پر سے آیا تھا نہ ایلیاہ۔حضرت عیسیٰ بلکہ یہ سب زمین پر پیدا ہوئے۔

پس نہ حضرت عیسیٰ آسمان پر گیا۔نہ دوبارہ وہی حضرت عیسیٰ آوے گا۔اور نہ وہ امت محمدیہ میں ظاہر ہوگا۔اور نہ اس کو یہ فرضی فضیلت اور فوقیت حضرت محمد ﷺ پر حاصل ہوگی۔ بلکہ اُمت محمدیہ کے لئے خود حضرت محمد ﷺ کے روحانی فرزندوں میں سے حضرت احمد نبی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ظاہر ہوا۔



جاپان کی ترقی کا راز

(حاصل مطالعہ)



آج سے چار سو سال قبل کسی جاپانی رئیس کا قیمتی مرتبان ٹوٹ گیا، اس نے مرتبان کی کرچیاں اٹھا کر باہر پھینک دیں، وہاں سے کوئی بودھ بھکشو گزر رہا تھا، اس نے کرچیاں دیکھیں، مسکرایا، کرچیاں اٹھا کر اپنے تھیلے میں ڈالیں اور رخصت ہو گیا، بھکشو کی کلائی میں سونے کا ایک کڑا تھا، یہ اس کی واحد متاع تھی، وہ دوسرے گاؤں پہنچا، سونار کے پاس گیا اور اس کی ورکشاپ میں مفت کام کی پیش کش کر دی۔

سونار نے اسے رہائش اور مفت کھانے کے عوض اپنے پاس رکھ لیا، بھکشو نے اس سے درخواست کی، میں سارا دن تمہارے پاس مفت کام کروں گا لیکن شام کے وقت اپنا سونے کا کڑا پگھلا کر اپنے مرتبان کی مرمت کروں گا، سونار کو کیا اعتراض ہو سکتا تھا چناں چہ دونوں کا سودا ہو گیا، بھکشو اب سارا دن سونار کا کام کرتا تھا اور شام کے وقت جب دکان بند ہو جاتی تھی تو وہ اپنا کڑا پگھلا کر سونا نرم کرتا تھا اور سونے کی تار سے مرتبان کی کرچیاں جوڑتا رہتا تھا۔

بھکشو نے مہینہ بھر کی محنت سے ٹوٹا ہوا مرتبان جوڑ لیا، مرتبان مکمل ہو گیا تو اس نے اسے صاف کر کے دکان کے شوکیس میں رکھ دیا، مرتبان سونے کی چمک کی وجہ سے دور سے دکھائی دیتا تھا اور دیکھنے والے بے اختیار اس کی طرف کھچے چلے آتے تھے یوں وہ مرتبان چند دنوں میں پورے علاقے میں مشہور ہو گیا اور لوگ اس کی منہ مانگی قیمت دینے کے لیے تیار ہو گئے مگر بھکشو نے اسے بیچنے سے انکار کر دیا، اس کا کہنا تھا یہ مرتبان کسی اور کی امانت ہے، مرتبان کی تعریف پھیلتے پھیلتے اس جاپانی رئیس تک بھی پہنچ گئی جو دراصل اس مرتبان کا مالک تھا، وہ بھی اس دکان پر پہنچ گیا۔

اس نے بھی مرتبان دیکھا مگر وہ اسے پہچان نہ سکا اور اس نے منہ مانگی قیمت دے کر مرتبان خریدنے کا اعلان کر دیا، بھکشو نے نیلامی کا بندوبست کر دیا، بولی شروع ہوئی اور رئیس بولی بڑھاتا رہا یہاں تک کہ علاقے کے تمام رئیس ہار گئے اور وہ رئیس جیت گیا، رئیس نے جب فخر کے ساتھ مرتبان اٹھا لیا تو بھکشو آگے بڑھا اور مرتبان اسے دے کر بولا" حضور یہ مرتبان دراصل ہے ہی آپ کا اور میں آپ کی چیز کی قیمت آپ سے کیسے وصول کر سکتا ہوں؟ آپ اپنا مرتبان لیں اور میرے لیے بس دعا کر دیں" رئیس نے حیرت سے پوچھا "کیا مطلب؟" بھکشو نے جواب دیا" میں فلاں تاریخ کو آپ کے گھر کے سامنے سے گزر رہا تھا۔

آپ کا یہ مرتبان ٹوٹ گیا تھا اور آپ نے اس کی کرچیاں اٹھا کر باہر پھینک دی تھیں، میں کرچیاں اٹھا کر یہاں لے آیا، اپنا کڑا پگھلا کر اسے جوڑ دیا اور جڑے ہوئے ٹکڑوں نے اسے پیس آف آرٹ بنا دیا" رئیس حیران رہ گیا، بھکشو نے بتایا" ٹکڑے اشیاء کے ہوں یا انسانوں کے یہ جب جڑتے ہیں تو یہ چیزوں اور انسانوں کو انمول بنا دیتے ہیں۔

یہ انھیں پیس آف آرٹ بنا دیتے ہیں چنانچہ میرا مشورہ ہے آپ چیز ہیں یا انسان ہیں آپ جب ٹوٹ جائیں تو آپ خود کو بے کار نہ سمجھیں، اپنی کرچیاں کچرا گھر میں نہ گرنے دیں، آپ کسی جگہ بیٹھیں اور اپنے آپ کو حوصلے، ہمت اور برداشت کے سونے سے جوڑنا شروع کر دیں۔

آپ نہ صرف دوبارہ مکمل ہو جائیں گے بلکہ آپ پہلے سے ہزار گنا قیمتی بھی ہو جائیں گے اور پیس آف آرٹ بھی بن جائیں گے۔" وہ دن ہے اور آج کا دن ہے جاپان میں لوگ ٹوٹے ہوئے برتنوں کو سونے سے جوڑ کر پیس آف آرٹ بنا رہے ہیں، یہ لوگ اپنی زبان میں اس فن کو کن سوگی کہتے ہیں

جاپان میں کن سوگی کے عمل سے گزرنے کے بعد عام سے پیالے، پلیٹیں، مگ اور گھڑے ملین ڈالر کا آرٹ پیس بن جاتے ہیں اور میوزیم میں رکھے

جاتے ہیں یا پھر لوگ انھیں اپنے گھروں میں سجاتے ہیں، یہ فن صرف اشیاء کی "ری پیئرنگ" کے لیے استعمال نہیں ہوتا بلکہ اس کے ذریعے ٹوٹے پھوٹے اور تباہ حال انسانوں کو بھی جوڑ کر، رگڑ کر نیا اور مہنگا بنایا جاتا ہے، جاپانی قوم خود بھی کن سوگی کا جیتا جاگتا شاہ کار ہے۔

دنیا میں آج تک ایٹم بم صرف دو بار استعمال ہوا اور یہ دونوں مرتبہ جاپان پر گرایا گیا، 6 اگست 1945 کو ہیروشیما پر پہلا اور 9 اگست کو ناگا ساکی پر دوسرا ایٹم بم گرا اور ان دو بموں نے پوری جاپانی قوم کو مرتبان کی طرح کرچی کرچی کر دیا لیکن آپ کن سوگی کا کمال دیکھیے، جاپانی قوم نے نہ صرف اپنی تمام کرچیاں جمع کر کے خود کو دوبارہ بنا لیا بلکہ یہ اپنے اصل سے زیادہ قیمتی بھی ہو گئی، جاپان کی آج کی 20 بڑی کمپنیاں خواہ یہ ٹویوٹا ہو، مٹسوبشی ہو، ہونڈا ہو، آئی ٹو چو ہو، نیون ٹیلی گراف اور ٹیلی فون ہو، مٹسوئی ہو، جاپان پوسٹ ہولڈنگ ہو، ہٹاچی ہو، سونی ہو، انیوس ہولڈنگ ہو، ایون ہو، ماروبینی ہو یا پیناسونک ہو یہ دوسری جنگ عظیم سے قبل دفاعی آلات اور بم توپیں بناتی تھیں۔

ان کمپنیوں نے جنگ کے بعد اپنا کاروبار تبدیل کیا اور یہ چند برسوں میں دنیا کی بڑی تجارتی اور صنعتی کمپنیاں بن گئیں، جنگ عظیم دوم سے قبل جاپان کی فوج دنیا کی طاقتور اور خوف ناک فوج تھی، پسپائی ان کے سلیبس میں شامل ہی نہیں تھی، یہ اگر جنگ میں ہار جاتے تھے تو یہ خودکشی کر لیتے تھے مگر شکست کے داغ کے ساتھ گھر واپس نہیں آتے تھے، دنیا میں دوسرا خودکش اسکواڈ بھی جاپانیوں نے تیار کیا تھا، یہ لوگ "کامی کازی" کہلاتے تھے، یہ پائلٹس تھے، یہ ہیروشیما سے جہاز اڑاتے تھے، فضا میں پٹرول کے آخری قطرے اور آخری گولی تک لڑتے تھے اور اس کے بعد اپنا جہاز دشمن پر گرا دیتے تھے اور یوں محمود اور ایاز دونوں آنجہانی ہو جاتے تھے، کامی کازی بڑے جذبے کے ساتھ تیار ہوتے تھے۔

لوگ اپنے نام لکھواتے تھے اور اپنی سلیکشن کے لیے باقاعدہ منتیں مانگتے تھے اور آخر میں جب یہ اپنے مشن پر روانہ ہوتے تھے تو ان کا خاندان، دوست احباب اور شاہی ہرکارے سیلوٹ کے ساتھ انھیں رخصت کرتے تھے اور یہ اس کے بعد کبھی واپس نہیں آتے تھے، 7 دسمبر 1941 کو جاپانی کامی کازیوں نے امریکی بندرگاہ پرل ہاربر پر حملہ کر کے امریکی نیوی کو لوہے کے چنے چبوا دیے تھے اور یوں امریکا بھی جنگ عظیم دوم میں کودنے پر مجبور ہو گیا



تھا، میں بچپن میں جب جاپانی حملے کے بارے میں پڑھتا تھا تو سوچتا تھا جاپان کہاں اور امریکا کہاں! جاپانی پھر امریکا کیسے پہنچے تھے؟ ذرا سا بڑا ہوا اور نقشے پڑھنا شروع کیے تو پتا چلا جاپان امریکی ریاست ہوائی سے زیادہ دور نہیں ہے۔

جاپانی جہاز پیسفک اوشن سے ہوتے ہوئے امریکی ٹھکانوں پر حملے کر کے واپس جا سکتے تھے اور جاپان یہ کرتا رہا، جاپانی فوج نے تھائی لینڈ، فلپائن اور انڈیا میں برطانیہ اور امریکا دونوں کی ناک زمین پر رگڑ دی تھی اور اگر امریکا اس پر ایٹم بم نہ گراتا تو یہ بھارت سے برطانیہ کا پرچم تقریباً اتار چکے تھے، یہ فلپائن اور تھائی لینڈ پر قبضہ بھی کر چکے تھے۔

جاپانی برما اور بھارتی ریاست ناگالینڈ پر قابض ہو چکے تھے اور یہ سلسلہ اگر چلتا رہتا تو بھارت کے بعد ایران، ترکی اور پھر مشرقی یورپ دور نہیں تھا، ہٹلر روس تک پہنچ چکا تھا اور اگر جاپان بھارت کے راستے سینٹرل ایشیا یا مشرقی یورپ آ جاتا تو 80 فیصد دنیا جرمنوں اور جاپانیوں کے قبضے میں ہوتی اور آج دنیا کا نقشہ یکسر مختلف ہوتا، بہرحال 6 اور 9 اگست 1945 کے دن طلوع ہوئے، امریکا نے جاپان پر دو ایٹم بم پھینکے اور تاریخ کا دھارا بدل گیا، جرمنی اور جاپان مفتوحہ ہو گئے اور برطانیہ اور امریکا فاتح بن گئے۔

جاپان کے پاس شکست کے بعد دو آپشن تھے، یہ لوگ باقی زندگی اپنے زخم چاٹ کر اور ماضی کی فتوحات کے ترانے گا گا کر زندگی گزار دیتے یا پھر کن سوگی کے عمل سے گزر کر اپنی کرچیاں سمیٹتے اور خود کو پہلے سے زیادہ قیمتی بنا لیتے، جاپانیوں نے دوسرا آپشن پسند کیا اور یہ کن سوگی کے عمل سے گزرنے لگے۔

یہ لوگ دفاع سے نکل کر معاشی قوم بننے لگے، انھوں نے فیکٹریوں، منڈیوں اور کھیتوں کو اپنا جنگی میدان بنا لیا اور کمال کر دیا، جاپان سالانہ

900 بلین ڈالر کی مصنوعات ایکسپورٹ کرتا ہے اور یہ اشیاء پوری دنیا میں بکتی ہیں، یہ ملک چاروں طرف سے دشمنوں میں گھرا ہوا ہے، چین، روس، کوریا، بھارت اور امریکا کے ساتھ اس کی لڑائی ہے، چین کے ساتھ اس کا متعدد علاقوں پر تنازع چل رہا ہے۔

روس کے ساتھ سوا سو سال سے سخالین کے جزائر کی وجہ سے اختلاف ہے، کوریا کے لوگ جاپان کو غاصب سمجھتے ہیں، جاپان نے دوسری جنگ عظیم کے دوران بھارت کی ریاست ناگالینڈ کو تباہ کر دیا تھا اور امریکا نے جاپان پر دو ایٹم بم گرائے تھے چناں چہ یہ ہر طرف سے دشمنوں میں گھرا ہوا ہے لیکن اس کے باوجود یہ اپنے تمام دشمنوں کے ساتھ کھربوں ڈالر کی تجارت کر رہا ہے، جاپانی گاڑیاں، کمپیوٹر، ہیوی مشینری اور ادویات پوری دنیا میں جاتی ہیں اور یہ اپنے دشمنوں سے بھی کھل کر خام مال منگواتا ہے۔

جاپان نے عاجزی اور سادگی کو بھی اپنا آرٹ بنا لیا ہے، یہ جھک کر ملتے ہیں اور دوسروں کے سامنے بچھ بچھ جاتے ہیں، ہاتھ ملانا بے ادبی سمجھتے ہیں چناں چہ بادشاہ ہو، وزیر اعظم ہو یا ہونڈا یا کرولا کمپنی کا مالک ہو وہ سینہ اور گردن جھکا کر آپ سے ملے گا، پوری قوم کام کی عادی ہے، لوگ ایک منٹ لیٹ نہیں ہوتے، پوری زندگی ایک کمپنی یا ایک فیکٹری میں گزار دیں گے اور کبھی معاوضے میں اضافے کا مطالبہ نہیں کریں گے، دو یا حد تین مرلے کے گھر میں رہیں گے، زندگی کی آخری سانس تک کام کریں گے اگر خدانخواستہ کسی سال تین چار اضافی چھٹیاں ہو جائیں تو یہ دھاڑیں مار مار کر روتے ہیں، آج سے تین سال قبل ملک میں 9 چھٹیاں اکٹھی آ گئی تھیں اور یہ لوگ ریلوے اسٹیشنوں، پارکوں اور گھروں کے دروازوں پر کھڑے ہو کر رونے لگے تھے۔

ان کا کہنا تھا ہم 9 دنوں میں کیا کریں گے؟ لوگ پوری دنیا میں چھٹیوں کے لیے احتجاج کرتے ہیں لیکن جاپان میں چھٹیوں کے خلاف اور اوقات کار میں کمی پر احتجاج ہوتا ہے، حکومت اگر قومی تعطیل کر دے یا کمپنی کے مالکان اوقات کار کم کر دیں تو یہ سراپا احتجاج بن جاتے ہیں، یہ مردہ باد کے نعرے لگانا شروع کر دیتے ہیں۔



غزل



ڈاکٹر طارق انور باجوہ۔ لندن

جانتا کب ہے کیا نہیں مانا
جس نے زندہ خدا نہیں مانا

مان کر ہم نے پا لیا سب کچھ
اُس نے ٹھکرا دیا نہیں مانا

تھا فرشتوں کو حکم سجدے کا
وہ جو ابلیس تھا، نہیں مانا

ان بتوں کو تو ٹھیس لگنی تھی
جن کو ہم نے خدا نہیں مانا

جانے کس کس نے امتحان لیا
پر کسی کا بُرا نہیں مانا

راستہ اس کو کیسے دکھلائیں
جل رہا ہے دیا، نہیں مانا

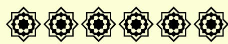
عید کے روز رکھ لیا روزہ
چاند نکلا بھی تھا، نہیں مانا

پیٹھ پیچھے کہا کہ سچا ہے
جب ہوا سامنا نہیں مانا

جس کو لالچ نہیں تھا کرسی کا
فرش پر آ گیا، نہیں مانا

سچ کہو کیا نہیں ہوا ایسا
جس کا تھا، آسرا نہیں مانا

طارق اس کو بھی دی دعا ہم نے
جس کو جو بھی کہا، نہیں مانا



اقلیتوں کو امتیازی سلوک اور ظلم کا سامنا کیوں کرنا پڑتا ہے

(حاصل مطالعہ۔ آشتی علی بھٹی۔ قازاقستان)

پاکستان کا شمار دنیا کے ان ممالک میں ہوتا ہے جہاں اقلیتیں محفوظ نہیں رہیں۔ اگر چہ دیکھا جائے تو دنیا کے کسی بھی کونے میں چلے جائیں اقلیتوں پر ہمیشہ ظلم ہی ہوتا رہا ہے۔ پھر چاہے وہ انڈیا ہو، آسٹریلیا ہو، کینیڈا ہو یا پھر پاکستان ہو، اقلیتیں ہمیشہ ظلم کا شکار رہی ہیں۔

پاکستان میں مذہبی اقلیتوں پر حملوں میں ہندو، احمدی، شیعہ، اور عیسائی شامل ہیں۔ مذہبی اقلیتوں کے سینکڑوں لوگ جانیں گواہ چکے ہیں۔ اقلیتی برادریوں سے تعلق رکھنے والی خواتین کو جبری تبدیلی مذہب اور شادیوں کا نشانہ بنایا جاتا رہا ہے۔

پاکستان میں ہندو خواتین کی جبری تبدیلی، عصمت دری اور زبردستی کی شادیاں پاکستان میں متنازعہ بن گئی ہیں۔ اقلیتوں پر حملوں کی وجہ سے پاکستان میں مذہبی اقلیتوں کے ساتھ امتیازی سلوک کرنے والی پالیسیوں کی مذمت کی گئی ہے۔ اقلیتوں کو اکثر امتیازی سلوک اور ظلم کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

جب کہ اقلیتوں کے حوالے سے آرٹیکلز یہ کہتا ہے کہ تمام شہری قانون کے سامنے برابر ہیں۔ آرٹیکل کہتا ہے کہ ہر شہری کو "اپنے مذہب کا دعویٰ کرنے، اس پر عمل کرنے اور اس کی تبلیغ کرنے کا حق حاصل ہوگا۔

آرٹیکل 36 کے تحت اقلیتوں کو تحفظ فراہم کیا گیا ہے، اس کے مطابق ریاست اقلیتوں کے جائز حقوق اور مفادات کا تحفظ کرے گی، بشمول صوبائی اور وفاقی اسمبلیوں میں ان کی مناسب نمائندگی دی جائے گی۔

اسلام کے مطابق ان کے تمام بنیادی حقوق کی ضمانت دی گئی ہے۔ پاکستان کا آئین پاکستان کے تمام شہریوں کو مذہبی آزادی کی ضمانت دیتا ہے۔ اقلیتیں اپنے مذہب پر عمل کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی عبادت گاہیں بنانے میں بھی آزاد ہیں۔

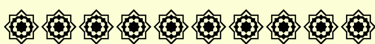
آرٹیکل 4 کے تحت ریاستیں اس بات کو یقینی بنانے کے لیے جہاں ضرورت ہو اقدامات کریں گی کہ اقلیتوں سے تعلق رکھنے والے افراد اپنے تمام انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کو بغیر کسی امتیاز کے اور مکمل مساوات کے ساتھ مکمل اور مؤثر طریقے سے استعمال کر سکیں۔

کیا ان سب آرٹیکل کے باوجود ان پر عمل درآمد کیا جاتا ہے۔ کیا قانون کے باوجود اقلیتیں پاکستان میں محفوظ ہیں یہ سب وہ سوالات ہیں جس کا جواب کسی کے پاس نہیں ہے۔

اس حوالے سے ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن کورٹ ملیر کی سینئر وکیل عابدہ پروین سے بات کی انہوں نے بتایا کہ ان کے پاس زیادہ تر کیسز زبردستی مذہب تبدیل کرنے اور اغوا کے آتے ہیں جو کہ بہت تکلیف دہ ہوتے ہیں لیکن ابھی تک ان کیسز کے نتیجے سامنے نہیں آئے۔ اقلیتیں پاکستان میں بلکل محفوظ نہیں ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ انہوں نے ایسے کیسز بھی دیکھے ہیں جن میں ان کے سامنے اقلیتوں کو دھمکیاں دی جاتی ہیں اور وہ ڈر کی وجہ سے کیسز وڈرو کروا لیتے ہیں۔

انہوں نے بتایا کہ زیادہ تر لوگ ڈر کی وجہ سے کیسز کرواتے ہی نہیں ہیں اور اگر کوئی کروالے تو بدقسمتی سے کیس آگے چل ہی نہیں پاتا۔ ان کا کہنا تھا کہ ہم نے ان کو سمجھانے کی بہت کوشش کی لیکن وہ لوگ ڈر کی وجہ سے پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔

اس حوالے سے تھر سے تعلق رکھنے والی ایک خاتون سے ہم نے بات کی جس نے اپنا نام نہ ظاہر کرنے کی شرط پر ہمیں بتایا کہ اس کو زبردستی اغوا کرنے کے بعد دس دن اس کو قید میں رکھا گیا اس پر بہت زیادہ ظلم کیا گیا۔ اس کے بعد زبردستی میرا مذہب تبدیل کروایا گیا۔ اس کا کہنا تھا کہ اس کو بہت زیادہ دھمکیاں دی گئیں کہ اگر میں نے بات نہ مانی تو اس گھر والوں کو قتل کر دیا جائے گا۔ جب ہم نے اس حوالے سے اس بات کی تو اس وقت بھی وہ اپنے گھر والوں کو یاد کر کے بہت زیادہ افسردہ ہوگئی۔ اس واقعہ کو تقریباً دس سال ہوگئے ہیں۔



منہ دل کا ساتھ کیوں نہیں دے رہا یارو؟؟

(ذوالکفل اصغر علی بھٹی)

1940 میں اہلحدیث مولوی ثناء اللہ امرتسری کا جماعت احمدیہ سے تقابلی جائزہ

اگست 1940 میں ایک احمدی مبلغ سلسلہ جناب مولوی کرم الٰہی ظفر صاحب جو بعد میں مبلغ سپین مقرر ہوئے کو دہلی سے کوئی 13 میل دور واقع رقبہ مہرولی میں مشہور بزرگ حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ کے مزار پر جانے کا اتفاق ہوا۔ جنہوں نے وہاں پر مسلمانوں کی قبر پرستی کا افسوسناک مظاہرہ بچشم خود دیکھا تو واپسی پر یہ تمام تفصیل الفضل 23 اگست 1940 میں لکھ کر شائع کر دی۔ مولوی ثناء اللہ امرتسری صاحب نے 6 ستمبر 1940 کو اپنے اخبار اہل حدیث میں الفضل کی یہ ساری رپورٹ نقل کر کے نیچے حسب ذیل نوٹ لکھا

''برادران توحید کیا یہ آواز سن کر بھی آپ لوگ بزم توحید قائم کرنے میں غفلت سے کام لیں گے؟ کیا ابھی کچھ اور بھی سننا چاہتے ہیں؟ میری رائے کو کوئی صاحب غلط نہ ٹھہرائیں تو میں یہ کہنے سے نہیں رک سکتا کہ مسلمان قوم آپس میں تقسیم کار کر لے۔ سیاسی مسلمان جن میں مرزائی بھی شامل ہیں بے شک غیر مسلموں میں اسلام کی اشاعت کریں اور ان کو کلمہ پڑھا کر مردم شماری کی حیثیت میں مسلمانوں کی تعداد بڑھاتے جائیں جو ان کی اصلی غرض ہے۔ مگر اہل توحید اصحاب یہ کام اپنے ذمہ لیں کہ مسلمانوں میں جو رسوم شرکیہ رائج ہو چکی ہیں وہ اُن کی اصلاح پر توجہ کریں تا کہ وہ لوگ صحیح معنی سے عنداللہ مسلمان ہو جائیں پس دونوں فریق اپنا اپنا کام کرتے جائیں۔ ہمارے مشورہ پر عمل کریں تو دونوں اپنے اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکتے ہیں''

(اہل حدیث 6 ستمبر 1940 ص 8 امرتسر)

1977 میں بریلوی مولوی صاحب کا جماعت اسلامی اور جماعت احمدیہ کا تقابلی جائزہ

مشہور بریلوی مولوی جناب مولانا ارشد القادری ایڈیٹر جام نور جمشید پور بھارت ۱۹۷۷ میں جماعت اسلامی اور جماعت احمدیہ کا تقابلی جائزہ لیتے ہوئے یہ لکھنے پر مجبور ہو گئے

''جماعت اسلامی جن لوگوں کو اسلام سے قریب تر کرتی ہے وہ ہزار بگڑ نے کے باوجود کسی نہ کسی نہج سے اسلام کے ساتھ بہر حال کوئی تعلق رکھتے تھے لیکن قادیانی جماعت کا لٹریچر مغرب کے عیسائیوں کو جو اندر سے لے کر باہر تک اسلام کے غالی دشمن اور حریف ہیں۔ انہیں اسلام سے قریب ہی نہیں کرتا اپنے طور پر اسلام کا کلمہ پڑھواتا ہے''۔

(جماعت اسلامی صفحہ 104 شائع کردہ نوریہ رضویہ پبلشنگ کمپنی کچا رشید روڈ بلال گنج لاہور)

''یورپ، ایشیا، امریکہ اور افریقہ کے جن ملکوں میں قادیانی جماعت نے اپنے تبلیغی مشن قائم کئے ہیں۔ جن کے ذریعہ وہ منظم طریقے پر بنام اسلام اپنے مذہب کا پیغام اجنبی دنیا تک پہنچا رہے ہیں کام کی وسعت کا اندازہ لگانے کے لئے صرف ان کے نام پڑھیے: انگلینڈ، امریکہ، ماریشس، مشرقی افریقہ۔ مغربی نائیجیریا، انڈونیشیا، ملایا، اسپین، سوئٹزر لینڈ، ایران، فلسطین، ہالینڈ، جرمنی، جزائر غرب الہند، سیلون، بورنیو، برما، شام، لبنان، مسقط، پولینڈ، ہنگری، البانیہ، اٹلی۔ قادیانی جماعت کے تبلیغی سرگرمیوں اور دائرہ عمل کی وسعتوں کا اندازہ لگانے کے لیے صرف اتنا معلوم کرنا کافی ہوگا کہ دنیا کی چودہ اجنبی زبانوں میں انہوں نے قرآن کریم کے تراجم شائع کئے ہیں ان کی فہرست ملاحظہ فرمائیے انگریزی۔ ڈچ۔ جرمنی۔ سواحیلی، ہندی، گورمکھی، ملائی۔ فینسٹی۔ انڈونیشین، روسی، فرانسیسی، پرتگیزی، اطالوی، ہسپانوی''۔

نوٹ: یہ 1977 کی بات ہے۔

(جماعت اسلامی صفحہ 106۔107 نوریہ رضویہ پبلشنگ کمپنی لاہور)

1988 میں دیوبندی عالم دین کا جماعت احمدیہ اور اہل تشیع کا تقابلی جائزہ

مولانا یوسف بنوری جماعت احمدیہ کے مخالفین میں ایک اور بڑا نام آپ ایڈیٹر ماہنامہ رسالہ البیّنات تھے ساری عمر جماعت احمدیہ کے خلاف لکھتے گزاری مگر دل کا کرب چھپائے نہیں چھپا آپ امت مسلمہ سے اپیل کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''قادیانی نہ صرف یہ کہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور کلمہ گو ہیں بلکہ انہوں نے اپنے نقطہ نظر کے مطابق ایک صدی سے بھی زیادہ مدت سے اپنے طریقے پر اسلام کی تبلیغ واشاعت کا جو کام خاص کر یورپ اور افریقی ممالک میں کیا۔اس سے باخبر حضرات واقف ہیں......اور خود ہندوستان میں جو قریباً نصف صدی سے اپنے آپ کو مسلمان اور اسلام کا وکیل ثابت کرنے کے لیے عیسائیوں اور آریہ سماجیوں کا انہوں نے جس طرح مقابلہ کیا۔تحریری اور تقریری مباحثے کئے وہ بہت پرانی بات نہیں ......پھر ان کا کلمہ......ان کی آذان اور نماز وہی ہے جو عام امت مسلمہ کی ہے۔زندگی کے مختلف شعبوں کے بارے میں ان کے فقہی مسائل قریب قریب وہی ہیں جو عام مسلمانوں کے ہیں۔لیکن اثناعشریہ (شیعہ) کا حال یہ ہے کہ:

☆ان کا کلمہ الگ ہے۔☆ان کا وضو الگ ہے۔☆ان کی نماز اور آذان الگ ہے۔☆زکوۃ کے مسائل بھی الگ ہیں۔☆نکاح اور طلاق وغیرہ کے مسائل بھی الگ ہیں۔☆حتیٰ کہ موت کے بعد کفن دفن اور وراثت کے مسائل بھی الگ ہیں۔☆مضمون کے آخر میں حضرات علماء کرام سے گزارش کی گئی ہے کہ وہ اثناعشری شیعوں کے کفر کے بارے میں اپنی ذمہ داری کب نبھائیں گے۔

(ماہنامہ البینات کراچی جنوری فروری 1988ء صفحہ 96)

1991 میں سپاہ صحابہ کے 400 علماء کا وزیر اعظم پاکستان کے سامنے شیعہ اور احمدی جماعت کا تقابلی جائزہ

1991 کے اوائل میں شیعہ سنی فسادات اپنے عروج پر پہنچ گئے تھے روز کی بنیادوں پر شیعہ سنی کے نام پر قتل وغارت ہو رہی تھی ایسے میں جناب نواز شریف صاحب کو مشورہ دیا گیا کہ سپاہ صحابہ اور تحریک نفاذ فقہ جعفریہ دونوں گروہوں پر پابندی لگادی جائے۔چنانچہ وزیر اعظم صاحب نے اس کے لئے جون کے مہینے میں چاروں وزرائے اعلیٰ ، چیف و ہوم سیکرٹریان اور آئی جی صاحبان کو اسلام آباد طلب کر لیا۔صلاح مشورے کے بعد طے پایا کہ زیادہ اچھا ہے کہ کوئی فیصلہ لینے سے پہلے دونوں گروہوں کو سُن لیا جائے چنانچہ 28 ستمبر 1991 کا دن طے پایا۔ملک کے طول عرض سے شیعہ، بریلوی، دیوبندی، اہل حدیث علماء سمیت جمعیت علماء پاکستان، جمعیت علمائے اسلام کے دونوں گروپ، جماعت اسلامی، جماعت اہل سنت، جمعیت اہل حدیث اور تحریک نفاذ فقہ جعفریہ سمیت کوئی 400 کے قریب علماء و مشائخ پنجاب گورنر ہاؤس میں موجود تھے۔جناب وزیر اعظم صاحب کرسی صدارت پر متمکن ہوئے تو آپ کے داہنی جانب مولانا عبدالستار نیازی صاحب وزیر مذہبی امور نے نشست سنبھال لی۔شیعہ تقریر کے جواب میں سپاہ صحابہ کی طرف سے وزیر اعظم صاحب کو ایک بھاری بھرکم دستاویز پیش کی گئی جس میں 111 کتب کے قابل اعتراض صفحات کے اصل فوٹو سٹیٹ والی 240 صفحات اٹیچ تھے۔بعد میں 22 جولائی 1992 کے اجلاس میں اس میں اضافہ کر کے 232 کتابوں کے 600 سے زائد حوالہ جات پر مبنی 740 صفحات کی دستاویز بنا کی پیش کر دی گئی۔اس دستاویز میں پاکستان، ہندوستان، بنگلہ دیش اور انگلستان کے ہزاروں علمائے دین کے فتاویٰ اصلی حالت میں ساتھ لگادیئے گئے۔اس دستاویز کے دیباچہ میں پیش لفظ کے طور پر لکھا گیا کہ

''آج ہم آپ کے سامنے ایک دستاویز اور ایسا تاریخی آئینہ پیش کر رہے ہیں جس کو سیاسی چادر کے نیچے نہائیت ہوشیاری سے چھپادیا گیا تھا۔جس کی سڑانڈ ایک طرف تاریخ اسلام کو مسخ کر رہی تھی تو دوسری طرف محمدی شریعت کی بنیادوں کو منہدم کر رہی تھی''ص 14 دستاویز گورنمنٹ ریکارڈ میں بھی موجود ہے اور انٹرنیٹ پر بھی ااستیاب ہے۔یہ دستاویز بتاتی ہے کہ دنیا میں سب سے پہلے ختم نبوت کے منکر شیعہ حضرات ہیں۔اور ان کا کفر قادیانی حضرات سے بھی بڑا ہے۔بلکہ کئی گنا بڑا ہے۔اس دستاویز کے ص 119 پر زیر عنوان''چند شبہات اور ان کے جوابات'' لکھا ہے''چوتھا شبہ جاتا ہے کہ شیعہ، قادیانیوں سے بھی بد تر کافر ہیں حال آنکہ قادیانی اسلامی عقائد میں سے ایک بنیادی عقیدے ختم نبوت کے منکر ہیں اور شیعہ تو ختم نبوت کے قائل ہیں

وضاحت ۔شیعہ یقیناً قادیانیوں سے بڑھ کر کافر ہیں کیونکہ قادیانی رسول اللہ ﷺ کے لئے خاتم النبیین کے الفاظ مانتے ہیں مگر اس کی حقیقت بدل دیتے ہیں یعنی اس کے مفہوم میں تبدیلی کر دیتے ہیں مگر شیعہ ختم نبوت کے صرف الفاظ کے قائل ہیں اوران کا عقیدہ امامت ختم نبوت کی حقیقت کا صاف انکار ہے دوسرے یہ کہ قادیانی قرآن مجید کو اصل حالت میں مانتے ہیں مگر اس کے معانی میں تحریف کرتے ہیں جبکہ شیعہ قرآن مجید کی محفوظیت کے ہی منکر ہیں ۔نیز صرف معنوی ہی نہیں بلکہ لفظی اور معنوی دونوں قسم کی تحریفوں کے مرتکب ہیں ۔ تیسرے یہ کہ قادیانی صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم کی اس طرح مخالفت نہیں کرتے جبکہ شیعہ صحابہ اکرام کی مخالفت تو درکنار ان کے ایمان ہی کے منکر ہیں حتیٰ کہ ان کے ایمان وصداقت کی جو خبر قرآن مجید اور احادیث متواترہ میں موجود ہے اس کے قطعی انکاری ہیں ۔چوتھے یہ کہ قادیانیوں کی آذان ،نماز اور دیگر فقہی مسائل تقریباً وہی ہیں جو مسلمانوں کے ہیں جبکہ کلمہ سے لے کر تدفین تک کے ہر مسئلہ میں شیعہ مسلمانوں سے الگ ہیں ۔ پانچواں شبہ ۔اگر شیعہ کفر میں اتنے بڑھے ہوئے ہیں تو پھر قادیانیوں سے پہلے ان کے کفر کا اعلان و اظہار اس شدومد سے کیوں نہیں کیا گیا۔ وضاحت ۔۔۔مسلمانوں کو اپنے بارے میں غلط فہمی اور دھوکہ میں رکھنے کے لئے اپنے کفریہ عقائد کو چھپانا شیعوں کے دین کا حصہ ہے جسے وہ تقیہ کہتے ہیں ۔۔۔یہی وجہ ہے کہ شیعہ گروہ جتنا پرانا ہے اس کے کفر کے فیصلہ کا سلسلہ بھی اتنا ہی پرانا ہے

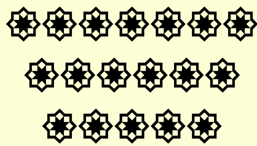
(تاریخی دستاویز مئولف ابوریحان ضیاءرحمٰن فاروقی ناشر شعبہ نشرواشاعت سپاہ صحابہ پاکستان ص 119)

اہل حدیث ، دیوبندی ، بریلوی اور سپاہ صحابہ کے حوالہ سے کچھ حوالہ جات درج کئے گئے ہیں جبکہ تاریخ ایسے سینکڑوں نہیں ہزاروں واقعات سے بھری ہوئی ہے جہاں احمدیت ہی اسلام کا دفاع کرتی نظر آتی ہے جسے چاروناچار مخالف سے مخالف کو بھی قبول کرنا پڑتا ہے ۔یعنی یہ کہ آج ہمارے مخالفین عملی تصویر ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس فرمان کی کہ دل ہمارے ساتھ ہیں خواہ منہ سے ہزار بک بک کریں



طاہرہ مسعود

ان دبی سی چیخوں کو!
سسکیوں کو، ! نوحوں کو!
سارے احتجاجوں کو
احمدی مسلمانو!
تم سنبھال کر رکھنا
اور، باوضو ہو کر
دو رکعت نوافل میں
اپنے رب کے حضور سجدوں میں
تم بہت قرینے سے
صبر کی پیالی میں
آنسوؤں کی تھالی میں
سب نکال کر رکھنا
اپنی ہر ذمہ داری
اس پہ ڈال کر رکھنا
کفر نا اُمیدی ہے
اس لیے اُمیدوں کو
تم بحال کر رکھنا
واحدو یگانہ کو
اپنی ڈھال کر رکھنا
اس کی ہی حفاظت کو
تم مآل کر رکھنا
دل سنبھال کر رکھنا



غرق خود اپنے لہو میں آفتاب شام ہے۔ چیف جسٹس کے نام

(عرفان احمد خان۔ جرمنی)

تاریخ میں زندہ رہنے کے لیے جسٹس کارنیلیس بننا پڑتا ہے

لاہور شہر صدیوں سے تہذیب و ثقافت کا مرکز چلا آ رہا ہے اسی لیے شائد اپنے اندر اَن گنت کہانیاں سمیٹے ہوئے ہے۔ جب تک علم دوستی اور سچی و کھری صحافت لاہور کی فضاؤں میں سیاست و مذہب پر حاوی رہیں یہ شہر نیک نام اور لازوال محبتوں کا شہر کہلاتا تھا۔ ماضی میں اس شہر میں ایسی ایسی بلند پایہ قابلِ قدر ہستیاں موجود رہیں جن کی مثالیں دے کر آج کی نسل کو حکمت و دانائی کی راہ سجھائی جاتی ہے۔ وہ لعل و گہر جن کے دم سے اس شہر کا بھرم قائم تھا ان میں ایک نام جسٹس کارنیلیس کا بھی ہے جو پاکستان کی سب سے بڑی عدالت عالیہ سے سترہ سال وابستہ رہ کر نیک نام جج کی حیثیت سے ریٹائرڈ ہوئے۔ گذشتہ کچھ عرصے سے پاکستان سپریم کورٹ کا رویہ سیاستدانوں اور قانون دانوں کے درمیان موضوعِ بحث بنا ہوا ہے۔ شائد اسی لیے عقل کی راہ سجھانے اور ہوش کے ناخن لینے کے لیے گذشتہ اتوار کے روز لاہور میں مینارٹی رائٹس فورم (Minority Rights Forum) نے جسٹس کارنیلیس کی یاد میں ایک سیمینار کا اہتمام کیا جس میں ایک اجلاس ''دستورِ پاکستان میں اقلیتوں کو حاصل حقوق'' کے عنوان سے بھی تھا۔ اس اجلاس سے سپریم کورٹ کے موجودہ چیف جسٹس نے بھی خطاب کیا۔ ان سے توقع تو یہ تھی کہ وہ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے دَور کے چند ایسے فیصلوں کا ذکر ضرور کریں گے جو اداروں کے لیے نیک نامی اور اچھی شہرت کا باعث بنے۔ ایک دو مثالیں ضرور ایسی بیان کریں گے جن میں ان کے نامۂ اعمال کے بے مثال ہونے کی نوید نہیں تو جھلک ضرور موجود ہو۔ افسوس اس بات کا ہے کہ چیف جسٹس کے منہ سے مظلوم کو ڈھارس بندھوانے والے دو لفظ بھی ادا نہ ہو سکے بلکہ اس سنجیدہ فورم کو بھی انہوں نے سیاسی اسٹیج کے طور پر استعمال کیا۔ اس فورم کے انعقاد اور چیف جسٹس کو بلانے کا مقصد آئین کے آرٹیکلز کی تفاصیل سننا نہیں بلکہ آرٹیکلز پر عمل درآمد کروانے میں سپریم کورٹ کے کردار کی تفاصیل سے آگاہ ہونا تھا۔ آئین میں جو لکھا ہے وہ سب جانتے ہیں۔ افسوس اس بات کا ہے کہ جو لکھا ہے اس پر نہ تو شہری عمل کرتے ہیں اور نہ ریاست اس کو خاطر میں لاتی ہے۔ آخری امید کے لیے سپریم کورٹ رہ جاتی ہے اور وہ قرآن کریم کے (پنجاب حکومت کی دانست میں) ترجمہ کی تحریف کے مقدمہ میں گرفتار افراد کی ضمانت لینے کو تیار نہیں۔ آپ سٹیج پر کھڑے ہو کر لاکھ کہیں کہ آئین کا آرٹیکل اکیس اور بائیس کسی مذہبی تفریق کے بغیر انسانی بنیادی حقوق کے تحفظ کا ضامن ہے اور انسانی بنیادی حقوق کی حفاظت عدلیہ کی بنیادی ذمہ داری ہے۔ زمینی حقائق بتاتے ہیں کہ آپ کے قول اور فعل میں یکسانیت نہیں۔ اگر آپ کو دستور اور ذمہ داری کا احساس ہو جو آپ کے کندھوں پر ہے تو مذہبی منافرت کے نتیجہ میں بنائے گئے مقدمات میں ملوث افراد سالوں سلاخوں کے پیچھے زندگی گزارنے پر مجبور نہ ہوں۔

جناب چیف جسٹس نے علاوہ اَور باتوں کے جن امور کی بطور خاص نشان دہی کی ان میں پاکستان میں اقلیتوں کو مکمل آزادی ہے، آئینِ پاکستان اقلیتوں کے حقوق کا ضامن ہے، پاکستان کے ہر شہری کو بنیادی حقوق حاصل ہیں، بنیادی حقوق پر فیصلہ کرنا سپریم کورٹ کا حق ہے، آئین کا تحفظ ہمارے بنیادی فرائض میں شامل ہے، آئین کسی بھی مذہب کو اختیار کرنے کی اجازت دیتا ہے، کسی شخص کے ساتھ مذہب اور نسل کی بنیاد پر امتیاز نہیں کیا جا سکتا وغیرہ شامل ہیں۔

ایسا لگتا ہے گویا چیف جسٹس صاحب دستورِ پاکستان کے چند آرٹیکلز کی یاد دھانی کروانے آئے تھے۔ میں بحیثیت ایک متاثرہ شہری کے عزت مآب چیف جسٹس صاحب سے یہ پوچھنے کی جسارت کرتا ہوں کہ اگر آپ کے بیان کردہ

آرٹیکلز کو آبِ رواں کا درجہ حاصل ہے تو پھر ۲۰۱۴ء میں چیف جسٹس تصدق حسین جیلانی کو پاکستان میں اقلیتوں کی حالت زار پر ایک تفصیلی فیصلہ کیوں جاری کرنا پڑا، جس کا حوالہ چیف جسٹس نے اپنی تقریر میں بار بار دیا۔ اپنی تقریر میں سورۃ الانعام، سورۃ الحج، سورت البقرہ اور سورۃ المائدہ کے ریفرنس دیتے وقت آپ کے جسم پر لرزہ طاری ہو جانا چاہیے تھا۔ آپ قرآنی آیات پر مشتمل یہ ریفرنسز اس شہر کے سٹیج پر کھڑے دے رہے تھے جہاں ایک ہی جمعہ کے روز دو مساجد میں 86 نمازیوں کو مذہبی منافرت کی بھینٹ چڑھا دیا گیا۔ ظلم ڈھانے والوں پر گرفت کے لیے نہ کسی دستور کا کوئی آرٹیکل اور نہ ہی آئین کے تحفظ کا دعویدار انصاف مہیا کرنے والا ادارہ سامنے آیا۔ بلکہ آپ کی خاموشی سے ظلم ڈھانے والوں کو حوصلہ ملا۔ جو زندہ ہیں وہ خوف کی زندگی بسر کر رہے ہیں اور جو ابدی نیند سو چکے ان کی قبروں کی بے حرمتی کی خبریں مع تصاویر آئے دن اخباروں میں چھپ کر دلوں کو مزید زخمی کرتی ہیں۔ دستور کے آرٹیکلز اور بلا امتیاز حقوق کے محافظوں نے کبھی از خود نوٹس نہیں لیا۔ کیوں؟ چیف جسٹس کی تقریر کا ایک فقرہ ان کی اپنی ذات کے لیے ہے اور میں بین السطور ان کو اس طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ عزت مآب نے فرمایا: ''جسٹس کارنیلیس مجسم انصاف تھے۔ ججز میں انصاف کرنے کے لیے جسٹس کارنیلیس جیسے اوصاف ہونے چاہئیں۔ .... جب سچائی سے گریز کیا جائے تو انصاف سے گریز کیا جاتا ہے۔''

جب سچ زبان پر آ ہی گیا ہے تو ہمت کیجیے اور جسٹس تصدق حسین جیلانی کا فیصلہ جس میں نوید ہے حالات کے مثبت پلٹا کھانے کی، جس میں امید ہے ظلم کے آگے دیوار کھڑی کرنے کی۔ اس پر عمل کروایئے۔ خصوصی ٹاسک فورس اور سپیشل پولیس کا قیام ابھی تک محض کاغذوں پر ہے۔ محب وطن شہری جو انتہا پسندوں کے نشانے پر ہیں ان کے جان و مال، آبرو، عبادت گاہیں حتیٰ کہ ان کے قبرستان بھی محفوظ نہیں۔ ریاست کے یہ شہری حق رکھتے ہیں کہ ان کو اپنے وطن میں تحفظ فراہم کیا جائے۔ اور خالی تقاریر سے تحفظ فراہم نہیں ہوتا۔ اگر پشاور میں چرچ پر حملہ ہونے پر آرٹیکل 184 (3) کے تحت جسٹس تصدق حسین جیلانی از خود نوٹس لے سکتے ہیں تو آپ کی نظروں سے روز ایسی خبریں گزرتی ہیں جن کی وجہ سے آپ کے ذہن کی کھڑکی پر جسٹس کارنیلیس کے اوصاف کو دستک دینی چاہیے۔

زمینی حقائق یہ ہیں کہ چیف جسٹس تصدق حسین جیلانی، جسٹس شیخ عظمت سعید اور جسٹس مظہر عالم کا یہ تاریخی فیصلہ ۱۹؍جون ۲۰۱۴ء کو نافذ العمل ہوا۔ ۲۰۱۹ء تک جب اس فیصلہ پر عمل نہ ہوا تو سپریم کورٹ نے ڈاکٹر شعیب سڈل کے سپرد یہ کام کیا کہ وہ اس فیصلہ پر عملدرآمد کی نگرانی کریں اور ہر ماہ اپنی رپورٹ سپریم کورٹ میں جمع کروائیں۔ تب اس کام میں ہلچل ہوئی۔ پشاور کا وہ چرچ بھی از سرِنو مرمت ہوا۔ کٹاس کے مندر پر کام جاری ہے۔ اس حوالے سے ۴؍اپریل کو میری شعیب سڈل سے اسلام آباد میں ایک لمبی نشست رہی۔ انہوں نے تصدق حسین جیلانی فیصلہ کی ایک کاپی بھی مجھے عنائت کی۔ بقول چیئرمین سڈل کے اس فیصلہ پر عمل کروانے میں قدم قدم پر رکاوٹیں ہیں۔ مرکز اور چاروں صوبائی حکومتوں کو اس فیصلہ پر عمل درآمد کروانے میں کوئی دلچسپی نہیں۔ وہ ہر ماہ اپنے کام کی رپورٹ سپریم کورٹ میں جمع کروا رہے ہیں لیکن اس رپورٹ پر سپریم کورٹ کاری ایکشن حوصلہ افزا نہیں۔ اداروں سے باز پرس نہیں کی جا رہی کہ فیصلہ پر عمل کیوں نہیں کیا جا رہا یا عمل کی رفتار اس قدر سست کیوں ہے۔ ایک اور کام جو شعیب سڈل کے ذمہ لگایا گیا وہ اقلیتی فرقوں کی جائدادوں پر قبضہ اور مالیت کے اندازہ لگانے سے متعلق تھا۔ دس ارب روپے کی کرپشن کا پتہ چلایا گیا اور اب دو ارب روپے کرایہ کی مد میں اقلیتی تنظیموں کو مل رہے ہیں۔ یہ ایک جھلک ہے ان حالات و واقعات کی جس کا سامنا محکوم طبقات کو کرنا پڑ رہا ہے۔

لاہور میں ہونے والے اس سیمینار جس میں تصدق حسین جیلانی بھی اسٹیج پر تشریف فرما تھے مقصد یہی تھا کہ سپریم کورٹ کو ۲۰۱۴ء میں ہونے والے فیصلہ کی یاد دہانی کروادی جائے۔ اور یہ بھی بتا دیا جائے کہ تاریخ میں زندہ رہنے کے لیے جسٹس کارنیلیس بننا پڑتا ہے۔

عدل و انصاف کسی حشر پہ موقوف نہیں
زندگی خود فقط گناہوں کی سزا دیتی ہے





مسجد نور احمدیہ، بھیرہ

(انجینئر محمود مجیب اصغر)

حضرت خلیفۃ المسیح اول حافظ مولوی حکیم نور الدین بھیروی نے اپنے دور خلافت میں اپنا بھیرہ والا جدی مکان جماعت کو دے دیا تھا کہ اسکو مسجد کی شکل میں تبدیل کر لیں۔ اس سے قبل اس مبارک گھر سے ملحق مسجد میں احمدی اور غیر احمدی باری باری باجماعت نمازیں پڑھتے تھے لیکن یہ انتظام زیادہ دیر نہ چل سکا۔

ارشادات نور جلد دوم، صفحہ 138 پر حضرت خلیفۃ المسیح اول نے اپنے ایک مکتوب میں اس مسجد کا ذکر فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں،

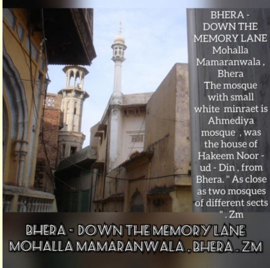
”ہم لوگ لڑائی سے سخت متنفر ہیں۔ آپ بھیرہ میں دیکھیں مسجد میں فساد ہونے لگا اور لڑائی سے روک دیا تو ہم نے اپنے جدی مکان کو مسجد بنا دیا۔۔۔“

مسجد نور احمدیہ بھیرہ کے قیام کے بعد بھی معاندین باز نہ آئے اور ایک معاند مولوی نے اعتراضات پر مشتمل آپ کو خط لکھا۔ ذیل میں تفصیل ملاحظہ کریں جو اس کتاب کے صفحہ 128 اور 129 پر سے نقل کی جا رہی ہے:

مسجد احمدیہ بھیرہ

حضرت خلیفۃ المسیح نے جو اپنا بھیرہ والا مکان مسجد بنانے کے واسطے ہبہ کر دیا ہے۔ اس کے متعلق ایک شخص غیر احمدی نے بدظنی کا خط لکھا۔ جس پر حضرت نے مفصلہ ذیل جواب دیا۔

”حضرت مولوی صاحب! یہ خاکسار ہمیشہ بدل شرارت سے بہت متنفر ہے اور شرارت کا خیال دل میں نہیں آتا۔ میرا باپ اور دادا بھی شرارت کو بہت برا جانتے تھے۔ یہ میرا علم ہے جس کو عرض کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ رحیم و کریم اصل حال سے واقف ہے اور کون جانے۔ آپ کو میری صحبت اور بھائیوں کی صحبت نہیں رہی وہ لوگ شرارت پسند نہ تھے۔ میری ماں میری دادی میری بہنیں بس جہاں تک مجھے علم ہے سب شرارت سے متنفر تھے۔ والحمدللہ۔ میں بدل لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا قائل ہوں نماز پڑھتا ہوں روزہ رکھتا ہوں زکوۃ دیتا ہوں حج دو بار کیا ہے ہزاروں کو قرآن شریف سنایا اور قرآن کی طرف بلایا۔ الحمدللہ رب العالمین۔ اس وقت میرے لاکھوں مرید ہیں۔ سب قریشی، مغل، پٹھان، شیخ۔ کسی کو شرارت کی تعلیم نہیں کرتا۔ ہماری جماعت نسبتاً شر سے بچتی ہے اپنا نقصان کر لیتے ہیں مگر شر سے پرہیز رکھتے ہیں۔ ہاں سب ایک جیسے



نہیں مگر نسبتاً پابند صلوٰۃ، زکوۃ و صوم وغیرہ ہیں۔ میرے ساتھ جب بھیرہ والوں نے شرارت کی میں اکثر نمازیں مکان پر پڑھتا تھا اور مسجد کو شرارت گاہ نہ بنایا۔ ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ (البقرۃ: 115) ہر وقت سامنے رہتا ہے۔ ہماری جماعت کے لوگ زنا کرنے مسجد میں نہیں جاتے تھے۔ لڑنے کو نہ جاتے تھے۔ بار بار انکو لوگوں نے مارا، چوری کے الزام لگائے۔ ہم ہمیشہ صبر سکھاتے رہے۔ جب شرارت حد سے بڑھنے لگی شرارت کے خوف سے اپنی مسجد بنالی اور لکھ دیا کہ کسی کو مت روکو۔ آپ نے اس کا نام آخر شرارت رکھا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کی لڑکیاں ہماری لڑکیاں ہیں ہمیں پردہ کا خود خیال ہے آپ ہرگز فکر نہ فرماویں۔ یہ مسجد ضرار و تفریق کے لئے۔۔۔۔۔ نہیں بلکہ ضرر سے بچنے، صلح کے رکھنے کے واسطے آخر الحیل تجویز کی ہے۔ آپ نے ہمارا ایک مشترکہ مکان بدوں ہماری اطلاع کے باایں کہ ہم بحمد اللہ مفلس نہیں تھے خرید فرمایا۔ کیا یہ صلح ہے اور شرارت سے پُر نہیں۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ آپ خوب غور کریں ہم نے مسجد کا راستہ ایسا نہیں رکھا کہ۔۔۔۔ بے پردگی ہو۔ ہاں ہمیں آپ بتادیں کہ ہم کیا کریں۔ مسجد تو آپ لوگوں اور آپ کے فتوؤں نے ہم سے لی۔ اب ہم اپنا مکان مسجد بنادیں تو ہم شریر۔ آہ! یہ اسلام ہے۔ سوچو اور کسی بھلے مانس مسلمان سے مشورہ فرما کر جواب دو۔ باقی رہی برادری سو آپ خود اس کا انصاف فرماویں۔ اتنا کہوں گا کہ آپ قریشی مانے ہوئے ہیں اور ہم جو ہیں سو ہیں اس پر بھی انصاف آپ پر ہے۔

مولوی صاحب! اتنا بڑا سہ منزلہ عظیم الشان باپ دادا کا مکان کوئی ضائع کرتا ہے...شرارت سے بچنے کے لئے جب کوئی راہ امن اور ضرر اور تفریق سے بچنے کے لئے نظر نہیں آئی تو یہ تجویز سمجھ میں آئی۔ آپ چاہتے ہیں کہ ہماری جماعت متفرق ہو جاوے گو یا اس محلہ میں ہم لوگ اللہ کا نام بھی نہ لیں۔ اللہ اللہ ثم اللہ اللّٰھم اللہ اللہ کچھ خوف بھی ہے اور پھر ہم شریر۔ فاللہ خیر حافظا وھوارحم الراحمین (یوسف:65) میں کیا عرض کروں آپ کی عمر میرے سے زیادہ ہے۔ آپ کے بھائی آپ سے چھوٹے تھے وہ فوت ہوگئے۔ میں نے مرنا ہے۔ یہ مکان اور مکانات ہمارے ساتھ کوئی نہ جاوے گا۔'' (البدر جلد 8 نمبر 41 مورخہ 5 اگست 1909ء صفحہ 2)

بھیرہ کی تاریخ احمدیت (مؤلفہ فضل الرحمن بسمل غفاری، بی اے بی ٹی، سابق امیر جماعت احمدیہ بھیرہ اشاعت دسمبر 1972)

اس کتاب میں لکھا ہے ''......جماعت کے سیکرٹری نے حضرت خلیفۃ المسیح اول کو لکھا۔۔

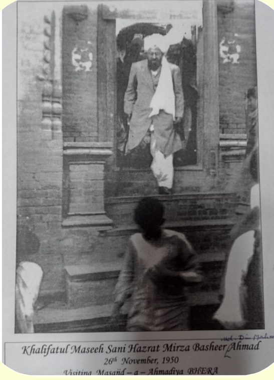
فرمایا کہ افسوس لوگ ہمیں مسجد میں نماز بھی نہیں پڑھنے دیتے۔ آخر حضور نے مجبوراً اپنے مکان کو جو اس مسجد سے ملحق ہے مسجد کی شکل دینے کی اجازت مرحمت فرمائی چنانچہ احمدیہ مسجد نور تعمیر ہوئی۔

اللہ اللہ کس قدر قربانی ہے صدیقی شان کا مظاہرہ ہے گھر کا گھر خدا کی راہ میں دے دیا....'' (ماخوذ از بھیرہ کی تاریخ احمدیت)

حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی کا سفر بھیرہ (1950ء)

جناب مرزا سے عالی گہر کو دیکھتے ہیں
خوشا کہ حضرت فضل عمر کو دیکھتے ہیں
بقول حضرت غالب یہاں یہ عالم ہے
کبھی ہم انکو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

26 نومبر 1950ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے بھیرہ کا دورہ فرمایا۔ آپ کے قافلے میں ایک افروامریکن نو احمدی رشید احمد صاحب بھی شامل تھے (جو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے دورہ امریکہ 1976ء کے موقع پر USA جماعت کے نیشنل پریذیڈنٹ تھے)۔ حضور نے اس کمرہ میں نوافل بھی ادا کئے جہاں حضرت خلیفہ اول کی پیدائش ہوئی تھی یہ کمرہ مسجد میں preserve کرلیا گیا ہے اب بھی احمدی زائرین اس کمرہ میں نوافل پڑھتے ہیں اس کمرہ کے اندر حضرت مسیح موعودؑ کا یہ شعر بھی آویزاں ہے۔



چہ خوش بودے اگر ہر یک زامت نور دیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پر از نور یقیں بودے

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے 1950ء کے دورے کے دوران اپنے دست مبارک سے مسجد کے ہال میں ایک کتبہ بھی نصب فرمایا تھا۔ آپ کے اس دورے کی تفصیل تاریخ احمدیت، مؤلفہ مولوی دوست محمد صاحب شاہد مرحوم میں "نومبر 1950ء جون 1951ء کے حالات" کے تحت تفصیل سے آ چکی ہے۔

بھیرہ میں مسجد نور کے علاوہ ایک اور مسجد فضل بھی موجود ہے۔ جو نسبتاً بڑی اور کشادہ ہے۔ اس وجہ سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اپنے 1950 کے دورے پر اس مسجد فضل میں تاریخی خطاب فرمایا تھا۔ اس خطاب میں حضور نے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ سے اپنے روحانی اور قلبی تعلق کا لطیف اظہار فرمایا تھا۔ نیز حضرت خلیفۃ المسیح الاول سے اپنے اس جذباتی تعلق کی نسبت سے بھیرہ سے اپنی دلی انسیت کا بیان بھی فرمایا تھا۔ یہ خطاب انوار العلوم جلد 22 میں "بھیرہ کی سرزمین میں ایک نہایت ایمان افروز تقریر" کے عنوان سے شائع شدہ ہے۔

خاکسار کے آباء واجداد بھی اسی مسجد سے متعلق رہے۔ خاکسار کا بچپن بھی وہیں گزرا اور ہم بھی بفضل اللہ اس مسجد اور اس کمرہ میں عبادت اور دعاؤں کی توفیق پاتے رہے۔

مسجد نور کی خوشگوار یادیں

اس عاجز کا بچپن بھیرہ میں گزرا۔ والدین چھوٹے بہن بھائی اور شادی کے بعد اس عاجز کے بیوی بچے 1974ء تک زیادہ تر بھیرہ میں ہی رہے۔ اس

ضمن میں چند یادداشتیں پیش خدمت ہیں۔



جمعہ کی نماز

جمعہ کی نماز بھیرہ میں مسجد نور میں ہوتی تھی اور مسجد فضل کے حلقہ کے احمدی بھی مسجد نور احمدیہ بھیرہ میں جمعہ پڑھتے تھے (تاہم عید کی نماز مسجد فضل میں ہوتی تھی)۔ بھیرہ کے مضافات بجکہ، رکھ چراگاہ وغیرہ کے بعض احمدی بھی مسجد نور میں جمعہ پڑھنے آتے تھے اور خطبہ سے قبل نوافل وغیرہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول مولوی نورالدین رضی اللہ عنہ کے پیدائش والے کمرے میں پڑھتے تھے۔

وقار عمل

جمعہ والے دن بطور خاص مسجد کی صفائی دھلائی کے لئے وقار عمل ہوتا تھا۔ پہلے لجنہ اور ناصرات مسجد کے اندر جھاڑو سے صفائی کرتی تھیں جس کا ثواب زیادہ تر مسجد نور کے بہت قریب رہنے والیوں کو ہوتا تھا۔ اس کے بعد اطفال اور خدام اور چند انصار بھی وقار عمل میں شامل ہوتے تھے۔ مسجد کے کنویں میں بالائی منزل پر، جہاں جمعہ ہوتا تھا، ہینڈ پمپ لگا ہوا تھا۔ اکثر اطفال ہینڈ پمپ سے وضو کے لئے پانی کی ٹینکی بھرتے تھے اور محلہ کے خدام شامیانے لگوانے میں مدد کرتے تھے۔

میاں فضل الٰہی (ٹال والے)

یہ بزرگ حضرت میاں اسلام احمد صاحب (یکے از 313 صحابہ) رضی اللہ عنہ کے بیٹے تھے انہوں نے اعزازی طور پر مسجد نور کی خدمت کا کام سنبھالا ہوا تھا بلکہ وہ ایک طرح سے اس مسجد کے کسٹوڈین تھے۔ بڑی بشاشت سے خود بھی کام کرتے اور ہم (اس وقت بچوں) سے بھی کام لیتے۔ سارے کاموں کی نگرانی کرتے۔ زیادہ تر کام نہایت ذمہ داری سے خود ہی کرتے۔ یوں لگتا ہے اطفال کو ثواب کے لئے شامل کرتے ہیں۔ آپ بہت خشوع خضوع سے نمازیں پڑھتے تھے۔ ملتانی گیٹ (لالووالا دروازہ) کے قریب آپ کا لکڑیوں کا ٹال تھا۔ جماعت میں جب بھی دورے پر مرکز سے کوئی مہمان آتا آپ ان کی بڑے خلوص سے خدمت کرتے۔ کھانا بھی زیادہ تر اپنے گھر سے اپنے خرچ پر پکوا کر لاتے۔ پانچوں نمازیں مسجد نور میں ادا کرتے۔ آپ کی اپنی اولاد کوئی نہیں تھی۔ آپ کی اہلیہ بھی بہت نیک خاتون تھیں۔

میاں فضل الٰہی صاحب نے وصیت کی ہوئی تھی۔ اس عاجز کے چھوٹے بھائی عزیزم خالد بلال احمد نے بتایا کہ آپ کی وفات پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے ظہر یا عصر کی نماز پر مسجد مبارک کے باہر، جہاں تابوت تھا اور بھیرہ اور لاہور کے آپ کے رشتہ دار کھڑے تھے، تشریف لا کر اس عاجز کے والد (ماسٹر فضل الرحمٰن بسمل بی اے بی ٹی سابق امیر جماعت احمدیہ بھیرہ) سے مرحوم کا تعارف حاصل کیا تعزیت فرمائی اور نماز کے بعد جنازہ پڑھایا تھا۔ یہ واقعہ حضور کی لندن ہجرت سے پہلے کا ہے۔ (یہ عاجز اس وقت سلطنت آف عمان میں تھا)۔ آپ کی تدفین بہشتی مقبرہ ربوہ میں ہوئی۔

بھیرہ کے مقامی امراء

اس عاجز کے بچپن میں بھیرہ کے امیر مخدوم محمد ایوب صاحب بی اے علیگ ہوا کرتے تھے۔ جمعہ کی نماز قدرے لمبی پڑھاتے تھے۔ ان کا مؤقف تھا کہ قبولیت دعا کی گھڑیوں میں سجدے لمبے کرنے چاہئیں۔

ان کے میانی نقل مکانی کے بعد مولوی محمد یوسف صاحب بی اے بی ٹی جو اس وقت گورنمنٹ ہائی سکول بھیرہ میں سیکنڈ ہیڈ ماسٹر تھے امیر مقامی کی خدمت پر مامور ہوئے۔ بھیرہ میں آپ کی بہت عزت تھی۔ وہ کافی عرصہ امیر جماعت احمدیہ بھیرہ رہے۔ اس عاجز کے تعلیم کے لئے ربوہ اور پھر لاہور جانے کے بعد مولوی یوسف صاحب کا ٹرانسفر ہو گیا اور وہ کہیں ہیڈ ماسٹر بن کر چلے گئے۔

ان کے بعد مولوی محمد اشرف صاحب امیر ہوئے (آپ مکرم محمد اعظم اکسیر صاحب مرحوم مربی سلسلہ سابق انچارج متخصصین کے والد بزرگوار تھے)۔

مولوی محمد اشرف صاحب کے بعد اس عاجز کے والد مکرم فضل الرحمٰن بسمل صاحب مرحوم امیر جماعت ہوئے۔ 1974ء کے ہنگامے ان کے دور میں ہی ہوئے تھے۔ 31 مئی کو ہمارے گھر پر جمعہ کی نماز کے بعد ایک مشتعل ہجوم حملہ آور ہوا تھا۔ محترم والد صاحب شدید زخمی ہو گئے۔ عورتوں اور بچوں نے مشکل

سے بھاگ کر جان بچائی ۔ پھر مکان سے بھی ہاتھ دھونے پڑے۔

آخری امیر مکرم ملک عبد اللہ صاحب تھے ۔ ان کے بعد بھیرہ سے امارت ختم ہوگئی اور صدارت کے نظام میں تبدیل ہوگئی۔

اخبار عقاب میں خبر

1974 ء کے ہنگامے اور ہمارے گھر پر حملے کی خبر سرگودہا کے ایک اخبار میں شائع ہوئی جس میں لکھا تھا،

بھیرہ 31 مئی بھیرہ سے بذریعہ فون اطلاع ملی ہے کہ حادثہ ربوہ کے سلسلہ میں آج بعد نماز جمعہ ایک مشتعل ہجوم نے شہر میں گھس کر کئی دکانوں اور مکانوں کو لوٹنے کے بعد انہیں نذر آتش کر دیا۔۔۔۔۔۔۔تھوڑی دور جا کر ان لوگوں نے ماسٹر فضل الرحمن امیر جماعت احمدیہ بھیرہ کے مکان پر ہلہ بول دیا اور اس کے مکان سے متعدد ٹرانسسٹر، زیورات اور پارچات لوٹ لئے اور باقی سامان وبجلی کے پنکھوں کو آگ لگا دی۔

(ہفت روزہ عقاب سرگودہا ضمیمہ یکم جون 1974ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الاول ؓ کی پیدائش والے کمرے میں دعا

اس عاجز کو یاد ہے کہ مقامی اور باہر کی جماعتوں کے احباب حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی پیدائش والے کمرے میں نوافل اور دعا کے لئے آتے تھے۔خود حضرت مصلح موعود نے بھی 1950 ء میں اس مقدس کمرے میں نفل پڑھے تھے ۔ اس عاجز کو بھی اس کمرے میں نماز پڑھنے اور دعا کرنے کی کئی بار سعادت حاصل ہوئی۔

جلسہ یوم خلافت

ایک بار غالباً1996ء میں نظارت اصلاح وارشاد مقامی نے 27 مئی کو یوم خلافت کا جلسہ بھیرہ میں منعقد کروایا۔بھیرہ کے معروف افراد کو پاکستان کے متعدد شہروں میں دعوت نامے بھجوائے ۔ اس عاجز کو بھی مظفر گڑھ دعوت نامہ گیا۔اس عاجز کے ذمے حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے عشق قرآن پر تقریر بھی رکھی گئی۔مرکز سے مولانا محمد اسماعیل منیر صاحب، مولانا محمد دین ناز صاحب اور مکرم نصر اللہ خان ناصر صاحب تشریف لے گئے تھے۔جمعہ سے پہلے پولیس نے آ کر جلسہ بند کروا دیا۔جمعہ سے پہلے مولوی اسماعیل منیر صاحب اور اس عاجز کی تقریر ہو چکی تھی ۔ جمعہ کا خطبہ محمد دین ناز صاحب نے دیا اور نمازیں پڑھائیں۔جمعہ کے بعد کا پروگرام رہ گیا۔تاہم جملہ احباب ٹولیوں میں مسجد نور جا کر دیکھتے رہے۔

مسجد نور بطور مہمان خانہ

مسجد نور کے گردونواح میں گھر بہت چھوٹے چھوٹے تھے اس لئے مہمان عموماً مسجد میں ٹھہرتے تھے۔رمضان المبارک میں اعتکاف بھی وہیں بیٹھتے تھے ۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے دور خلافت میں بعض بچے جو حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی کفالت میں تھے اسی بلڈنگ میں رہتے رہے ہیں۔ساتھ تنور سے روٹی ملتی تھی۔تنور کی جگہ بھی حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی تھی جو حضور نے ایک ماچھی کو مفت دیدی تھی۔تنور سے روٹی ملتی تھی۔حضرت سردار عبدالرحمن ؓ (سابق مرض سنگھ) بھی انہی بچوں میں سے ایک تھے جنہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت مولوی نورالدین صاحب کی کفالت میں دے دیا تھا۔مڈل تک وہ بھیرہ میں رہے۔مرے دادا جان کے ہم نام اور دوست تھے۔دونوں مڈل کا امتحان دینے اس وقت کے ضلعی ہیڈ کوارٹر شاہ پور اکٹھے گئے تھے۔1950ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے بھی اس تنور سے روٹی منگوا کر تبرک حاصل کیا تھا۔اور اس خاندان کو مقدور بھر رقم ہدیہ کے طور پر دی تھی۔فجزاھم اللہ احسن الجزاء

بزرگان سلسلہ کے بھیرہ کے دورہ جات

والد صاحب بتایا کرتے تھے کہ بھیرہ میں کئی نامور صحابہ جیسے حضرت مولوی غلام رسول راجیکی ؓ، حضرت مولوی غلام رسول صاحب وزیر آبادی ؓ وغیرہ تربیتی امور اور تبلیغ اور مناظروں کے لئے تشریف لاتے رہے ہیں۔مکرم گیانی واحد حسین صاحب اور مولانا جلال الدین شمس صاحب کا میرے بچپن میں آنا تو مجھے یاد ہے مفضل الٰہی صاحب جن کا اوپر ذکر ہوا ہے کے ٹال میں جلسہ ہوا تھا باہر بازار تک کئی غیر احمدی بھی اس جلسہ میں شامل ہوئے تھے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

میرے آوارہ بچوں کی تربیت و تعلیم کے لئے قادیان کے مدرسہ سے بڑھ کر یا برابر کا کوئی مدرسہ ہے تو مثال پیش کرو (مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب)

(تحریر ظفر تنولی نیویارک)

احمدیت کے حوالہ سے دیوبندی اور اہل حدیث کی آپس میں طعنہ زنی

دیوبندی عالم دین جناب ابن انیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی نے 1997 میں حضرت مسیح موعو علیہ السلام کے خلاف پہلا فتویٰ کفر کے حوالہ سے ایک کتاب بعنوان ''سب سے پہلا فتوائے تکفیر'' لکھی اور اس ''شاہکار فتویٰ کفر'' کو دیوبندی اکابرین کے اعمال نامہ کی ''زینت'' قرار دیا۔ ساتھ کے ساتھ وہابی مخالفت کو بھی نہیں بھولے اور یوں مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب کے براہین احمدیہ پر ریویو کو خوب طنز کا نشانہ بنا کر احمدی وہابی بھائی بھائی کا نعرہ لگا دیا۔ حسب توقع جواب میں ایک اہل حدیث پی ایچ ڈی ڈاکٹر جناب محمد بہاء الدین صاحب نے ایک کتاب ''تحریک ختم نبوت'' لکھی جسے غیر مقلدین کے ادارہ صراط مستقیم نے برمنگھم سے مکتبہ قدوسیہ نے لاہور سے اور ادارہ اشاعۃ السنہ نے دہلی سے شائع کر دیا اور مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب نے اس کا مقدمہ لکھا۔ اور انہوں نے مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولانا قاسم نانوتوی کے حوالہ سے ثابت کیا کہ احمدیت کا بنیادی فلسفہ وعقائد دیوبندیت سے کشید ہے اور دیوبندی اور احمدی یکساں وہم رنگ ہیں۔ جواب میں دیوبندی عالم دین نے اور حوالہ جات کے ساتھ ساتھ مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب کا عدالت میں لکھ کر دینے کو کہ احمدی بھی مسلمانوں کا ایک فرقہ ہیں اور ساتھ ہی اپنے دو بیٹوں کو یکے بعد دیگرے قادیان پڑھنے کے لئے بھیجنے کو مثال کے طور پر پیش کر دیا اور خاص طور پر اس حوالہ سے جب آپ پر اعتراضات ہوئے تو جو اس حوالہ سے اہل حدیث مولوی مولانا ثناء اللہ امرتسری اور مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب کے دوران اخبارات کے توسط سے خط و کتابت ہوئی اس کو آئندہ اشاعت کا حصہ بنا دیا اور یوں اگر اس منافقانہ بحث وتمحیص کا خلاصہ نکالا جائے تو وہ، گویا یہ تھا کہ احمدی دیوبندی بھی بھائی بھائی ہیں اور احمدی وہابی بھی بھائی بھائی ہیں۔

مولوی ابن انیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی صاحب نے ص 192 سے 202 تک اس کہانی کو درج ذیل عنوان سے جگہہ دی ہے (یہاں پر پورا حوالہ درج کیا جا رہا ہے)

''عدالتی بیانات کا پس منظر اور بٹالوی صاحب کے صاحبزادوں کا قادیان میں تعلیم حاصل کرنا''

''غیر مقلدین کے سرخیل مولانا محمد حسین بٹالوی نے صرف عدالتوں میں جا کر ہی مرزا قادیانی سے کفر کا فتویٰ واپس نہیں لیا بلکہ اس کے لئے عملی قدم بھی اٹھایا۔ وہ اس طرح سے کہ 1899 میں مرزا غلام احمد قادیانی کے ساتھ عدالت میں مشترکہ اقرار نامے پر دستخط کرنے کے بعد 1913 میں گوجرانوالہ میں عدالت میں بیان سے پہلے انہوں نے اپنی اولاد کو قادیان میں تعلیم و تربیت کے لئے بھیجا۔ جیسا کہ تاریخ احمدیت زیر عنوان مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب کی مولوی ثناء اللہ امرتسری صاحب سے چپقلش اور تکفیر سے رجوع لکھا ہے

'' 1909 کا سال اس اعتبار سے بھی بڑی اہمیت رکھتا ہے کہ اس میں سلسلہ کے دو مشہور معاند مولوی محمد حسین بٹالوی اور مولوی ثناء اللہ امرتسری جو جماعت کو تباہ کرنے کا دعویٰ لے کر اٹھے تھے آپس میں الجھ پڑے اور ملک کے دوسرے مشہور علماء بھی رفتہ رفتہ اس جنگ میں کود پڑے اور فریقین نے ایک دوسرے کو کافر کہنے پر بس نہ کر کے مرصع گالیاں دیں۔۔ اس معرکہ آرائی کے دوران مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے حق کی طرف بھی رجوع کر لیا۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پیش گوئی فرمائی تھی ھذا الرجل یومن بایمانی قبل موتہ یہ شخص اپنی موت سے قبل میرا مومن ہونا تسلیم کر لے گا۔ چنانچہ مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب نے 1909 میں اس سلسلہ میں پہلا قدم یہ اُٹھایا کہ یہ اعلان کیا کہ آنے والا مسیح موعود آسمانی نشانات و برکات سے اسلام کو غالب کرے گا ان کی اصل عبارت یہ ہے کہ امام مہدی بھی حضرت مسیح موعود

کی طرح اپنے مشن میں سیفی جنگ وتلوار وتفنگ سے کام نہ لیں گے بلکہ صرف آسمانی نشانات اور روحانی برکات سے دنیا میں دین اسلام کی اشاعت کریں گے۔ یہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مشن اور آپ کا دعویٰ تھا۔ اس حیرت انگیز اعلان کے بعد دوسرا قدم یہ اُٹھایا کہ پہلے اپنے ایک لڑکے ابو اسحٰق کو پھر عبدالباسط کو قادیان کے مدرسہ تعلیم الاسلام میں داخل کر دیا جس پر اہل حدیث میں بہت شور اُٹھا (تاریخ احمدیت جلد 4 ص 222۔223)

بٹالوی صاحب کی وضاحت قادیانی مصنف کے اس دعوے کے متعلق ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ مولانا محمد حسین بٹالوی کی طرف سے وضاحت سامنے آجائے تو اچھا ہے اس کی تفصیل یوں ہے۔ مورخہ 11 فروری 1910 کے اخبار اہل حدیث میں اسی حوالہ سے مولانا محمد حسین بٹالوی صاحب سے ایک سوال ”جناب مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالوی صاحب جواب دیں“ کے عنوان سے سے شائع ہوا۔ اس کا جواب آپ نے 25 فروری 1910 کو اسی اخبار میں اس عنوان سے شائع کروایا۔

جواب استفسار متعلق قادیان مندرجہ اخبار اہل حدیث مطبوعہ 11 فروری 30 محرم 1368ھ

میرے پانچ لڑکے یکے بعد دیگرے علم عربی پڑھنے میں کوتاہی اور آخر صاف انکار اور مخالفت احکام شریعت پر اصرار کرنے کے سبب میری اطاعت سے خارج اور عاق ہو گئے۔۔ انہی کی دیکھا دیکھی باقی ماندہ دو نابالغ لڑکے گھر سے بھاگنے اور آوارہ پھرنے لگ گئے تھے ۔ اور ان میں سے ایک لڑکا ابو اسحٰق اب تک آوارہ پھرتا ہے اور اس کا پتہ نہیں لگتا۔ دوسرا چھوٹا عبدالباسط لڑکا قابو آیا تو منشی یعقوب علی ایڈیٹر ”الحکم“ نے اس کا حال سن کر ہمدردی کا اظہار اور اپنے سکول کے انتظام کی تعریف کر کے اصرار کے ساتھ کہا کہ آپ ان کو چندروز کے لئے ہمارے سپرد کر دیں۔۔ سٹاف سکول اور بورڈنگ کے حسن تدبر و نگرانی ولطف سے لڑکے کا دل وہاں تعلیم پر اچھی طرح لگ گیا اور اس کی آوارگی جاتی رہی۔ عید کے موقعہ پر وہ میرے بلانے سے اپنے گھر آیا تو ایک دن سے زیادہ نہ ٹھہرا اور بولا کہ میری تعلیم کا حرج ہوگا۔ ان کے اس احسان و ہمدردی کے ساتھ اب بھی میں اس فرقہ کا ایسا مخالف ہوں جیسا کہ پہلے تھا۔۔ ہاں یہ سوال ضرور ہوگا کہ پنجاب و ہندوستان میں بہت سے مدارس اہل سنت و اہل حدیث ہیں ان کو چھوڑ کر وہاں کیوں بھیجا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ میں بہت سے مدارس اہل سنت واہل حدیث کا امتحان کر چکا ہوں ان میں سے کوئی بھی آوارہ لڑکوں کی اصلاح نہ کر سکا۔ میں نے پہلے ایک لڑکے عبدالرشید کو مدرسہ نعمانیہ لاہور کے سپرد کیا پھر اس کو مدرسہ آرہ بازار میں بھیجا۔ پھر دو لڑکوں احمد حسین و محمد اطہر کو مدرسہ اہل حدیث لکھو کے علاقہ فیروز پور میں ایک مدت تک رکھا۔ پھر ایک لڑکے عبدالشکور کو امرتسر کے مدرسہ ثنائی کے سپرد کیا۔ پھر ایک لڑکے عبدالنور کو مدرسہ نعمانیہ لاہور کے سپرد کیا پھر اس کو تعلیم کے واسطے مدرسہ حمایت اسلام کے سپرد کیا اور بود و باش اور نگرانی کے لئے مولوی عبدالعزیز سیکرٹری مجلس اہل حدیث کے مکان پر رکھا۔ ان مدارس سے کسی مدرسہ میں ان لڑکوں کی تربیت و تعلیم نہ ہوئی جو قادیان میں اس چھوٹے کی ہو رہی ہے تو مجبور و ناچار ہو کر منشی یعقوب علی ایڈیٹر اخبار الحکم کی دوستانہ درخواست واصرار پر لڑکے کو قادیان میں بھیج دیا۔ جس کا نتیجہ اس وقت تک خاطر خواہ نکل رہا ہے۔ اب بھی کسی مدرسہ میں بھیجنے کے لئے تیار ہوں بشرطیکہ اس کا انتظام و تعلیم قادیان سکول سے بڑھ کر نہ ہو تو کم بھی نہ ہو برابر ہو“

(اخبار اہل حدیث 14 صفر 1368ھ 25 فروری 1910 ص 10)

بٹالوی صاحب کے صاحبزادے کا قادیان میں لیکچر

اس تعلیم کے اثرات بٹالوی صاحب کے صاحبزادے پر کیا ہوئے اس کے متعلق مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں ”جناب مولوی محمد حسین کے صاحبزادہ کا لیکچر قادیان میں“ کے عنوان سے اخبار اہل حدیث میں یہ مضمون ہے“ مولوی صاحب جن دنوں آپ نے صاحبزادے مذکور کو قادیان بھیجا تو مسلمانوں میں غلغلہ اٹھا، سوال ہوئے جواب ہوئے، غالباً اسی لئے سیالکوٹ سے واپسی کے وقت گاڑی میں مولوی صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ آپ نے عبدالباسط کا لیکچر دیکھا (جو اس نے قادیان میں دیا ہے) میں نے چونکہ نہ دیکھا تھا کہا نہیں دیکھا۔ میں نے مکان پر آ کر لیکچر مذکور دیکھا تو خیال آیا کہ چونکہ صاحبزادے کے داخلے کی طرح یہ لیکچر بھی قوم سے ایک قسم کا تعلق رکھتا ہے اس لئے درج اخبار کرنا چاہئے تا کہ مخالف و موافق اندازہ کر سکیں کہ صاحبزادہ کی آئندہ زندگی کیسی ہوگی

تقریر عبدالباسط بزرگان قوم میں نے مختلف واعظوں اور خطبوں میں سنا

ہے کہ جو شخص انسان کا شکریہ ادا نہیں کرسکتا وہ خدا کا بھی شکر گزار نہیں ہوسکتا۔ اس لئے میں یہ کہنے میں مضائقہ نہیں کرتا کہ اس مدرسہ میں داخل ہونے کے بعد میں نے چار مہینے کے اندر تجربہ کیا ہے کہ اس اصول پر یہاں تعلیم دینے کی کوشش کی جاتی ہے۔میں اپنے بزرگ شیخ یعقوب علی صاحب کا صدق دل سے شکر گزار ہوں جو میرے یہاں آنے کا موجب ہوئے۔خدا تعالیٰ ان پر اور ان کی اولاد پر بہت بڑے بڑے انعام کرے پھر میں اپنے والد بزرگوار کی مہربانی اور فراخدلی کا بھی شکر گزار ہوں کہ انہوں نے میرے حال پر رحم کھا کر مجھے یہاں بھیجنا منظور فرمالیا۔میں آپ میں سے ان صاحبان کو مبارکباد دیتا ہوں جن کے بچے یہاں تعلیم پاتے ہیں کیونکہ وہ نیک استادوں کی نگرانی کے نیچے ہیں۔اوران کی مذہبی پابندی کا خاص خیال رکھا جاتا ہے۔میں اس بات کو بھی خوشی سے ظاہر کرتا ہوں کہ باوجود اس کے کہ میں آپ لوگوں کے بعض عقائد سے متفق نہیں لیکن مجھے کبھی کسی استاد یا شاگرد نے اس قسم کی چھیڑ چھاڑ نہیں کی بلکہ حضرت مولوی نورالدین صاحب نے جو مجھ پر کمال درجہ کی مہربانی اور شفقت فرماتے ہیں فرمایا اگر کوئی تم سے کسی قسم کی مذہبی چھیڑ چھاڑ کرے تو مجھے فوراً اطلاع دو۔تو بھی یہ خوشی کی بات ہے عام مذہبی تعلیم کی حفاظت کے لئے یہاں سامان موجود ہے۔پس آپ لوگ اس وقت کو غنیمت سمجھو اور اپنے بچوں کو یہاں تعلیم حاصل کرنے بھیجو۔

(عبدالباسط طالب علم دوئم مڈل،مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان)(اخبار اہل حدیث 6 مئی 1910ص 8)

(تحریک ختم نبوت　مصنفہ　ابن انیس　حبیب الرحمٰن لدھیانوی ص 194 تا 202 ناشر ئیس الاحرار اکادمی فیصل آباد　مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور)

اللہ تعالیٰ کی عجیب شان کا ظہور

قادیان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد آپ کی مبشر اولاد اللہ کے فضل وکرم سے خلافۃ علیٰ منہاج النبوۃ کے سائے میں جماعت خلیفۃ المسیح الاول حکیم نورالدین رضی اللہ کی قیادت میں خدا کے مزید فضلوں کو سمیٹنے میں مصروف تھی تو دوسری طرف آپ کے اول المخالف جناب مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب نے اپنی بڑی بیگم کے چار بیٹوں اور تین بیٹیوں اور چھوٹی بیگم کے بڑے بیٹے کو بدکردار ثابت کرتے ہوئے عاق کردیا اوران کے

خلافت حقہ

منظور احمد بزمی لکشمانہ پوری ملائشیا

آئیں مل کر کریں ہم خدا سے دعا
خلافت سے چمٹے رہیں ہم صدا
اس کے انوار و برکات حاصل رہیں
ایک پل کے لئے ہوں نہ اس سے جدا
آئیں مل کر کریں ہم خدا سے دعا
اس کی طاعت میں عمریں گزرتی رہیں
اس کی برکت سے نسلیں سنورتی رہیں
علم و عرفاں کی ندیاں مچلتی رہیں
غوطہ زن ہم رہیں ان میں صبح و مساء
آئیں مل کر کریں ہم خدا دعا
امن عالم کی ضامن خلافت ہے بس
شرط واحد اس کی اطاعت ہے بس
نفرت و جنگ و خونریز ماحول میں
اک حصار حفاظت خلافت ہے بس
اس کے پر چم تلے عافیت اور بقاء
آئیں مل کریں ہم خدا سے دعا
لمحے ہیں سال جیسے گن گن گزر رہے ہیں
کتنی اذیتوں سے یہ دن گزر رہے ہیں

بارے میں اپنی اخبار میں اعلان کردیا کہ

’’ان میں سے بعض ایسے ہیں اکہ جو اسلام چھوڑ کر عیسائی یا آریہ ہوجانے کا ارادہ کرچکے تھے۔بعض جو میرے جبر سے نماز میں کھڑے ہوگئے تو بے وضو ۔بلا استنجاء بول وبراز۔اوربعض نماز کو صریح گالیاں بھی دے چکے ہیں۔بعض ایسے بھی ہیں جو قانونی جرائم کے بھی مرتکب ہوگئے ہیں اوراُن کے مقدمات کی مثلیں عدالت میں موجود ہیں اور بعض میری جان کو نقصان پہنچانے کا ارادہ بھی

ظاہر کر چکے ہیں اور اس کے وسائل بہم پہنچانے میں بھی سعی کر چکے ہیں‘‘
(رسالہ اشاعۃ السنۃ 1909ء کی اشاعت میں ص 203)

جو چھوٹی بیگم کے دو بیٹے باقی بچے تھے انکو بچانے کے لئے جماعت نے اپنا دست شفقت دیا اور انکو قادیان لے آئے جن کا حال ہم نے اوپر درج کیا ہے۔ وہ بہت حد تک سدھر بھی گئے تھے۔ مگر افسوس دیگر علمائے کرام کے روز روز کے طعن اور دباؤ سے تنگ آ کر آپ نے ان دونوں بچوں کو واپس بلا لیا۔ بچے پھر سے واپس آ گئے مگر قادیان سے جانے کے بعد عبدالباسط اپنے باقی بھائیوں کی طرح پہلے آوارہ ہوا اور پھر عیسائی ہو گیا اور پھر جوانی میں ہی راہی عدم ہو گیا۔

(تحریک ختم نبوت مصنفہ ابن انیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی ص 205 ناشر رئیس الاحرار اکاڈمی فیصل آباد مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور بحوالہ اخبار اہل حدیث یکم فروری 1918ص 3)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک موقعہ پر صالح اولاد کو آثار اولیاء الرحمٰن بتاتے ہوئے فرمایا تھا کہ

’’خدائے تعالیٰ اُن کو ضائع نہیں کرتا اور ذلّت اور خواری کی مار اُن پر نہیں مارتا کیونکہ وہ اس کے عزیز اور اس کے ہاتھ کے پودے ہیں۔۔(۲۰) اُن کے آثار خیر باقی رکھے جاتے ہیں اور خدائے تعالیٰ کئی پشتوں تک اُن کی اولاد اور ان کے جانی دوستوں کی اولاد پر خاص طور پر نظرِ رحمت رکھتا ہے اور ان کا نام دنیا سے نہیں مٹاتا۔ یہ آثار اولیاء الرحمن ہیں اور ہر یک قسم ان میں سے اپنے وقت پر جب ظاہر ہوتی ہے تو بھاری کرامت کی طرح جلوہ دکھاتی ہے۔ مگر اس کا ظاہر کرنا خدائے تعالیٰ کے ہی اختیار میں ہوتا ہے اب یہ عاجز بحکم اس بات کے اظہار میں کچھ مضائقہ نہیں کہ دیکھتا کہ خداوند کریم ورحیم نے محض فضل وکرم سے اِن تمام امور سے اس عاجز کو حصہ وافرہ دیا ہے اور اس ناکارہ کو خالی ہاتھ نہیں بھیجا اور نہ بغیر نشانوں کے مامور کیا۔ بلکہ یہ تمام نشان دئے ہیں جو ظاہر ہو رہے ہیں اور ہوں گے اور خدائے تعالیٰ جب تک کھلے طور پر حجت قائم نہ کر لے تب تک ان نشانوں کو ظاہر کرتا جائے گا۔

(روحانی خزائن جلد 3 ص 338، 339)





رانا محمد حسن خاں
ایڈیٹر پیشوا لندن

جو تم نے مقتل میں سجا رکھے ہیں
وہ خنجر ہم نے آزما رکھے ہیں
مہر و ماہ و انجم کے پرتَو ہیں
وہ جو دیے ہم نے جلا رکھے ہیں
بے فیض ہیں جو چراغ جل رہے ہیں
بس ہم نے آفتاب جلا رکھے ہیں
ڈرتے نہیں ہیں بندوق و خنجر سے
وہ جو رَبّ سے ہی رابطہ رکھے ہیں
جل مرتے ہیں وہ حسرت کے ساتھ
کلمہ پڑھنے کی جو سزا رکھے ہیں
ہوتا ہے انہیں قربِ الٰہی حاصل
درِ عرش دل جو وا رکھے ہیں
ہاں اُمن تمہیں ملے بھی تو کیسے ملے
تم نے دِلوں میں بغض چھپا رکھے ہیں



باپ کی دعا بیٹے کے واسطے اور بیٹے کی دعا باپ کے واسطے قبول ہوا کرتی ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ظہر کے وقت ایک نووارد صاحب سے ملاقات کی اور ان کو تاکید سے فرمایا کہ وہ اپنے والد کے حق میں جو سخت مخالف ہیں دعا کیا کریں انہوں نے عرض کی کہ حضور میں دعا کیا کرتا ہوں اور حضور کی خدمت میں بھی دعا کے لئے ہمیشہ لکھا کرتا ہوں حضرت اقدس نے فرمایا کہ۔

’’توجہ سے دعا کرو باپ کی دعا بیٹے کے واسطے اور بیٹے کی دعا باپ کے واسطے قبول ہوا کرتی ہے اگر آپ بھی توجہ سے دعا کریں تو اس وقت ہماری دعا کا بھی اثر ہوگا۔‘‘
(ملفوظات جلد دوم صفحہ 502)

سعودی عرب میں مذہب سے مبرا ایک نئی قومی شناخت کی تشکیل

کعبہ کی طرح دکھنے والی ایک کمرشل عمارت، تعطیل کے نئے دن اور رمضان سے متعلق نئے قواعد سعودی عرب میں ایک ایسی قومی شناخت کی نشاندہی کررہے ہیں جو مذہب سے منسلک نہیں۔

شہزادہ محمد بن سلمان سعودی دارالحکومت میں ایک دیوہیکل چوکور عمارت قائم کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔سعودی ولی عہد کا 'دی نیو مکعب' نامی یہ منصوبہ 400 میٹر اونچا اور اپنے نام کی مناسبت سے اتنا ہی چوڑا اور طویل ہوگا۔لیکن اس کی شان وشوکت سے زیادہ اہم سعودی عرب میں رونما ہوتی وہ تبدیلی ہے جس کی یہ غماز ہے۔

دی نیو مکعب کی تعمیر 2030ء میں مکمل ہونے کو توقع ہے اور یہ عمارت ظاہری طور پر کعبہ سے مماثلت رکھتی ہے۔اس میں ہوٹلوں کے علاوہ تفریح کی کئی اور جگہیں موجود ہوں گی۔

اس حوالے سے کیمبرج یونیورسٹی سے وابستہ سیاسی تجزیہ کار برونوشمٹ فیور ہیرڈ کا کہنا ہے کہ سعودی معاشرے میں اب ثقافت مذہب کی جگہ لیتی جارہی ہے اور اب وہاں طرز تعمیر کے اعتبار سے کعبہ واحد چیز نہیں جو مکعب یا' کیوب' کی طرح ہو۔

دی نیو مکعب، جسے کمرشل یا تجارتی کعبہ بھی کہا جارہا ہے، سعودی عرب میں ایک نئی قومی شناخت کی تشکیل کی طرف لیا جانے والا پہلا قدم نہیں ہے۔ایک ایسی قومی شناخت جو مذہب سے منسلک نہیں۔

گزشتہ برس سعودی فرماں روا شاہ سلمان بن عبدالعزیز نے ایک شاہی فرمان جاری کیا تھا، جس میں ہر سال 22 فروری کو سعودی عرب کا یوم تاسیس منانے کے لیے تعطیل کا اعلان کیا گیا تھا۔اس سے قبل سعودی عرب کا قومی دن ہر سال 23 ستمبر کو منایا جاتا تھا۔

فیور ہیرڈ کہتے ہیں 22 فروری سعودی بادشاہ کی اپنے طور پر چنی ہوئی ایک تاریخ ہے جس کی کوئی مذہبی بنیاد نہیں۔ان کے مطابق اس دن یوم تاسیس منانے کے پیچھے قومی سوچ کارفرما ہے اور اس اقدام کا مقصد غیر مذہبی تعطیلات ہیں۔

اس طرح کا ایک اور اقدام سعودی ولی عہد کا پچھلے سال سعودی عرب کے قیام کے سال کو 1744ء سے تبدیل کر کہ 1727ء کرنے کا اعلان ہے۔اس سے پہلے اس کے قیام کی تاریخ سعودی عرب کے شاہی خاندان اور عالم دین محمد ابن عبدالوہاب کے مابین 1744ء میں طے پانے والے ایک معاہدے پر مبنی تھی۔

اس معاہدے میں سعودی شاہی خاندان نے وہابیت کی مالی معاونت اور اسے تعلیم اور عوامی اخلاقیات کے امور کا اختیار دینے کا وعدہ کیا تھا۔اس کے بدلے میں محمد ابن عبدالوہاب نے سعودی عرب میں شاہی خاندان کی حکمرانی کو مذہبی نقطہ نظر سے منظوری دینے کا وعدہ کیا تھا۔جبکہ 1727ء میں محمد بن سعود نے ریاست کا کنٹرول حاصل کرنے کے بعد پہلی سعودی ریاست کے بانی کے طور پر اقتدار سنبھالا تھا۔

فیور ہیرڈ کی رائے میں سعودی ریاست کے قیام کی ''نئی تشریح'' کی وجہ سے ملک میں مذہب کے کردار میں کمی آئی ہے۔اس ہفتے سعودی وزارت برائے اسلامی امور نے رمضان سے متعلق قواعد میں بھی بڑی تبدیلیوں کا اعلان کیا ہے، جو 22 مارچ سے نافذ کی جائیں گی۔

سعودی وزارت برائے اسلامی امور نے مساجد کے لیے عطیات جمع اور وہاں سحری اور افطار کرنے پر پابندی عائد کردی ہے۔اس کے احکامات کے مطابق مساجد میں نمازوں کا دورانیہ مختصر رکھنا ہوگا اور بچوں کو وہاں نماز پڑھنے کی

اجازت نہیں ہوگی جبکہ مسجد آنے والے افراد کو اپنا شناختی کارڈ ساتھ لانا ہوگا۔ مسجد نبوی اور مسجد الحرام کو چھوڑ کر دوسری مساجد میں نمازیوں کی تعداد محدود رکھنے اور ٹی وی پر نماز نشر کرنے پر بھی پابندی عائد کر دی گئی ہے۔

تجزیہ کار سامی حامدی کا اس بارے میں کہنا ہے یہ ایسی قومی شناخت کی تشکیل کی طرف ایک اور قدم ہے جس کا اہم ستون اسلام نہیں ہوگا۔ ٹوئٹر پر اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے انہوں نے کہا، "ایم بی ایس (محمد بن سلمان) اسلام کو عوامی دائرے سے باہر نکال رہے ہیں۔"

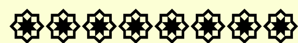
سعودی عرب میں ان اقدامات کی بڑے پیمانے پر مخالفت نہیں کی گئی ہے۔ فیور ہیرڈ کہتے ہیں سعودی عوام کے ان اقدامات کو قبول کرنے کی کئی وجوہات ہیں۔

ان وجوہات کی وضاحت کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ کئی سعودی شہریوں نے 'کنگ عبداللہ اسکالرشپ' کے تحت بیرون ملک تعلیم حاصل کی ہے اور اس لیے واپسی پر اپنے ملک میں جدت دیکھ کر بھی ان کو زیادہ ثقافتی فرق محسوس نہیں ہوتا۔

اس وقت سعودی ریاست کی ترجیح نوجوانوں کو تعلیم اور روزگار کی فراہمی ہے۔ یہ شہزادہ سلمان کے 2016ء میں متعارف کیے گئے 'وژن 2030' کے تحت سعودی عرب میں بڑے پیمانے پر ہونے والی اقتصادی تبدیلیوں کا ایک حصہ ہے، جن کا ایک مقصد ملک میں جدت لانا بھی ہے۔ اس کے نتیجے میں سعودی خواتین کو اب زیادہ حقوق حاصل ہیں۔ اب وہاں سینما بھی کھل گئے ہیں اور کمیشن برائے فروغِ نیکی اور برائی کا خاتمہ بھی کیا جا چکا ہے۔

اس حوالے سے فیور ہیرڈ کہتے ہیں کہ سعودی عرب میں معاشرتی اعتبار سے اب زیادہ آزادی ہے لیکن "سیاسی ایکٹوازم کی اب بھی حوصلہ شکنی کی جاتی ہے" اور "ناقدین کو عوام اور قوم کے غدار کے طور پر پیش کیا جاتا ہے"۔

اس آرٹیکل سے متعلق ڈی ڈبلیو نے سعودی حکام سے رابطہ کیا تھا لیکن اس کی اشاعت تک ان کا کوئی جواب موصول نہیں ہوا تھا۔





میرے شہر میں

منیر احمد باجوہ

ایک دنیا نئی ہے میرے شہر میں
پُر سکوں زندگی ہے میرے شہر میں
خاکساری سے رہتے ہیں سب ہی یہاں
ہر طرف سادگی ہے میرے شہر میں
خوبصورت پہاڑوں کے دامن میں ہے
ایک بستی بسی ہے میرے شہر میں
ساتھ دریا بہَے ملی جگ میں جسے
شُہرتِ عاشقی ہے میرے شہر میں
ساری دنیا کے علموں کا مرکز ہے یہ
نہ کوئی تشنگی ہے میرے شہر میں
جس کو دیکھو وہ خدمت کو تیار ہے
بڑی عاجزی ہے میرے شہر میں
رنگِ اُلفت لئے ہیں یہاں کے مکیں
ہر طرح بہتری ہے میرے شہر میں
مہکا خوشبو سے ہے ایک گلشن یہاں
دلربا نزسری ہے میرے شہر میں
روشنی روشنی روشنی ہے یہاں
چاند کی چاندنی ہے میرے شہر میں
لاکھ دنیا ترقی کی راہ پر چلے
دَہر کی رہبری ہے میرے شہر میں
آ کے دیکھو یہاں پر کبھی تو منیرؔ
دلبری دلبری ہے میرے شہر میں



’’احمدی خلیفہ صاحب اپنے وعدوں کے پکے اور سر ظفر اللہ خان صاحب نے انٹرنیشنل کورٹ آف جسٹس کا، رکن بن کر پاکستان کا وقار بلند کیا۔

جنگ پبلشر کی طرف سے شائع گھانا میں متعین پاکستانی سفیر کے اعترافات

(تحریر علی مانسہروی)

سابقہ وزیر اعظم جناب نواز شریف صاحب کے دست راست اور اٹارنی جنرل مکرم اشتر اوصاف صاحب کے والد گرامی جناب افتخار احمد شیخ صاحب کسی زمانہ میں گھانا میں پاکستانی سفیر ہوا کرتے تھے۔ آپ پکے مسلم لیگی تھے اور جناب غلام حیدر صاحب وائیں اور محمد خان جونیجو صاحب کے قریبی حلقہ احباب میں سے تھے جناب محمد خان جونیجو صاحب ملک کے وزیر اعظم منتخب ہوئے تو انہوں نے آپ کو گھانا میں سفیر کی حیثیت سے نامزد کر دیا جہاں آپ 20 جولائی 1986 سے 20 جولوئی 1989 تک بطور سفیر خدمات بجالاتے رہے۔ وطن واپسی پر آپ نے اپنی یادداشتوں کو ’’افریقہ میں پاکستانی‘‘ کے نام سے تحریری رنگ دیا۔ جناب ڈاکٹر صفدر محمود صاحب نے اس کا مقدمہ تحریر کیا اور جنگ پبلشرز نے شائع کیا۔ 352 صفحات پر پھیلی اس کتاب میں آپ نے غانا برکینا فاسو، سیرالیون۔ لائبیریا اور ٹوگو اور آئیوری کوسٹ کے اسفار، وہاں کے ملکی، سیاسی اور معاشی صورتحال پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ آپ کے اسی قیام کے دوران حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نور اللہ مرقدہ نے گھانا کا دورہ کیا۔ جناب سفیر صاحب جنرل ضیاء الحق صاحب کے دور میں انہیں کے بنائے وزیر اعظم کے ماتحت ڈیوٹی ادا کر رہے تھے باوجود اس کے کہ آپ حق اور سچ بتانے سے حتی المقدور نہ صرف گریزاں رہے بلکہ کہیں کہیں چھپی ہوئی نفرت کی ڈنڈی بھی مارتے رہے مگر پھر بھی سچائی آپ کے قلم سے پھسل کر کتاب کی زینت بن گئی ۔ مغربی افریقہ اور خاص طور پر گھانا میں خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے جماعت احمدیہ کا وجود ایک ایسی انمٹ حقیقت ہے جس کا انکار تو مولوی احسان الٰہی ظہیر صاحب جیسے معاند احمدیت سے نہ ہو سکا ایک قصہ گو مورخ سے کیسے ممکن تھا سو وہی ہوا، آنمکرم اپنی ہزار احتیاط کے باوجود حضور انور کے دورہ گھانا کے کچھ حالات بتانے اور حضور انور کی عظیم شخصیت کے بلند اخلاق کی تعریف سے قلم کو روک نہیں سکے۔

نفرت کا اظہار یوں کہ گھانین ڈائریکٹر جنرل جو کہ سپریم کورٹ کے ریٹائرڈ جج بھی تھے انہوں نے پاکستانی قانون دانوں کی کتب دیکھنے کا اظہار کیا تو آپ نے ایس ایم ظفر، اے، کے بروہی، پروفیسر ڈاکٹر ایم اے منان اور جناب پیر زادہ شریف الدین صاحبان کی کتب بھجوائیں تو ساتھ ساتھ پاکستان شریعت کورٹ کے جماعت احمدیہ کے خلاف فیصلے بھی دینے سے نہیں چُوکے۔ (ص 27)

ناکامی کی ہیٹرک اور سر ظفر اللہ خان صاحب کا پاکستان کے لئے قابل فخر اعزاز

آپ ص 277 پر ’’ناکامی کی ہیٹرک‘‘ کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں

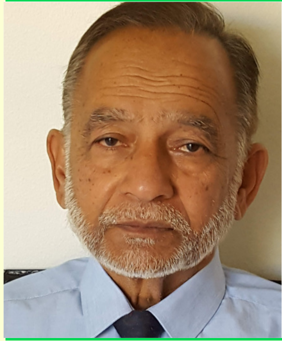
’’پاکستان 1947 سے اب تک صرف ایک مرتبہ انٹرنیشنل کورٹ آف جسٹس کا رکن بن سکا ہے۔ پہلی اور آخری مرتبہ سر محمد ظفر اللہ خان مرحوم نے اس بین الاقوامی ادارے میں ہماری نمائندگی کی تھی۔ یہ بات بلاخوف و تردید کہی جا سکتی ہے کہ اس ادارے کا رکن منتخب ہو جانا ان کے اور پاکستان کے لئے قابل فخر تھا۔ یہ ایک ایسا اعزاز تھا جس کے حاصل ہونے سے دنیا میں پاکستان کا وقار بڑھا۔ سر محمد ظفر اللہ خان مرحوم سالہا سال تک اس ادارے میں پاکستان کی نمائندگی کرتے رہے وہ واقعی اس قابل تھے کہ اس اونچے عہدے پر متمکن ہوں۔ انٹرنیشنل کورٹ آف جسٹس کے رکن کا عہدہ انتخاب کے ذریعہ حاصل

کرنے میں خود سر محمد ظفر اللہ خان کی ذاتی اور شخصی حیثیت بھی مدد و معاون ثابت ہوئی۔ ان کے بعد پاکستان نے انٹرنیشنل کورٹ آف جسٹس کے لئے کافی دیر تک اپنی خواہش کا اظہار نہ کیا۔ پھر صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق کے زمانہ میں ہماری جانب سے چیف جسٹس (ریٹائرڈ) شیخ انوار الحق کو انتخاب کے لئے میدان میں اتارا گیا اور وہ صرف ایک ووٹ حاصل کر سکے‘‘

احمدی خلیفہ صاحب اور گھانا جماعت کے امیر صاحب اپنے وعدے وفا کرنے والے ہیں

ص 290 پر ’’ جنرل ضیاء الحق پر الزام اور مرزا طاہر احمد کا استقبالیہ اور ذرائع ابلاغ‘‘ کے عنوان کے تحت گھانا جماعت اور حضور انور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نور اللہ مرقدہ کو دورہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں

’’ ایک بار میری پھر میری نظر سے ایک اور خبر گزری۔ یہ تھی پاکستان میں حکومت کی جانب سے احمدیوں پر جور و ستم کے بارے میں۔ الزام یہ تھا کہ پاکستان میں احمدیوں کے بارے میں ایسے قوانین نافذ کئے گئے ہیں جن سے ان کے انسانی حقوق پر زد پڑتی ہے۔ انہی دنوں سندھ میں ایک احمدی کا گھر جلا دیا گیا تھا جس کی خبر ہمارے ہاں ایک اخبار میں چھپی تھی۔ چنانچہ ان دو خبروں کو ڈیٹ لائن کراچی کے حوالے سے عکرہ میں ایک مقامی اخبار نے اچک لیا۔ میری اطلاع کے مطابق یہ دونوں خبریں جماعت احمدیہ عکرہ کے امیر نے مہیا کی تھیں۔ عبدالوہاب آدم گھانا کی جماعت احمدیہ کے امیر ہیں۔ فعال نوجوان ہیں۔ انہوں نے پاکستان مین تعلیم حاصل کی تھی۔ گھانا کے شہری ہونے کے ناطے گھانا کی مختلف مقامی زبانوں پر عبور رکھتے ہیں۔ انگریزی، اردو اور تھوڑی پنجابی جانتے ہیں۔ میرے پیش رو جناب محمد راول وریامانی سے ان کے تعلقات خوشگوار نہ تھے۔۔ میں نے دونوں خبروں کے بارے میں اخباری طور پر تو کچھ نہ کیا لیکن امیر جماعت احمدیہ کے ساتھ رابطہ کیا۔ وہ میرے دفتر تشریف لے آئے اور تھوری سی ابتدائی دقت کے بعد باقی گفتگو خوشگوار ماحول میں ہوئی۔ بات چیت کے دوران انہیں معلوم ہوا کہ میں لاہور کے امیر جماعت احمدیہ سے بھی مراسم رکھتا ہوں اور ہائیکورٹ بار ایسوسی ایشن کے سنیئر احمدی وکلاء کا بھی دوست ہوں جن سے وہ ہم مسلک ہونے کی بناء پر رابطہ رکھتے تھے تو باہمی بھروسے کے تعلقات قائم ہو گئے۔ انہوں نے حتمی وعدہ کیا کہ آئیندہ پاکستان اور احمدیوں کے بارے میں ان کے توسط سے مقامی اخبارات میں کچھ نہ چھپوایا جائے گا اور یہی ہوا انہوں نے اپنے وعدے کی پابندی کی اور پاکستان مشن اور احمدیہ مشن کے درمیان ناخوشگوار تعلقات کا باب ختم ہو گیا۔ ۔عکرہ میں میرے قیام کے دوران جماعت احمدیہ کے خلیفہ مرزا طاہر احمد نے بھی گھانا کا دورہ کیا۔ وہ چند افریقی ممالک کو دورہ کرتے ہوئے عکرہ پہنچنے والے تھے کہ 3 فروری 1988 کو مقامی امیر ایک پاکستانی اے آر خالد کے ہمراہ میرے پاس آئے اور انہوں نے 10 فروری کو ایمبیسیڈر ہوٹل عکرہ میں شام کو ہونے والے ایک استقبالیہ میں شمولیت کے لئے مجھے دعوت دی۔ ایک روز پہلے احمدیہ مشن کی طرف سے 2 فروری کو ایک باقاعدہ دعوت نامہ میرے نام آچکا تھا۔ چنانچہ 3 فروری کو مشن کے امیر اور احمدی مبلغ اے آر خالد میرے پاس تشریف لائے تو مجھے علم تھا کہ یہ استقبالیہ مرزا طاہر احمد کے اعزاز میں دیا جا رہا ہے میرے لئے مناسب تھا کہ میں اس استقبالیہ میں شمولیت کے لئے اپنے دفتر خارجہ سے استفسار کر لیتا۔ چنانچہ میں نے امیر جماعت احمدیہ کو بتایا کہ میں موجود ہوا تو بالضرور شامل ہوں گا۔ انہوں نے 11 فروری کو کیپ کوسٹ میں ہونے والی سالانہ احمدیہ کانفرنس میں شمولیت کی دعوت بھی دی۔ یہ دو روزہ کانفرنس تھی جس کی صدارت مرزا طاہر نے کرنی تھی۔ باتوں باتوں میں میں نے انہیں مشورہ دیا کہ مناسب ہوگا کہ اس استقبالیہ اور کانفرنس میں پاکستان اور احمدیہ کے بارے میں قوانین کے بارے میں کوئی گفتگو نہ کی جائے۔ انہوں نے وعدہ کر لیا کہ ایسا ہی ہوگا۔۔۔ ایمبیسیڈر ہوٹل میں 10 فروری کا استقبالیہ پر ہجوم تھا۔ گھانا کی حکومت کی جانب سے وزارت خارجہ کے ڈپٹی سیکرٹری (وزیر مملکت) محمد ابن چمباس نے شرکت کی۔ ری پبلک آف بینن کے سفیر کے علاوہ لبنان کے سفیر بھی آئے۔ میں نے استقبالیہ میں شروع سے آخر تک شرکت کی اور یہ بات باعث اطمینان تھی کہ نہ تو کسی نے مرزا طاہر احمد صاحب سے پاکستان کے بارے میں کوئی سوال پوچھا، نہ موصوف نے از خود اس بارے میں کوئی ذکر کیا۔ یہ عین اس شرط کے مطابق تھا جس کے تحت میں نے استقبالیہ میں شرکت کی تھی۔ دو روزہ کانفرنس میں بھی یہی ہوا۔ سیکنڈ سیکرٹری نے اپنی رپورٹ میں اس بات کا خاص طور پر ذکر کیا‘‘



میری زندگی کا مختصر خاکہ

میں گلیاں دا روڑا کوڑا محل چڑھایا سائیاں

(انجینئر محمود مجیب اصغر بھیروی)

محترم رانا عبدالرزاق خان صاحب مدیر قندیل حق کے اصرار پر میں اپنی زندگی کا مختصر خاکہ بطور تحدث نعمت اور بغرض دعا پیش کرتا ہوں۔ وما توفیقی الا باللہ

اس قدر مجھ پر ہوئیں تیری عنایات و کرم
جن کا مشکل ہے کہ تا روز قیامت ہو شمار

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے

وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ○ (ابراہیم آیت 8) ترجمہ: اور تمھارے رب نے یہ اعلان کیا کہ اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں ضرور تمہیں بڑھاؤں گا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو یقینا میرا عذاب بہت سخت ہے۔

وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ؕ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ○ (ابراہیم آیت 35) ترجمہ؛ اور اس نے ہر چیز میں سے تمہیں دیا جو تم نے اس سے مانگی اور اگر تم اللہ کی نعمتیں گنو تو کبھی ان کا شمار نہ کرسکو گے۔ یقیناً انسان بہت ظلم کرنے والا اور بہت ناشکرا ہے۔

رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ ؕ اِنِّيْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاِنِّيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ○ (الاحقاف آیت 16)

اے میرے پرور دگار مجھ کو اس بات کی توفیق دے کہ تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر جو احسانات کئے ہیں تیرے ان احسانات کا شکریہ ادا کرتا رہوں اور مجھے اس بات کی بھی توفیق دے کہ میں کوئی ایسا نیک عمل کروں جس سے تو راضی ہو جائے اور میرے پر یہ بھی احسان کر کہ میری اولاد نیک بخت ہو اور میرے لئے خوشی کا موجب ہو اور میں اولاد پر بھروسہ نہیں کرتا بلکہ ہر حاجت کے وقت تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور میں ان میں سے ہوں جو تیرے آگے اپنی گردن رکھ دیتے ہیں اور نہ کسی اور کے آگے۔ (تریاق القلوب)

خاندانی تعارف

اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر ہے کہ میری پیدائش بھیرہ کے ایک متوسط دیندار احمدی مسلم گھرانے میں ہوئی۔ ہمارے آباؤ اجداد حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحب (جنہیں سب سے اول نمبر پر حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مھدی مسعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کرنے کی سعادت نصیب ہوئی اور جن کو اللہ تعالیٰ نے آپ کی وفات کے بعد قدرت ثانیہ کے پہلے مظہر یعنی خلیفۃ المسیح اول کے طور پر ظاہر فرمایا) کے آبائی گھر کے سامنے والی گلی میں گھر تھا۔ میرے دادا جان کا حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے خاندان کے ساتھ رضائی رشتہ بھی تھا۔ دادا اور پڑدادا اور اسی طرح پڑنانا اور ان کے بھائی خدا کے فضل سے مسیح موعود کے صحابہ میں سے تھے۔ ایک بار میں نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کو لکھ کر اپنے خاندان کا تعارف کروایا۔ حضور نے اپنے مکتوب گرامی مرقومہ 24 مئی 1993ء میں فرمایا

''بڑی خوشی ہوئی کہ آپ کے دادا پردادا بھی صحابی تھے۔ ماشاءاللہ چشم بد دور بڑا مقدس خون ہے جو آپ کے اندر موجیں مار رہا ہے۔''

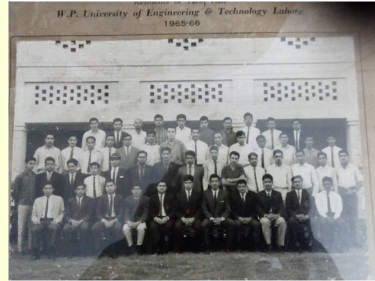
میرے والد میاں فضل الرحمان بسمل غفاری

بی اے۔ بی ٹی پیدائشی احمدی تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو بھیرہ کے امیر جماعت احمدیہ کے طور پر کئی سال خدمت کی توفیق دی۔ 1974ء کے آخر میں ربوہ شفٹ ہو گئے جہاں ان کو وقف بعد از ریٹائرمنٹ کے طور پر جامعہ احمدیہ ربوہ میں انگلش، اردو اور فارسی کے پروفیسر کے طور پر خدمت کی توفیق ملی

۔الحمدللہ

تعلیم وتربیت

اللہ کے فضل سے میں نے گورنمنٹ ہائی سکول بھیرہ سے 1960ء میں میٹرک کیا۔1962ء میں تعلیم الاسلام کالج ربوہ سے ایف ایس سی اور ویسٹ پاکستان یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی لاہور سے 1966ء میں بی ایس سی (سول) انجینئرنگ کی ڈگری حاصل کی اور 1967ء میں عملی زندگی میں داخل ہوا۔



گورنمنٹ ہائی سکول میں ایک مرتبہ پاکستان کا قومی ترانہ لکھنے والے مشہور شاعر حفیظ جالندھری صاحب نے دورہ کیا ۔سکول کی انتظامیہ نے انہیں گلدستہ پیش کرنے کے لئے مجھے منتخب کیا اور میں نے انہیں گلدستہ پیش کیا۔

جب میں تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں پڑھتا تھا اس وقت حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب ایم اے (آکسن) اس کالج کے پرنسپل تھے اور یہ کالج کا سنہری دور تھا۔اسی زمانے میں مجھے آپ سے للہی محبت پیدا ہوگئی اور آپ کے وصال کے بعد صد سالہ احمدیہ جوبلی منصوبہ کے تحت آپ کی سوانح کا کام حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کی ہدایت پر میرے سپرد ہوا۔ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم

ایف ایس سی میں میرا فیوریٹ سبجیکٹ فزکس تھا اور 1961ء میں میں کالج میں اوّل آیا تھا اور تفسیر صغیر انعام میں ملی تھی ۔سیکنڈ ایئر بورڈ کے امتحان میں میری تیسری پوزیشن تھی ۔ہم سات کلاس فیلوز کو انجینئرنگ یونیورسٹی میں داخلہ ملا تھا۔

اس وقت سول انجینئرنگ کا میرٹ اول نمبر پر تھا اور مجھے آسانی سے سول انجینئرنگ میں داخلہ مل گیا۔ اپنی تمام خامیوں کے باوجود اپنے انجینئرنگ یونیورسٹی کے احمدی کلاس فیلوز میں سے صرف مجھے وصیت کرنے کی توفیق ملی ۔الحمدللہ رب العالمین۔

نمبروں کے لحاظ سے ہم ٹی آئی کالج کے کلاس فیلوز جن کو انجینیرنگ یونیورسٹی لاہور میں داخلہ ملا مندرجہ ذیل ہیں:

(1)سلطان محمود باجوہ، (2)ملک لال خان، (3)محمود مجیب اصغر، (4)عبدالسلام ارشد، (5)بشیر احمد خان طارق، (6)کریم احمد طاہر، (7) افضل مبشر

پروفیشنل لائف

کسی فرزانگی کا قول ہے" اتن کھیتی ۔ودھن وپار۔ نِچ نوکری۔پتن بے کار" یعنی سب سے اعلیٰ درجے کا کام اپنی ہی کھیتی باڑی کرنا اور زندگی گزارنا، اس کے بعد تجارت کا درجہ ہے ۔ زندگی گزارنے کا سب سے کم درجہ نوکری ہے، نوکری کے بعد زندگی گزارنے کا تضحیک آمیز ذریعہ کسی نے بتایا وہ ہے بھیک مانگنا۔

اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر ہے کہ اس قول کے مطابق میرا ذریعہ معاش نوکری رہا ۔الحمدللہ

1965ء کی پاک بھارت جنگ کی وجہ سے گورنمنٹ کی ایڈہاک نوکریوں پر ban تھا اس لئے پرائیویٹ سیکٹر میں نوکری تلاش شروع کی ۔ ایک پرائیویٹ فرم" ملک برادرز" میں مال روڈ پر 2 جنوری 1967ء کو پہلی نوکری ملی ۔ اسی مہینے ربوہ میں جلسہ سالانہ ہو رہا تھا۔جلسہ پر ربوہ جانے کے لئے چھٹی مانگنے پر چیف انجینئر بہت برہم ہوا اور بغیر تنخواہ کے چھٹی دی۔جلسہ سالانہ پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث سے ملاقات میں عرض کیا کہ حضور میں نے بی ایس سی انجینئرنگ کر لی ہے حضور بہت خوش ہوئے فرمایا الحمدللہ۔عرض کیا حضور نوکری ملی تو ہے لیکن اچھی نہیں لگ رہی۔دعا کریں کوئی اچھی نوکری مل جائے۔ فرمایا میں دعا کروں گا۔اللہ تعالیٰ فضل کرے گا۔حضور کی دعا کا کچھ ایسا اثر ہوا کہ لاہور پہنچ کر معجزانہ طور پر ایک یوگوسلاویہ فرم انرگو انوسٹ (ENERGOINVEST) میں ڈبل تنخواہ پر نوکری مل گئی۔الحمدللہ ۔ اس فرم کو واپڈا سکارپ ٹیوب ویل الیکٹریفیکشن کے پراجیکٹ ملے ہوئے تھے یعنی بجلی کی ہائی وولٹیج ٹرانسمشن لائنز، گرڈ سٹیشنز اور ڈسٹریبیوشن لائنز۔آٹھ سال میں نے اس فرم میں بڑے وقار سے کام کیا اور اس کے بعد حضور کے

مشورے اور دعا سے انرگوانوسٹ سے استعفیٰ دے کر ایک پاکستانی کنسلٹنٹ فرم انجینئرز انٹرنیشنل (ENGINEERS INTERNATIONAL) میں نوکری جائن کر لی۔ ان کے پاس منگلا ڈیم 220 کے وی ٹرانسمشن ایکسٹنشن پراجیکٹ تھا۔ دو اڑھائی سال بعد وہاں سے استعفیٰ دے کر نیشنل انجینئرنگ سروس پاکستان NESPAK میں ملازمت مل گئی۔ یہ سیمی گورنمنٹ سروس تھی۔ یہاں میں نے 60 سال کی عمر تک کام کیا اور باعزت طریقے سے چیف انجینئر / جنرل مینجر کے طور پر ریٹائر ہوا۔ بلکہ مزید 4 سال نیسپاک فاؤنڈیشن میں کام کیا۔ اور اس کے بعد وقف بعد از ریٹائرمنٹ کے تحت 6 سال نگران تعمیرات وقف جدید انجمن احمدیہ خدمت کی توفیق پائی۔ الحمدللہ

نیسپاک سروس میں مجھے پاکستان کے چاروں صوبوں آزاد کشمیر اسلام آباد وزارت پانی و بجلی اور سلطنت عمان میں کام کرنے کا موقع ملا۔ الحمدللہ

ساتھ ساتھ جماعت احمدیہ کی خدمت کی بھی توفیق ملتی رہی لیکن ساری عمر persecution,discrimination اور نفرت کا دلیری سے مقابلہ کرتا رہا۔ خلیفہ وقت کی دعائیں ہمیشہ میرے ساتھ رہیں اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ میری حفاظت کرتا رہا۔ ایک بار جب کہ میں غازی بروتھا ہائیڈرو پاور پراجیکٹ پر تھا اور رات کو کار پر آ رہا تھا تو اٹک اور بروتھہ کے درمیان مجھ پر قاتلانہ حملہ ہوا لیکن اللہ کی ذات نے معجزانہ طور پر مجھے بچا لیا۔ الحمدللہ

اللہ تعالیٰ کے فضل سے جن بڑے بڑے پراجیکٹس پر اعلیٰ عہدوں پر میں نے کام کیا ان میں مندرجہ ذیل پراجیکٹس قابل ذکر ہیں

سکارپ 3 علی پور یونٹ، سکارپ 4 مریدکے یونٹ، سکارپ 3 رنگپور یونٹ، سکارپ روہڑی نارتھ، منگلا 220 کے وی ایکسٹنشن، السیب الخوض روڈ صحار روڈ زعمان، کوٹ ادو گیس ٹربائن پاور سٹیشن پراجیکٹ یونٹ 10,9 مظفر گڑھ تھرمل پاور کمپلیکس، پسنی پاور سٹیشن، ایشین ڈیویلپمنٹ بنک فارم ٹو مارکیٹ روڈز صوبہ سرحد۔ غازی بروتھا ہائیڈرو پاور پراجیکٹ اور لاہور رنگ Ring روڈ

وقف جدید میں بطور نگران تعمیرات مدرسۃ الظفر ربوہ بنوایا اور تھرپارکر میں مٹھی اور نگر پارکر کے ہسپتالوں کی بلڈنگ اور وغیرہ کی۔

میں نے جب پہلی سروس کے شروع ہوتے ہی جلسہ کے لئے چھٹی مانگی تو میرے چیف انجینئر نے برہم ہوتے ہوئے کہا

Rolling stone gathers no moss

بعض منہ سے نکلی ہوئی باتیں اسی طرح پوری ہو جاتی ہیں۔ اور میں ساری زندگی رولنگ سٹون بنا رہا۔



جماعتی خدمات

خدا تعالیٰ نے ہر چھوٹی بڑی جگہ پر خدمت کی توفیق دی۔

قائد خدام الاحمدیہ اسلام آباد،
نائب قائد ضلع راولپنڈی، نائب قائد گلبرگ کینال پارک، ماڈل ٹاؤن، زعیم انصار اللہ کوٹ ادو، ناظم ضلع مظفر گڑھ، ناظم ضلع بنوں کوہاٹ، زعیم دار الصدر شمالی انوار ربوہ، نائب صدر و امام الصلوۃ دار الصدر شمالی انوار ربوہ، سیکرٹری امور عامہ حلقہ گلبرگ لاہور، صدر جماعت و امیر ضلع مظفر گڑھ، صدر جماعت و امیر ضلع اٹک، ممبر انتخاب خلافت کمیٹی خلافت خامسہ

جلسہ سالانہ پر نظام ترجمانی

خلافت ثالثہ میں مختلف زبانوں میں ترجمے کے لئے ایک انجینئرز کی ٹیکنیکل ٹیم معرض وجود میں آئی۔ یہ عاجز اس ٹیم کے بنیادی ممبرز میں سے تھا۔ ٹیم کے بنیادی ممبرز یہ تھے

انجینئر منیر احمد فرخ صاحب۔ انجینئر ملک لال خان صاحب۔ انجینئر ایوب احمد ظہیر۔ ڈپلوما انجینئر مبشر احمد گوندل۔ انجینئر محمود مجیب اصغر

یہ ٹیم 1980ء سے 1983 تک پاکستان اور 1985ء سے آگے یوکے جلسہ سالانہ پر خدمت کی توفیق پاتی رہی۔

علمی خدمات

میرے دادا جان حضرت حاجی میاں عبدالرحمن صاحب بھیروی صحابی مسیح موعود نے اپنی زندگی میں ایک اشتہار شائع کیا تھا۔ ''آریوں کا خدا، عیسائیوں کا خدا اور مسلمانوں کا خدا'' یہ اشتہار میرے والد صاحب نے اپنی ''بھیرہ کی تاریخ احمدیت'' میں شامل کیا ہے۔ محترم والد میاں فضل الرحمن بسمل بھی شاعر اور قلمکار تھے۔ آگے یہ ورثہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ودیعت کیا اور میں بھی حضرت



سلطان القلم مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی روحانی فوج میں شامل ہو گیا۔ الحمدللہ

میں نے خدا کے فضل سے الفضل اور تشحیذ الاذہان، خالد، مصباح، ماہنامہ انصاراللہ، رسالہ تحریک جدید، بدر، گزٹ کینیڈا، انصارالدین، المنار، قندیل حق، لاہور وغیرہ کے لئے مضامین لکھے اور اکثر مضامین شائع ہوتے رہے ہیں۔ الحمدللہ

ایک مرتبہ محترم نسیم سیفی صاحب ایڈیٹر الفضل نے فرمایا آپ بریگیڈیئر تو نہیں سلطان القلم کی فوج میں کرنل کے عہدے تک پہنچ گئے ہیں۔

کتب اور رسائل

صد سالہ احمدیہ جوبلی کے موقع پر IAAAE کی ایک میٹنگ میں جس کی صدارت چوہدری حمید اللہ صاحب فرما رہے انجینئر عابد قریشی صاحب اور انجینئر فرخ کامران صاحب نے ٹیکنیکل میگزین (سووینئر) کی تجویز پیش کی تھی۔ جسے منظور کر کے مجھے صدر مقرر کیا تھا۔ 1989ء سے 2022ء تک 18 ٹیکنیکل میگزین شائع ہوئے ان سب میں ایڈیٹوریل کے علاوہ ہر میگزین میں ایک یا ایک سے زیادہ میرے مضمون ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس میگزین میں بھی میرے مضامین شامل ہیں۔ الحمدللہ

میرے اکثر مضامین اردو میں ہیں اور کئی انگلش میں ہیں۔ میں نے ارادہ کیا تھا کہ میں اپنی کوئی کتاب نہیں لکھوں گا بلکہ جماعت کے لئے لکھوں گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے میری مندرجہ ذیل کتب شائع شدہ ہیں۔

مجلس خدام الاحمدیہ

.children story books

1.. حضرت علی رضی اللہ عنہ (بشیر احمد خان رفیق و محمود مجیب اصغر)

2.. حضرت خالد بن ولید کی آپ بیتی

3.. پہلا احمدی مسلمان سائنسدان پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام نوبیل انعام یافتہ

4.. طارق بن زیاد کی آپ بیتی۔ 5۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

6.. حضرت سعد بن ابی وقاص 7.. حضرت ابوعبیدہ بن الجراح



(8) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف 8.. حضرت خلیفۃ المسیح الثالث

اس کا انگلش ترجمہ تصاویر کے ساتھ چھپ چکا۔

9.. حضرت ابوعبیدہ بن الجراح

مجلس انصاراللہ

10.. مسلمانوں کا لیڈر حضرت مولانا عبد الکریم سیالکوٹی

صدر انجمن احمدیہ پاکستان

12.. حیات ناصر جلد اول۔ نافلہ موعود حافظ مرزا ناصر احمد

ذاتی

13.. میرے ماں باپ 14.. جذبات دل

(منظوم کلام حضرت والد صاحب)

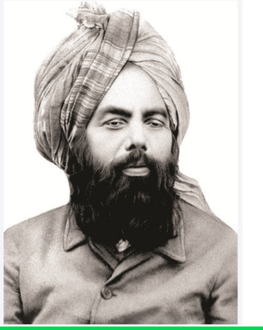
شادی اور اولاد

مریم صدیقہ مرحومہ بنت ڈاکٹر سردار نذیر احمد صاحب ابن حضرت سردار عبد الرحمان سابق مہر سنگھ کے ساتھ اس عاجز کا نکاح 26 اگست 1967ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے مسجد مبارک ربوہ میں بعد نماز عصر پڑھا تھا۔ 22 فروری 1969ء کو شادی ہوئی۔ ہمیں اللہ تعالیٰ نے 9 بچوں کی نعمت سے نوازا۔ الحمدللہ

(1) عائشہ نصرت اہلیہ مظفر احمد لکھن کینیڈا۔ (2)۔ محمود منیر اکبر یونائیٹڈ کنگڈم (3)۔ امۃ المجیب اہلیہ انوار احمد ثاقب کینیڈا (4)۔ امۃ القیوم اہلیہ خواجہ رفیق احمد جرمنی (5) عطیۃ الخبیر اہلیہ عبیداللہ خان پاکستان (6)۔ قرۃ العین بشری بنت محمود مجیب اصغر (7)۔ محمود فاتح احسن سویڈن (8)۔ راشدہ طلعت اہلیہ رضا ہارون احمد جرمنی (9)۔ ماریہ سطوت اہلیہ عثمان محمد چوہدری کینیڈا

رہیں خوشحال اور فرخندگی سے
بچانا اے خدا بد زندگی سے

میں اس وقت 78 یا 79 سال کا ہو گیا ہوں۔ دعا کریں اللہ تعالیٰ خاتمہ بالخیر فرمائے۔ آمین



حضرت مسیح موعودؑ کے بیان فرمودہ لغوی معارف

’’رَبٌّ‘‘ اور ’’اُبٌ‘‘ کے کلمات میں معنوی فرق

(مرزا خلیل احمد بیگ۔استاد جامعہ احمدیہ انٹرنیشنل گھانا)

ایک عیسائی نے اپنی ایک کتاب میں لکھا کہ اسلام پر عیسائی مذہب کو یہ فضیلت ہے کہ اس میں خدا تعالیٰ کا نام باپ بھی آیا ہے اور یہ نام نہایت پیارا اور دلکش ہے اور قرآن میں یہ نام نہیں آیا۔اس کے جواب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن کریم میں آئے ہوئے لفظ ’’رَبٌّ‘‘ اور باپ کے لئے استعمال ہونے والے عربی لفظ ’’اُبٌ‘‘ کے معانی بیان فرمائے ان کے فرقوں سے عظیم لغوی معارف بیان فرمائے جو قارئین کی نظر کئے جاتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام لفظ رب کے بارے میں فرماتے ہیں: ’’ایک اور لفظ کی چند خوبیاں بیان کرتے ہیں سو وہ لفظ ربّ کا ہے جو قرآنی الفاظ میں سے ہم نے لیا ہے۔یہ لفظ قرآن شریف کی پہلی ہی سورۃ اور پہلی ہی آیت میں آتا ہے جیسا کہ اللہ جلّ شانہ فرماتا ہے: ’’اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ‘‘ (الفاتحہ:2)۔لسان العرب اور تاج العروس میں جو لُغت کی نہایت معتبر کتابیں ہیں لکھا ہے کہ زبان عرب میں رب کا لفظ سات معنوں پر مشتمل ہے اور وہ یہ ہیں۔ مالک۔سیّد۔مدبر۔مربی۔قیّم۔منعم۔متمم۔ چنانچہ ان سات معنوں میں سے تین معنی خدا تعالیٰ کی ذاتی عظمت پر دلالت کرتے ہیں۔

منجملہ ان کے مالک ہے اور مالک لغت عرب میں اس کو کہتے ہیں جس کا اپنے مملوک پر قبضہ تامہ ہو اور جس طرح چاہے اپنے تصرف میں لا سکتا ہو اور بلا اشتراک غیر اس پر حق رکھتا ہو اور یہ لفظ حقیقی طور پر یعنی بلحاظ اس کے معنوں کے بجز خدا تعالیٰ کے کسی دوسرے پر اطلاق نہیں پا سکتا کیوں کہ قبضہ تامہ ہو اور تصرف تمام اور حقوق تامہ بجز خدا تعالیٰ کے اور کسی کے لئے مسلّم نہیں۔

اور سیّد لُغت عرب میں اُس کو کہتے ہیں جس کا تابع ایک ایسا سوادِ اعظم ہو جو اپنے دلی جوش اور اپنی طبعی اطاعت سے اس کے حلقہ بگوش ہوں سو بادشاہ اور سید میں یہ فرق ہے کہ بادشاہ سیاست قہری اور اپنے قوانین کی سختی سے لوگوں کو مطیع بناتا ہے اور سید کے تابعین اپنی دلی محبت اور دلی جوش اور دلی تحریک سے خود بخود متابعت کرتے ہیں اور سچی محبت سے اس کو سیّدنا کر کے پکارتے ہیں اور ایسی متابعت بادشاہ کی اس وقت کی جاتی ہے کہ جب وہ بھی لوگوں کی نظر میں سید قرار پاوے۔غرض سیّد کا لفظ بھی حقیقی طور پر بلحاظ اس کے معنوں کے بجز خدا تعالیٰ کے کسی دوسرے پر بولا نہیں جاتا کیونکہ حقیقی اور واقعی جوش سے اطاعت جس کے ساتھ کوئی شائبہ اغراض نفسانیہ کا نہ ہو بجز خدا تعالیٰ کے کسی کے لئے ممکن نہیں۔ وہی ایک ہے جس کی سچی اطاعت روحیں کرتی ہیں کیونکہ وہ ان کی پیدائش کا حقیقی مبدا ہے۔اس لئے طبعاً ہر یک روح اس کو سجدہ کرتی ہے بت پرست اور انسان پرست بھی اس کی اطاعت کے لئے ایسا ہی جوش رکھتے ہیں جیسا کہ ایک موحّد راستباز مگر انہوں نے اپنی غلطی سے اور قصور طلب سے اس زندگی کے سچے چشمہ کو شناخت نہیں کیا بلکہ نابینائی کی وجہ سے اس اندرونی جوش کو غیر محل پر وضع کر دیا تب کسی نے پتھروں کو اور کسی نے رام چندر کو اور کسی نے کرشن کو اور کسی نے نعوذ باللہ ابن مریم کو خدا بنا لیا۔لیکن اس دھوکہ سے بنایا کہ شاید وہ جو مطلوب ہے یہ وہی ہے۔سو یہ لوگ مخلوق کو حق اللہ دے کر ہلاک ہو گئے۔ ایسا ہی اس حقیقی محبوب اور سیّد کی روحانی طلب میں ہوا پرستوں نے دھوکے کھائے ہیں کیونکہ ان کے دلوں میں بھی ایک محبوب اور ایک حقیقی سید کی طلب تھی مگر انہوں نے اپنے دلی خیالات کو اچھی طرح شناخت نہ کر کے یہ خیال کیا کہ وہ حقیقی محبوب اور سید جس کو روحیں طلب کر رہی ہیں اور جس کی اطاعت کے لئے جانیں اچھل رہی ہیں وہ دنیا کے مال اور دنیا کے املاک اور دنیا کی لذات ہی ہیں مگر یہ ان کی غلطی تھی بلکہ روحانی خواہشوں کا محرک اور پاک جذبات کا باعث وہی ایک ذات ہے جس نے فرمایا ہے: ’’وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ‘ (الذاریات:57) یعنی جن اور انس کی

پیدائش اوران کی تمام قویٰ کا میں ہی مقصود ہوں وہ اسی لئے میں نے پیدا کئے کہ تا مجھے پہچانیں اورمیری عبادت کریں سواس نے اس آیت میں اشارہ کیا کہ جن وانس کی خلقت میں اس کی طلب ومعرفت اور اطاعت کا مادہ رکھا گیا ہے اگر انسان میں یہ مادہ نہ ہوتا تو نہ دنیا میں ہوا پرستی ہوتی نہ بت پرستی نہ انسان پرستی کیونکہ ہریک خطا صواب کی تلاش میں پیدا ہوا ہے۔غرض سیادت حقیقی اُسی ذات کے لئے مسلّم ہےاور وہی واقعی طور پر سیّد ہے۔

اور منجملہ ان تین ناموں کے جو خدا تعالیٰ کی عظمت پر دلالت کرتے ہیں مُدبر بھی ہےاور تدبیر کے معنی ہیں کہ کسی کام کے کرنے کے وقت تمام ایسا سلسلہ نظر کے سامنے حاضر ہو جو گذشتہ واقعات کے متعلق یا آئندہ نتائج کے متعلق ہےاوراس سلسلہ کے لحاظ سے **وضع شیئ فی محلّہ** ہواورکوئی کارروائی حکمت عملی سے باہر نہ ہواور یہ نام بھی اپنے حقیقی معنوں کی رو سے بجز خدا تعالیٰ کے کسی غیر پر اطلاق نہیں پاسکتا کیونکہ کامل تدبیر غیب دانی پر موقوف ہے اور وہ بجز خدا تعالیٰ کے کسی کے لئے مسلّم نہیں۔

اور چار باقی نام یعنے مربی۔قیّم۔منعم۔متمم۔خدا تعالیٰ کے ان فیوض پر دلالت کرتے ہیں جو بلحاظ اس کی کامل ملکیت اور کامل سیادت اور کامل تدبیر کے اُس کے بندوں پر جاری ہیں۔

چنانچہ مربی کا لفظ بظاہر معنی پرورش کرنے والے کو کہتے ہیں اور کامل طور پر تربیت کی حقیقت یہ ہے کہ جس قدر خلقت انسان کے شعبے باعتبار جسم اور روح اور تمام طاقتوں اور قوتوں کے پائے جاتے ہیں ان تمام شاخوں کی پرورش ہو اور جہاں تک بشریت کی جسمانی اور روحانی ترقیات اس پرورش کے کمال کو چاہتے ہیں ان تمام مراتب تک پرورش کا سلسلہ ممتد ہو ایسا ہی جس نقطہ سے بشریت کا نام اوراسم یا اس کے مبادی شروع ہوتے ہیں اور جہاں سے بشری نقش یا کسی دوسری مخلوق کا نقش وجود عدم سے ہستی کی طرف حرکت کرتا ہے اس اظہار اور ابراز کا نام بھی پرورش ہے پس اس سے معلوم ہوا کہ لغت عرب کے رو سے ربوبیت کے معنے نہایت ہی وسیع ہیں اور عدم کے نقطہ سے مخلوق کے کمال تام کے نقطہ تک ربوبیت کا لفظ ہی اطلاق پاتا ہے اور خالق وغیرہ الفاظ رب کے اسم کی فرع ہیں۔

اور قیم کے معنی ہیں نظام کو محفوظ رکھنے والا۔

اور منعم کے یہ معنی ہیں کہ ہر یک قسم کا انعام اکرام جو انسان یا کوئی دوسری مخلوق اپنی استعداد کی رو سے پاسکتی ہے اور بالطبع اس نعمت کے خواہاں ہے وہ انعام اس کو عطا کرے تا ہر یک مخلوق اپنے کمال تام کو پہنچ جائے جیسا کہ اللہ جلّ شانہ ایک جگہ فرماتا ہے: قَالَ رَبُّنَا الَّذِيْٓ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى (طٰہٰ:51) یعنے وہ خدا جس نے ہر یک چیز کو اس کے مناسب حال کمال خلقت بخشا اور پھر اس کو دوسرے کمالات مطلوبہ کے لئے رہنمائی کی پس یہ انعام ہے کہ ہر یک چیز کو اول اس کے وجود کی رو سے وہ تمام قویٰ وغیرہ عنایت ہوں جن کی وہ چیز محتاج ہے پھر اس کے حالات مترقبہ کے حصول کے لئے اس کو راہیں دکھائی جائیں۔

اور متمم کے یہ معنی ہیں کہ سلسلہ فیض کو کسی پہلو سے بھی ناقص نہ چھوڑا جائے اور ہر یک پہلو سے اس کو کمال تک پہنچایا جائے۔

سو ربّ کا اسم جو قرآن کریم میں آیا ہے جس کو ہم اقتباس کے طور پر اس خطبہ کے اول میں لائے ہیں ان وسیع معنوں پر مشتمل ہے جن کو ہم نے بطور اختصار اس مضمون میں ذکر کیا ہے۔

اب ہم نہایت افسوس سے لکھتے ہیں کہ ایک ناسمجھ انگریز عیسائی نے اپنی ایک کتاب میں لکھا ہے کہ اسلام پر عیسائی مذہب کو یہ فضیلت ہے کہ اس میں خدا تعالیٰ کا نام باپ بھی آیا ہے اور یہ نام نہایت پیارا اور دلکش ہے اور قرآن میں یہ نام نہیں آیا۔

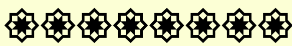
مگر ہمیں تعجب ہے کہ اس معترض نے اس تحریر کے وقت پر یہ خیال نہیں کیا کہ لغت نے کہاں تک اس لفظ کی عزت اور عظمت ظاہر کی ہے کیونکہ ہر یک لفظ کو حقیقی عزت اور بزرگی لغت سے ہی ملتی ہے اور کسی انسان کو یہ اختیار نہیں کہ اپنی طرف سے کسی لفظ کو وہ عزت دے جو لغت اس کو دے نہیں سکی اسی وجہ سے خدا تعالیٰ کا کلام بھی لغت کے التزام سے باہر نہیں جاتا اور تمام اہل عقل اور نقل کے اتفاق سے کسی لفظ کی عزت اور عظمت ظاہر کرنے کے وقت اول لغت کی طرف رجوع کرنا چاہیئے کہ اس زبان نے جس زبان کا وہ لفظ ہے یہ خلعت کہاں تک اس کو عطا کی ہے اب اس قاعدہ کو اپنی نظر کے سامنے رکھ کر جب سوچیں کہ

’’اَبٌ‘‘ یعنی باپ کا لفظ لُغت کی رو سے کس پایہ کا لفظ ہے تو بجز اس کے کچھ نہیں کہہ سکتے کہ جب مثلاً ایک انسان فی الحقیقت دوسرے انسان کے نطفہ سے پیدا ہو مگر پیدا کرنے میں اس نطفہ انداز انسان کا کچھ بھی دخل نہ ہو تب اس حالت میں کہیں گے کہ یہ انسان فلاں انسان کا ’’اَبٌ‘‘ یعنی باپ ہے اور اگر ایسی صورت ہو کہ خدائے قادر مطلق کی یہ تعریف کرنی منظور ہو جو مخلوق کو اپنے خاص ارادہ سے خود پیدا کرنے والا خود کمالات تک پہنچانے والا اور خود رحم عظیم سے مناسب حال اس کے انعام کرنے والا اور خود اس کا حافظ اور قیّوم ہے تو لغت ہرگز اجازت نہیں دیتی کہ اس مفہوم کو ’’اَبٌ‘‘ یعنی باپ کے لفظ سے ادا کیا جائے بلکہ لغت نے اس کے لئے ایک دوسرا لفظ رکھا ہے جس کو ربّ کہتے ہیں جس کی اصل تعریف ابھی ہم لغت کی رو سے بیان کر چکے ہیں اور ہم ہرگز مجاز نہیں کہ اپنی طرف سے لغت تراشیں بلکہ ہمیں انہیں الفاظ کی پیروی لازم ہے جو قدیم سے خدا کی طرف سے چلے آئے ہیں پس اس تحقیق سے ظاہر کہ اَب یعنی باپ کا لفظ خدائے تعالیٰ کی نسبت استعمال کرنا ایک سوءِ ادب اور ہجو میں داخل ہے۔

اور جن لوگوں نے حضرت مسیح کی نسبت یہ الزام گھڑا ہے کہ گویا وہ خدا تعالیٰ کو اَب کر کے پکارتے تھے اور درحقیقت جناب الٰہی کو اپنا باپ ہی یقین رکھتے تھے انہوں نے نہایت مکروہ اور جھوٹا الزام ابن مریم پر لگایا ہے کیا کوئی عقل تجویز کر سکتی ہے کہ نعوذ باللہ حضرت مسیح ایسی نادانی کے مرتکب ہوئے کہ جو لفظ اپنے لغوی معنوں کی رو سے ایسا حقیر اور ذلیل ہو جس میں ناطاقتی اور کمزوری اور بے اختیاری ہر یک پہلو سے پائی جائے وہی لفظ حضرت مسیح اللہ جلّ شانہ کی نسبت اختیار کریں۔ ابن مریم علیہ السلام کو یہ اختیار ہرگز نہیں تھا کہ اپنی طرف سے لغت تراشی کریں اور لغت تراشی بھی ایسی بے ہودہ جس سے سراسر جہالت ثابت ہو۔ پس جس حالت میں لغت نے ’’اَبٌ‘‘ یعنی باپ کے لفظ کو اس سے زیادہ وسعت نہیں دی کہ کسی نر کا نطفہ مادہ کے رحم میں گرے اور پھر وہ نطفہ نہ گرانے والے کی کسی طاقت سے بلکہ ایک اور ذات کی قدرت سے رفتہ رفتہ ایک جاندار مخلوق بن جائے تو وہ شخص جس نے نطفہ گرایا تھا لغت کی رو سے ’’اَبٌ‘‘ یا باپ کے نام سے موسوم ہو گا اور ’’اَبٌ‘‘ کا لفظ ایک ایسا حقیر اور ذلیل لفظ ہے کہ اس میں کوئی حصہ پرورش یا ارادہ یا محبت کا شرط نہیں۔۔۔ اب جبکہ اَب کے لفظ یعنی باپ کے لفظ میں دنیا کی تمام لغتوں کی رو سے یہ معنی ہرگز مراد نہیں کہ وہ باپ نطفہ ڈالنے کے بعد پھر بھی نطفہ کے متعلق کچھ کارگذاری کرتا رہے تا بچہ پیدا ہو جائے یا ایسے کام کے وقت میں یہ ارادہ بھی اس کے دل میں ہو اور نہ کسی مخلوق کو ایسا اختیار دیا گیا ہے بلکہ باپ کے لفظ میں بچہ پیدا ہونے کا خیال بھی شرط نہیں اور اس کے مفہوم میں اس سے زیادہ کوئی امر ماخوذ نہیں کہ وہ نطفہ ڈال دے بلکہ وہ اسی ایک ہی لحاظ سے جو نطفہ ڈالتا ہے لغت کی رو سے ’’اَبٌ‘‘ یعنی باپ کہلاتا ہے تو کیونکر جائز ہو کہ ایسا ناکارہ لفظ جس کو تمام زبانوں کا اتفاق ناکارہ ٹھہراتا ہے اس قادر مطلق پر بولا جائے جس کے تمام کام کامل ارادوں اور کامل علم اور قدرت کاملہ سے ظہور میں آتے ہیں اور کیوں کر درست

تین چیزیں

* تین چیزیں ایک ہی جگہ پرورش پاتی ہیں۔
پھول، کانٹا، خوشبو
* تین چیزیں ہر ایک کو ملتی ہیں۔ خوشی، غم، موت
* تین چیزیں ہر ایک کی الگ الگ ہوتی ہیں۔
صورت، سیرت، قسمت
* تین باتوں کو کبھی چھوٹا نہ سمجھو۔ مرض، قرض، فرض
* تین چیزوں کو کبھی نہ ٹھکراؤ۔ دعوت، تحفہ، مشورہ
* تین چیزوں کو ہر کوئی اپنا لے۔ صبر، شکر، رزق حلال
* تین باتوں کو ہمیشہ یاد رکھو۔ نصیحت، احسان، موت
* تین چیزوں کو ہمیشہ پاک رکھو۔ جسم، لباس، خیالات
* تین چیزیں حاصل کرو۔ علم، اخلاق، ہنر
* تین چیزوں سے پرہیز کرو۔ غیبت، حسد، چغل خوری
* تین چیزوں کو قابو میں رکھو۔ زبان، غصہ، نفس
* تین چیزوں کے لئے لڑو وطن، حق، عزت
* تین چیزیں کبھی واپس نہیں آتیں۔ زندگی، جوانی، وقت



ہو کہ وہی ایک لفظ جو بکرے پر بولا گیا۔ بیل پر بولا گیا۔ سؤر پر بولا گیا۔ وہ خدا تعالیٰ پر بھی بولا جائے یہ کیسی بے ادبی ہے۔۔۔ اب سمجھنا چاہیئے کہ ''اَبٌ'' یا باپ کا لفظ جس کو ناحق بے ادبی کی راہ سے عیسائی نادان خدا تعالیٰ پر اطلاق کرتے ہیں لغات مشترکہ میں سے ہے یعنی ان عربی لفظوں میں سے ہے جو تمام ان زبانوں میں پائے جاتے ہیں جو عربی کی شاخیں ہیں اور تھوڑے تغیر و تبدل سے ان میں موجود ہیں چنانچہ درحقیقت فادر اور پتا اور باپ اور پدر وغیرہ اسی عربی لفظ کی خراب شدہ صورتیں ہیں جس کو ہم ان شاء اللہ اپنے محل پر بیان کریں گے اور لغت کی رو سے یہ لفظ چار مادوں کے لحاظ سے بنایا گیا ہے۔

(1)۔ اباء سے کیونکہ اباء اس پانی کو کہتے ہیں جو ختم نہ ہو چونکہ نطفہ کا پانی مدت دراز تک مرد میں پیدا ہوتا رہتا ہے اور اسی پانی سے حکیم ذوالجلال بچہ پیدا کرتا ہے۔ اس لئے اس پانی کا منبع اب کے نام سے موسوم ہوا اور اسی لحاظ سے عرب کے لوگ عورت کی شرم گاہ کو بھی ابو دارس کہتے ہیں اور دارس حیض کا نام ہے یعنی حیض کا باپ چونکہ حیض بھی ایک مدت دراز تک منقطع نہیں ہوتا۔ اس لئے اس کو بھی بطریق مجاز ایک پانی تصور کر کے عورت کی شرم گاہ کا نام ابودارس رکھا گیا ہے گویا وہ بھی ایک کنواں ہے جس کا پانی منقطع نہیں ہوتا۔

اور دوسرے ابی کے لفظ سے نکالا گیا ہے کیونکہ ابی کے معنی لغت میں رک جانے اور بس کر جانے کے بھی ہیں چونکہ اس کام میں نر جو باپ کہلاتا ہے صرف نطفہ ڈالنے پر بس کر جاتا ہے اور آگے اس کا کوئی کام نہیں بلکہ اُمّ جس کے معنے اَبْ کی نسبت بہت وسیع ہیں اپنے رحم میں اس نطفہ کو لیتی ہے اور اسی کے خون سے وہ نطفہ پرورش پاتا ہے پس اَبْ کی وجہ تسمیہ میں یہ امر بھی ملحوظ ہے۔

تیسرے اباء کے لفظ سے مشتق ہے کیونکہ اباء سرکنڈہ کو کہتے ہیں چونکہ نر کا عضو تناسل سرکنڈے سے مشابہت رکھتا ہے اس لئے اس کا نام اَبْ یعنی باپ ہوا۔

چوتھے۔ ابی کے لفظ سے جو سقوط اشتہاء کو کہتے ہیں چونکہ فراغت کے بعد مرد کی خواہش منقطع ہو جاتی ہے اس لئے یہ جز بھی وجہ تسمیہ اَبْ میں ماخوذ ہے۔

غرض یہ چار جزو ہیں جو اُس قانون قدرت میں پائی جاتی ہیں جو باپ کے متعلق ہے لہٰذا انہیں کی بناء پر اَبْ کا نام اَبْ رکھا گیا اور جبکہ اَبْ کا وجہ تسمیّہ معلوم ہو چکا تو دوسری زبانوں میں جو اس کے عوض میں نام بولا جاتا ہے جیسا کہ باپ یا فادر یا پدر یا پتا وغیرہ ان کی وجوہ تسمیہ بھی ساتھ ہی معلوم ہو گئیں کیونکہ وہ سب اسی زبان سے نکلی ہیں اور وہ الفاظ بھی درحقیقت عربی بگڑی ہوئی ہے اب ذرا شرم اور حیا سے سوچنا چاہیئے کہ کیا ایسا لفظ جس کی وجوہ تسمیہ یہ ہیں خدا تعالیٰ پر اطلاق کر سکتے ہیں!؟''

(منن الرحمان، روحانی خزائن جلد 9 صفحہ 152۔158 حاشیہ)

(بحوالہ الفضل آن لائن 22 مارچ 2023ء)



تبدیلی انسان کے اندر سے پیدا ہوتی ہے

یہ تبدیلی دعاؤں سے آئے گی، دعا کی قبولیت کو سمجھیں اور خدا کی طرف رجوع کریں

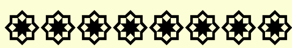
ایک اچھی ضرب المثل پڑھنے کو ملی اس پر بہت غور کیا اور اس کو سچ پایا۔ لکھنے والا لکھتا ہے کہ

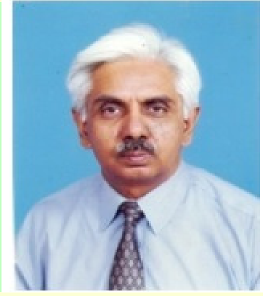
''اگر انڈے کو باہر سے توڑا جائے تو، زندگی دم توڑ دیتی ہے۔ جبکہ انڈا اندر سے ٹوٹے تو زندگی جنم لیتی ہے۔''

اس کے ساتھ ہی دو تصویریں بھی تھیں کہ اگر انڈا توڑ دیا ہے یا ٹوٹ گیا ہے تو وہ زمین پر بہہ گیا ہے اور اگر انڈا اندر سے ٹوٹا ہے تو مرغی کے بچے نے جنم لیا ہے۔ اس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ مثبت تبدیلی ہمیشہ اندر سے پیدا ہوتی ہے۔ ''پس اپنا اندر بدلئے۔'' جو لوگ اپنا ''اندر'' بدلتے ہیں، دوسرے لفظوں میں ''دل'' بھی کہہ سکتے ہیں وہی پھر کامیابی سے بھی ہمکنار ہوتے ہیں۔ اور اس کے لئے بڑی جدوجہد کی ضرورت ہوتی ہے۔

''خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی جس کو نہ ہو خیال آپ اپنی حالت بدلنے کا۔''

یہ مقولہ یا ضرب المثل صرف کسی شخصی یا ذاتی تبدیلی کے لئے ہی نہیں ہے بلکہ قوموں کی قسمت بدلنے کے لئے بھی یہی نسخہ ہے۔





عربی زبان کی اہمیت اور عالمگیریت

تحریر: بشیر احمد طاہر کنساس ۔ امریکہ

مصنف کا تعارف

(بشیر احمد طاہر ماہر تعلیم، مدرس، محقق اور سماجی اور انسانی ترقی کے بین الاقوامی کنسلٹنٹ ہیں۔ 1979ء سے اب تک وہ متعدد بین الاقوامی اور قومی اداروں اور این جی اوز کے ساتھ مختلف ممالک میں تعلیمی، انتظامی اور سماجی شعبوں میں متعدد ترقیاتی منصوبوں پر کام کر چکے ہیں۔ وہ گریجویٹ اور پوسٹ گریجویٹ سطح پر تعلیم و تدریس کے لئے مختلف یونیورسٹیوں اور پیشہ ورانہ تربیتی اداروں سے وابستہ رہے ہیں۔ وہ بطور مصنف اور شریک مصنف، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد کے لئے ماس کمیونیکیشنز، پاپولیشن اسٹڈیز، مطالعہ پاکستان اور ماحولیاتی سائنس کے پروگراموں کے لئے متعدد درسی کتب لکھ چکے ہیں۔ پاکستان ۔ امریکہ تعلقات اور پاکستان ۔ افغانستان تعلقات پر ان کے تحقیقی کام پر مبنی تین کتب، قائداعظم یونیورسٹی اسلام آباد، سے شائع ہو چکی ہیں ۔ جب کہ وہ متعدد پیشہ ورانہ تربیتی مینوئل اور تحقیقی مقالے بھی تصنیف کر چکے ہیں۔ اس کے علاوہ وہ اخبارات، رسائل، اور تحقیقی جرائد کے ادارتی عملہ میں بھی شامل رہ چکے ہیں۔

ان کی اہم تحقیقی اور تربیتی دلچسپیوں کا تعلق ترقیاتی پالیسی اور منصوبہ بندی، جمہوریت، بہتر گورننس، انسانی حقوق کی تعلیم، صنفی انصاف، امن کی تعلیم اور تنازعات کے انتظام کے لیے میڈیا کا کردار، انسداد دہشت گردی، ادارہ جاتی استعداد کار میں اضافہ، سماجی اور انسانی ترقی، گلوبلائزیشن اور انسانی حقوق کی تحریکوں کے اثرات اور ترقی پذیر ممالک میں صنفی انصاف اور خواتین اور بچوں کے حقوق کے نفاذ پر اقوام متحدہ کے اقدامات سے ہے۔ ادارہ)

1۔ عربی زبان کا تاریخی پس منظر اور ارتقاء

قدیم عرب جزیرہ نما عرب میں رہتے تھے۔ بیشتر عرب خانہ بدوشوں کی سی زندگی بسر کرتے، خیموں میں رہتے اور مویشی پالتے تھے۔ یہ لوگ قبیلوں کی شکل میں مل کر رہتے تھے۔ ہر قبیلے کا ایک سردار ہوتا تھا جو شیخ کہلاتا تھا۔ یہ قبائل تمام عرت صحرانوردی میں گذار دیتے تھے۔

عربی انہی قبائل کی زبان تھی۔ شروع میں ہر قبیلہ کا اپنا منفرد لہجہ تھا لیکن آہستہ آہستہ یہ لہجے ایک دوسرے کے قریب آتے گئے اور ان کے ادغام سے ایک مکمل اور جامع زبان معرض وجود میں آ گئی۔ یہ اس طرح ہوا کہ عرب قبائل تجارت اور خانہ کعبہ کی زیارت کے لئے مکہ آتے رہتے تھے۔ مکہ میں قریش قبیلہ آباد تھا۔ یہ قبیلہ خانہ کعبہ کی حفاظت اور مہمانوں کی دیکھ بھال کا ذمہ دار تھا۔ اسے دوسرے قبائل عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ قبیلہ قریش کا اپنا مخصوص عربی لہجہ تھا۔ رفتہ رفتہ یہ لہجہ دوسرے تمام لہجوں پر غالب آ گیا۔ عرب شاعروں اور ادیبوں نے بھی یہی لہجہ اپنا لیا۔ اس طرح رفتہ رفتہ تمام عرب میں قریش کے لہجہ میں بولی جانے والی عربی ایک مشترکہ زبان کی حیثیت سے رائج ہو گئی۔ قرآن کریم بھی اسی لہجہ میں ہی نازل ہوا۔

موجودہ دور میں عربی نہ صرف عالم عرب کی زبان ہے بلکہ سارے عالم اسلام کی مذہبی زبان ہونے کے ساتھ ساتھ ایک اہم عالمی زبان کی حیثیت بھی اختیار کر گئی ہے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی ہوتا ہے کہ اقوام متحدہ کی پانچ سرکاری زبانوں میں عربی بھی شامل ہے۔

2۔ عرب دنیا میں عربی زبان کے علاقائی لہجے

لہجے، لہجات یا بولیاں یا علاقائی زبانیں عربی زبان کے، جو افریقی ایشیائی خاندان کے اندر ایک سامی زبان ہے اور جس کا جزیرہ نما عرب میں اصل ہے، وہ لسانی نظام ہیں جو عربی بولنے والے اسے مقامی سطح پر بولتے ہیں۔ ایک اندازہ کے مطابق عرب ممالک میں بولی جانے والی عربی زبان کے تیس سے

زیادہ لہجے ہیں۔

3۔عربی زبان کی خصوصیات

عربی زبان کو دنیا کی قدیم ترین مگر زندہ زبانوں میں شمار کیا جاتا ہے۔اہل عرب کو اپنی زباندانی اور فصاحت و بلاغت پر اس قدر فخر و ناز تھا کہ وہ اپنے آپ کو عرب (زبان آور اور فصیح البیان) اور اپنے علاوہ ساری دنیا کو عجم (گونگا) خیال کرتے تھے۔ان کے علمی اور ادبی کارناموں کے پیش نظر ان کا یہ احساس فخر و نازش کسی قدر بجا ہے۔کیونکہ ان کے پاس الفاظ کا جو ذخیرہ ہے بلا شبہ وہ ایک منفرد اور بہت قیمتی سرمایہ ہے۔

عربی زبان میں جو خصوصیات موجود ہیں وہ ہمیں کسی اور زبان میں بہت کم نظر آتی ہیں۔تاہم اس مقالہ میں صرف چند نمایاں خصوصیات کا ہی ذکر کیا جا سکتا ہے۔

1۔عربی زبان کی پہلی خصوصیت صرفی اور نحوی خصوصیت ہے۔عربی کے ہر لفظ کا کوئی نہ کوئی مادہ ہوتا ہے۔جو عموماً سہ حرفی ہوتا ہے اور اس سے بے شمار الفاظ بنتے ہیں۔تاہم بعض استثنائی صورتوں میں یہ مادہ دو حرفی یا یک حرفی بھی ہوسکتا ہے۔

عربی میں اسم،فعل اور ضمیر،سب میں تانیث کی تمیز ہوتی ہے۔اس میں تثنیہ کا صیغہ بھی ہوتا ہے جو دوسری اکثر زبانوں میں نہیں ہوتا۔اس کے علاوہ اس زبان کی ایک خاص نحوی خصوصیت اعراب کا استعمال ہے۔

اعراب سے مراد وہ علامتیں ہیں جو الفاظ کے ہجے کرنے کی سہولت کی خاطر ان کا تلفظ واضح کرنے کے لئے ان کے مختلف حروف پر لگائی جاتی ہیں۔مثلاً زبر،زیر،پیش،سکون،تشدید،الف ممدودہ،الف مقصورہ،ہمزہ اور نون غنہ،وغیرہ۔

آزاد دائرۃ المعارف (ویکیپیڈیا) اعراب کی درج ذیل تعریف بیان کرتا ہے:

اعراب عربی زبان کا لفظ ہے جو بطور جمع ہی مستعمل ہے،اس کی واحد اعرب ہوتی ہے اور یہ لفظ،عرب،سے ماخوذ ہے جس کے معنوں میں عام عرب قوم کے معنوں کے ساتھ ساتھ اس کے لفظی معنوں سے اعرب اور اعراب کے الفاظ ماخوذ کیے جاتے ہیں جس کے لفظی معنی فصاحت اور زبان کی وضاحت کے ہوتے ہیں،جبکہ خود لفظ عرب کے بنیادی معنی صحرا کی سکونت رکھنے والے کے ہوتے ہیں اور آج کل یہ لفظ عام طور پر محض عرب قوم تک ہی مخصوص ہو چکا ہے۔لہٰذا یوں کہا جا سکتا ہے کہ اعراب کا مطلب حروف پر لگائی جانے والی وہ علامات و آواز کی حرکات ہوتی ہیں جو زبان کو عربی یعنی فصیح (بالعکس عجمی) بنانے کے لیے اختیار کی جاتی ہیں اور ان کی مدد سے زبان میں موجود صوتی تراکیب و تغیرات الکلام واضح کیے جاتے ہیں۔اعراب کو حرکات بھی کہا جاتا ہے جس کی واحد حرکۃ ہے۔مزید یہ کہ قواعد کی کتب میں اعراب کے لیے تشکیل (formatting) کی اصطلاح بھی آتی ہے۔انگریزی میں اس قسم کی صوتی علامات کو diacritic کہتے ہیں۔



2۔عربی زبان کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ دوسری زبانوں میں جن مفہومات کا اظہار مرکب الفاظ اور فقرات سے ہوتا ہے ان کے اظہار کے لئے عربی زبان میں مفرد الفاظ موجود ہیں۔مفہوم خواہ کتنا ہی جزوی اور فروعی کیوں نہ ہو اس کے لئے عربی زبان میں ایک خاص لفظ مل جاتا ہے۔

3۔عربی زبان کی تیسری خصوصیت اس زبان کا ایجاز و اختصار ہے۔جس کی بہترین مثال قرآن مجید کا اسلوب ہے۔قرآن کریم کی ایک آیت کی تشریح میں دفتر کے دفتر لکھنا چاہیں تو لکھے جا سکتے ہیں۔لیکن قرآن کریم نے اسے چند سادہ اور عام فہم الفاظ میں بیان کر دیا ہوگا۔

4۔عربی زبان کی چوتھی خصوصیت اس زبان میں مترادف اور متضاد الفاظ کی کثرت ہے۔ہر زبان میں ایسے الفاظ کم و بیش ضرور ہوتے ہیں۔لیکن اس سلسلہ میں عربی زبان کو سب پر فوقیت حاصل ہے۔اس زبان میں روشنی کے لئے 21،تاریکی کے لئے 52،سورج کے لئے 29،بادل کے لئے 50،اور بارش کے لئے 64 الفاظ پائے جاتے ہیں۔اسی طرح دوسری چیزوں کے مختلف نام بھی ملتے ہیں۔

5۔عربی زبان کی پانچویں خصوصیت یہ کہ اس میں کئی کثیر المعانی الفاظ پائے جاتے ہیں۔بہت سے الفاظ کے تین تین، چار چار، حتیٰ کہ پچیس پچیس معانی ہیں۔بلکہ کئی الفاظ کے اس سے بھی زیادہ معنی ہیں۔مثلاً خال کے 27 معنی ہیں، عین کے 35 اور عجوز کے 60 معانی ہیں۔

6۔عربی زبان کی چھٹی خصوصیت اس میں پائے جانے والے مترادف الفاظ ہیں۔ان الفاظ کی وجہ سے عربی زبان میں مقفیٰ اور مسجّع عبارت نویسی دیگر زبانوں کے مقابلے میں نسبتاً آسان ہے۔یہی وجہ تھی کہ عرب کے شعراؑ فی البدیہہ کئی کئی سو اشعار کے قصیدے کہہ لیتے تھے۔اس کے علاوہ اس زبان میں صنائع وبدائع جس قدر با آسانی ممکن ہیں کسی اور زبان میں نہیں ہیں۔

مختصر یہ کہ اسی طرح عربی زبان کی کئی اور خصوصیات گنوائی جاسکتی ہیں جن کی وجہ سے عربی زبان کو دوسری زبانوں کے مقابلے میں ایک ممتاز حیثیت حاصل ہے اور یہ امتیاز ارتقائے زمانی کے ساتھ ساتھ مسلسل ارتقاء پذیر ہے اور عربی زبانکی نئی نئی خصوصیات سامنے آرہی ہیں۔

4۔عربی رسم الخط اور اس کے دیگر زبانوں پر اثرات

عربی زبان دوسری سامی (Sematic) زبانوں کی طرح دائیں سے بائیں طرف لکھی جاتی ہے۔اس کے حروف تہجی 28 ہیں۔جو سب کے سب حروف صحیح ہیں۔عربی زبان میں زیر، زبر، پیش کی علامات حروف علت کی جگہ استعمال ہوتی ہیں۔ان کے علاوہ بھی چند ایک علامات کا استعمال عربی زبان میں ہوتا ہے۔

دنیا کے مختلف ممالک میں عربی زبان کی تحریر اور اسلامی خطاطی کے لئے موجودہ دور میں بہت سے رسم الخط استعمال کئے جارہے ہیں۔وکیپیڈیا کے مطابق جن کی تعداد 14 ہے۔

اسلام کے ایشیاؑ اور افریقہ میں پہنچنے کے ساتھ ساتھ جس طرح عربی زبان ان علاقوں میں پہنچی، عربی رسم الخط بھی ان علاقوں میں آ گیا اور بہت سی علاقائی زبانوں نے اس رسم الخط کو اپنا لیا۔ایسی زبانوں میں سے برصغیر پاک وہند، ایران، اور افغانستان، کی زبانیں فارسی، دری، پشتو، سندھی، بلوچی اور اردو قابل ذکر ہیں۔اس کے علاوہ ملائیشیاء کی زبان ملائی بھی سولہویں صدی عیسوی تک عربی رسم الخط میں لکھی جاتی تھی۔جب کہ ترکی زبان 1928 تک عربی رسم الخط میں لکھی جاتی رہی ہے۔اس کے بعد کمال اتاترک نے عربی کی جگہ لاطینی رسمالخط رائج کردیا۔افریقہ میں سوڈان سے گنی تک کے علاقے کی درج ذیل تین زبانیں بھی عربی رسم الخط میں لکھی جاتی ہیں۔

1۔کانوری (Kanuri) یہ نیلو۔چاڈ گروپ کی زبان ہے۔

2۔ہاؤسا (Hausa) یہ زبان نائجرو۔چاڈ گروپ کے لوگ بولتے ہیں۔

3۔فول (Ful) اس زبان کو سینی گالو۔گنی گروپ کی زبان کا درجہ حاصل ہے۔

ان علاقوں کے تعلیم یافتہ مسلمان جو کہ غیر تحریری زبانیں بولتے ہیں، تعلیمی مقاصد اور خط وکتابت کے لئے عربی رسم الخط استعمال کرتے ہیں۔شمالی افریقہ میں بربروں نے بھی عربی رسم الخط اپنا لیا ہے۔انہوں نے ایسے الفاظ کے لئے جو عربی زبان میں نہیں پائے جاتے تھے، عربی حروف پر علامات کا اضافہ کرکے نئے حروف وضع کر لئے ہیں۔برصغیر میں اردو زبان کے حروف تہجی وضع کرتے وقت بھی یہی عمل دہرایا گیا تھا۔

صومالی زبان کی بیشتر مذہبی اور سیاسی کتب بھی عربی رسم الخط میں لکھی گئی ہیں۔شمال مشرقی افریقہ میں بولی جانے والی ایک غیر تحریری زبان گالا بھی ہے، جس کا اپنا کوئی رسم الخط نہیں ہے۔لیکن گالا مسلمان اس زبان کو لکھنے کے لئے عربی رسم الخط استعمال کرتے ہیں۔افریقہ کے مشرقی ساحلی شہروں کلوا (Kiliwa)، پیٹ (Pate)، لامو (Lamu)، ممباسہ (Mombasa) اور زانزیبار (Zanzibar)، جو سولہویں صدی سے تعلق رکھتے ہیں کی تواریخ بھی سواحیلی زبان اور عربی رسم الخط میں لکھی گئی ہیں۔جب کہ ان دنوں سواحیلی زبان لاطینی رسم الخط میں لکھی جاتی ہے۔غرضیکہ ایشیاؑ اور افریقہ کی بیشتر زبانوں پر عربی کے نمایاں اثرات دیکھے جاسکتے ہیں۔

5۔عربی زبان کی عالمی اہمیت

مشہور ماہر لسانیات پروفیسر سی اے فرگوسن انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا میں رقمطراز ہیں:

"دور حاضر میں عربی زبان اپنے بولنے والوں کی تعداد اور اپنے دائرہ اثر کے لحاظ سے اہم ترین سامی ((Sematic زبان کی حیثیت رکھتی ہے اور اسے دنیا کی اہم ترین زبانوں میں شمار کیا جاتا ہے۔"

عربی زبان ایشیا سے شمالی افریقہ تک اور بحیرۂ عرب سے بحر اوقیانوس تک پھیلے ہوئے ممالک کے کروڑوں افراد کی زبان ہے۔اس وقت دنیا بھر میں 25 ایسے ممالک ہیں جن میں عربی زبان کو سرکاری یا شریک سرکاری زبان (Official or Co-official Language) کا درجہ حاصل ہے۔ ان میں سے چند قابل ذکر ممالک درج ذیل ہیں: الجیریا، بحرین، چاڈ، کوموروس، جیبوتی، مصر، ایریٹیریا، عراق، اردن، کویت، لبنان، لیبیا، ماریطانیہ،مراکش،عمان،فلسطین،قطر،سعودی عرب،صومالیہ،سوڈان (دریائے نیل سے چاڈ تک کا علاقہ) شام،تنزانیہ،تیونس،متحدہ عرب امارات،یمن،مغربی افریقہ اور شمالی صحارا کے دیگر علاقے۔

عربی زبان کی ترقی اور بین الاقوامی سطح پر پھیلاؤ کے حوالے سے بلا شبہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ عربی زبان کا ارتقاء اسلام کے ارتقاء کے ساتھ وابستہ رہا ہے۔عربی زبان اسلام کے پھیلنے کے ساتھ ساتھ ایشیاء، افریقہ،اور یورپ میں پھیلی۔اسلام شام،فلسطین اور عراق میں پہنچا تو وہاں کے لوگوں نے جو آرامی زبان بولتے تھے عربی زبان کو اپنا لیا۔اسی طرح جب اسلام مصر اور شمالی افریقہ میں داخل ہوا تو عربی زبان نے قدیم مصری زبان کا پٹک (Coptic) کی جگہ لے لی اور بربروں نے بھی عربی زبان بولنی شروع کر دی۔عربوں نے سپین پر آٹھ سو سال تک اور سسلی پر دو سو پچاس سال تک حکومت کی۔وہاں بھی عربی زبان کو ایک طویل عرصے تک عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا رہا۔جب عرب مسلمان جزیرہ نما مالٹا میں گئے تو وہاں بھی عربی زبان کے اثرات پہنچ گئے۔

قرون وسطیٰ میں عربی طبعی اور طبی علوم کی زبان رہی ہے۔اس دور میں یونانی علوم،فلسفے اور سائنس کی کتب کے عربی تراجم ہوئے اور انہی تراجم کے ذریعے ہی یورپ میں یہ علوم پہنچے اور یورپ کے لوگ ان علوم سے متعارف ہوئے اور ان میں بیداری کی لہر پیدا ہوئی اور احیائے یورپ کا عمل شروع ہوا۔

مشہور مصری ادیب ڈاکٹر طہٰ حسین نے اپنی کتاب حدیث الشعر والنثر میں عربی زبان وادب کے یورپ اور دوسری دنیا پر اثرات کا تذکرہ جن الفاظ میں کیا ہے،اس کا اردو خلاصہ درج ذیل ہے:

"یہ بات نوٹ کرنا کافی اہمیت کا حامل ہے کہ عربی ادب وہ ادب ہے جس پر تمام عرب لوگوں نے اپنی زندگیاں بسر کیہیں اور یہ ہمیشہ ان کی حیات کا ایک جزو لاینفک رہا ہے۔یہ وہ ادب ہے جس نے اس وقت قرون وسطیٰ میں علم و دانش کا جھنڈا اٹھا رکھا تھا، جبکہ یونانی ادب قسطنطنیہ (استنبول) میں گوشہ گیر تھا،اور اس وقت ترکیہ اور یورپ لاعلمی اور جہالت کے اندھیروں میں ڈوبے ہوئے تھے۔"

ڈاکٹر طہٰ حسین احیائے یورپ کے دور اوّل کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"یہ بات نوٹ کرنا بھی کافی اہم ہے کہ پہلی نشاۃ ثانیہ،جس کا آغاز بارہویں صدی میں یورپ میں ہوا،وہ صرف عربوں کے ساتھ یورپ کے تعلق کا نتیجہ تھی۔یہ وہ ادب ہے،جس نے دوسری نشاۃ ثانیہ کے عروج تک یورپی عقل و دانش کو زندہ رکھا،جس میں یورپی ادب قدیم یونانی ادب سے جڑا ہوا تھا۔اگر عربی ادب میں صرف دس صدیوں تک انسانی ادب اور انسانی عقل کا جھنڈا اٹھائے رکھنے کی ہی خوبی اور صلاحیت ہوتی تو یہ بات اس حقیقت کو تسلیم کرنے کے لیے کافی ہوگی کہ یہ ادب ان ادبیات میں سے ایک ہے جو اچھی طرح سے قائم اور مستحکم ہوتے ہیں اور وہ وقت کی سختیوں کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں"۔

یورپ کو اپنے مستشرق علماء پر بے حد ناز ہے۔ڈاکٹر طہٰ حسین اسے بھی عربی ادب کے اثرات کا ایک پرتو ہی قرار دیتے ہیں۔اس کے بارے میں وہ یوں رقم طراز ہیں:

"اگر یورپ اب اپنے مستشرقین علماء پر فخر کرسکتا ہے،تو مجھے یقین ہے کہ یہ بھی عربی ادب کا مرہون منت ہے۔اگر سیبَوَیہ نہ ہوتے جو کہ عربی گرامر کی پہلی کتاب کے مصنف ہیں۔أبوعثمان عمرو بن بحر الكناني البصري، جو کہ عام طور پر الجاحظ کے نام سے معروف ہیں اور تیسری صدی ہجری میں بصرہ کے ایک عظیم مصنف تھے اور تمام زمانوں میں عربی کے عظیم مصنفین میں سے ایک ہیں۔ان کی اہم ترین کتابوں میں الحیوان،فصاحت و بلاغت،البیان والتبیین

اور الحلاً شامل ہیں۔ ابوالاعلیٰ المعری، شام کے ایک شاعر، معرۃ النعمان، حلب کے جنوب میں (363 ہجری) میں پیدا ہوئے اور وہیں 449 ہجری میں وفات پائی۔ وہ نابینا تھے اور بہت سے ایسے دیگر عرب علماء نہ ہوتے، تو فرانسیسیوں کے پاس (E.)Renan یا (P.)Casanova یا (L.) Massignon یا دیگر ایسے سکالرز نہ ہوتے، اور انگریزوں کے پاس عربی ادب کے نامور اسکالرز نہ ہوتے۔ اگر یہ عربیادب نہ ہوتا تو جرمنوں کے پاس بھی عظیم مستشرقین نہ ہوتے"۔

مندرجہ بالا اقتباسات سے ہم اس امر کا بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ عربی زبان نہ صرف دورِ حاضر میں بلکہ ماضی میں بھی نہایت اہم اور عالمی اثرات و فوائد کی حامل زبان رہی ہے اور جوں جوں وقت گزرتا جاتا ہے، مختلف اسباب و وجوہ کی بنا پر اس کی اہمیت اور افادیت بڑھتی جا رہی ہے اور یہ ایک عالمگیر زبان کی حیثیت اختیار کرتی جا رہی ہے۔

6۔ دوسری زبانوں پر عربی زبان کے اثرات

عربی زبان کے عالم گیر اثرات کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس زبان نے دنیا بھر کی بہت سی زبانوں پر اثر ڈالا ہے۔ یہ اثرات دوسری زبانوں کے ذخیرۂ الفاظ میں عربی زبان کے دخیل الفاظ کا جائزہ لینے سے نمایاں طور پر سامنے آتے ہیں۔ عربی زبان کے اثرات ان ممالک میں زیادہ گہرے نظر آتے ہیں جہاں مسلمان حکومتیں رہی ہیں۔ اس کے علاوہ ان حکومتوں کے اردگرد کے ممالک پر بھی عربی زبان کے اثرات ملتے ہیں۔

وکی پیڈیا نے عربی زبان کے دوسری زبانوں پر اثرات کے حوالے اپنے تحقیقاتی مقالے میں 60 سے زیادہ ایسی زبانوں کی نشاندہی کی ہے جن میں عربی زبان کے الفاظ داخل ہو چکے ہیں۔ وہ زبانیں درج ذیل ہیں:

عربی دخیل الفاظ جن زبانوں میں پائے جاتے ہیں، ان میں درج ذیل زبانیں شامل ہیں۔ امہری، البانوی، آرمینیائی، آذربائیجانی، بلوچی، بنگالی، بربر زبانیں، بوسنیائی، بلغاری، کتلونیائی، آشوری جدید، آرامی، چیچن، کروشیائی، شمال مشرقی قفقازی زبانیں، انگریزی، فرانسیسی، جارجیائی، جرمن، یونانی، گجراتی، ہاوسا، عبرانی، ہندی، انڈونیشیائی، اطالوی، قازق، کردی، کچھی، کرغیز، مقدونیائی، ملائیشیائی، اڑیہ، پشتو، فارسی، پرتگالی، پنجابی، روہنگیا، رومانیائی، سرائیکی، سربیائی، صقلی، ہسپانوی، سندھی، صومالی، سلہٹی، سواحلی، تگالوگ، تیگرینیا، ترکی، ترکمانی، اردو، اویغور، ازبک، ویسائی اور وولُف۔ ان زبانوں کے ساتھ ساتھ یہ اثرات ان زبانوں میں بھی پائے جاتے ہیں جو ان زبانوں کے قریب رہی ہیں۔ دوسری زبانوں مثلاً مالطی اور نوبی زبانیں ذخیرۂ الفاظ لینے کی بجائے بذاتِ خود عربی سے اخذ شدہ ہیں

اگر مذہبی نقطہ نظر سے عربی زبان کی اہمیت اور اس کے مختلف ممالک کی زبانوں پر اثرات کا جائزہ لیا جائے تو چند دیگر اہم پہلو بھی سامنے آتے ہیں۔ عربی ساری دنیا کے مسلمانوں کی مذہبی زبان ہے۔ وہ قرآن کریم کو اسی زبان میں پڑھتے ہیں۔ اذان، نماز، اور دیگر مسنون دعائیں بھی اسی زبان میں پڑھی جاتی ہیں۔ مسلمان دنیا کے کسی بھی ملک کا رہنے والا ہو اسے عربی زبان سے ضرور لگاؤ اور دلچسپی ہوگی اور وہ اسے سیکھنا اپنے لئے باعث افتخار سمجھے گا۔ یہی وجہ کہ عربی زبان نے مسلمانوں کے زیر استعمال بعض دوسری زبانوں پر بھی بڑے گہرے اثرات ڈالے ہیں۔ فارسی، ترکی، اردو، دری، سندھی، پشتو، بلوچی اور برصغیر کی دیگر زبانوں اور وسطی ایشیائی ممالک میں بولی جانے والی زبانوں پر عربی زبان کے اثرات بہت گہرے ہیں۔ نیز مسلم بنگال (بنگلہ دیش) میں بولی جانے والی بنگلہ زبان بھی عربی زبان سے بے حد متاثر ہوئی ہے۔ مشہور مسلمان بنگالی شاعر قاضی نذر الاسلام اور دیگر مسلم شعراً کی شاعری پر عربی زبان کے گہرے اثرات پائے جاتے ہیں۔ مندرجہ بالا تمام زبانوں کے ذخیرہ الفاظ میں عربی الفاظ اپنی اصلی حالت میں یا تبدیل شدہ حالتوں میں کیرا تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ ملائی زبان نے بھی ہندی، عربی اور فارسی کے بیشتر الفاظ اپنائے ہیں اور ملائی ادب میں مستعمل زبان پر عربی کے اثرات انڈونیشی زبان کے اثرات سے کہیں زیادہ ہیں۔ عربی زبان کے اثرات ملا یسأ اور مشرقی جزائر میں بحر ہند میں سیاحت کرنے والے عرب سیاحوں کے ذریعے پہنچے۔

مسلم ممالک میں عربی زبان کے اثرات اور ان کی اہمیت کا اندازہ ای۔ جی۔ براؤن کے ان الفاظ سے لگایا جا سکتا ہے جو اس نے اپنی کتاب A

Literary History of Persia میں لکھے ہیں۔ وہ رقمطراز ہے: "ہم ایران، ترکی، پاکستان اور دیگر مسلم ممالک کی زبان، ادب اور سوچ کے انداز کا اس وقت تک صحیح مطالعہ نہیں کر سکتے جب تک ہمیں عربی زبان سے اچھی خاصی واقفیت نہ ہو۔ کیونکہ ان علاقوں میں زبان وادب کا ارتقاء اسی زبان (عربی) کے زیر سایہ ہوا ہے"۔

مسلم ممالک کی زبانوں کے علاوہ انڈو یورپین (ہند یورپیائی) اور چینی خاندان کی زبانوں پر بھی عربی زبان کے اثرات کم وبیش کسی نہ کسی صورت میں ہمیں نظر آتے ہیں۔ کہیں تو یہ اثرات بڑے واضح طور پر اور کہیں بالکل غیر محسوس طور پر ملتے ہیں، جن کا کھوج سرسری نظر سے لگانا انتہائی مشکل ہے۔ لیکن جب ماہرین لسانیات زبانوں کا تقابلی و تحقیقی مطالعہ کرتے ہیں تو ان سبھی زبانوں پر عربی زبان کے اثر ونفوذ کا پتہ چلتا ہے۔ اس سلسلہ میں پاکستان کے ایک مشہور احمدی ماہر لسانیات شیخ محمد احمد مظہر نے بہت نمایاں کام کیا ہے۔ انہوں نے تیس سے زیادہ بین الاقوامی زبانوں پر ایک لمبا عرصہ تحقیقات کر کے یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ یہ سبھی زبانیں عربی زبان کی محرف ومبدّل اور بگڑی ہوئی شکلیں ہیں۔ انہوں نے تیس ہزار سے زائد ایسے الفاظ جمع کئے ہیں جن کے مادے عربی زبان سے لئے گئے ہیں۔ ان کی تحقیقات پر مبنی دو مشہور اور انتہائی اہمیت کی حامل کتب درج ذیل ہیں:

1. Source of all LanguagesArabic
2. English Traced to Arabic

ان کتابوں کو بین الاقوامی سطح کے ماہرین لسانیات نے بہت سراہا ہے اور اب اس نظریے کو پرکھنے اور اس کی جانچ پڑتال کرنے کے لئے مزید تحقیقات کی جارہی ہیں۔

7۔ کیا حضرت آدم اور حضرت حوا کی زبان عربی تھی؟

انسان ایک حیوان ناطق ہے اور زبان فکر، خیال یا جذبے کے اظہار وابلاغ کا ذریعہ ہے۔ ان حقائق کے پیش نظر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ زبان کی پیدائش بھی اتنی ہی قدیم ہے، جتنی کہ خود انسان کی پیدائش۔ کیونکہ جب آدم وحوا کو پیدا کیا گیا ہوگا تو ظاہر ہے کہ انہیں بول چال کے لئے کوئی نا کوئی زبان بھی سکھائی گئی ہوگی۔ جس میں وہ اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوں گے۔

اس سلسلے میں بہت سے خیالات پائے جاتے ہیں۔ لیکن ہمارے پاس اس قادر مطلق کے ارشادات کا مجموعہ قرآن کریم کی شکل میں موجود ہے۔ جس نے آدم وحوا کو تخلیق کیا اور انہیں علم بھی سکھایا۔ اس لئے ہم یہ معلوم کرنے کے لئے کہ آدم کو کون سی زبان سکھائی گئی تھی قرآن کریم کی طرف رجوع کر سکتے ہیں۔

قرآن کریم میں بیان شدہ قصہ تخلیق آدم کے مطالعہ سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم کو اللہ تعالیٰ نے اسماء سکھائے تھے۔

اور اس نے آدم کو تمام نام سکھائے۔ سورہ بقرہ آیت 31

مفسرین کے مطابق یہاں اسماء کے کئی معنی ہو سکتے ہیں۔ مثلاً حقائق الاشیاء، عربی زبان کے اسماء، وہ صفات جو فرشتوں میں نہیں تھیں، اور ان انبیاً کے نام جو حضرت آدم کی پشت سے پیدا ہونے تھے۔ اس آیت میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو مسمّیات کے ذریعے کلمات سکھائے۔ مسمّیات سے مراد ایسے امور ہیں جن کا بیان کرنا بذریعہ اشارات ممکن ہے اور یہ حقائق اسماً اور ان کے چھپے ہوئے خواص عربی زبان میں سکھائے گئے۔

مرزا بشیر الدین محمود احمد نے تفسیر صغیر میں اس آیت کی مختصر تشریح درج ذیل الفاظ میں کی ہے:

" انسانوں کے متمدن ہونے کی صورت میں ان کے لئے ایک زبان کی ضرورت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آدم کو زبان کے اصول سکھائے۔ جن کے مطابق انہوں نے زبان کا علم جاری کیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ زبان عربی تھی۔ کیونکہ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ آدم کو جس زبان کا علم دیا گیا اس کی بنا مسمّیات اور اسماء کے اتحاد پر تھی۔ یعنی ہر چیز کا نام اس کی خصوصیت کی بنا پر رکھا گیا تھا، نہ کہ بے تعلق، اور یہ خصوصیت عربی زبان میں ہے کہ اس کے تمام اسماء مسمّیات سے گہرا تعلق رکھتے ہیں"۔

اس کے علاوہ مرزا بشیر الدین محمود احمد نے تفسیر کبیر میں اس آیت کے مضامین پر مفصل روشنی ڈالتے ہوئے بہت طویل بحث کی ہے۔

مولانا مودودی اپنی تفسیر تفہیم القرآن، جلد اوّل میں اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ " انسان کے علم کی صورت دراصل یہی ہے کہ وہ ناموں کے ذریعے سے اسمأ کے علم کو اپنی گرفت میں لاتا ہے۔ لہٰذا انسان

کی تمام معلومات دراصل اسمائے اشیاء پر مشتمل ہیں۔ آدم کو سارے نام سکھانا گویا ان کو تمام اشیاء کا علم دینا تھا"۔

ڈاکٹر اسرار احمد اپنی تفسیر بیان القرآن میں اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "یہ علم اسماء جو آدم کو دیا گیا یہی حکومت عرضی کی بنیاد ہے۔ جو قوم اس علم کے اندر ترقی کرے گی وہی اقتدار ارضی کی حق دار ٹھہرے گی ۔۔۔علم اسماء درحقیقت یوں سمجھئے کہ جیسے آم کی گٹھلی میں آم کا پورا پودا ہوتا ہے۔ وہی گٹھلی تو ہے جو آپ زمین میں دباتے ہیں پھر اگر وہاں پانی پڑتا ہے اور زمین میں روئیدگی کی صلاحیت بھی ہے تو وہ گٹھلی پھٹے گی۔ اس میں سے جو دو پتے نکلیں گے وہ پھلیں پھولیں گے، پروان چڑھیں گے تو درخت بنے گا"۔

اس کے بعد آگے چل کر وہ ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ "مفسرین کا تقریباً اجماع ہے کہ اس (اسماء) سے مراد تمام اشیاء کے نام ہیں اور تمام اشیاء کے ناموں سے مراد ان کی حقیقت کا علم ہے۔۔۔تو اللہ تعالیٰ نے انسان کو تمام نام سکھا دئے۔ گویا کل مادی کائنات کے اندر جو کچھ وجود میں آنے والا تھا ان سب کی حقیقت سے حضرت آدم کو امکانی طور پر آگاہ کر دیا"۔

مندرجہ بالا دونوں حوالوں سے بھی یہ بات سامنے آتی ہے کہ حضرت آدم کو جو اسمأ سکھائے گئے تھے ان کا ذریعہ عربی زبان تھی، جس کی مدد سے انہیں نہ صرف ہر قسم کے علوم کی حقیقت سے آگاہ کیا گیا بلکہ ان علوم کے ارتقاء کے بارے میں پیش خبری بھی دے دی گئی۔

زبانوں کی ابتدأ کے حوالے سے توریت کتاب پیدائش، باب 11، میں ابتدائی زبان اور بولیوں میں اختلاف کے بارے میں درج ذیل آیات ہیں۔

"(1) اور تمام زمین پر ایک ہی زبان اور ایک ہی بولی تھی۔ (2) اور اَیسا ہُوا کہ مشرق کی طرف سفر کرتے کرتے اُن کو مُلک سِنعار میں ایک میدان مِلا اور وہ وہاں بس گئے۔ (3) اور اُنہوں نے آپس میں کہا آؤ ہم اِینٹیں بنائیں اور اُن کو آگ میں خُوب پکائیں۔ سو اُنہوں نے پتھر کی جگہ اینٹ سے چُونے کی جگہ گارے سے کام لیا۔ (4) پھر وہ کہنے لگے کہ آؤ ہم اپنے واسطے ایک شہر اور ایک بُرج جِس کی چوٹی آسمان تک پہنچے بنائیں اور یہاں اپنا نام کریں۔ اَیسا نہ ہو کہ ہم تمام رُوی زمین پر پراگندہ ہو جائیں۔ (5) اور خُداوند اِس شہر اور بُرج کو جسے بنی آدم بنانے لگے دیکھنے کو اُترا۔ (6) اور خُداوند نے کہا دیکھو یہ لوگ سب ایک ہیں اور اِن سبھوں کی ایک ہی زبان ہے۔ وہ جو یہ کرنے لگے ہیں تو اب کُچھ بھی جس کا وہ اِرادہ کریں اُن سے باقی نہ چھُوٹے گا۔ (7) سو آؤ ہم وہاں جا کر اُن کی زبان میں اِختلاف ڈالیں تا کہ وہ ایک دُوسرے کی بات سمجھ نہ سکیں۔ (8) پس خُداوند نے اُن کو وہاں سے تمام رُوی زمین میں پراگندہ کیا سو وہ اُس شہر کے بنانے سے باز آئے۔ (9) اِس لِئے اُس کا نام بابل ہُوا کیُونکہ خُداوند نے وہاں ساری زمین کی زبان میں اِختلاف ڈالا اور وہاں سے خُداوند نے اُن کو تمام رُوی زمین پر پراگندہ کیا"۔

ایک خیال یہ بھی پایا جاتا ہے کہ حضرت آدم کو تمام زبانیں سکھا دی گئی تھیں۔ لیکن یہ بات خلاف عقل محسوس ہوتی ہے۔

مشہور محدث ابن عساکر جو مقبول اور ثقہ ہیں، ابن عباس سے اپنی تاریخ میں بیان کرتے ہیں کہ "تحقیق آدم کی بولی جنت میں عربی تھی"۔ اسی طرح عبدالملک اور دوسرے اہل علم بھی دوسری روایتوں سے بیان کرتے ہیں کہ "عربی ہی پہلی زبان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے آدم کے ساتھ بہشت سے اتری تھی"۔ پھر ایک زمانہ کے بعد محرف ہوگئی اور اس سے اور زبانیں پیدا ہو گئیں۔ تحریف کے بعد جو پہلی زبان ظاہر ہوئی وہ "سریانی" تھی اور اس کا لہجہ بھی عربی ہی کی طرح تھا۔ اسی وجہ سے متقدمین اسے "عربی الاوّل" یعنی پہلی عربی کہا کرتے تھے۔ کیونکہ وہ ادنیٰ تغیر کے ساتھ عربی ہی تھی۔ پھر رفتہ رفتہ دوسری زبانیں پیدا ہوگئیں۔ اس بات کے ثبوت میں الدیلمی کی بیان کردہ یہ حدیث بڑی اہم حیثیت کی حامل ہے۔ "آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میرے لئے پانی اور مٹی سے متمثل کی گئی اور مجھے اسمأ سکھلائے گئے جیسا کہ آدم کو اسماء سکھائے گئے"۔ جب کہ یہ امر ہر شخص کے علم میں ہے کہ آنحضرت ﷺ امّی تھے اور بجز عربی کے کسی اور زبان کو نہیں جانتے تھے اور قرآن کریم بھی آپ پر عربی ہی میں نازل ہوا۔

پس ظاہر ہوا کہ اسمأ سے مراد حضرت آدم کے قصہ اور آنحضرت ﷺ کی حدیث میں جس زبان کا ذکر ہے وہ زبان عربی ہی ہے۔ لہٰذا ہم یہ کہہ سکتے ہیں

کہ عربی نہ صرف الہامی زبان ہے بلکہ "ام الالسنہ" یعنی تمام زبانوں کی ماں کہلانے کی بھی مستحق ہے۔ کیونکہ یہ اوّلین زبان ہے جو انسان کو سکھلائی گئی۔

دوسری طرف ماہرین لسانیات کی جدید تحقیقات سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ دنیا کی تمام زبانوں میں بہت سی اقدار مشترک ہیں اور ان میں باہم بہت گہرے روابط اور رشتے پائے جاتے ہیں۔ جس سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ یہ زبانیں کسی ایک ماخذ سے پیدا ہوئی ہوں گی اور پھر شاخ در شاخ مختلف حصوں میں بٹ گئیں۔ ماہرین لسانیات نے اس ماخذ کو "گمشدہ ماخذ (Lost Source)" کا نام دیا ہے اور اس ماخذ کی تلاش کے لئے تحقیقات جاری ہیں اور آخر کار اس ماخذ کو تلاش کر لیا جائے گا۔ جیسا کہ قرآن کریم کی تعلیمات اور احادیث پر غور کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ اس دنیا کی قدیم ترین زبان جو انسانوں کے باپ حضرت آدم کو سکھائی گئی وہ عربی ہی تھی اور یہی "ام الالسنہ" یعنی تمام زبانوں کی ماں کا درجہ رکھتی ہے اور اسی سے دیگر زبانیں نکلی ہیں۔ یہی وہ گمشدہ ماخذ بھی ہے جس کی ماہرین لسانیات کو تلاش ہے اور جلد یا بدیر وہ بھی اسی نتیجہ پر پہنچنے والے ہیں جس کی طرف خدا تعالیٰ کے کلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں اشارہ کیا گیا ہے۔

حوالہ جات اور ماخذ

عربی زبان کے مختلف لہجوں اور تنوعات کی مزید تفصیلات جاننے کے لئے مندرجہ ذیل ماخذ دیکھیں:

Arabic Varieties: Far and Wide. Proceedings of the 11th International Conference of AIDA Bucharest 2015

•Holes, Clive, Modern Arabic: Structures, Functions, and Varieties, Georgetown University Press, 2004.

•Kees Versteegh, The Arabic Language, Columbia University Press, New York, 1997.

https://ur.wikipedia.org/w/index.php?title =عربی_کے_لہجات&oldid=5211035

Urdunotes.com

ویکیپیڈیا، اعراب۔ آزاد دائرۃ المعارف https//ur.m.wikipedia.org

https://ur.wikipedia.org/w/index.php?title عربی کے حوالہجات

Encyclopedia Britannica, Vol. II, Page 182.

Professor Dr. El Sayed Yacoub Bakr et. Al., Arabic By Radio, Book 2, Part 4, Chapter Arabic is world language, Printed by UAR, B. Corporation, Cairo, Egypt, 1973, P. 75.

ڈاکٹر طٰہٰ حسین حدیث الشعر والنثر، طبعۃ الاولیٰ، القاہرہ، 1936، صفحہ نمبر 20 تا 22

ایضاً صفحہ نمبر 20 تا 22

Sibawayh (Arabic: سِيبَوَيْهِ Sībawayhi or Sībawayh; Persian: سِيبُويَه Sībūyah [siːbuːˈja]; c. 760–796), whose full name is Abu Bishr Amr ibn Uthman ibn Qanbar al-Basri (أَبُو بِشْر عَمْرو بْن عُثْمَان بْن قَنْبَر لْبَصْرِيّ, ʼAbūBishr ʻAmr ibn ʻUthmān ibn Qanbar al-Baṣrī), was a Persian leading grammarian of Basra and author ofthe earliest book on Arabic grammar. His famous unnamed work, referred to as Al-Kitāb, or "The Book", is a five-volume seminal discussion of the Arabic language. Source: Wikipedia

Abūʿ Uthmanʿ Amr ibn Baḥr al-Kinānī al-Baṣrī (Arabic: أبوعثمان عمرو بن بحر الناني البصري) commonly known as al-Jāḥiẓ (Arabic: الجاحظ, The Bug Eyed, born 776 – died December 868/January 869) was a prose writer and author of works of literature, theology, zoology, and politico-religious polemics. He described himself as a member of the Arabian tribe Banu Kinanah. Wikipedia

Abū al-ʿAlāʾ al-Maʿarrī (Arabic: أبوالعلاءالمعري, full name أبو العلاء أحمد بن عبد الله بن سليمان التنوخي المعري Abū al-ʿAlāʾAḥmad ibn ʿAbdAllāh ibn Sulaymān

al-Tanūkhī al-Maʿarrī, also known under his Latin name AbulolaMoarrensis; December 973 – May 1057) was an Arab philosopher, poet, and writer. Despite holding a controversially irreligious worldview, he is regarded as one of the greatest classical Arabic poets. http://dbpedia.org

Ibid. p. 122.

Joseph Ernest Renan (French: [ʁənɑ̃] 27 February 1823 – 2 October 1892) was a French Orientalist and Semitic scholar, expert of Semitic languages and civilizations, historian of religion, philologist, philosopher, biblical scholar, and critic.

P. Casanova, French writer, archaeologist, and orientalist, Male, Born. 29 June 1861 – Death. 23 March 1926 (aged 64 years). Wikipedia.

Louis Massignon (25 July 1883 – 31 October 1962) was a French Catholic scholar of Islam and a pioneer of Catholic-Muslim mutual understanding. Although a Catholic himself, he tried to understand Islam from within and thus had a great influence on the way Islam was seen in the West; among other things, he paved the way for a greater openness to dialogue inside the Catholic Church towards Islam as it was documented in the pastoral Vatican II declaration Nostra aetate. Wikipedia

Arabic By Radio, Book 3, Part 2, PP. 234 – 235.

https://ur.wikipedia.org/w/index.php?title

= اثرات※پر※زبانوں※دوسری※کے※عربی&oldid=E.G Brown, A Literary History of Persia, The University Press, Cambridge, 1956, Vol. 2, P. 5.

تفسیر صغیر، مصنفہ بشیر الدین محمود احمد، ایڈیشن 1979، صفحہ نمبر 11

آیت وعلم اٰدم الاسمأ کلّھا پر تفصیلی بحث کے لئے ملاحظہ کریں۔

تفسیر کبیر، مصنفہ بشیر الدین محمود احمد، ایڈیشن 2023، مطبوعہ یو کے، جلد اوّل، صفحات 458 تا 465

سیّد ابوالاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن، جلد اوّل، ادارہ ترجمان القرآن، غزنی اسٹریٹ، اردو بازار، لاہور۔ سورۃ البقرہ، زیر آیت نمبر 31 وعلم اٰدم الاسمأ کلّھا۔

ڈاکٹر اسرار احمد، بیان القرآن، حصہ اوّل، مطبوعہ انجمن خدام القرآن، پشاور، 2008، صفحہ نمبر 24 اور صفحہ نمبر 67، سورۃ البقرہ، زیر آیت نمبر 31، وعلم اٰدم الاسمأ کلّھا۔

توریت، کتاب پیدائش، باب 11، آیات نمبر ۱ تا ۹

ابن عساکر ابوالقاسم علی بن الحسن بن ہبۃ اللہ بن عساکر الدمشقی (پیدائش: 13 ستمبر 1105ء وفات: 24 جنوری 1176ء) بارہویں صدی کے عظیم مسلم مؤرخ، محدث تھے۔ علامہ ابن عساکر کی وجہ شہرت دمشق کی ضخیم تاریخ تاریخ دمشق ہے جو کہ 80 جلدوں میں تصنیف کی گئی ہے۔ ان کا شمار شام کے مستند شافعی فقہا و محدثین میں ہوتا ہے۔

سریانی ایڈیسا شہر میں آرامی زبان کی بولیوں میں سے ایک تھی، جو مشرق میں عیسائیت اور سیریاک آرتھوڈوکس چرچ کے زیر اثر اپنی موجودہ حالت میں تیار ہوئی۔ عربی غالب زبان بننے سے پہلے، مشرق وسطیٰ، وسطی ایشیا، اور کیرالہ میں عیسائی برادریوں میں سریانی زبان غالب تھی اور آج بھی شامی عیسائیوں میں رائج ہے۔

ساتویں صدی عیسوی سے لے کر اب تک، سریانی کو آہستہ آہستہ عربی نے ان علاقوں میں گفتگو کی زبان کے طور پر بدل دیا ہے جہاں یہ بولی جاتی تھی (سوائے شمالی عراق کے)۔ 13 ویں صدی عیسوی میں منگول کی فتوحات اور تیمور لنگ کے ہاتھوں شامی عیسائیوں کے قتل عام نے اس زبان کے زوال کو تیز کیا۔ جزیرے کے علاقے سے باہر بہت سی زمینوں میں، سریانی نے عبادات اور مذہبی متون میں بھی عربی کو راستہ دیا۔



ترمیم زہد یعنی وضو سے 70 شراب خانوں تک

(اقتباس فرام ”کل رات میں نے کفر احمدیت پر بہت غور کیا)

فیض نے کسی زمانہ کے مقہور رندوں کے بارہ میں کہا تھا

مجرم ہو خواہ کوئی رہتا ہے ناصحوں کا
روئے سخن ہمیشہ سوئے جگر فگاراں
ہے اب بھی وقت زاہد ترمیم زہد کرلے
سوئے حرم چلا ہے انبوہ بادہ خواراں

بقول علمائے یدطولیٰ احمدیہ جماعت جس کا سنگ بنیاد ”انتہائی سوچ و بچار کے بعد“ مغربی استعمار نے ایک اہم اجلاس منعقدہ وہائٹ ہاؤس لندن میں رکھا تھا۔ کے اہم ترین مقاصد مندرجہ ذیل تھے:

1۔بقول مولانا احسان الٰہی ظہیر: ”دشمن رسولؐ لوگوں کا ایک گروہ پیدا کرنا“ (مرزائیت اور اسلام صفحہ 11)

2۔بقول مولانا منظور احمد چنیوٹی: ”اسلام اور عالم اسلام کے دشمن پیدا کرنا“ (ملت اسلامیہ کے خلاف قادیانی سازشیں صفحہ 5)

3۔بقول مولانا زاہدالراشدی: ”ملت اسلامیہ میں فکری انتشار پیدا کرنا“ (ملت اسلامیہ کے خلاف قادیانی سازشیں صفحہ 3)

4۔بقول مولانا محمد یوسف بن سید محمد ذکریا النوری: ”پرفتن اور مبالغہ آمیز گپیں ہانکنا اور قوم کو کفر و الحاد کی گہری وادی میں اتار دینا“ (قادیانی اور ان کے عقائد صفحہ 7)

5۔بقول علامہ خالد محمود: ”ملحد لوگ پیدا کرنا“ (قادیانی اور ان کے عقائد صفحہ 3)

6۔اور بقول مجلس تحفظ ختم نبوت:

”آستین کے سانپ جو ملت اسلامیہ کی رگوں میں زہر گھول کر غداران دین وملت پیدا کرنا“

(آستین کے سانپ شائع کردہ مجلس تحفظ ختم نبوت واہ کینٹ جامع مسجد مدینہ 16 اپریل وغیرہ وغیرہ)

مختصراً یہ کہ بقول علماء کرام ”وہائٹ ہاؤس لندن“ والے آقاؤں نے بانی جماعت احمدیہ کو ایک ایسا ٹولہ تیار کرنے کا ٹاسک (Task) دیا جو:

i۔ننگ دین وملت ہوں

ii۔اخلاق سے عاری

iii۔رسول خدا کے دشمن

خدا کے وجود کے منکر و ملحد

v۔اسلام اور عالم اسلام کے غدار

vi۔حقوق اللہ اور حقوق العباد سے یکسر نابلد

vii۔کلمہ رسول کے مخالف

viii۔اور ایک ایسا وحشی ٹولہ جس کا صرف اور صرف یہ مقصد ہو کہ عاشقان رسول ﷺ دنیا سے ختم ہو جائیں اور باقی صرف اور صرف شرابی کبابی، بے حیائی، جواری، زانی، ڈانسر، اسمگلر، ڈاکو، چور، خائن، قاتل، ملحد اور منکرین ختم نبوت رہ جائیں۔ جو منکر جہاد ہوں اور قرآن وسنت سے ان کا کوئی تعلق نہ ہو۔

اسی دُھن میں مَیں نے احمدیہ معاشرے کا جائزہ لیا تاکہ ان Practial امور اور ”معاشرتی وجود“ کا جائزہ لے سکوں جس کے لیے یہ تنظیم معرض وجود میں آئی۔ آیا یہ تنظیم ان امور کو بخوبی سرانجام دے رہی ہے جو بقول علماء، استعمار نے ان کو مندرجہ بالا ٹارگٹ کے طور پر دیئے تھے یا پھر ان امور کو جن کا نعرہ بانی جماعت احمدیہ نے تجدید دین اور تنفیذ دین کے نام سے لگایا اور فرمایا کہ وہ پھر سے اسلام کی اصلی شکل کو دلوں میں رائج کرنے کے لیے مسیح ومہدی بنا کر بھیجے گئے ہیں اور وہ ”دین کو دنیا پر مقدم کرنے والے“ عاشقین رسول کا گروہ تیار کرنے آئے ہیں۔

مشہور محدّث حضرت ثعبان ثوریؒ کا قول ہے:

''مبارک ہیں وہ لوگ جن کے پاس نصیحت کرنے کے لیے الفاظ نہیں اعمال ہوتے ہیں''

حضرت مولانا رومیؒ کا قول ہے:

''جس کے افعال شیطان اور درندوں جیسے ہوتے ہیں کریم لوگوں کے متعلق اس کو بدگمانی ہوتی ہے''

ڈھلتی عمر اور گزرتے زمانے کی قسم تحقیق کی اس منزل پر الحاد کا بہاؤ اور ہوس کی نیّا، حیاء باختگی کا جوہڑ اور بے دینی کی بدبودار بدروکو میں نے کسی اور کی نہیں اپنے علماء کے محلہ میں بہتے پایا اور یہی بات میری اگلی اور فیصلہ کن مشکل بن گئی ہے۔

اپنے اعمال کی منہ بولتی تصویر میں مبارک کون؟ اور کریم لوگوں کو تہہ خاک سلانے والے شیطان اور درندے کون؟ ایک صدی پر پھیلی ہوئی معاشرتی سائنس کا ایک لانیحل سوال سوچئے اور جواب دینے میں میری مدد کیجئے۔

1۔۔اُدھر ایک شادی کی کہانی

ایک قادیانی خاندان کا مکروہ جرم جس پر جیل کی سلاخیں اور لمبا مقدمہ بھگت رہا ہے......روزنامہ پاکستان

''ننکانہ صاحب کے ایک قادیانی ناصر احمد نے اپنی بیٹی کی شادی کے لیے دعوتی کارڈ چھپوایا جس پر بسم اللہ الرحمن۔السلام علیکم۔انشاءاللہ اور نکاح مسنونہ کے الفاظ درج تھے۔مجلس تحفظ ختم نبوت ننکانہ صاحب کے ناظم اعلیٰ نے تعزیرات پاکستان دفعہ 295A اور دفعہ 298C کے تحت نہ صرف ناصر احمد بلکہ ان کی بیگم، سرفراز احمد، اعجاز احمد اوران کے خاندان کے دیگر افراد کے خلاف اسلامی شعائر کے ناجائز استعمال کے الزام میں مقدمہ درج کرا دیا۔ پولیس نے ناصر احمد کو گرفتار کرلیا باقی ''ملزمان'' نے لاہور ہائی کورٹ میں ضمانت قبل از گرفتاری کی درخواستیں دائر کیں۔یہ مقدمہ ہنوز عدالت میں ہے''۔(روزنامہ پاکستان 13 اگست 1992ء مضمون نگار اصغر علی گھرال)

اِدھر بھی ایک شادی ہی کی کہانی

شادی کے بغیر مرد سے تعلقات میں کوئی حرج نہیں، معروف محب وطن مسلم رقاصہ شیما کرمانی کا فخریہ اعلان......روزنامہ اوصاف

''معروف رقاصہ شیما کرمانی نے کہا ہے کہ پاکستان میں کوئی بھی مسلمان نہیں۔اگر مسلمان ہوتے تو پھر لوگ سڑکوں پر بھیک نہ مانگ رہے ہوتے۔شیما کرمانی جو ایک این۔جی۔او تحریک نسواں کو بھی چلاتی ہیں، نے کہا ہے کہ مرد کو دوسری شادی کی اجازت نہیں ہونی چاہیے۔لیکن اگر وہ خواہ مرد ہو یا عورت ایک دوسرے سے شادی کئے بغیر تعلقات قائم کرنا چاہیں تو اس میں کوئی قباحت نہیں۔عورت کو چادر یا دوپٹہ اوڑھنے کی پابندی نہیں ہونی چاہیے۔''(روزنامہ اوصاف 31 جنوری 1999ء)

شیما کرمانی کے اس اعلان پر نہ ہی 298C اور نہ ہی 295A حرکت میں آئی نہ مقدمہ درج ہوا کیونکہ موصوفہ نے کوئی ''خلاف شرع'' بیان نہیں دیا۔اور دوسرا آپ سکہ بند رقاصہ ہونے کے ساتھ مسلم بھی تو ہیں۔پھر دلآزاری کیسی؟

2۔۔اُدھر اللہ سب سے بڑا۔محمدؐ اللہ کے رسول۔نماز کی طرف آؤ

ایک قادیانی کا جرم 298C کی حرکت 2 سال قید بامشقت اور 2 ہزار جرمانہ

روزنامہ پاکستان لکھتا ہے:''منڈی بہاؤالدین لیٹر پیڈ کے اوپر 786 چھپ جانے پر مقدمہ چل رہا ہے اس کے علاوہ کلمہ طیبہ پڑھنے۔ کلمہ کا بیج لگانے اور درود شریف پڑھنے پر گرفتاریاں ہوئیں۔بدوملہی کے مسعود احمد کو سول جج نارووال کی عدالت سے 2 سال قید بامشقت اور 2 ہزار روپیہ جرمانہ کی سزا۔اس کے خلاف اذان دینے کا الزام تھا۔ملزم کے خلاف جو فرد جرم مرتب ہوئی وہ کچھ یوں تھی ملزم نے بلند آواز سے کہا کہ:

''اللہ سب سے بڑا ہے۔اللہ سب سے بڑا ہے۔اللہ سب سے بڑا ہے اللہ سب سے بڑا ہے۔میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔نماز کی طرف آؤ۔نماز کی طرف آؤ۔ بھلائی کی طرف آؤ بھلائی کی طرف آؤ۔اللہ سب سے بڑا ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

(3 اگست 1992ء مضمون نگار اصغر علی گھرال)

اِدھر ڈانس، شراب، ہندو تہوار بسنت پر لاہور میں جوانیوں کا ڈانس۔کھلے عام شراب۔اربوں روپے کی شراب عید سے زیادہ کورتیج......گورنر پنجاب او

رچیئر مین سینٹ کی معیت میں بسنت شغل میلہ

روزنامہ نوائے وقت بسنت کے حوالے سے اسلامیان لاہور کے متعلق لکھتا ہے:

''خدا کا شکر ہے کہ اہل لاہور کو بسنت کے بخار سے نجات ملی۔ہفتہ اتوار کی درمیانی رات کا پورا دن اہل لاہور پر بڑا بھاری گزرا۔امراء کی چھتوں پر جوانیاں ناچتی رہیں۔فلمی اداکار اور سیاستدان مل کر بھنگڑے ڈالتے رہے۔گورنر پنجاب اور چیئر مین سینٹ نے بھی بسنتیوں کے ساتھ ملکر تصویریں اتروائیں۔بھارت سے سکھوں سمیت بہت سے مہمان آئے ہوئے تھے۔انہوں نے جی بھر کر بھنگڑا ڈالا۔ان کے علاوہ دوسرے شہروں سے بھی بہت سے لوگ بسنت منانے کے لیے لاہور کے ہوٹلوں میں مقیم تھے۔شہر میں پانی نایاب لیکن شراب کھلے عام دستیاب تھی۔ہمارے ٹی وی نے قومی تہوار قرار دیکر بسنت کو عید سے زیادہ اہمیت دیدی۔سارا دن تڑ تڑ گولیاں چلتی رہیں۔لیکن شام کے وقت تو وہ گولی چلی کہ الامان۔یہ بسنت کو الوداع کرنے کا وقت تھا۔یہ اس قوم کا حال ہے کہ جس کا بال بال قرضے میں جکڑا ہوا ہے۔اگر حساب لگایا جائے تو اربوں روپے شراب اور ڈور پر خرچ ہوگئے ہوں گے''۔(نوائے وقت 24 فروری 1998ء سر راہے)

☆بسنت اگر ہندو تہوار ہے تو کیا ہوا مزہ تو ہے ناں۔

☆اربوں کی شراب پی تو اپنی جیب سے پی کسی کو حسد کرنے کی ضرورت نہیں۔

☆ اربوں کی شراب جوانیوں کے کھلے ناچ۔بھنگڑے۔بسنتی کپڑے۔پتنگ ڈوریں ان سے کسی کے جذبات مجروح نہیں ہوئے کہ مقدمہ درج کروانے کی نوبت آتی کیوں؟

☆کیا یہ سب حرکات عین اسلامی ہیں۔اور حرکتیں کرنے والے عین مسلم۔

☆جس تنظیم کے مندرجہ بالا علماء کے قادیانی کی اذان پر جذبات مجروح ہوگئے تھے وہ تنظیم اس بسنت میں کہاں ہے۔

ہم پہ تمہاری چاہ کا الزام ہی تو ہے
دشنام تو نہیں ہے یہ اکرام ہی تو ہے

3۔اُدھر۔قرآن مجید کا سرائیکی زبان میں ترجمہ کرنے کی جسارت

قادیانیوں کے اس جرم پر 295A،295B اور 295C کا اطلاق اور اس ''مذموم فعل'' پر سزائے موت بھی متوقع ہے۔

مورخہ 5 دسمبر 1991ء کو مکرم خان محمد صاحب امیر جماعت احمدیہ ڈیرہ غازی خاں اور مکرم رفیق احمد صاحب نعیم کے خلاف قرآن مجید کا سرائیکی زبان میں ترجمہ کرنے کی وجہ سے زیر دفعہ 295A تعزیرات پاکستان تھانہ ڈیرہ غازی خان میں ایک مقدمہ درج کیا گیا۔روزنامہ ڈان پاکستان کی 26 اپریل 1992ء کی اشاعت کے مطابق یہ مقدمہ مولوی اللہ وسایا امیر مجلس ختم نبوت ڈیرہ غازی خان کی درخواست پر درج کیا گیا۔اس نے اپنی درخواست میں لکھا کہ قادیانیوں کو کافر قرار دیا جا چکا ہے مگر پھر بھی انہوں نے قرآن مجید کا سرائیکی زبان میں ترجمہ کر کے مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو مجروح کیا ہے۔''

مقدمہ کے اندراج کے بعد مورخہ 12 جنوری 1992ء کو رفیق احمد صاحب نعیم کو گرفتار کر لیا گیا اور مورخہ 30 جنوری کو عدالت نے دونوں کی ضمانت کی درخواست مسترد کر دی اس طرح مکرم خان محمد صاحب بھی گرفتار ہوگئے۔اسی دوران پولیس نے 295B اور 295C تعزیرات پاکستان کا اضافہ کر دیا۔

یادرہے کہ 295A کے تحت دس سال تک قید ہوسکتی ہے جبکہ 295B کے تحت سزا عمر قید اور 295C کے تحت سزا موت مقرر ہے۔روزنامہ جنگ لاہور کے 16 دسمبر 1991ء کے شمارہ کی خبر کے مطابق مولوی اللہ یار ارشد مجلس احرار اسلام اور سپاہ صحابہ سرگودھا کے صدر مولوی احمد علی نے اس خطرناک فعل پر سزائے موت کا مطالبہ کیا ہے۔اور وجہ یہ بتائی کہ قادیانی چونکہ نجس ہیں اس لیے وہ کلام پاک کو ہاتھ نہیں لگا سکتے۔

اِدھر۔صرف کراچی شہر میں 70 شراب خانے مزید کھولنے کی اجازت

روزنامہ خبریں کراچی لکھتا ہے کہ

''قومی اخبارات میں گذشتہ دنوں یہ افسوسناک خبر شائع ہوئی کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کی وزیراعظم محترمہ بینظیر بھٹو نے صرف ایک شہر کراچی میں بیک جنبش قلم شراب کی 70 دکانوں کو اجازت نامے عطا کرنے کے علاوہ ایک شراب کی فیکٹری کا لائسنس بھی منظور فرمایا ہے۔

ابھی اس حکم کی سیاہی بھی خشک نہیں ہوئی تھی اور اگلے روز کے اخبارات میں مختلف رہنماؤں کا ردعمل شائع ہوا۔اسی روز وزیراعظم صاحبہ کا یہ فرمان بھی نظر سے گزرا کہ فائیو سٹار اور فور سٹار ہوٹلوں کو شراب کے لائسنس جاری کئے گئے ہیں۔کراچی میں دیئے گئے شراب خانوں کے لائسنس کے جواز میں اس دلیل کا سہارا لیا گیا تھا کہ عیسائیوں اور غیر مسلموں کے روپ میں شراب کے پرمٹوں سے دراصل مسلمان فائدہ اٹھاتے تھے۔یعنی بالفاظ دیگر جو لوگ چوری چھپے یا غیر مسلم بن کر غیر قانونی طور پر شراب کے پرمٹوں پر دختر انگور سے شوق فرماتے تھے،اب انہیں قانون کے دائرے میں حصول شراب کی کھلی چھٹی دیدی گئی ہے۔

جہاں تک شراب نوشی اور اس کی خرید وفروخت کا تعلق ہے۔اس معاملے میں دورائیں نہیں ہوسکتیں۔اللہ تعالیٰ نے چودہ سو سال پہلے اسے حرام قرار دیا۔قرآن حکیم میں اسے ام الخبائث کہا گیا ہے،اس لحاظ سے شراب کے استعمال کے علاوہ اس کی خرید وفروخت بھی ممنوع اور حرام قرار پائی لیکن وزیر اعظم صاحبہ نے اللہ اور اس کے رسول مقبولؐ کے احکامات کی سراسر نفی کرتے ہوئے شراب کی فروخت کے اجازت نامے اور لائسنس جاری کردیئے ہیں۔میں یہ کہنے میں کوئی باک محسوس نہیں کرتا کہ وزیراعظم بینظیر نے اپنے اعلانات کے ذریعے نہ صرف اسلام کی توہین کی ہے،اسلامی اقدار کی توہین کی ہے بلکہ بارہ کروڑ مسلمانوں کی توہین کی ہے اور سچ پوچھیں تو یہ اعلان اسلام کے نام پر حاصل کردہ ملک پاکستان کو شرابیوں اور بدقماش لوگوں کا ملک بنانے کے مترادف ہے۔یہ امریکہ کے ''نیو ورلڈ آرڈر'' کا ایک حصہ ہے جس کے تحت شراب نوشی ،بے حیائی اور فحاشی کو فروغ دینے کی خفیہ اور کھلے عام کوششیں کی جارہی ہے۔ان مذموم مساعی کا ایک نمونہ قاہرہ کی نام نہاد بہبود آبادی کانفرنس بھی تھی جس میں محترمہ نے سیاسی ودینی جماعتوں اور تنظیموں کی تمام تر مخالفت کے باوجود شرکت کی تھی۔اب انہوں نے شراب کی دکانوں اور ہوٹلوں میں فروخت کیلئے اجازت نامے اور فیکٹری کیلئے لائسنس کے اجرا کے ذریعے مہر تصدیق ثبت کردی ہے۔محترمہ جس تیزی سے اسلامی اقدار کو مٹانے پر تلی ہوئی ہیں اور جس تیزی سے دین دشمن اقدامات کررہی ہیں اسی تیزی سے شدت کے ساتھ پوری حزب اختلاف اور دینی وسیاسی جماعتیں اور تنظیمیں اور اسلامی نظام کے دعویدار افراد اور ادارے ان کا مقابلہ کرنے کیلئے سرگرم عمل کیوں نہیں دکھائی دیتے۔مجھے تو یہ نظر آرہا ہے کہ:جمیت نام تھی جس...... کے گھر سے گئی

وزیراعظم بینظیر کے علاوہ ان کے وزراء خصوصاً خالد احمد خان کھرل اور جنرل نصیر اللہ بابر نے ٹی وی،ناچ گانے اور کلچر کے نام پر بے ہودگی پر اعتراضات کے بارے میں جونامناسب بیانات دیئے ہماری قوم انہیں بھی شیر مادر کی طرح پی گئی۔قوم میں برائیوں کے خلاف جوقوت مدافعت تھی شاید وہ ''ایڈز'' کی نذر ہوگئی ہے۔یہ کہنا غلط نہیں ہوگا کہ محترمہ کے حالیہ اعلانات کے تحت شراب خانوں کو عام اور حصول کو ہر فرد کیلئے ممکن بنانے کے بعد حدود آرڈیننس اور اس میں تجویز کردہ سزائیں اور متعلقہ عدالتیں بھی ایک مذاق بن کررہ جائیں گی۔(قارئین کرام کو یاد ہوگا)محترمہ بینظیر بھٹو نے حدود آرڈیننس کے تحت تجویز کردہ تعزیرات کے ضمن میں اسلام کی سزاؤں کو سنگین اور ظالمانہ قرار دیا تھا۔(خبریں اسلام آباد 15 مئی 1995 اشاعت خاص)

تبصرہ۔قرآن مجید کا سرائیکی زبان میں ترجمہ کرنے والوں کے لیے سزائے موت کے مطالبے کرنے والو ذرا یہ تو بتاؤ کہ شراب بھی نجس ہے یا نہیں؟ شراب پینے،پلانے،بیچنے اور تیار کرنے سے تو کسی کے جذبات مجروح نہیں ہوئے کیوں؟ کہیں شراکت داری تو نہیں ہے۔

تمہیں کہو رند و محتسب میں ہے
آج شب کون فرق ایسا
یہ آکے بیٹھے ہیں میکدے میں وہ
اُٹھ کے آئے ہیں میکدے سے

4۔اُدھر۔۔دوبارہ مسجد کی پیشانی پر لکھ دیا اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں

6 قادیانیوں کا مکروہ جرم کلمہ طیبہ پڑھ کر اور لکھ کر علماء کے دلی جذبات سے کھیلنے کی گھناؤنی سازش 295C اور 298C کا قانون حرکت میں گرفتار کر کے جیل میں بند۔موت کی سزا بھی ہوسکتی ہے۔

وطن عزیز میں علماء کے دل کتنے نازک اور حساس ہونے کے ساتھ ساتھ دین کے لیے کتنی غیرت رکھتے ہیں

اس کا علم مجھے سمبڑ یال کے علماء حضرات کی طرف سے کٹوائی جانے والی F.I.R پڑھ کر ہوا۔

8 جولائی 1991ء کو تھانہ سمبڑ یال ضلع سیالکوٹ میں مولوی صاحبزادہ سلمان منیر صاحب کی تحریری درخواست پر مندرجہ ذیل احمدی مسلمانوں کے خلاف ایک مقدمہ زیر دفعات 295C، 298C، تعزیرات پاکستان درج کیا گیا ان کا جرم مسجد احمد یہ پر کلمہ طیبہ تحریر کرنا بتایا گیا۔

چنانچہ مکرم خواجہ محمد امین صاحب، مکرم ملک عنایت اللہ صاحب، مکرم حمید الحسن شاہ صاحب، مکرم محمد یوسف صاحب، مکرم ملک نثار احمد صاحب، مکرم محمود احمد صاحب کے خلاف مقدمہ درج کر لیا گیا ہے

مولوی سلمان منیر صاحب نے پولیس کو اپنی درخواست میں لکھا کہ اس سے قبل علاقہ مجسٹریٹ نے اس مسجد اور کئی قادیانیوں کے گھروں سے کلمہ طیبہ کے متبرک الفاظ کو مٹا کر محفوظ کیا تھا اور دوبارہ خلاف ورزی کرنے والوں کے خلاف قانونی کارروائی کے سلسلہ میں مقدمات درج تھے جو ابھی تک زیر سماعت ہیں اس کے باوجود قادیانیوں نے اپنی مسجد پر دیدہ دانستہ طور پر کلمہ طیبہ لکھ کر قانون کی صریح خلاف ورزی کی ہے اور تمام مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کیا ہے۔اور اس طرح توہین رسالت کے مرتکب ہوتے ہیں۔

چنانچہ قانون فوری حرکت میں آیا گھناؤنی سازش اور علماء کے مجروح ہوتے ہوئے جذبات کی حفاظت کے لیے ان ناعاقبت اندیشوں کو جیل کی کال کوٹھری میں بند کر دیا گیا ہے۔یاد رہے 295C کے تحت ان مجرموں کو سزائے موت بھی ہوسکتی ہے۔

اِدھر۔۔وطن عزیز کی کوئی گلی کوئی کوچہ ایسا نہیں جہاں آج کل جوا نہ کھیلا جا رہا ہو وطن عزیز میں جاری ایک دلچسپ عوامی کھیل کا آنکھوں دیکھا حال

روز نامہ نوائے وقت کی زبانی:

''وطن عزیز کے گلی کوچوں میں کرکٹ میچوں پر جوا لگانے کی وبا تیزی سے پھیل رہی ہے،اور اس وقت لاہور میں کرکٹ جوئے کے سینکڑوں خفیہ اڈے ہیں جو ایک انڈسٹری کی شکل اختیار کرتے جا رہے ہیں جہاں بیٹھے'' بکیوں'' سے رابطے کا ذریعہ ٹیلی فون ہیں جوں ہی میچ شروع ہو گھنٹیاں بجنی شروع ہو جاتی ہیں۔اور یہ سلسلہ میچ کے ختم ہونے تک جاری رہتا ہے۔اور عام طور پر جوا اس میچ پر لگایا جاتا ہے جس میں پاکستان بھی کھیل رہا ہو اگر قومی ٹیم کا میچ روایتی حریف بھارت سے ہو تو جوا بڑے پیمانے پر ہوتا ہے اور اس کا ریٹ بھی بڑھ جاتا ہے جس میں پیسوں کے ساتھ جذبات کا جوا بھی لگا ہوتا ہے،سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جوا صرف کھلاڑی ہی کھیلتے ہیں یا لوگ،دیکھنے میں آیا۔ہے کہ لوگ قومی ٹیم کی صرف فتح پر ہی نہیں بلکہ شکست پر بھی جوا لگاتے ہیں۔اور اکثریت کی فتح پر جوا کھیلتی ہے اور جب ٹیم جیت جاتی ہے تو امن وسکون رہتا ہے کیونکہ ٹیم کی شکست پر جوا لگانے والوں کی تعداد کم ہوتی ہے لیکن جب ٹیم ہارتی ہے تو سخت ردعمل سامنے آتا ہے۔کبھی جلوس نکال کر کھلاڑیوں کے خلاف نعرہ بازی کی جاتی ہے اور کبھی ان کے گھروں پر پتھراؤ کیا جاتا ہے بلکہ اس بار تو شارجہ کپ میں شکست کے بعد پاکستان کرکٹ بورڈ کو بم سے اڑانے کی ٹیلی فون دھمکیاں بھی دی گئی ہیں۔

اس وقت پاکستان کے چھوٹے بڑے شہروں کا خصوصاً لاہور کا چائے کا کوئی کھوکھا یا پان کی کوئی دکان یا چھوٹے بڑے ہوٹل ایسے نہیں جہاں کرکٹ سیزن کے دوران جوا نہ ہوتا ہو۔جوئے کی اس لعنت نے چھوٹے بڑے تمام کو بری طرح اپنی گرفت میں لے رکھا ہے،خصوصاً نئی نسل تو بری طرح شکار ہے بکیوں نے اسے کاروبار،امراء نے اسے شغل اور غریب طبقے نے آسان روزگار بنا لیا ہے،لیکن عالمی سطح پر بدنامی کس کی ہو رہی ہے اس پاک وطن کی جو پہلے ہی کئی مشکلات کے بوجھ تلے دبا ہوا ہے۔'' (نوائے وقت 3 جنوری 1998ء)

تبصرہ

گلی کوچوں، چھوٹے بڑے شہروں، چائے پان کے کھوکھوں سے لیکر محلّات تک میں یہ جاری کھیل یقیناً ایک نفع مند اور عین اسلامی کھیل ہی ہوگا؟

کلمہ طیبہ مسجد پر لکھنے، اُسے مٹا دینے کے بعد پھر کلمہ لکھنے، پہلی دفعہ بھی جیل اور پھر دوسری دفعہ بھی جیل اور پھر تیسری دفعہ بھی جیل کی سلاخیں۔کلمہ طیبہ دیکھ کر جذبات مجروح کروانے والو اور جوئے کی لعنت پر دم سادھ لینے والو کتنے ہیں وہ خوش نصیب جو گرفتار ہو کر یہ کہہ گئے:

دل مدّعی کے حرفِ ملامت سے شاد ہے اے جانِ جاں یہ حرف ترا نام ہی تو ہے

5۔اُدھر۔نماز جمعہ ادا کرتے ہیں

اور جس کلمہ کو ہم نے مٹا دیا تھا اس کو دوبارہ تحریر کر دیا ہے۔خوشاب کے 6 قادیانیوں کی مزید دل آزار حرکت۔قانون حرکت میں 295C توہین رسالت کے تحت فوری جیل میں بند۔سزائے موت کی امید ہے۔

سیالکوٹ کے بعد خوشاب چلتے ہیں یہاں بھی حسب معمول کچھ قادیانی علماء کے جذبات مجروح کرنے والی حرکات کر رہے تھے مگر الحمد للہ میرے غیّور اور باخبر علماء دین کی فوری مداخلت نے گھناؤنی سازش کو طشت از بام کر دیا۔کچھ قادیانی قابو آ گئے اور باقی مجرمین کے لیے ہم انشاء اللہ چوکنے رہیں گے۔تفصیل یہ ہے کہ:

مورخہ 13 اپریل 1987ء کو زیر دفعہ 295C تعزیرات پاکستان ایک مقدمہ تھانہ خوشاب میں بوقت چار بجے شام مکرم مبارک احمد صاحب، مقصود احمد صاحب، ماسٹر حمید اللہ صاحب، محمد حاکم صاحب اور رانا عطا اللہ صاحب کے خلاف درج ہوا جو خواجہ محمد عثمان ولد عبدالرحمن سکنہ خوشاب کی تحریری درخواست پر درج کیا گیا۔

درخواست میں لکھا گیا کہ ان احمدیوں نے مسجد پر دوبارہ کلمہ طیبہ تحریر کر دیا ہے۔بعض مکانوں میں وہ تبلیغ بھی کرتے ہیں اور انہوں نے جمعہ کے اجتماع کا اہتمام کیا اور خوشی محمد مربی قادیانی کی اقتداء میں مسلمانوں کی طرح نماز جمعہ ادا کی۔لہٰذا استدعا ہے کہ مذکورہ بالا افراد کو فی الفور گرفتار کیا جائے اور دفعہ 295C تعزیرات پاکستان کے تحت کلمہ اور حضوؐر کی گستاخی کا مقدمہ چلایا جائے۔آخری اطلاعات آنے تک مندرجہ بالا افراد کو علماء دین کی نشاندہی پر فوری گرفتار کر لیا گیا ہے اور جیل کی کال کوٹھریوں کی طرف ہانک دیا گیا ہے۔

اِدھر۔۔۔

70 شراب خانے اب تین سال بعد 109 میں بدل چکے ہیں یوں کراچی میں پانی مشکل اور شراب آسانی سے میسر۔ممتاز عالم دین احمد شاہ نورانی کی کراچی میں جاری ''عوامی اور سرکاری سبیل'' کے بعد اخبار نویسوں سے گپ شپ......سر راہے

سندھ اسمبلی میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے صوبائی وزیر آبکاری اسمٰعیل راہو نے بتایا ہے کہ سندھ میں اب شراب خانوں کی کل تعداد 109 ہو گئی ہے جن میں سے 55 کراچی ڈویژن، 34 حیدر آباد ڈویژن، 6 سکھر ڈویژن اور 14 لاڑکانہ ڈویژن میں ہیں۔انہوں نے بتایا کہ موجودہ حکومت نے شراب خانوں کے مزید دس لائسنس جاری کئے ہیں جن میں سے آٹھ کراچی کیلئے ہیں۔

مولانا شاہ احمد نورانی نے شاید اس لئے کہا تھا کہ کراچی میں پانی مشکل سے ملتا ہے لیکن شراب آسانی سے دستیاب ہو جاتی ہے۔موجودہ حکومت کے دور میں جس تیزی سے نئے شراب خانے کھل رہے ہیں ان سے محسوس ہوتا ہے کہ یہ حکومت ملک میں شراب کی نہریں جاری کرنا چاہتی ہے۔پچھلے دنوں سینیٹر ڈاکٹر جاوید اقبال نے انکشاف کیا تھا کہ اسلام آباد میں جب قومی اسمبلی کا اجلاس شروع ہوتا ہے تو شراب کی قیمتیں تین گنا بڑھ جاتی ہیں جس کا سیدھا سادا مطلب یہ ہے کہ ہمارے اکثر عوامی نمائندے پانی کی جگہ شراب استعمال کرتے ہیں۔معلوم ہوتا ہے کہ مسلم لیگی حکومت اسے ''شرابا طہورا'' سمجھ کر عام کرنا چاہتی ہے۔اسلام زندہ باد!

پاکستان میں جب بھی بسنت کا موقع آتا ہے، نئے سال کی رات آتی ہے یا کوئی ایسی موقع آتا ہے تو مادر پدر آزاد طبقہ شراب کے پیگ چڑھائے غل غپاڑے کرتا ہوا سر عام سڑکوں پر نکل آتا ہے اور یوں تاثر دیتا ہے کہ جیسے یہ بے ہودہ کلچر ہمارے معاشرے کا حصہ ہو۔حالیہ بسنت میں بھی ایک رپورٹ کے مطابق کئی کروڑ روپے کی شراب اڑائی گئی۔حیرانی کی بات یہ ہے کہ ہمارے یہاں انسانی حقوق کی نام نہاد تنظیمیں یوں تو اپنے خود ساختہ انسانی حقوق کی معمولی خلاف ورزی پر بھی بڑی چیخیں چلاتی ہیں لیکن

فحاشی،عریانی،زناکاری،ہم جنس پرستی اور ام الخبائث شراب کے خلاف آج تک انہوں نے ایک دفعہ بھی آواز بلند نہیں کی۔آخر یہ آواز کیوں بلند کریں۔جن آقاؤں سے وہ لاکھوں ڈالر لیتے ہیں،انہوں نے انہیں ایسا کوئی ایجنڈا ہی نہیں دیا۔اوراپنے مغربی آقاؤں کے ایجنڈے کے برعکس چلنے کی وہ ہمت ہی نہیں کرسکتے۔بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ ان برائیوں کو برائی سمجھتے ہی نہیں۔چنانچہ شراب نوشی اور سگریٹ نوشی ان کی محفلوں کا عام چلن ہے۔اسے وہ اپنا سٹیٹس کو سمجھتے ہیں اور جو یہ سٹیٹس نہ اپنائے،اسے وہ جاہل،گنواراور مولوی ملاں کہتے ہیں۔سوالیہ پیدا ہوتا ہے کہ پاکستان میں شراب پر سرکاری پابندی کے باوجود اس مادر پدر آزاد طبقے کو گلچھڑے اڑانے کیلئے شراب اتنی وافر مقدار میں کہاں سے اور کیسے دستیاب ہوجاتی ہے۔اِس مذموم کاروبار کے پس پردہ کون سے سرغنے اور عناصر ہیں۔اس سلسلے میں سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ شراب پر پابندی کے باوجود آئین میں ایک ایسا چوردروازہ باقی رہ گیا ہے جس سے فائدہ اٹھا کر اندرون خانہ یہ کاروبار پورے طمطراق سے جاری ہے۔یہ چوردروازہ اقلیتوں کے نام پر کھولا گیا۔اقلیتوں کے نام پر شراب کے پرمٹ دیئے گئے۔ضیاء دور میں بظاہر یہ کام اقلیتوں کے ساتھ رواداری کے طور پر کیا گیا لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہندو اور مسیحی دونوں بڑی اقلیتوں کے سنجیدہ مذہبی رہنما یہ بیان کئی بار دے چکے ہیں کہ ان کے مذاہب میں بھی شراب جائز نہیں۔اس لئے اس پر مکمل پابندی لگائی جائے۔چیر مین آل پاکستان ہندو پنچایت شری مہنت مکھی چترویل چندن اپنے ایک بیان میں نفاذ شریعت اور شراب پر پابندی کا مطالبہ کرچکے ہیں۔(خبریں 1992ء)اسی طرح سنجیدہ مسیحی رہنما بھی شراب پر پابندی کے حق میں ہیں۔مگر طرفہ تماشہ یہ ہے کہ پرمٹوں کی آڑ میں چھوٹے بڑے ہوٹلوں میں تو یہ کاروبار جاری ہی ہے لیکن سندھ میں شراب کی عام دکانیں بھی کھولنے اجازت دی گئی ہے۔بڑے متحرک ہیں اور خوب دولت بنارہے ہیں۔

آواری ہوٹل میں حفیظ سراج عرف فیجا اور فلیٹیز ہوٹل میں ضیاء کھوکھر عرف جوجا ہوٹلوں کے مالکوں،سرکاری انتظامیہ اور ایکسائز انسپکٹروں کے تعاون سے مسیحیوں کے نام پر یہ مکروہ اور کالا دھندا جاری رکھے ہوئے ہیں۔پہلے یہ دونوں سرغنے اکھٹے تھے لیکن آواری میں رقم کی بندربانٹ پر 13اگست 95ءکو یہ دونوں شراب فروش پارٹیاں لڑ پڑیں۔ایک دوسرے پر گولیاں چلائیں۔زخمی ہوئے اور مقدمات بھی درج ہوئے جس کے بعد ان کے راستے الگ الگ ہوگئے۔یہی حال فلیٹیز ہوٹل میں شراب فروشی کا کالا دھندا کرنے والے ضیا ءکھوکھر عرف جوجا کا ہے۔یہ انکشاف بڑی اہمیت کا حامل ہے کہ ان فائیو سٹار ہوٹلوں میں غیر ملکی مہمانوں کے بھی شراب پرمٹ بنتے ہیں۔جو دس دن یا ایک ماہ سے پہلے ہی اپنے وطن واپس لوٹ جاتے ہیں۔اور وہ پرمٹ بالآخر محکمہ ایکسائز،ہوٹلوں کے متعلقہ اہلکاروں،حفیظ سراج اور ضیاء کھوکھر کے کام آتے ہیں۔

آواری ہوٹل کے مالک بہرام جی آواری نے ماضی کی نامور فلمسٹار نیلو کے خاوند ریاض شاہد کے چھوٹے بھائی افضال احمد عرف بھولا کو ہوٹل کی تمام شراب کا ذمہ دار بنا رکھا ہے۔جو محکمہ ایکسائز کے متعلقہ شراب کے شعبہ ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن آفیسر کے عہدے سے ریٹائر ہوا۔اور پنشن حاصل کی۔بہرام جی آواری نے افضال احمد عرف بھولا کو تسے ہزارروپے ماہوار تنخواہ کے علاوہ گاڑی اور دیگر مراعات بھی دی رکھی ہیں۔افضال احمد نے لارنس روڈ پر واقع سہگلوں کے بنگلہ کے عقب میں عالیشان بنگلہ بنایا جس میں حفیظ سراج کی ''مالی امداد'' کا بڑا حصہ ہے۔شراب کی نام نہاد ایسوسی ایشن کے حفیظ سراج وغیرہ نے محکمہ ایکسائز لاہور کے دفتر پر 25دسمبر 93ءکو حملہ کیا اور افسران کو مارا پیٹا۔پھر صلح ہونے پر ہوٹلوں کے بار روموں سے شراب کی پیٹیاں حاصل کرکے ہوٹلوں کے لان میں رکھ کر فروخت کی جاتی رہیں۔

آواری ہوٹل کے ایک غیر ملکی جنرل منیجر مسٹر جوزف کے باعث یہ ہوٹل ناقابل برداشت سرگرمیوں،ریشہ دوانیوں اور دیگر سماجی برائیوں کا مسکن بنا ہوا ہے۔

ایک سروے رپورٹ کے مطابق لاہور کے تینوں فائیو سٹار ہوٹلوں میں روزانہ پچیس لاکھ روپے کی شراب فروخت ہوتی ہے جس میں 99فیصد بلیک اور ایک فی صد پرمٹوں پر فروخت ہو رہی ہے۔

تبصرہ

سابقہ چیف جسٹس وسینیٹر ڈاکٹر جاوید اقبال جو وطن عزیز میں قانون کے

رکھوالوں کے بھی رکھوالے تھے آج کل ایوان عدل سے نکل کر ایوان قانون میں براجمان ہیں اسی طرح نظام مصطفیٰ کے داعی اور ''تبلیغ اسلام'' کہلانے

صرف پنجاب بھر میں 20 تا 25000 کے پرمٹ ہیں۔ایک پرمٹ دو سے چھ بوتلوں کا ماہوار کوٹہ ہوتا ہے۔ ان میں سے 30 فیصد کے قریب جعلی پرمٹ ہوتے ہیں جو زیادہ تر ایکسائز کے انسپکٹروں کے پاس ہوتے ہیں۔ شراب کی سپلائی کے سب سے بڑے مرکز لاہور کے فائیو سٹار ہوٹل ہیں جہاں مسیحیوں کے دو گروپ خاص طور پر والے مولانا نورانی صاحب ان دونوں کا وطن عزیز میں جاری ان شراباً طہوراً کی نہروں پر چھیڑ چھاڑ ٹائپ کی گفتگو یقیناً اس بات کی علامت ہے کہ یہ بھی اللہ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔تو پھر غصہ کیسا؟ قانون کو حرکت میں لانے کا جواز کیسا؟ اور عوامی نمائندے اگر پانی کی جگہ شراب پیتے ہیں تو کیا مضائقہ کیا وہ گندا پانی پی کر پیٹ خراب کرلیں؟ اور بیمار ہو جائیں۔اور اگر اسلامی سلطنت کے یہ رکھوالے بیمار ہو گئے تو وطن عزیز اسلامی مملکت خداداد میں اسلام نافذ کرنے کا کام ادھورا یا سست ہو جائے گا۔

یہ ہمیں تھے جن کے لباس پر سرِرہ سیاہی لکھی گئی یہی داغ تھے جو سجا کے ہم سرِ بزم یار چلے گئے

6۔اُدھر۔۔اے اللہ! تو سلامتی بھیج محمد ﷺ پر اور ان کی آل پر جس طرح تو نے سلامتی بھیجی ابراھیم پر ان کی آل پر۔اے اللہ! تو برکتیں نازل کر محمد ﷺ پر اور ان کی آل پر جیسے تو نے برکتیں نازل کیں ابراھیم پر اور ان کی آل پر۔شہداد پور سندھ کے 3 قادیانیوں کی ایک اور مجرمانہ حرکت۔۔قانون حرکت میں 298C اور 295C توہین رسالت کے تحت فوری F.I.R

خوشاب کے ریگستانی علاقے سے اندرون سندھ چلتے ہیں۔حیرت ہے وطن عزیز کے کونے کونے میں قادیانی حضرات علماء کرام کے جذبات مجروح کرنے والی حرکات سے نہیں چوکتے۔لیکن داد دینا چاہیے علماء کرام کو جو ''چاند تک قادیانیوں کا تعاقب'' کرنے کی قسم کھائے ہوئے ہیں۔ان کی بصیرت افروز نگاہیں فوراً اسلامی معاشرے میں ''قادیانیوں کی غیر اسلامی حرکات'' کو تاڑ کر حرکت میں آجاتی ہیں زیرِ نظر مقدمہ بھی اس کی روشن مثال ہے۔

ٹنڈو آدم کے ''سرگرم اور ممتاز'' مولانا مولوی احمد میاں حمادی نے 13 اگست 1987ء کو شہداد پور سندھ میں ایک مقدمہ مکرم مختار احمد صاحب۔عبدالرحمن صاحب اور علی احمد صاحب کے خلاف درج کروایا جس میں کہا گیا کہ احمدیوں نے ایک جلسہ مورخہ 9 اگست 1987ء کو منعقد کیا اور اس میں قرآن مجید کی آیات کی تلاوت کرنے کے بعد لاؤڈ سپیکر پر رسول مقبول ﷺ پر درود بھیجا گیا۔اس طرح توہین رسالت کے مرتکب ہوئے۔چنانچہ یہ مقدمہ 298C اور 295C تعزیرات پاکستان کے تحت مندرجہ بالا تینوں احمدیوں پر درج ہوا۔

اِدھر۔۔سیکس سکینڈل شروع ہوا تو بڑے بڑے کھلاڑی۔میدان چھوڑ جائیں گے مجھے پتہ ہے کس وقت جسم کے کون سے حصے کو حرکت دینا ہے......اداکارہ ریشم

جسم کی نمائش کرنا کردار کے مطابق کوئی برائی نہیں ایسا کر کے خوش ہوتی ہوں،سوئمنگ کاسٹیوم پہن کر فحش فلمی ڈائیلاگ......اداکارہ میرا

اسلامی مملکت خداداد کی ممتاز اداکاراؤں کا وطن عزیز کی دکھی انسانیت کو تفریح مہیا کرنے کے لیے ''جان جوکھوں میں ڈالنے والا دلچسپ اور خوبصورت مشغلہ''

1۔ناقابل اشاعت روزنامہ خبریں (14 مارچ 1987ء)

2۔ناقابل اشاعت روزنامہ پاکستان (16 اگست 1992ء)

3۔ناقابل اشاعت روزنامہ نوائے وقت (28 ستمبر 1989ء)

4۔ناقابل اشاعت روزنامہ جنگ (21 جنوری 1991ء)

تبصرہ۔۔ریما،میرا،نرگس،ریشم جو ''بلند خدمات'' بجالا رہی ہیں ان کو ''اسلامی سنسر بورڈ آف پاکستان'' کی پوری پوری سپورٹ حاصل ہے۔علماء کرام خود اس کے ممبر ہیں اس لیے ان اسلامی مستورات سے حسد کرنا یقیناً قانون سے کھلی بغاوت ہے۔یقیناً میرا کی خدمات اتنی سردی اور سرد موسم میں جسم کو کپڑوں سے بے نیاز کر دینا خالص پاکستانی عوام کی خدمت کے لیے ہی ہوسکتا ہے جس سے جذبات مجروح کرنے کی بجائے خوش ہونا چاہیے۔اور دوسرا

یہ کہ تماشبین بھی سکہ بند مسلمان اور تماشہ کرنے والیاں بھی آپ کو اس سے کیا؟ رقص وسرور اور تھائی لینڈ کی ثقافت سے خوش اور درود شریف سے جذبات مجروح کروا لینے والو یاد رکھو! کہ

حریت آدم کی رہ سخت کے رہگیر
خاطر میں نہیں لاتے خیال دم تعزیز
کچھ ننگ نہیں رنج اسیری کہ پرانا
مردان صفاکیش سے ہے رشتہ زنجیر

7۔اُدھر

گھر کے اندر سے آواز آئی کہ وضو جلدی کریں نماز کا وقت ہو گیا ہے اور نماز کے بعد درس قرآن بھی ہوگا۔

ایبٹ آباد، وادی ہزارہ کے 9 عمر رسیدہ قادیانیوں کی ایک اور ''مجرمانہ حرکت''......قانون حرکت میں 298C کے تحت 9 قادیانیوں کو پکڑ کر واصل زندان ڈھائی ماہ کے بعد ''عقل ٹھکانے'' آنے پر ہائی کورٹ سے رہائی

وادی ہزارہ خوبصورت پھولوں، پودوں آبشاروں اور میٹھے جھرنوں کی سرزمین ہے۔کسی زمانہ میں صدر پاکستان جنرل ضیاء الحق کو علماء کرام نے یہ رپورٹ پیش کی تھی کہ انہوں نے اس پیاری سرزمین کو قادیانیوں سے پاک کر دیا ہے۔مار پیٹ کر یہاں سے بھاگنے پر مجبور کر دیا ہے اور جو باقی بچے ان کے گھروں کو ہم نے لوٹ کر آگ لگا دی ہے یوں یہ سرزمین اب ''مجرمانہ حرکات کرنے والے قادیانیوں سے بالکل پاک ہو گئی ہے۔'' مگر ہماری حیرت کی انتہاء ہی نہ رہی جب ہمیں یہ خبر ملی کہ اسی وادی کے شہر ایبٹ آباد کے ایک کمرے میں 9 احمدی چھپ کر ''مجرمانہ افعال'' سرزد کرنے میں مصروف تھے۔وہ تو بھلا ہو ہمارے حاضر باش علماء کا جن کی عقابی نگاہوں اور ابابیلی کانوں نے اونچی دیواروں کے پیچھے اور بند کمروں کے اندر سے آنے والی حرکات کو محسوس کر کے دلی جذبات مجرح کروا لیئے۔اگر یہ جذبات مجروح نہ ہوتے تو نہ جانے اور کتنے سال یہ پیرانہ سال لوگ ایسی ہی دل آزار حرکات کرتے رہتے۔تفصیل پیش ہے۔

17 جنوری 1996ء کو تھانہ ایبٹ آباد میں وقار گلی جدون صدر تحفظ ختم نبوت ایبٹ آباد کی تحریری درخواست پر زیر دفعہ 298C F.I.R مندرجہ ذیل افراد پر کاٹی گئی۔

1۔محمد احمد بھٹی 2 مبشر احمد 3۔ابرار 4۔احمد بھٹی 5۔انور احمد بھٹی
6۔مدثر احمد 7۔شیراز احمد 8۔اعجاز احمد 9۔شوکت احمد

تحریری درخواست میں لکھا گیا کہ

وہ اپنے دوست مسمی اعجاز احمد ساکنہ اقبال روڈ کو ملنے آیا۔جونہ ملا جس پر ہم واپس جا رہے تھے کہ ایک مکان 77 تنولی ہاؤس جس کے باہر تنولی ہاؤس لکھا ہوا تھا جو اقبال روڈ پر واقع ہے کے قریب پہنچے تو اندر سے آواز آئی کہ وضو جلدی کریں نماز کا وقت ہو گیا ہے جس پر ہم دونوں سمجھے کہ مسجد ہے۔اندر چلے گئے اور وہاں پر موجود ایک سفید داڑھی والے شخص نے کہا کہ نماز کے بعد درس بھی ہوگا۔

وہاں پر چند افراد نماز پڑھنے کے لیے تیار کھڑے تھے اور ہم مسجد کے آثار نہ پا کر باہر آ گئے۔جب اس گھر سے باہر نکلے تو مسمی عابد علی ولد صادق ساکن مغلپورہ سے ملاقات ہوئی جس سے ہم نے اس گھر کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا کہ یہاں پر مرزائی عرصہ دراز سے اکٹھے ہو کر نماز پڑھتے اور آذان بھی ہوتی ہے۔

زیر دفعہ 298C قانون نے فوری حرکت کی۔مجرمین جو اکثر سن رسیدہ لوگ تھے کو گرفتار کر کے ایبٹ جیل کی سرد بیرکوں کے پیچھے ڈال دیا گیا۔یوں جب یہ لوگ ڈھائی مہینے کے بعد ضمانت پر رہا ہوئے تو خوفناک سردیوں کا موسم جا چکا تھا۔

اِدھر۔۔صرف لاہور کی ہیرا منڈی میں ہزاروں افراد روزانہ جسم خریدنے جاتے ہیں۔بلکہ اب تو ہیرا منڈی ہی نہیں لاہور کے سارے ماڈرن علاقوں میں جسم بکتے ہیں

''مجاہد عظیم'' ضیاء الحق کے دور میں نہ صرف یہ منڈی برقرار رہی بلکہ دن دگنی رات چگنی ترقی کرتی رہی۔سر عام منعقد ہونے والی اسلامی مملکت خداداد کے ماڈرن لوگوں کی ماڈرن گیم جس میں روزانہ ہزاروں کھلاڑی حصہ لیتے ہیں۔

حامد میر اپنے کالم قلم کمان روزنامہ پاکستان مں اصحافی بشیر احمد کی کتاب'' ملے تھے جو راستے میں'' پر لگنے والے کفر کے فتووں پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں

"......اس کتاب میں احمد بشیر نے بتایا ہے ......کس طرح مولانا چراغ حسن حسرت انہیں ایک شراب خانے میں بعدازاں گانا سننے کیلئے لاہور کی ہیرا منڈی میں لے گئے......حسب توقع مختلف مذہبی لیڈروں اور علمائے کرام نے احمد بشیر پر کفر کے فتوے لگانے شروع کردیئے ہیں اور شراب نوشی کے الزام میں انہیں کوڑے مارنے کا مطالبہ کردیا ہے۔حالانکہ جس زمانے میں احمد بشیر اور مولانا چراغ حسن حسرت نے شراب نوشی کی اس زمانے میں شراب کھلے عام ملا کرتی تھی اور اس پر کوئی پابندی نہ تھی......انہوں نے ہیرامنڈی میں گانا سننے کا اعتراف بھی کیا ہے۔جس زمانے میں وہ اپنے استاد مولانا چراغ حسن حسرت کے ہمراہ ہیرا منڈی گئے اس زمانے میں چند سو افراد یہ شغل کیا کرتے تھے۔لیکن آجکل تو لاہور کی ہیرامنڈی میں روزانہ ہزاروں افراد جاتے ہیں جن کی اکثریت گانا سننے کی شوقین نہیں ہوتی بلکہ جسموں کی گاہک ہوتی ہے۔بلکہ اب تو صرف ہیرامنڈی نہیں بلکہ لاہور کے اکثر ماڈرن علاقوں میں جسم بکتے ہیں۔

ہیرامنڈی میں جو کچھ بھی ہوتا ہے اسے روکنے کیلئے آج تک کسی حکومت یا مذہبی جماعت نے کوئی ٹھوس اور قابل عمل منصوبہ پیش کیا نہ ہی کوئی سنجیدہ کوشش کی ۔اسلام کے عظیم "مجاہد" جنرل ضیاء الحق کے دور میں ہیرا منڈی نہ صرف برقرار رہی بلکہ پھیلتی رہی اور اس کی رونقوں میں مزید اضافہ ہوا یہی دور تھا جب اسلام آباد بھی ایک سیاسی ہیرامنڈی کی صورت اختیار کرگیا۔

فرق صرف یہ تھا وہاں جسموں کی بجائے ضمیر بکنے شروع ہوگئے۔ہمارے علماء کرام کے پاس جنرل ضیاء الحق کے دور میں سنہری موقع تھا کہ وہ شراب پر مکمل پابندی لگواتے اور سیاسی وغیر سیاسی ہیرامنڈیاں بند کرواتے لیکن افسوس کہ ان گیارہ سالوں میں ہر برائی آگئی لیکن اسلام نہ آیا۔"

تبصرہ۔۔

بند دروازوں کے پیچھے سے آنے والی آواز کہ وضو کرلیں پر دلی جذبات مجروح کروانے والے دوستو یہ کھلے دروازوں سے آنے والی پائل کی جھنکاریں کیا کہہ رہی ہیں؟ یہ حسن اور بازار کے حسن کے پھیلتے ہوئے سائے مکافات عمل تو نہیں کہ جن کو وضو کے حسن سے نفرت ہوجائے ان کو ہیرامنڈی کے حسن سے دل بہلانا پڑتا ہے۔

8۔اُدھر" کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لیے کافی نہیں"،ضلع لاڑکانہ کے 2 قادیانی سرعام چوک میں سکوٹر پر قرآنی آیت کے سٹکر کے ساتھ پائے گئے۔

بے باک جرم پر قانون حرکت میں 295A-298C اور 295C کے تحت گرفتار کرکے کال کوٹھڑی کی سلاخوں کے پیچھے بند۔یوں تو اسلامی مملکت خداداد کے کونے کونے میں بکھرے قادیانیوں کی مجرمانہ حرکات کا ہم نے جائزہ لیا مگر ضلع لاڑکانہ کے ان مذکور دو قادیانیوں نے تو اس بے باکی سے جرم کرکے پاکستان کی جرم سازی کی تاریخ میں انوکھا ریکارڈ قائم کردیا ہے یعنی فدایان ختم نبوت نے دیکھا کہ ایک قادیانی جس کے سکوٹر پر الیس اللہ بکاف عبدہ کا سٹکر لگا ہوا ہے وہ ایک مسجد میں گئے اور وہاں جاکر امام مسجد محافظ شریعت اسلامیہ کو اطلاع دی۔امام صاحب مسجد سے نکل کر معین چوک میں آئے اور یہ قادیانی اتنا لمبا عرصہ اسی چوک میں کھڑا سکوٹر سمیت مسلسل جرم کا ارتکاب کرتا ہے۔

ظلم اور بے باکی کی انتہا ہے۔بھلا ہو امام صاحب کا جو بروقت پہنچ آئے ورنہ یہ مجرم پتہ نہیں اور کتنی دیر چوک میں کھڑا رہ کر قرآنی آیت کی نمائش کرتا رہتا۔تفصیلیوں ہے۔

موٹر سائیکل پر آیات قرآنی کا سٹکر چسپاں کرنے پر توہین رسالت کا مقدمہ مکرم ظہور احمد ولد انور حسین اور مکرم نور حسین ولد مولوی محمد انور ساکنان انور آباد ضلع لاڑکانہ کے خلاف موٹر سائیکل پر "الیس اللہ بکاف عبدہ" کا سٹکر چسپاں کرنے پر مورخہ 12 نومبر 1995ء کو زیر دفعات 295A، 298C اور 295C تعزیرات پاکستان ایک مقدمہ نمبر 80 تھانہ وارہ ضلع لاڑکانہ میں درج ہوا جو مولوی محمد صدیق امام مکی مسجد وارہ کی درخواست پر درج ہوا۔مولوی محمد صدیق نے پولیس کو درخواست دیتے ہوئے لکھا:

"میں ساکن شہر وارہ مکی مسجد کا پیش امام اور خطیب ہوں۔مورخہ 10 ستمبر 1995ء کو صبح 8 بجے میں قرآن پاک کا مطالعہ کررہا تھا کہ اچانک شہر کے دوستوں (1) نور حسین ولد غلام مرتضیٰ (2) حاجی محمد ولد محمد اسمٰعیل (3) محمد اسمٰعیل ولد حاجی سموں خان نے آکر بتایا کہ ظہور احمد ولد نور حسین ذات اڑو اور نور حسین ولد محمد انور ذات اڑو ساکنان انور آباد تعلقہ وارہ جو سکول کے باہر شہر

وارہ کے مین چوک میں ایک موٹر سائیکل پر سوار ہو کر آئے ہیں ان کی موٹر سائیکل کے میٹر کے اوپر قرآن پاک کی ایک آیت شریف الیس اللہ بکاف عبدہ لکھی ہوئی ہے۔چونکہ دونوں اشخاص قادیانی ہیں اور اپنے آپ کو احمدی کہلاتے ہیں اور کافر ہیں ان کو قرآن پاک کی آیت لکھنے کا کوئی حق نہیں ہے کیونکہ یہ قرآن پاک کی بے حرمتی ہے۔میں دوستوں کی اطلاع پر مسجد شریف سے باہر چوک میں آیا اور دیکھا کہ یہ دونوں قادیانی موٹر سائیکل پر سوار ہیں اور شہروارہ کے مسلمانوں کی کافی تعداد وہاں انہیں گھیراؤ کئے ہوئے ہیں۔میں نے خود آکر دیکھا کہ ان کی موٹر سائیکل پر واقعی قرآن کریم کی مذکورہ آیت لکھی ہوئی ہے۔میں نے ان دونوں اشخاص سے پوچھا کہ کیا یہ موٹر سائیکل آپ کی ہے تو انہوں نے کہا کہ ہاں ہماری ہے۔میں نے دوبارہ پوچھا کہ موٹر سائیکل پر یہ آیت آپ نے لکھی ہے تو انہوں نے کہا ہاں ہم نے لکھی ہے۔میں نے ان سے کہا کہ تم قادیانی کافر ہو تم ہمارے قرآن پاک کی آیت نہیں لکھ سکتے کیونکہ پاکستانی قانون کے مطابق کسی بھی قادیانی کو یہ حق نہیں کہ وہ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرے یا مسلمانوں کے جذبات کو مشتعل کرے اور قانون کے مطابق اگر کوئی قادیانی مسلمانوں کے احساسات کو مجروح کرے گا یا حضرت محمد ﷺ کی شان میں گستاخی کرے گا یا قرآن مجید کی کسی بھی آیت کا اس طرح استعمال کرے گا یا شعائر اسلام کو استعمال کرے گا جس کے مطابق وہ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتا ہو تو وہ پاکستان کے آئین کے مطابق مجرم ہے۔اس کے خلاف قانونی کارروائی کرنے کا حق دیا گیا ہے۔دوبارہ میں نے ان سے کہا کہ آپ قادیانی کافر ہیں آپ ہمارے قرآن کریم کی آیت نہیں لکھ سکتے کیونکہ مسلمانوں کے جذبات مجروح ہوتے ہیں اور تیسرے یہ کہ قرآن پاک میں جو آیات حضرت محمد ﷺ کی شان میں نازل ہوئی ہیں جیسا کہ یہ آیت بھی ان میں سے ایک ہے اور آپ کے جھوٹے نبی مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی کتاب براہین احمدیہ میں لکھا ہے کہ یہ سب آیات میری شان میں نازل شدہ ہیں۔تم اس جھوٹے نبی کے پیروکار ہو اور اس آیت کو موٹر سائیکل پر لکھ کر تم رسالت کے منکر ہو چکے ہو۔میرے ان الفاظ پر ان دونوں قادیانی اشخاص نے کہا کہ ہم احمدی مسلمان ہیں۔ہم نے یہ آیت لکھی ہے اور لکھتے رہیں گے۔ہم نے پاکستان کے قانون کو تسلیم نہیں کیا اور نہ ہی کریں گے۔آپ نے جو کرنا ہے کر لیں۔

اس کے بعد میں اپنے دوستوں کو وہاں بٹھا کر وارہ تھانہ اطلاع کرنے آیا ہوں کہ آپ ان مجرموں کو گرفتار کریں اور موٹر سائیکل کے میٹر پر قرآن پاک کی آیت تحریر شدہ ہے اس کو اپنی تحویل میں لیں اور دونوں مجرموں کو قانون کے مطابق دفعہ 298,AC295 اور C295 تعزیرات پاکستان کے مطابق سزا دلوائیں"۔

اس کی درخواست پر سنئیر سپرنٹنڈنٹ پولیس لاڑکانہ نے بذریعہ چٹھی نمبر 95.11.143554، مقدمہ درج کرنے کا حکم صادر فرمایا۔چنانچہ مورخہ 12 نومبر 1995ء کو دونوں احمدیوں پر مقدمہ کا اندراج ہو گیا۔

پولیس نے ظہور احمد کو گرفتار کر لیا اور موٹر سائیکل اپنے قبضہ میں لے لی۔بڑی مشکل سے ان کو رہا کروایا گیا مگر بعد میں جمعیت العلمائے اسلام کے لیڈر مولانا فضل الرحمن کے دباؤ کے نتیجہ میں پولیس نے دونوں احمدیوں کو دوبارہ گرفتار کر لیا اور موٹر سائیکل دوبارہ اپنے قبضہ میں لے لی۔یاد رہے کہ ظہور احمد اور نور حسین دونوں سکول ٹیچر ہیں۔سیشن جج سے ان کی ضمانتیں کروانے کی کوشش کی گئی مگر اس نے درخواست ضمانت کو مسترد کر دیا جس کے بعد ضمانت کے حصول کے لئے سندھ ہائی کورٹ کا دروازہ کھٹکھٹایا گیا مگر وہاں بھی حکومت نے ضمانت کی سخت مخالفت کی۔مگر آخر کار سندھ ہائی کورٹ کے جج نے دونوں احمدیوں کی ضمانت کی درخواست منظور کر لی اور اس طرح ان دونوں کو تقریباً تین ماہ جیل میں رہنے کے بعد ضمانت پر رہائی نصیب ہوئی۔

(الفضل انٹرنیشنل 10 ستمبر 1999ء تا 12 ستمبر 1999ء)

8۔ادھر

انسانی اعضاء کی سمگلنگ، عورتوں کی خرید و فروخت......بھوک و افلاس نے ڈیرے ڈال دیئے

افغانستان میں انسانی اعضاء کی سمگلنگ کا دھندہ عروج پر

راولپنڈی (خبر نگار) انتہائی معتبر ذرائع کے مطابق افغانستان میں خانہ جنگی کے ساتھ ساتھ انسانی اعضاء کی سمگلنگ کا کاروبار عروج پر ہے۔خانہ جنگی میں کیڑوں مکوڑوں کی طرح انسان مر رہے ہیں لوگ پہلے پہل انسانی اعضاء روپوں کے لالچ میں شدید مجبوریوں کی بنا پر یہ مذموم دھندہ کرنے والوں کے

ہاتھ فروخت کر دیا کرتے تھے۔لیکن ہولناک جنگ کی وجہ سے یہ دھندہ ایک باقاعدہ کاروبار اختیار کر گیا ہے۔ذرائع کا کہنا ہے کہ اب اس کاروبار میں بین الاقوامی بدنام زمانہ ایجنسیوں کے اہلکار بھی شامل ہوگئے ہیں اور خود ایک مافیا کی شکل میں کام کر رہے ہیں۔مافیا کے لوگ شدید زخمیوں کی تاک میں رہتے ہیں۔اسکے علاوہ لوگوں کو اغوا بھی کرلیا جاتا ہے اور ان کے دل گردے۔ آنکھیں محفوظ کر کے خواہشمند حضرات کو فروخت کردی جاتی ہیں۔اور لاکھوں ڈالر کمائے جاتے ہیں پہلے پہل پاکستان میں بھی گردوں کی خرید وفروخت ہوئی تھی اور اکثر وبیشتر خلیجی ممالک کیلئے ان کی فروخت ہوتی تھی۔اخبارات میں باقاعدہ ضرورت گردہ کا اشتہار ہوتا تھا ان میں واقعی ضرورت بھی ہوتی تھی بقیہ سب کاروبار تھا۔اس میں ایک قباحت یہ بھی ہوتی تھی کہ اکثر وبیشتر یہ کاروبار کرنے والوں کو منشیات کا استعمال کرنے والے لوگ ملتے تھے لیکن اب ان کے کیلئے افغانستان ایک منڈی کی شکل میں سامنے موجود ہے۔ذرائع کا کہنا ہے کہ انسانی اعضاء حاصل کرنے کے بعد محفوظ کئے جاتے ہیں اور پھر انہیں بھارت سمگل کر دیا جاتا ہے اور وہاں سے بین الاقوامی سطح پر خواہشمند لوگوں کو فروخت کر دیئے جاتے ہیں۔مافیا کے ایجنٹ بھارت میں بھی سرگرم عمل رہتے ہیں اور وہاں سے بھی انسانی اعضاء حاصل کر لیتے ہیں اس وقت یورپین ممالک میں گردوں دل،کی بہت مانگ ہے اور اسے پورا کرنے کیلئے مفاد پرست انسانی جانوں سے کھیلنے سے بھی نہیں رکتے۔

(روزنامہ صحافت اسلام آباد 6 دسمبر 1997ء)

ڈیرہ غازی خان میں عورتوں کی خرید وفروخت کا کاروبار پھر شروع......تکبیر کی رپورٹ پر وزیر اعظم کے حکم سے کی جانے والی کارروائی کے بعد روپوش ہوجانے والے بردہ فروش دوبارہ فعال ہوگئے

مجرموں نے بنگالی عورتوں کی جگہ مقامی غریب گھرانوں کی شریف زادیوں اور بدکاری کے اڈوں کی لڑکیوں کو ھدف بنالیا

تکبیر کے شمارہ 14 میں ڈیرہ غازی خان ڈویژن میں بااثر زمینداروں اور سرداروں کے زیر سایہ بنگلہ دیشی عورتوں کی خرید فروخت کے بارے میں ایک چشم کشا رپورٹ شائع ہوئی تھی اس رپورٹ میں شرافت کے لبادے میں چھپے شیطانی چہروں کو بے نقاب کیا گیا تھا اور ایک بنگلہ دیشی بے سہارا خاتون نے جرائم پیشہ افراد کے چنگل سے آزادی دلانے کے لئے وزیر اعظم پاکستان میاں محمد نواز شریف سے اپیل کی تھی جس پر انہوں نے ایک اعلیٰ سطحی کمیٹی قائم کر کے فوری تحقیقات اور عورتوں کی خرید وفروخت میں ملوث افراد کی گرفتاری کا حکم دیا۔

وزیر اعظم کی ہدایت پر ڈی آئی جی ڈیرہ غازی خان مرزا محمد یاسین نے تمام سرکل انچارجوں کو حکم جاری کیا کہ عورتوں کی خرید وفروخت میں ملوث یا ان سے جبری شادی کرنے والے افراد کو گرفتار کیا جائے تاہم جام پور ضلع راجن پور کے تھانے میں پولیس نے موقع غنیمت جان کر خوب چاندی بنائی اور ملزمان کے خلاف کسی حقیقی کارروائی کے بجائے ہزاروں روپے رشوت لے کر فرضی اور کاغذی کارروائی کر کے انہیں چھوڑ دیا۔

اس دوران نمائندہ تکبیر کو مختلف بااثر جرائم پیشہ افراد کی طرف سے سنگین نتائج کی دھمکیاں بھی دی جاتی رہیں جس پر مقامی پولیس نے ابتدائی کارروائی کو کافی جانتے ہوئے رپورٹ نمبر 8 درج کر لی لیکن ان افراد کی طرف سے دھمکیوں کا سلسلہ جاری ہے۔

رپورٹ کی اشاعت کے بعد ملزمان زیر زمین چلے گئے تھے مگر عورتوں کی خرید وفرخت کا یہ دھندا آج کل پھر زور پکڑ گیا ہے اور اب بنگلہ دیشی عورتوں کی خرید فروخت کی بجائے ملزمان نے مقامی بے سہارا اور غریب لڑکیوں کو اپنا ہدف بنایا ہے اور انہیں مختلف حیلوں بہانوں سے ورغلا کر اغواء کرنے اور بیرون ملک فروخت کر دینے کا کاروبار جاری ہے۔ان ملزمان نے جنوبی پنجاب خصوصاً ڈیرہ غازی خان ڈویژن کو اپنا ہدف بنایا ہے گروہ کے ارکان نہ صرف شریف خاندانوں کی غریب لڑکیوں اور مجبور عورتوں کو ملازمتوں کا جھانسہ دے کر ہمسایہ ممالک میں لے جا کر فروخت کرتے ہیں بلکہ بدکاری کے اڈوں سے بھی لڑکیوں کو سیر وتفریح کے بہانے لے جا کر ڈیرہ غازی خان کے راستے بلوچستان کے پہاڑی علاقوں میں بھاری رقم کے عوض فروخت کر دیا جاتا ہے۔وہاں سے علاقہ غیر کے بعض افراد ان بے سہارا عورتوں کی منڈی لگا کر مہنگے داموں فروخت کر دیتے ہیں یا پھر انہیں کرائے پر دے دیتے ہیں۔معلوم ہوا ہے کہ ایسی متعدد لڑکیاں ان علاقوں میں ظلم وستم سہتے ہوئے ہلاک ہوچکی ہیں۔چند ماہ قبل ملتان سے تعلق رکھنے والے ایسے ہی ایک گروہ کا سراغ اسٹنٹ

کمشنر بارکھان نے لگایا ہے۔انہوں نے مسلح فورس کے ہمراہ بارکھان اور مختلف قبائلی علاقوں سے ملتان کی متعدد ایسی لڑکیوں کو برآمد کیا ہے جو مختلف بہانوں کے ذریعے بدکاری کے اڈوں سے یہاں لائی گئی تھیں اور بعد ازاں انہیں بھاری رقوم کے عوض آگے فروخت کر دیا گیا۔دن کے وقت ان عورتوں سے بیگار لی جاتی اور رات کو علاقے کے لوگ انہیں اپنی ہوس کا نشانہ بناتے۔ایک ٹیکسی ڈرائیور شیراز نے اس گروہ کے بارے میں سنسنی خیز انکشاف کرتے ہوئے بتایا کہ ایک روز ملتان ریلوے اسٹیشن سے اس کی گاڑی،تین افراد محمد آصف،محمد بلال اور محمد ارشد نے کرائے پر حاصل کی اور کہا کہ وہ اپنی فیملی کے ہمراہ فورٹ منرو سیر وتفریح کے لئے جانا چاہتے ہیں کرایہ طے ہوجانے کے بعد ان افراد کے ہمراہ نشتر روڈ پہنچا جہاں ایک ہوٹل سے تین لڑکیاں جن کے نام بعد میں گلنار،صائمہ،اور زبیدہ معلوم ہوئے گاڑی میں سوار ہوگئیں شام ڈھلے ہم فورٹ منرو پہنچ گئے۔ان افراد نے بہانے سے رکنی تک جانے کو کہا راستے میں موجود پولیس چیک پوسٹ والوں نے چیک کیا اور آگے جانے کی اجازت دیدی رکنی میں ہم،زمان نامی ایک شخص سے ملے جو ہمیں اپنے وسیع وعریض ڈیرے پر لے گیا وہاں اور بھی عورتیں موجود تھیں۔واپسی پر پولیس نے مجھے اکیلا پا کر پوچھ گچھ کی اور حراست میں لے لیا بعد ازاں میرے بیان پر اعلیٰ حکام کی نگرانی میں چھاپہ مار ٹیم نے تینوں لڑکیوں اور اسمگلروں کو گرفتار کرلیا اور ان کی نشاندہی پر درجنوں مقامات پر چھاپے مارے گئے اس دوران متعدد ایسی عورتیں برآمد ہوئیں جو برسوں پہلے یہاں لائی گئی تھیں اور اب بوڑھی ہوچکی ہیں ان عمر رسیدہ عورتوں نے بتایا کہ ایک عرصہ قبل ہمیں خریدا گیا اور ہر آنے جانے والے نے ہم سے زیادتی کی جب ہم اس قابل نہ رہیں تو ان جرائم پیشہ افراد نے ہم سے بیگار لینا شروع کردی۔انہوں نے بتایا کہ ان حویلی نما گھروں سے ہمارے باہر نکلنے پر پابندی تھی مگر اب جب ہم آزاد ہوگئے ہیں تو ہمارا سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ ہم جائیں تو کہاں جائیں؟

مذکورہ بالا واقعہ کے دوسرے روز بردہ فروشوں کے ایک گروہ کا سرغنہ بالا میں پولیس مقابلے کے دوران مارا گیا۔اسسٹنٹ کمشنر کو معلوم ہوا کہ دو ایسی لڑکیاں گذشتہ روز جاں بحق ہوگئی ہیں جن کے بارے میں کچھ پتہ نہیں کہ وہ کون تھیں ظالمون نے ان لڑکیوں کی کوچیں کاٹی ہوئی تھیں تا کہ وہ فرار نہ ہوسکیں۔

عورتوں کی خرید فروخت میں ملوث ایک شخص حاجی بشیر احمد کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ وہ ایک بدنام اسمگلر ہے وہ کہاں کا رہنے والا ہے یہ کوئی نہیں جانتا تاہم اس نے چند برس پہلے ماڈل ٹاؤن ڈیرہ غازی خان میں ایک کوٹھی کرائے پر حاصل کی تھی ایک شخص فیاض احمد نے بتایا کہ حاجی بشیر احمد عورتوں کی اسمگلنگ کے علاوہ اسپیئر پارٹس اور الیکٹرونکس اشیاء کی اسمگلنگ بھی کرتا ہے لیکن پولیس نے ابھی تک اس کے خلاف کارروائی نہیں کی۔

حال ہی میں ڈیرہ غازی خان کی 17 سالہ شازیہ کو اغواء کرکے تہران کے راستے دوبئی لے جانے کی ناکام کوشش کی گئی۔شازیہ کی والدہ پچاس سالہ محنت کش مسماۃ عائشہ پولیس کو رپورٹ کرنے گئی تو پولیس اہلکاروں نے اس کی درخواست پھاڑ دی وہ روتی پیٹتی پریس کلب پہنچی تو صحافیوں کے دباؤں پر پولیس نے شازیہ کو بازیاب کرا کر اس کے والدین کے حوالے کیا۔شازیہ نے بتایا کہ اسے جعلی پاسپورٹ کے ذریعے تہران بھجوانے کا پروگرام تھا مزید معلوم ہوا ہے کہ صدر مملکت فاروق احمد خان لغاری کے آبائی گاؤں موضعات درخواست جمال خان شمالی،جنوبی وسطی میں بڑی تعداد میں بنگلہ دیشی عورتیں ایک عرصہ سے موجود ہیں ان عورتوں کو مقامی زمینداروں نے کراچی سے خریدا اور بعد ازاں جبراًان سے شادی رچالی۔دن بھر ان سے کھیتوں میں مشقت لی جاتی ہے۔جن افراد کے گھروں میں یہ عورتیں موجود ہیں ان میں سے چند کے نام یہ ہیں تاہم اگر سرکاری سطح پر خفیہ اداروں سے تحقیقات کرائی جائے تو سینکڑوں عورتوں کی موجودگی کا پتہ چلایا جاسکتا ہے۔

(تکبیر 19 اگست 97ء)

☆بات صرف اب انسانی اعضاء کی سمگلنگ تک نہیں رہی اب تو وطن عزیز میں وہ کارنامے بھی انجام پا رہے

ہیں کہ شیطان بھی اُن سے پناہ مانگتا ہوگا

☆ایک خبیث شخص جاوید اقبال کا 100 بچوں کو گیس چیمبر کے ذریعہ سسکا کر مارنا

☆ایک خبیث شخص کا 52 مردہ عورتوں کو قبروں سے نکال کر زنا کرنا

☆ایک بیوی کا اپنے بچوں کو ساتھ ملکر اپنے خاوند کو قتل کرکے اُس کا سالن پکانا

☆ایک خاندان کا مردہ لاشیں نکال کر پکا کر اُن کا گوشت کھانے کی عادت

☆ایک درندہ صفت انسان کا 4 سال کے بچے سے زنا کے بعد اُس کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے پھینکنا

تبصرہ

انسانی اعضاء کی سمگلنگ۔چھوٹے معصوم بچوں کی سمگلنگ جن کو اونٹ دوڑ میں اونٹوں کے نیچے باندھ کر ریسالاللہ سلیم اور فرزانہ غنی بھی تھیں۔قادیانیت کا پرچار کر کے انہوں نے ہمارے جذبات کو مشتعل کیا۔اس لئے ہر سہ کے خلاف تادیبی کارروائی کی جائے۔چنانچہ استانی امتہ اللہ سلیم کے خلاف مقدمہ درج کر لیا گیا۔

مقدمہ کے اندراج کے لیے پولیس پر دباؤ ڈالنے کے لیے تاجر برادری کے صدر عنایت اللہ نے ایک جلوس نکالا اور سڑکیں بلاک کر کے ٹائر جلائے جس پر پولیس نے مقدمہ درج کر لیا۔

اِدھر

پوری دنیا کی نیلی فلمیں پاکستان کے سنیماؤں میں دھڑلے سے دکھائی جارہی ہیں

جتنے سینما نیلی فلموں کے ذریعہ عریانی فحاشی اور جنسی بے راہروی کو فروغ دے رہے ہیں وہ تمام سرکردہ اسلامی لیڈران و سیاستدان حضرات کے ہیں۔

کراچی کے ایسے 2 سینما حاکم علی زرداری کے،فیصل آباد کے 4 پیپلز پارٹی کے،سرحد کے بلور خاندان، گوجرانوالہ کے 5 مسلم لیگ شیخوپورہ، گجرات اوکاڑہ، ملتان، سرگودھا مسلم لیگ کے، راولپنڈی کے 5 میں 2 پیپلز پارٹی کے باقی مسلم لیگ کے ہیں۔

پشتو فلم ساز ایسی نیلی فلمیں بنا رہے ہیں جن پر جرمن اور دیگر پورنوگرافر بھی حیران ہیں۔

اسلامی مملکت خداداد کے ہر گلی ہر موڑ پر نظر آنیوالے خوبصورت سنیما بورڈز کی چلبلی اور گدگداتی رپورٹ:

بڑی سکرین پر نیلی فلمیں

روزنامہ اوصاف لکھتا ہے:

''پاکستان میں عریاں اور فحش فلموں کی نمائش پر چند گزارشات تین دہائی پہلے بھی مفاد پرست قوتیں اس گھناؤنے دھندے میں مصروف تھیں مگر اس دور میں اس مذموم کاروبار کو سیاسی خانوادوں کی سرپرستی حاصل نہ تھی اور نہ ہی ان گندی فلموں میں ہمیں اپنے ہی معاشرے کے فرد جنسی کمالات دکھاتے نظر آتے تھے مگر اب بعض پاکستانیوں نے اس شرمناک دھندے کو بھی باقاعدہ صنعت کا درجہ دے دیا ہے خصوصاً پشتو زبان کے فلمسازوں نے ایسی فلمیں بنالی ہیں جنہیں دیکھ کر مغربی پورنوگرافر (فحش اور عریاں فلمیں بنانے والے) بھی حیران ہیں۔ان نیلی فلموں کی نمائش کے سدباب کے لئے کسی بھی حکومت نے دوررس نتائج کی حامل منصوبہ بندی نہیں کی کبھی کبھار نیم دلی سے بعض سنیماؤں پر بلاشبہ چھاپے مارے گئے مگر ہر بار سینما مالکان کی بجائے نچلے درجے کے ملازمین کو گرفتار کیا گیا اور چھوٹے چھوٹے جرمانے کئے گئے۔مگر مارشل لاء کے خاتمہ کے بعد نیلی فلموں کے نمائش کاروں نے نئے عزم اور انتظامات کے ساتھ پہلے سے زیادہ قوت سے اپنا کاروبار شروع کیا۔اس بار انہوں نے ممتاز اور موثر سیاست دانوں کی چھتری میں پناہ ڈھونڈی تھی اور بعض سیاستدانوں نے اس منافع بخش کاروبار میں خود کو عملی طور پر شامل کر لیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ نیلی فلموں کی نمائش کرنے والوں سینماؤں کی تعداد میں تیزی سے اضافہ ہونے لگا۔ضیاء الحق کے مارشل لاء سے پہلے اس گھناؤنے بزنس میں صرف تیرہ چودہ سینما ملوث تھے جن کی تعداد اس وقت چار درجن سے تجاوز کر گئی ہے۔

نیلی فلموں کی نمائش کاروں کی قوت کار کا اندازہ اس ایک مثال سے لگایا جاسکتا ہے۔سردار مہتاب خان عباسی نے صوبہ سرحد کے وزیر اعلیٰ کا عہدہ سنبھالتے ہی عوام مطالبہ پر سرحد کے ایسے تمام سینما بند کرنے کا حکم دیا تھا جو کھلا فحش عریاں فلموں کی نمائش کاری میں مصروف تھے۔ان کے اس پہلے انتظامی حکم پر سرحد عوام نے پسندیدگی کا اظہار کیا تھا مگر مسلم لیگ کی اس وقت کی حلیف سیاسی جماعت کے ارکان پارلیمنٹ نے سردار مہتاب عباسی کے اس فیصلہ پر احتجاج شروع کیا تھا۔ان کا مطالبہ تھا کہ سینماؤں پر سے پابندی فوراً اٹھالی جائے۔اس دوران پشاور میں ہمارے ایک اخبار نویس دولت کو دعوت ولیمہ میں اخبار نویسوں سے باتیں کرتے ہوئے سرحد کے سابق وزیر اعلیٰ

آفتاب احمد خان شیر پاؤ نے ایک سوال کے جواب میں مسکراتے ہوئے سینماؤں کو بندش کے حکم کو سیاسی سٹنٹ قرار دیا تھا انہوں نے بڑے اعتماد سے اخبار نویسوں کو بتایا تھا کہ چند روز میں سردار مہتاب عباسی اپنا فیصلہ واپس لے لیں گے اور واقعی ایسا ہی ہوا چند روز حکومت سرحد نے سینماؤں پر عائد پابندی اٹھالی تھی۔

یہ تصدیق شدہ امر ہے کہ فی الوقت ملک میں جتنے بھی سینما نیلی فلموں کے ذریعہ عریانی، فحاشی اور جنسی بے راہروی کو فروغ دینے میں مصروف ہیں ان میں سے بیشتر بااثر سیاست دانوں کی ملکیت ہیں ان میں ایسے سیاستدانوں کی اکثریت ہے جو اقتدار کے بدلتے ہی سیاسی وفاداریاں بھی بدل لیتے ہیں۔جبکہ چند سینما ضلعی انتظامیہ اور پولیس کی سرپرستی میں چل رہے ہیں۔کراچی کے ایسے سینماؤں میں دو کی ملکیت حاکم علی زرداری کی بتائی جاتی ہے۔جبکہ فیصل آباد کے چار سینما مالکان کا تعلق پاکستان پیپلز پارٹی سے بتایا جاتا ہے۔کہا جاتا ہے کہ صوبہ سرحد کے نیلی فلمیں دکھانے والے سینما بلور فیملی کی ملکیت ہیں۔لاہور سے تقریباً سات سینما اس گھناؤنے کاروبار میں ملوث ہیں اور ان سب کی سر پرستی ضلعی انتظامیہ اور پولیس کرتی ہے۔گوجرانوالہ کے پانچ سینماؤں میں کھلے عام نیلی فلمیں دکھائی جارہی ہیں ان سب سینماؤں کا تعلق پاکستان مسلم لیگ کے بااثر افراد سے ہے۔اسی طرح شیخوپورہ، گجرات، اوکاڑہ، ملتان سرگودھا اور دیگر شہروں میں سیاست دانوں کی شہ پر نوجوان نسل کو گمراہ کیا جارہا ہے۔اسلام آباد پاکستان کا واحد شہر ہے جس کے چاروں سینما صرف صاف ستھری تفریح فراہم کررہے ہیں جبکہ راولپنڈی کے کم ازکم پانچ سینماؤں میں انگریزی اور پشتو زبان کی نیلی فلمیں دکھائی جارہی ہیں ان میں سے دو سینماؤں میں جرمن فلموں کے ٹوٹے دکھائے جارہے ہیں۔ان پانچوں سینماؤں میں دکھائی جانے والی فلمیں اس قدر فحش ہیں جنہیں میاں بیوی اکٹھے نہیں دیکھ سکتے۔راولپنڈی کے دو سینماؤں کے ٹھیکیداروں کا تعلق پیپلز پارٹی کی مقامی قیادت سے ہے جو ہر بحران میں اپنا سیاسی اثر ورسوخ استعمال کرکے صاف بچ نکلتا ہے۔باقی سینماؤں کو ضلعی انتظامیہ اور پولیس کی سرپرستی حاصل ہے ان میں سے دو سینما ایک ہی علاقہ مجسٹریٹ اور ایک ہی تھانہ کی حدود میں واقعہ ہیں۔ان میں سے ایک سینما میں خود علاقہ مجسٹریٹ صاحب اپنی شامیں رنگین کرتے دکھائی دیتے ہیں۔

(اوصاف 27 اپریل 1998ء اسلام آباد)

تبصرہ

گلی گلی محلے محلے بکھرے ویڈیو سنٹر، شہر شہر قریہ قریہ پھیلے سینما ہال اور ان کے اردگرد گھومتے سینکڑوں نہیں ہزاروں نوجوان جرمن انگریز اور پشتو مستورات کو دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی کرنے والی یہ مخلوق خدا۔کیا یہ سب عین اسلامی حرکات ہیں اور یہ لوگ عین مسلم؟ کلمہ طیبہ کے بارے میں تو سکول سے گھر آ کر بچی بتائے تو جذبات مجروح ہوجاتے ہیں مگر ان سینما جات کے بورڈ تو مال روڈ پنڈی، صدر پشاور اور دیگر تمام اہم شاہراہوں پر دیکھے جاتے ہیں۔بلکہ روزانہ کی اخبارات میں گھر گھر پہنچائے جاتے ہیں ''صرف بالغوں کے لیے'' جنہیں بیگم اور بیروی کی موجودگی میں دیکھا اور پڑھا جاتا ہے۔آخر کلمہ طیبہ پر جیل کی سلاخیں کب تک؟

10۔اُدھر

''شروع کرتا ہوں ساتھ نام اللہ کے جو بے حد مہربان اور بار بار رحم کرنے والا ہے''

قادیانی ماہنامہ رسالہ ''انصار اللہ'' کی ایک اور ''ایمان شکن'' اور دل آزار مجرمانہ حرکت

قانون حرکت میں 4 احباب کے خلاف 298C اور 295C یعنی توہین رسالت کا مقدمہ درج

جماعت احمدیہ کے 40 سال سے اوپر کے لوگوں کو ''انصار اللہ'' کہا جاتا ہے۔چنانچہ ان کی اس تنظیم کا ایک ماہانہ رسالہ بھی نکلتا ہے جسے ''انصار اللہ'' کا ہی نام دیا گیا ہے۔اس رسالہ کے مینجر کی بے باک جرأت دیکھیے۔ربوہ میں بیٹھے ٹنڈ وآدم مجاہد ختم نبوت مولانا احمد میاں حمادی کو خط لکھ دیا اور اس کے اوپر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھا اور نیچے اپنے دستخط بھی کئے۔

مولانا کی ایمانی غیرت کو شاباش ہو آپ نے صرف مینجر کی بجائے ایڈیٹر، پبلشر اور پرنٹر کو بھی ساتھ ہی نتھی کرلیا۔آخر وہ یہ رسالہ سب مل کر ہی نکالتے ہوں گے۔اگر یہ ''رسالہ'' ایسی ہی مجرمانہ حرکات کرتا رہتا تو نہ جانے

''مسلم معاشرے'' پر اس کے کیا کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں۔تفصیل کے لیے مقدمہ اور انداز مقدمہ ملاحظہ ہو۔

ٹنڈو آدم تھانہ میں ایک اور مقدمہ مولوی احمد میاں حمادی نے رسالہ ماہنامہ انصاراللہ کے ایڈیٹر مرزامحمد دین صاحب ناز، پبلشر چوہدری محمد ابراہیم صاحب، پرنٹر قاضی منیر احمد صاحب اور مینجر رسالہ انصار اللہ کے خلاف زیر دفعہ 298C اور 295C تعزیرات پاکستان 11 ستمبر 1990ء کو دائر کیا۔

ملاں حمادی نے اپنی تحریری درخواست میں لکھا کہ مورخہ 21۔03۔90 کو مجھے ڈاک کے ذریعہ ایک لفافہ ملا جس میں ہلکے سبز رنگ کا کارڈ تھا۔اوپر بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم لکھا ہوا تھا اور نیچے مینجر ماہنامہ انصار اللہ کے دستخط تھے۔چونکہ احمدی محمد رسول اللہ سے مراد مرزا غلام احمد قادیانی لیتے ہیں اس طرح رسول اللہ کی بے حرمتی کی ہے۔نیز بسم اللہ شریف لکھ کر خود کو مسلمان ظاہر کیا ہے اور میرے مذہبی جذبات مجروح کئے ہیں لہذا 298C اور 295C تعزیرات پاکستان کے تحت قانونی کارروائی کی جائے۔

قانون حرکت میں آیا۔مقدمہ درج کرلیا گیا اور بندے یعنی مجرمین گرفتار کرلئے گئے۔

یہ تھی ایک قادیانی ماہنامہ رسالے کی کہانی

اِدھر

"آپ فحاشی وعریانی کے مناظر کو بہت عمدگی سے فلم بند کرواتی ہیں"

"آپ کا فرمان ہے اگر آپ کا جسم خوبصورت ہے تو اس کو دکھایا جاسکتا ہے"

"فلم بین طبقہ آپ کو سینما سکرین پر ننگا دیکھنا چاہتا ہے"

آپ کا یہ قول ہے کہ ''جب تک ہم خوبصورت ہیں اور ہمارا جسم چمک رہا ہے تو ہم سینما اسکرین سے لیکر ہوٹلوں اور بنگلوں میں سائیڈ بزنس بھی کرسکتے ہیں بلکہ فلموں میں ہمیں اتنا پیسہ کہاں ملتا ہے جتنا ہم مجرہ کرکے کما لیتے ہیں۔

سیکس کے میدان میں ویسے تو بہت سی ادکارائیں موجود ہیں جن میں چکوری، میرا، لیلی، سائرہ خان اور سب سے بڑھ کر ریشم مگر ان کی پہلی انٹری ہی قیامت برپا کردیتی ہے۔''

وطن عزیز کے نگار خانوں کی مستورات کی تھکا دینے والی مصروفیات سے امت مسلمہ کو باخبر رکھنے والے اسلامی ممتاز ماہانہ رسالہ پکچر پوسٹ جنوری 1993ء کی پشتو اداکارہ سنیتا خان کے بارے میں رپورٹ۔

''پشتو فلموں میں (......گندے الفاظ)اداکارہ کا خطاب پانے والی خوبصورت اداکارہ سنیتا خان کا شمار اس وقت پشتو فلموں کی ایک بڑی فنکارہ کے طور پر کیا جاتا ہے اور سیکس کے حوالے سے کافی شہرت حاصل کرچکی ہے فحاشی وعریانی مناظر کو بہت عمدگی سے فلم بند کرتی ہے۔ان دنوں اس کی ایک مشہور فلم کچے غوٹے بڑے زور سے نمائشکو تو انتظار ہوگا ہم بھی اس فلم کے انتظار میں ہیں۔''

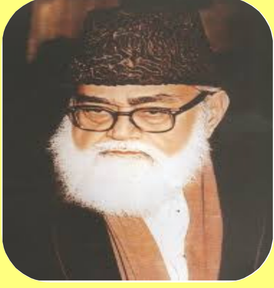
تبصرہ

پکچر پوسٹ، چترالی، میڈیا سٹائل اور پتہ نہیں کیا کیا اور کون کون سے ماہانہ رسالہ جات ہزاروں نہیں لاکھوں کی تعداد میں اسلامی مملکت خداداد سے ڈیکلریشن حاصل کرکے شائع ہورہے ہیں۔مسلمان بھائی شائع فرما رہے ہیں۔مسلمان بھائی مطالعہ فرما کر علم میں اضافہ فرمارہے ہیں اور مسلمان مستورات نگارخانوں میں یہ خبریں اور انٹرویو دینے کے لیے دن مصروفیات میں مشغول ہیں۔طبیعت پر اگر گراں نہ گزرے تو پوچھ سکتا ہوں کہ کیا یہ سب عین اسلامی حرکات ہیں؟ کیا یہ خدمت اسلام ہورہی ہے؟

کیا ان افعال سے دلی جذبات مجروح نہیں ہوتے؟ اور توہین رسالت بھی نہیں ہوتی۔بسم اللہ الرحمن الرحیم والا خط ڈاک خانہ سے چوری کرواکے اس پر دلی جذبات مجروح کروانے والے دوستو نگارخانوں میں افعال پذیر ہونے والے یہ اعمال کہیں مکافات عمل تو نہیں بقول مولانا ابوالحامد ضیاء القادری ''ختم شریف کے چاول حرام ہوں تو عورت کی منی پاک''معلوم ہونے لگتی ہے۔

منظور ہے یہ تلخی یہ ستم ہم کو گوارا ہے
تو مدادائے الم کرتے رہیں گے
مے خانہ سلامت ہے تو ہم سرخی مے سے
تزئین دروبام حرم کرتے رہیں گے





مسٹر ایمری اور مولانا مودودی صاحب تاریخ کے کٹھرے میں

مالک جہاز ٹائی ٹینک اور بانی جماعت اسلامی کے (متکبرانہ) بلند بانگ دعوے اور کربناک انجام کی داستان ۔ (علی اعجاز جدون۔سڈنی)

وہ روتی آنکھوں، اُجڑی سانسوں اور ویران خوابوں کے ساتھ امریکی ساحل کی طرف بڑھ رہا تھا ۔ اُسے رہ رہ کر پچھلے ایک ہفتے کے چکا چوند مناظر یاد آ رہے تھے ، وہ مناظر جنہیں یاد کر کے کبھی اُس کا سینہ خوشی سے چوڑا ہوا جاتا تھا ۔ ابھی سوہان روح بن کر اس کے دل کو پھاڑے چلے جا رہے تھے ۔ وہ بے بسی میں بار بار سر پر ہاتھ مار رہا تھا ۔ ماتم کرتا گریہ کناں یہ شخص "وائٹ سٹار لائٹ" کمپنی کا مالک جناب مسٹر ایمری تھا ۔ جی وہی مسٹر ایمری جس کی کمپنی نے ٹائی ٹینک نامی جہاز بنایا تو انہوں نے بڑے غرور سے اس کی منازل کی مضبوطی کی تفاصیل بتاتے ہوئے دعویٰ کیا تھا کہ اسے تو خدا بھی غرق نہیں کر سکتا ۔ وہ 10 اپریل 1912 کو جب برطانیہ کی بندرگاہ ساؤتھ ہمپیشائر سے نیو یارک کے لئے روانہ ہوا تو بندرگاہ کے تمام جہازوں نے وسل بجا کر اسے سلامی دی تھی مگر پھر اس جہاز کے مالک کا خدا بننے کا دعویٰ اسے لے ڈوبا اور 15 اپریل کی رات شمالی برفانی سمندروں سے بہہ کر آنے والے ایک مختصر آئس برگ نے اسے درمیان سے چیر کر رکھ دیا اور محض آدھے گھنٹے میں تکبر کا یہ پہاڑ اپنے تمام تر غرور کے ساتھ سمندر کی تہہ میں غرق ہو گیا ۔ اور مسٹر ایمری لائف بوٹ کی مدد سے امریکہ کے ساحل پر جا اترے ۔

آج امریکہ کے ہی ساحل پر اترنے والے جناب حسین فاروق مودودی صاحب کی زبانی جماعت اسلامی کے ڈوبتے ٹائی ٹینک کی تفاصیل سنیں تو مجھے مسٹر ایمری اور جناب مودودی صاحب یاد آ گئے ۔ جناب حسین فاروق مودودی صاحب بانی جماعت مولانا مودودی صاحب کے زادے ہیں ۔ اور امریکہ میں رہائش پذیر ہیں ۔ مولانا مودودی صاحب کو جب ان کی زندگی کے آخری ایام میں امارت اسلامی سے معزول کر دیا گیا تو انہیں کے ہاں امریکہ تشریف لے گئے اور زندگی کے آخری ایام انہیں کے گھر گزار کر امریکہ میں وفات پائی ۔ جناب حسین فاروق صاحب ہی آپ کا جنازہ لے کر پاکستان واپس آئے تھے ۔ ابھی حال ہی میں آپ نے مودودی خاندان اور جماعت اسلامی کے تنازعات کو اپنی حالیہ کتاب '' آفتاب علم و عرفان مودودی'' میں تفصیل سے بیان کیا ہے ۔ اس کتاب کو عفاف پرنٹر بازار لاہور ترجمان القرآن پبلی کیشنز نے شائع کیا ہے

جناب مودودی صاحب نے جماعت اسلامی کی بنیاد رکھی تو اسے خدائی فوجداروں کا نام دے دیا ۔ پھر اسے خود ہی صالحین کے رینک سے نواز کر ان کی ڈیوٹی اسلامی انقلاب لانا مقرر کر دی ۔ پھر مزید آگے بڑھ کر اس فوج کی ذمہ داریوں میں اضافہ کرتے ہوئے اسے غیر صالح حکومتوں کے تختے اُلٹنے کا ٹاسک دے دیا ۔ پھر فرمایا یہ نہیں کہ ایک دو ملک ۔ جب اپنے ملک کا تختہ اُلٹ دو تو پھر ہمسائے ملک اور پھر اس کے ہمسائے اور پھر اس کے ہمسائے کا ۔

آپ نے اپنے مشن کا آغاز ہی یہ فتویٰ دے کر کیا کہ ''یہ کہنا غلط ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے لوگوں کو مسلمان بناتا ہے ۔ اسی طرح سے یہ کہنا بھی غلط ہے کہ اسلام کی اشاعت میں تلوار کا کوئی حصہ ہی نہیں ہے''

اقتدار بذریعہ پرائیویٹ جہاد

پھر دوسرے اصول کے طور پر بتاتے ہیں کہ اسلام کوئی چند عقائد کا مجموعہ نہیں کہ زبان سے تبلیغ کر لی اور کام ختم ۔ نہیں بلکہ اسلام دنیا میں آیا ہے ایک الٰہی حکومت قائم کرنے کے لئے ۔ اس لئے دوسرا راہنما اصول یہ قرار پایا کہ صالحین کو چاہیئے کہ وہ اٹھیں اور جہاں جہاں غیر صالح لوگوں کی حکومت ہے اس کے خلاف اعلان بغاوت کرتے ہوئے ان کو اکھاڑ پھینکیں ۔ یوں مودودی صاحب جہانگیری کا ایک نیا دروازہ اسلام کے نام سے ''صالحین'' کے لئے کھولتے ہوئے صالحین کو اجازت عطا فرماتے ہیں کہ وہ غیر صالح طاقتوں کے تختے الٹ دیں کیونکہ انہیں حکومت کرنے کا اب کوئی جواز باقی نہیں رہ گیا ۔

انہوں نے ”غیر صالح ہو کر حق خود مختاری کھو دیا ہے“ اور بقول مودودی صاحب ”صالح انسان بہرحال غیر صالح کے مقابل قابل ترجیح ہے“۔

اٹھو اور غیر صالح حکومتوں کے تختے الٹ دو

چنانچہ اس نقطعے کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے زیرِ عنوان ”اسلام اور جہانگیری“ فرماتے ہیں

حکومت و پادشاہی صرف اللہ کے لئے ہے ان الحکم للہ۔۔اس (اسلام) کا عقید ہیہ ہے کہ صالح انسان بہرحال غیر صالح کے مقابل قابل ترجیح ہے ۔وہ ایک ظالمانہ نظام حکومت کو مٹا کر ایک سچا عادلانہ نظام حکومت قائم کرنا ایک اولین فرض قرار ادیتا ہے۔۔جب کسی قوم کے اعمال بگڑ جائیں اس کی اخلاقی حالت خراب ہو جائے اور وہ اپنے شریر ومفسد لوگوں کی پیروی واطاعت اختیار کرکے ذلت ومسکنت کی پستیوں میں گر جائے تو اسلام کے نزدیک اس قوم کو حکومت خود اختیاری کا حق باقی نہیں رہتا اور دوسرے لوگوں کو جو اس کے مقابلہ میں اصلح ہوں اس پر حکومت کرنے کا حق حاصل ہو جاتا ہے“

(الجہاد فی الاسلام مصنفہ مودودی صاحب ص146,145 ادارہ ترجمان القرآن پرائیویٹ لمٹیڈ اردو بازار لاہور مطبع اے این اے پرنٹر لاہور پندرھواں ایڈیشن جون 1996)

اصل برائی کی جڑ بری حکومت ہے اسلئے ایسی حکومتوں کو صفحہ ہستی سے مٹا دو

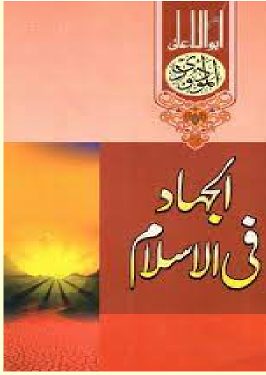
مودودی صاحب صالحین کی حکومت کے جواز اور غیر صالح حکومت کو مٹا دینے کی ضرورت پر بحث کرتے ہوئے زیرِ عنوان فتنہ وفساد کو مٹانے کے لئے حکومت الٰہی کی ضرورت کے تحت فرماتے ہیں

” اگر ان تمام برائیوں پر دوبارہ ایک غائر نظر ڈالی جائے جن کو فتنہ وفساد سے تعبیر کیا گیا ہے تو اس سے یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ وہ سب کی سب بد اصل حکومت سے پیدا ہوتے ہیں۔۔پس اسلام نے بدی کے استیصال اور بد کاری کے دفع وانسداد کے لئے یہ کارگر تدبیر بتلائی کہ منظم جد وجہد جہاد سے، اور اگر ضرورت پڑے اور ممکن ہو تو جنگ قتال سے ایسی حکومتوں کو مٹا دیا جائے

(الجہاد فی الاسلام مصنفہ مودودی صاحب ص117)

بلکہ مزید تحریض کرتے ہوئے اپنی خواہش کو ان الفاظ کا قالب پہناتے ہیں

”پس درحقیقت فتنہ وفساد کو مٹانے اور انسانی زندگی کو منکر سے پاک کرنے کے لئے سب سے ضروری اور مفید تدبیر یہی ہے کہ تمام مفسد حکومتوں کا استیصال کر دیا جائے (الجہاد فی الاسلام مصنفہ مودودی صاحب ص119)



بلکہ دنیا کی ہر بری حکومت کا صفایا کرنا ان کا دین منصبی ہے۔پھر آپ کسی ایک ملک کے صالحین کو تمام دنیا کی حکومتوں کے تختے الٹنے کی اجازت دیتے ہوئے فرماتے ہیں

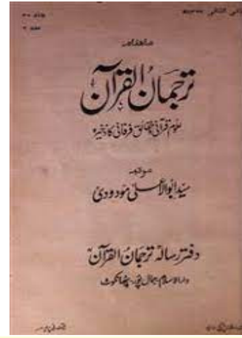
”یہ صالح لوگ کسی ایک قوم یا ایک ملک کی جائیداد نہیں ہیں بلکہ تمام نوع بشری اور کائنات انسانی کی مشترک جائیداد ہیں۔آدم کی ساری اولاد کو ان کی صلاحیت سے فائدہ اٹھانے کا حق ہے۔اگر وہ اپنی خدمات کو بلا ضرورت کسی محدود جماعت یا رقبہ کے لئے مخصوص کر دیں تو یہ انسانیت پر ان کا ظلم ہوگا۔اسلام نے ان کے لئے رنگ یا نسل یا جغرافی تقسیم کے قبیل سے کوئی حد مقرر نہیں کی بلکہ بلا قید تمام روئے زمین کے لئے ان کی قابلیتوں کے فوائد کو عام کر دیا ہے۔یہ حکومت وسلطنت کے متعلق اسلامی تعلیم کی اصلی روح ہے۔۔اسی وجہ سے۔صحابہ نے قیصر وکسریٰ کے تخت الٹ دیئے۔اور باطل کی فرمانروائی کو درہم برہم کر دیا۔انہوں نے اپنے ملک کا سصلاح سے فارغ ہو کر جب باہر کی دنیا پر نظر دوڑائی۔۔پھر مطالبہ کیا کہ حکومت وفرمانروائی کی مسند کو ان لوگوں کے لئے خالی کر دیں جو اس کے اہل ہیں مگر جب اس مطالبہ کو بھی رد کر دیا گیا اور اس کے جواب میں تلوار پیش کی گئی تو مٹھی بھر انسانوں کی اس بے سروسامان جماعت نے اٹھ کر بیک وقت دو عظیم الشان سلطنتوں کے تختے الٹ دیئے اور سرحدِ ہندوستان سے لے کر شمالی افریقہ تک۔۔یک لخت آزاد کر دیا“

(الجہاد فی الاسلام مصنفہ مودودی صاحب ص149,148).

اے صالحین تم پر شرعی فرض ہے کہ مفسد حکومتوں پر قبضہ کرلو

آپ نے اگلا اعلان کرتے ہوئے اپنے رسالے ترجمان القرآن میں صالحین کو حکومتوں پر قبضے کرنے کا پروگرام دیتے ہوئے فرمایا

”جب صالحین کا گروہ منظم ہو ان کے پاس طاقت موجود ہو۔اہل ملک کی



عظیم اکثریت ان کے ساتھ ہو یا کم ازکم اس بات کا ظنِ غالب ہو کہ عملی جدوجہد شروع ہوتے ہی اکثریت ان کا ساتھ دے گی اور کسی بڑی تباہی وخونریزی کے بغیر مفسدین کے اقتدار کو ہٹا کر صالحین کا اقتدار قائم کیا جا سکے گا۔ اس صورت میں بلاشبہ صالحین کی جماعت کو نہ صرف حق حاصل ہے بلکہ ان کے اوپر یہ شرعی فرض ہے کہ وہ اپنی طاقت منظم کر کے ملک کے اندر بزورِ شمشیر انقلاب برپا کر دیں۔ اور حکومت پر قبضہ کر لیں'' (ترجمان القرآن جلد 33 ص 242)

آزاد اسلامی ملک صرف اور صرف صالحین کی تلوار سے بذریعہ جمہوری جدوجہد نہیں

جناب مودودی صاحب صالحین اور ان کی شمشیروں سے حکومتوں کے تختے الٹ کر نیا ملک بنانے کے اعلان کرنے میں مصروف تھے کہ انہیں دنوں مسلمانانِ برصغیر نے لاہور کے منٹو پارک میں حضرت قائداعظم کی سربراہی میں 23 مارچ 1940 کو قراردادِ مقاصد منظور کر لی۔ اس عظیم اجلاس میں قائداعظم نے مسلم اکثریت کے علاقوں کے لئے آزاد اور خودمختار ریاست کا مطالبہ کر دیا۔ آپ کی آواز پر ہندوستان کے مسلمان ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک مسلم لیگ کے پلیٹ فارم پر جمع ہو گئے۔ مگر جناب مودودی صاحب کو ایسا جمہوری ملک قبول نہیں کیونکہ ان کے خیال میں ایسا نیا ملک ''صالحین کے ذریعہ تختے الٹ کر'' ''بزور شمشیر انقلاب برپا'' کے مقابل ''غیر مسلموں کے ملک سے بھی بدتر'' اور ''مسلمانوں کی کافرانہ حکومت'' ہوگی اور ایسا ملک سیدھا نہیں ''الٹا قدم'' ہوگا۔''

تحریک آزادی سے ملنے والا ملک الٹا قدم ہوگا

آپ نے 12 ستمبر 1940 کو قرارداد پاکستان پر تنقید کرتے ہوئے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے ہال میں ایک مقالہ پڑھا اور قرارداد مقاصد پاکستان اور قائداعظم کا مذاق اڑاتے ہوئے فرمایا۔

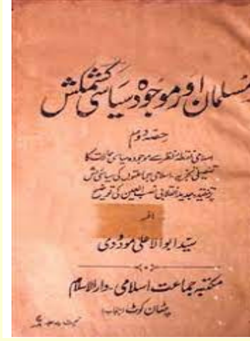
''ہمارے ہاں یہ سمجھا جا رہا ہے کہ مسلمانوں کی تنظیم (مسلم لیگ) تمام دردوں کی دوا ہے۔ اسلامی حکومت۔ کے مقصد تک کی سبیلیہ سمجھی جا رہی ہے کہ مسلمان قوم جن افراد سے مرکب ہے وہ سب ایک مرکز پر جمع ہوں۔۔ اس کے نتیجے میں ایک قومی حکومت بھی میسر آ سکتی ہے۔۔ لیکن اسلامی انقلاب اور اسلامی حکومت کے مقصد تک پہنچنے کے لئے یہ پہلا قدم بھی نہیں بلکہ وہ الٹا قدم ہے۔ یہاں جس قوم کا نام مسلمان ہے وہ ہر قسم کے رطب و یابس لوگوں سے بھری ہوئی ہے۔۔۔۔ یہ اخلاقی حالت جس قوم کی ہو اس کی تمام کالی اور سفید بھیڑوں کو جمع کر کے ایک منظم گلہ بنا دینا اور سیاسی تربیت سے ان کو لومڑی کی ہوشیاری سکھانا یا فوجی تربیت سے ان میں بھیڑیئے کی درندگی پیدا کرنا جنگل کی فرمانروائی حاصل کرنے کے لئے تو ضرور مفید ہو سکتا ہے مگر میں نہیں سمجھتا کہ اس سے اعلائے کلمۃ اللہ کس طرح سے ہو سکتا ہے''

(اسلامی حکومت کس طرح قائم ہوتی ہے زیرِ عنوان خام خیالیاں طبع اول ص 17 تا 21)

تحریک آزادی سے ملنے والا جمہوری ملک غیر مسلم حکومت سے بھی بدتر ہوگا

پھر آپ نے صالحین کے انقلاب کے مقابل تحریک پاکستان کی جمہوری جدوجہد کیمخالفت کی وجہ بتاتے ہوئے ذکر فرمایا

'' بعض لوگ یہ خیال ظاہر کرتے ہیں کہ ایک دفعہ غیر اسلامی طرز ہی کا سہی مسلمانوں کا قومی اسٹیٹ قائم تو ہو جائے۔ پھر رفتہ رفتہ تعلیم و تربیت اور اخلاقی اصلاح کے ذریعہ سے اس کو اسلامی اسٹیٹ میں تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ مگر میں نے تاریخ، سیاسیات، اور اجتماعیات کا جو تھوڑا بہت مطالعہ کیا ہے اس کی بنا پر میں اس کو ناممکن سمجھتا ہوں۔۔۔ اب میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ جو قومی اسٹیٹ جمہوری طرز پر ہوگا۔۔ اس ذریعہ سے اقتدار تو ان ہی لوگوں کو ملے گا جو مردم شماری کے رجسٹر میں تو چاہے مسلمان ہوں مگر اپنے نظریات اور طریق کار کے اعتبار سے جن کو اسلام کی ہوا بھی نہ لگی ہو۔ اس قسم کے لوگوں کے ہاتھ میں اقتدار آنے کے معنی یہ ہیں کہ ہم اس مقام پر کھڑے ہیں جس مقام پر غیر مسلم حکومت میں تھے بلکہ اس سے بھی بدتر مقام پر۔ کیونکہ وہ قومی حکومت جس پر اسلام کا نمائشی لیبل لگا ہوا ہوگا اسلامی انقلاب کا راستہ روکنے میں اس سے بھی



زیادہ جری و بے باک ہوگی جتنی غیر مسلم ہوتی ہے“

(اسلامی حکومت کس طرح قائم ہوتی ہے زیرِ عنوان خام خیالیاں طبع اول ص 17 تا 21)

تحریک آزادی سے ملنے والا جمہوری ملک مسلمانوں کی کافرانہ حکومت ہوگی

آپ نے اپنی ایک اور تصنیف سیاسی کشمکش حصہ سوئم میں اسی نقطعہ کی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا

”جو لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ اگر مسلم اکثریت والے علاقے ہندو اکثریت سے آزاد ہوجائیں اور یہاں جمہوری نظام قائم ہوجائے تو اس طرح حکومت الہیٰ قائم ہوجائے گی۔ان کا یہ گمان غلط ہے۔دراصل اس کے نتیجے میں جو کچھ حاصل ہووہ صرف مسلمانوں کی کافرانہ حکومت ہوگی۔اس کا نام حکومت الہیٰ رکھنا اس پاک نام کو ذلیل کرنا ہے“

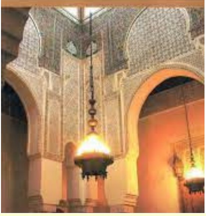
(سیاسی کشمکش حصہ سوئم طبع اول ص 117)

میرے جماعت اسلامی کے خدائی فوج دارو اٹھو تمہیں اقتدار پر قبضہ کئے بغیر کوئی چارہ نہیں

آپ نے آخری بند کے طور پر یہ واضح کر دیا کہ الہی حکومت کا قیام ،صالحین کی جماعت ،اوراقتدار پر بزور شمشیر قبضہ کرنے والی طاقت کوئی اور نہیں ۔میری ہی بنائی ہوئی جماعت اسلامی ہے۔کوئی غلط فہمی میں نہ رہے کہ میں کسی خیالی صالحین کی جماعت کو تلوارے اٹھانے اور مفسدین کی حکومتوں پر قبضے کے پروگرام دے رہا ہوں یعنی یہی چراغ جلے تو روشنی ہوگی

آپ نے فرمایا

”یہ مذہبی تبلیغ کرنے والے واعظین (preachers) اور مبشرین (missionaries) کی جماعت نہیں ہے۔بلکہ خدائی فوج داروں کی جماعت ہے۔ اور اس کا کام یہ ہے کہ دنیا سے ظلم،فتنہ،فساد،بد اخلاقی،طغیان،اور ناجائز انتفاع کو بزور مٹادے۔۔لہذا اس پارٹی کے لئے حکومت کے اقتدار پر قبضہ کئے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔کیونکہ مفسدانہ نظام تمدن ایک فاسد حکومت کے بل پر ہی قائم ہوتا ہے۔اور ایک صالح نظام تمدن اس



وقت کی طرح قائم نہیں ہوسکتا جب تک کہ حکومت مفسدین سے مسلوب ہوکر مصلحین کے ہاتھ میں نہ آجائے“

(تفہیمات زیر عنوان جہاد فی سبیل اللہ حصہ اول طبع چہارم ص 71)

یاد رکھیں اسلامی انقلاب شدہ علاقے میں روائتی مسلمانوں کو ایک سال کا نوٹس دیا جائے گا کہ یا با قاعدہ غیر مسلم ہونے کا اعلان کردو یا صالحین کے ملک سے نکل جاؤ۔ورنہ

آپ نے صالحین کے انقلاب شدہ علاقے میں پہلے تو عام مسلمان یعنی مختلف فرقوں کے بارے میں فرمایا کہ

”خدا کی شریعت کوئی ایسی چیز نہیں جس کی بناء پر اہلحدیث،دیو بندی،شیعہ سنی وغیرہ الگ الگ امتیں بن سکیں۔یہ امتیں جہالت کی پیداوار ہیں“

(خطبات صفحہ 76 بار ہفتم از جناب مودودی صاحب)

اب اس کے بعد پروگرام دیتے ہوئے فرمایا کہ ان”جاہل امتیوں“ سے ”ہم صالحین“ کیسے نبٹیں گے

”جس علاقہ میں اسلامی انقلاب رونما ہو وہاں کی مسلمان آبادی کو نوٹس دے دیا جائے کہ جو لوگ اسلام سے اعتقاداً وعملاً منحرف ہو چکے ہیں۔اور منحرف ہی رہنا چاہتے ہیں۔وہ تاریخ اعلان سے ایک سال کے اندر اندر اپنے غیر مسلم ہونے کا با قاعدہ اظہار کرکے ہمارے نظامِ اجتماعی سے باہر نکل جائیں۔اس مدت کے بعد ان سب لوگوں کو جو مسلمانوں کی نسل سے پیدا ہوئے ہیں مسلمان سمجھا جائے گا۔تمام قوانین اسلامی ان پر نافذ کئے جائیں گے۔فرائض و واجبات دینی کے التزام پر انہیں مجبور کیا جائے گا۔اور پھر جو کوئی دائرہ اسلام سے باہر قدم رکھے گا اسے قتل کر دیا جائے گا۔“

(ارتداد کی سزا اسلامی قانون میں ص 81,80)

یہی وہ نقطعہ معراج ہے جس سے آج طالبان الہام حاصل کررہے ہیں۔ان کے نزدیک پاکستان کے تمام ارباب حل وعقد غیر صالح ہیں اور ان کا نظام حکومت اور طریقہ حکومت غیر منصفانہ اور غیر عادلانہ ہے لہذا اب ان کو حکومت کرنے یا زندہ رہنے کا کوئی حق باقی نہیں رہا۔اس لئے وہ بار بار نفاذ شریعت کا

مطالبہ کرتے ہیں اور پاکستان میں الٰہی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں ۔ اور ان کے نزدیک بقول مودودی صاحب یہ ''غیر صالح'' لوگوں کا گروہ ہے اور جب حکومت غیر صالح ہے تو ''صالح'' غیر صالح کے مقابل میں ''افضل'' ہیں اور انہوں نے غیر صالح ہو کر حکومت کا حق خود اختیاری کھو دیا ہے ایسے میں

''اصلح لوگوں کو حکومت کا حق حاصل ہو جاتا ہے''

اس لئے جب کوئی سادگی میں یہ پوچھتا ہے کہ طالبان کا کون اسلام ہے ؟ اور کہاں سے آیا تو میرا جواب یہ ہوتا ہے کہ یہ مودودی صاحب کا اسلام ہے۔ اور جو سوات میں شریعت کے نفاذ کے نام پر لوگوں کو چوکوں چوراہوں میں بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح کیا گیا تو کیا یہ کوئی حادثاتی واقعات تھے؟ نہیں بالکل نہیں۔ یہی تو مودودی صاحب نے اعلان فرمایا ہوا تھا کہ ایسے روایتی مسلمان، ہم صالحین کے علاقے چھوڑ جائیں یا غیر مسلم ہونے کا اعلان کر دیں۔ نہیں تو قتل کے لئے تیار ہو جائیں ۔ طالبان کا اور کیا قصور ہے۔ صرف یہی ناں کہ انہوں نے جماعت اسلامی کے صالحین سے قبل ہی مودودی صاحب کا یہ خواب پورا کر دیا ہے

خدا تعالیٰ کو نصیحت یا دھمکی

یہاں تک تو بات ٹھیک تھی کیونکہ بندوں کے درمیان تھی اس لئے لوگوں نے بھی ہضم کر لی کہ وہ اپنے کو صالح اور دوسروں کو غیر صالح قرار دے رہے تھے مگر پھر یہی کامیابی اُن کو مسٹر ایمری والی پوزیشن میں لے گئی اور یہاں اُنہوں نے ہدائت اور منبع ہدائت اور مرسلن ہدائت کی عصمت پر بھی ہاتھ ڈال دیا۔ اور اپنے آپ کو اتنا بڑا بلند کر لیا کہ جب میں موجود ہوں تو پھر کسی اور شخص کے آنے کی کیا ضرورت ہے؟ جب ضرورت ہی نہیں تو پھر اللہ نے اگر بھیج بھی دیا تو میں اُسکا انکار کر دوں گا۔ یہی وہ مقام تھا جہاں مودودی صاحب مسٹر ایمری بن گئے تو جماعت اسلامی ٹائی ٹینک کے روپ میں ڈھل گئی۔ شائد اسی لئے مسٹر ایمری بھی ٹائی ٹینک کو ڈوبتا چھوڑ کر نکل بھاگے اور امریکہ جا پہنچے اور مودودی صاحب بھی جماعت اسلامی کو پاکستان میں چھوڑ کر امریکہ جا وارد ہوئے تھے۔ آپ نے دعویٰ کرتے ہوئے فرمایا

''اگر بفرض محال نبوت کا دروزہ واقعی کھلا بھی ہو اور کوئی نبی آ بھی جائے تو بھی ہم بے خوف وخطر اس کا انکار کر دیں گے''۔ (ختم نبوت، صفحہ 40 مطبع ڈے ٹائم پرنٹر لاہور ناشر ادارہ ترجمان القرآن غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور)

پھر آپ نے اس صفحے پر موٹا عنوان لگایا ہے کہ ''نئی نبوت اب امت کے لیے رحمت نہیں بلکہ لعنت ہے''۔ (ختم نبوت، صفحہ 43)

اور آپ کے اس عقیدہ کی آپ کے دوست اور دست راست جناب ابو الحسن ندوی صاحب نے یوں تشریح کی"

''عقیدہ ختم نبوت دراصل نوع انسانی کے لیے ایک شرف امتیاز ہے وہ اس بات کا اعلان ہے کہ نوع انسانی سنّ بلوغ کو پہنچ گئی ہے......اب انسان کو کسی نئی وحی کسی نئے آسمانی پیغام کی ضرورت نہیں اب آسمان کی طرف دیکھنے کی بجائے......زمین کی طرف دیکھنے کی ضرورت ہے۔ اگر ختم نبوت کا عقیدہ نہ ہوتا تو انسان ہمیشہ تذبذب اور غیر اعتمادی میں رہے گا۔ وہ ہمیشہ زمین کی طرف دیکھنے کی بجائے آسمان کی طرف دیکھے گا۔ وہ ہمیشہ اپنے مستقبل کی طرف سے غیر مطمئن ہوگا۔'' (قادیانیت صفحہ 182۔185)

ہم کوئی بچے ہیں جو آسمان کی طرف دیکھیں۔ بالغ ہو گئے ہیں۔ خود اپنا اچھا برا سمجھتے ہیں اور اللہ جی اگر آپ نے پھر بھی زور زبردستی کوئی ہمیں سمجھانے یا ہماری تربیت کے لئے بھیج دیا تو میں بتا رہا ہوں ہم انکار کر دیں گے۔ جناب مودودی صاحب تو اپنے دعاوی کے ساتھ دنیا سے تشریف لے جا چکے ہیں مگر ان کے صالحین کی جماعت کو ان کے اپنے ہی بیٹے تاریخ کے کٹہرے میں گھسیٹ لائے ہیں۔ اور دکھاتے ہیں کہ خدائی فوج دار ایسے" بالغ" اور" زمینی لوگ" تقویٰ کی کیا کیا اعلیٰ مثالیں قائم کر رہے ہیں۔

امیر جماعت بننے کے لئے دوڑ دھوپ اور فراڈ انتخابات

آپ لکھتے ہیں'' کہاں جماعت کے انتخاب میں کنوینسنگ ممنوع تھی کہاں کھل کر یہ سارا کام شروع ہو گیا ہے۔ جب غلام اعظم صاحب، قاضی حسین احمد ،منور حسن حتیٰ کہ سراج الحق یہ سب فراڈ انتخابات سے امیر بنے" جناب عبد الحفیظ صاحب ناظم انتخابات کو سراج الحق کی کامیابی کے اعلان کے لئے مجبور کیا گیا۔ جنرل ضیاء الحق صاحب سے اتنی مراعات لیں کی جماعت ضیاء صاحب کی بی ٹیم مشہور ہو گئی۔ میاں طفیل صاحب نے کئی دفعہ اپنے لئے اور اپنے اعزہ

کے لئے جناب ضاء الحق صاحب سے سفارشیں کیں۔ ایک ایسا موقعہ آیا کہ بالاخر جنرل صاحب نے ناگواری کا اظہار کر دیا (ص145)

"پلاننگ کمیشن کے چیئرمین اور منسٹری کا عہدہ جنرل ضیاء نے جماعت اسلامی کے کوٹے کے لئے پروفیسر خورشید احمد صاحب کو دیا تھا۔ اس عہدہ سے قبل بھی جنرل ضیاء نے خورشید صاحب پر نوازشات شروع کر دی تھیں۔ ان کو پی آئی اے کی انکوائری کروانے کی ذمہ داری دی گئی جو انہوں نے اپنے ادارے آئی پی ایس سے کروائی۔ اس انکوائری کے عوض ایک خطیر رقم موصوف کو ادا کی گئی۔ اس فائل پر ایک افسر نے لکھا کہ یہ بالکل فیک اور بچگانہ سی انکوائری ہے چنانچہ اس پر کوئی پے منٹ نہ کی جائے۔ جنرل ضیاء صاحب نے فوری ادائیگی کی اس کے علاوہ اسلام آباد کے بلیوایریا میں ایک نہایت قیمتی پلاٹ بھی ان کو مفت دیا" ص149

جمیعت اسلامی کی غنڈہ گردیاں

"زبردستی اساتذہ کا ٹرانسفر اور طلبہ کا ایڈمشن، اور دوسری من مانیوں کو دیکھ کر بہت سے اساتذہ اور طلبہ نے امیر جماعت اسلامی اور نعیم صدیقی صاحب کو شکایات کرنا شروع کر دیں۔ بے شمار خطوط موصول ہونے لگے تو نعیم صدیقی صاحب نے اشارات میں لکھنا شروع کر دیا۔ اس وقت قاضی صاحب کی امارت کا دور شروع ہو چکا تھا۔ بقول نعیم صدیقی صاحب ایک دن صبح صبح قاضی صاحب ان کے فلیٹ پر جا پہنچے دعا سلام کے بعد انتہائی تحکمانہ لہجے میں فرمایا۔ جماعت کا فلیٹ خالی کر و اور اگلے ماہ سے اشارات میں خود لکھا کروں گا اور سلام دعا کے بغیر ہی چلے گئے" ص182

نواز شریف سے روپوں کے بریف کیس

"ایک دفعہ کا ذکر مجھ سے محمد صلاح الدین صاحب (جسارت اور تکبیر کے ایڈیٹر) نے کیا جس کی تصدیق جناب الطاف حسن قریشی نے بھی کی۔ میاں محمد نواز شریف کی پہلی وزارت عظمٰی کے دوران ایک ملاقات کے سلسلے میں وزیر اعظم کے دفتر میں جناب صلاح الدین الطاف حسن قریشی اور غالباً مصطفٰی صادق داخل ہو رہے تھے تو وزیر اعظم کے دفتر سے قاضی حسین احمد پروفیسر خورشید اور جماعت کے ایک اور معروف راہنما باہر نکل رہے تھے نکلنے



والے تینوں حضرات کے ہاتھوں میں بڑے سائز کے بریف کیس تھے۔ صلاح الدین صاحب سے ملاقات میں نواز شریف نے بتایا کہ انہوں نے تینوں کو بہت بڑی رقم فراہم کی ہے" ص 150

یہ سب کچھ دیکھ کر مولانا مودودی صاحب نے جماعت اسلامی سے استعفٰی دے دیا۔ اس پر مودودی صاحب کی ہی قائم کردہ "اسلامی ریسرچ اکیڈمی" سے وابستہ جناب مصباح الاسلام فاروقی صاحب نے ایک پمفلٹ لکھ کر شائع کیا اور استعفٰی واپس لینے کی اپیل کی۔ اس اکیڈمی کے انتظامی سربراہ جناب منور حسن صاحب انہوں نے فی الفور فاروقی صاحب کی تنخواہ اور مراعات منقطع کر دیں اور ان کو مخاطب کر کے فرمایا اب تم اگر گھٹنوں کے بل چل کر بھی آئے تو کچھ نہیں ملے گا" ص140

جناب مودودی صاحب آپ نے کیا فرمایا تھا کہ اللہ میاں ہم بالغ ہو گئے ہیں۔ اب اپنے مجدد مہدی امتی نبی سب اپنے پاس رکھ۔ ہم جوان ہیں اپنا اچھا برا جانتے ہیں اگر بھیجے تو ہم نے کوئی نہیں ماننا۔ لو سرکار نہ مانو اب یہ "بالغ" "خدائی فوجدار" اپنے جوہر دکھاتے ہوئے غنڈہ گردی بھی کرتے ہیں۔ بریف کیس بھر بھر کر پیسے بھی بٹورتے ہیں۔ جھوٹی انکوائریاں ڈال کر مال بھی بناتے ہیں۔ پلاٹ بھی حاصل کرتے ہیں۔ اور تو اور خود آپ کو نکال باہر کرنے کی کھلم کھلا باتیں بھی کرتے ہیں۔ آپ پر بے دیدگی سے تنقید کرتے ہیں۔ آپ دلبرداشتہ ہو کر استعفٰی نہیں دیتے بلکہ آپ کو اتنا زچ کرتے ہیں کہ آپ ان سے دور چلے جانے میں عافیت ڈھونڈتے ہیں۔ یہ آپ کی جماعت اسلامی نہیں رہی۔ یہ آپ کے خدائی فوجدار نہیں رہے یہ منور حسن اور قاضی حسین احمد اور حافظ محمد ادریس کی ٹیم رہ گئی ہے۔ تو مولانا آپ کا ٹائی ٹینک بھی ڈوب گیا۔ کیونکہ آپ نے خدا کو ہی جواب دے دیا تھا۔ اگر ایسا نہیں ہے تو آپ بھی مسٹر ایمری کی طرح اپنا ٹائی ٹینک چھوڑ کر امریکی ساحل کی طرف ناکام و نامراد کیوں بھاگے؟





یاد رفتگاں

مکرم کریم اللہ زیروی صاحب

تحریر: حبیب الرحمٰن زیروی۔ ربوہ



نام: کریم اللہ زیروی والد: مکرم صوفی خدا بخش صاحب

تاریخ پیدائش: 20 مئی 1940ء تاریخ وفات: 4 جنوری 2023ء (واشنگٹن امریکہ)

مکرم صوفی خدا بخش صاحب نے 1928ء میں قادیان جا کر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ہاتھ پر بیعت کی توفیق پائی۔ آپ کا آبائی علاقہ زیرہ ضلع فیروز پور تھا۔ آپ کی والدہ کا نام امۃ الکریم صاحبہ تھا۔ آپ محترم بابو عبد الغنی صاحب انبالوی کی بیٹی تھیں۔

خاندان میں احمدیت

خاندان میں احمدیت ابا جان مکرم صوفی خدا بخش زیروی صاحب کے ذریعے آئی آپ نے 20 اگست 1928ء کو قادیان جا کر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر 17 سال کی عمر میں بیعت کر لی۔ ابا جان کی کوشش سے آپ کے والدین اور دونوں بھائی بھی احمدی ہو گئے۔ ابا جان کو کچھ عرصہ قادیان جامعہ احمدیہ میں بھی پڑھنے کا موقعہ ملا۔ آپ بتایا کرتے تھے کہ حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب اُن کے کلاس فیلو تھے۔ آپ محترم ثاقب زیروی صاحب کے والد حضرت حکیم اللہ بخش صاحبؓ رفیق حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ہمسایہ تھے۔ ان کے اثر کی وجہ سے احمدیت قبول کرنے کی توفیق ملی۔ مکرم کریم اللہ زیروی صاحب کی پیدائش 20 مئی 1940ء کو لاہور میں ہوئی۔ حضرت مصلح موعودؓ نے آپ کا نام ''کریم اللہ'' رکھا۔ ساڑھے چار سال کی عمر میں قرآن شریف ناظرہ مکمل کر لیا۔

2 آپ کے والد مکرم صوفی خدا بخش زیروی صاحب کو لاہور سے حفاظت مرکز کے لئے جانے والے پہلے قافلہ میں شمولیت کی توفیق ملی۔ آپ کا نام درویشان قادیان کی فہرست میں بھی شامل ہے۔ مکرم کریم اللہ صاحب کی ابتدائی تعلیم کا آغاز لاہور سے ہوا۔ ابھی آپ تیسری جماعت میں تھے کہ والد صاحب مکرم صوفی خدا بخش صاحب نے فوج کی ملازمت سے استعفیٰ دے کر حضرت مصلح موعودؓ کی تحریک پر لبیک کہتے ہوئے زندگی وقف کر کے مری سے ربوہ آ گئے۔ اس طرح باقی خاندان بھی ربوہ شفٹ ہو گیا۔

تعلیم۔

1957ء میں ایف ایس سی کرنے کے بعد دفتر پرائیویٹ سیکرٹری میں خدمت کی توفیق پائی اس دوران پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے نخلہ قیام کے دوران بھی آپ کو خدمت کا موقع ملا۔ ایم ایس سی میں داخلہ اور حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے کراچی یونیورسٹی میں ایم ایس سی کرنے کی توفیق پائی۔ بھائی کریم اللہ صاحب نے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے کو اپنے سارے حالات لکھ کر بھیج دیئے کہ خاکسار کے والد واقف زندگی ہیں اور فیس اور ہوسٹل کے دیگر اخراجات کا کوئی انتظام نہیں ہے۔ دو تین ہفتے ان کا کوئی جواب نہ آیا۔ فیس کے دن قریب آ گئے سخت پریشانی تھی کہ ایک دن اچانک ان کو پیغام ملا کہ ''کراچی کے امیر جماعت محترم شیخ رحمت اللہ صاحب سے ملیں۔'' ملاقات کرنے پر پوچھا گیا کہ کتنی رقم چاہئے ہوگی؟ انہوں نے بتایا کہ پچاس روپے ماہوار۔ انہوں نے اس رقم کا بندوبست کر دیا۔ اور پھر دو سال تک یہ رقم باقاعدگی سے انہیں ملتی رہی۔ اللہ تعالیٰ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے کے درجات بلند کرے اور بہترین اجر اس نیکی کا عطا فرمائے۔ آمین۔

1964ء میں آپ کو یونیورسٹی آف لوئیس ویل کینٹکی میں پی ایچ ڈی کے لئے فل برائٹ ہیز ایوارڈ اور ٹریول گرانٹ سے نوازا گیا۔ آپ کے سفر کے اخراجات کے لئے رقم کا انتظام حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحب رضی

اللہ عنہ نے فرمایا۔

1968ء میں پی ایچ ڈی مکمل کر کے پاکستان آ گئے۔ اور پشاور کی کونسل آف سائنٹفک اور انڈسٹریل ریسرچ لیبارٹری میں سینئر ریسرچ آفیسر کے عہدہ پر فائز رہے۔

1972ء میں آپ شیراز (ایران) کی ایک یونیورسٹی سے منسلک ہو گئے جہاں آپ کو اعلیٰ کارکردگی کے نتیجہ میں بین الاقوامی کینسر ریسرچ ٹیکنالوجی ٹرانسفر ایوارڈ سے نوازا گیا۔ ایران میں قیام کے دوران آپ کو حج کرنے کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔

1978ء میں آپ فیملی کے ساتھ امریکہ شفٹ ہو گئے اور یونیورسٹی آف لوئس ول میں بطور وزٹنگ سائنٹسٹ آپ کی تقرری ہوئی۔ بعد ازاں آپ کو کیلفورنیا اور ٹینیسی کی یونیورسٹیز میں بھی بطور ریسرچ سائنٹسٹ کام کا موقع ملا۔ 1982ء میں آپ نیوجرسی میں یونیورسٹی آف میڈیسن اینڈ ڈینٹسٹری میں کینسر پر ریسرچ کی اور اس موضوع پر تدریسی فرائض بھی سرانجام دیتے رہے۔ یہاں سے 1993ء میں بطور ایسوسی ایٹ پروفیسر ریٹائر ہوئے۔

جماعتی خدمات

مکرم کریم اللہ زیروی صاحب 2004ء تا 2014ء تک امریکہ کے رسالہ ''احمدیہ گزٹ'' اور مجلّہ ''النور'' کے ایڈیٹر رہے۔ آپ 1993ء تا 1999ء تک صدر انصار اللہ امریکہ رہے۔ اس دوران آپ نے ''رسالہ النحل امریکہ'' کے متعدد شمارے بھی شائع کئے۔ آپ امریکہ کے انگریزی رسالہ ''دی مسلم سن رائز'' کے ادارتی بورڈ کے ممبر بھی رہے۔

1998ء تا 2007ء تک آپ کو نیشنل سیکرٹری تعلیم کی حیثیت سے خدمات کی توفیق ملی۔ آپ کو اپنی مقامی جماعت نارتھ نیوجرسی میں مقامی عہدوں پر کام کرنے کے علاوہ احمدیہ مسلم میڈیکل ایسوسی ایشن اور احمدیہ مسلم سائنٹسٹ ایسوسی ایشن میں بھی خدمت کی توفیق ملی۔ آپ کی انگریزی تصنیف ''ویلکم ٹو احمدیت'' پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی داد اور دعا ملی۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے 2010ء میں آپ کو جامعہ احمدیہ کینیڈا کے شاہد وائیو ایگزامینیشن بورڈ کا ممبر مقرر فرمایا۔ آپ نے پندرہ کتب تصنیف کیں۔ اس



کے علاوہ آپ کے سینکڑوں مضامین اور دیگر سائنسی ریسرچ پیپرز بھی مختلف اخبارات و رسائل میں شائع ہوئے۔ آپ کو 1985ء سے 2017ء تک جلسہ سالانہ یوکے میں مسلسل شرکت کی توفیق ملتی رہی۔ آپ کو حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے 2022ء کے دورہ امریکہ میں واشنگٹن میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ سے بمع اہلیہ ملاقات کرنے اور دعا کے لئے عرض کی توفیق ملی۔ اس کا اظہار بہت خوشی سے فرماتے اور اسے اپنی سعادت جانتے تھے۔

شادی اور اولاد

آپ کی شادی مکرم ملک سیف الرحمٰن صاحب کی بیٹی امۃ اللطیف شوکت صاحبہ ایم ایس سی سے ہوئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے نکاح پڑھایا اور شادی میں شرکت فرمائی

آپ نے دو بہنیں اور دو بھائی اور تین بیٹے اور ایک بیٹی اور متعدد پوتے پوتیاں اور نواسا اپنے پیچھے یادگار چھوڑے ہیں۔

بھائی: 1۔ مکرم حبیب الرحمٰن زیروی صاحب (نائب ناظر دیوان ربوہ)

2۔ مکرم بشارت الرحمٰن زیروی صاحب (لندن)

بہنیں: 1۔ محترمہ امۃ الحفیظ عابدہ صاحبہ اہلیہ محترم حافظ مظفر احمد صاحب

محترمہ امۃ الرشید عابدہ صاحبہ اہلیہ محترم محمد اعظم صاحب اکسیر مربی سلسلہ

2۔ محترمہ امۃ العزیز عابدہ صاحبہ اہلیہ محترم انوار احمد انوار صاحب مربی سلسلہ



بیٹے: 1۔ مکرم ناصر محمود زیروی صاحب (امریکہ)

2۔ مکرم ڈاکٹر منیب احمد زیروی صاحب (امریکہ)



3۔ مکرم ڈاکٹر خالد محمود زیروی صاحب (امریکہ)

بیٹی: 1۔ مکرمہ ثمرۃ الٰہی صاحبہ (امریکہ)

آپ اپنی جوانی کی عمر میں ہی نظام وصیت میں شامل ہو گئے تھے۔آپ کی نماز جنازہ بیت الرحمٰن (میری لینڈ امریکہ) میں پڑھائی گئی اور تدفین ''مقبرہ موصیان'' واشنگٹن امریکہ میں ہوئی۔حضور دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب پر اپنا فضل فرمائے۔آمین۔

جزاکم اللہ احسن الجزاء والسلام

تاثرات بابت مکرم کریم اللہ زیروی صاحب (امریکہ)

آپ کی بھانجی مکرمہ ڈاکٹر امۃ الحی زاہدہ صاحبہ اہلیہ مکرم ڈاکٹر نعیم احمد صاحب (واقفِ زندگی۔گھانا) آپ کے بارہ میں لکھتی ہیں کہ: آپ مختلف عوارض میں مبتلا تھے اور پچھلے چند سالوں سے مستقل Dialysis پر تھے لیکن آپ کی وفات ہارٹ فیل ہونے کی وجہ سے ہوئی۔ہمارے نانا جان صوفی خدا بخش زیروی صاحب نے آپ کو قبل از پیدائش وقف کیا تھا۔آپ زندگی بھر اس کا اہل بننے کی مسلسل کوشش کرتے رہے۔

نصرت جہاں سکیم کے اجراء پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی خدمت میں آپ نے اپنے آپ کو پیش کیا۔جس پر حضور انور نے فرمایا کہ ابھی ہمیں اتنے پڑھے لکھے لوگوں کی ضرورت نہیں اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی بہترین جزاء عطاء فرمائے۔آپ جلسہ سالانہ یوکے میں شرکت کے لئے آتے اور ہم بھی گھانا سے جلسہ سالانہ یوکے پر جاتے تو ہم سے اور ہمارے بچوں سے جماعتی و تربیتی باتیں ہوتی تھیں۔آپ نے گھانا میں اپنی والدہ کی طرف سے مسجد تعمیر کروائی۔اور اپنے والد کے نام پر پانی کا کنواں بنوایا۔آپ کو تبلیغ کا بے حد شوق اور ملکہ تھا۔جہاں کہیں بھی آپ کو تبلیغ کا موقع ملتا وہاں آپ جماعت کا تعارف کرواتے اور ان کے سوالات کا جواب دیتے تھے۔گذشتہ سال اگست میں ہمیں بمع فیملی امریکہ جا کر آپ سے ملاقات اور عیادت کرنے کی توفیق ملی۔آپ اپنی بیماری کا صبر اور ہمت سے سامنا کرتے رہے۔آپ کو آخر تک جماعتی خدمت کی توفیق ملتی رہی۔آپ کی زندگی ہم سب بچوں کے لئے نیک نمونہ ہے۔آپ کے بھائی مکرم حبیب الرحمٰن زیروی صاحب (نائب ناظر دیوان ربوہ) لکھتے ہیں کہ: آپ نماز، روزہ کے پابند اور تہجد آخر تک باقاعدگی سے ادا کرتے رہے۔آپ خلافت کے سچے عاشق تھے۔آپ ہر نیا کام



شروع کرنے سے پہلے خلیفہء وقت سے راہنمائی حاصل کرتے اور دعا کے لئے کہتے۔اور جو ارشاد ہوتا اس پر پوری طرح پابندی کرتے تھے۔آپ اپنی فیملی کی بھرپور مالی مدد کے علاوہ دیگر غرباء اور مساکین کے وظائف بھی مقرر کئے ہوئے تھے۔لازمی چندہ جات کے علاوہ مختلف تحریکات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔آپ کو جماعتی خدمت کا جنون کی حد تک شوق تھا۔آخر تک صبح سے رات 11 بجے تک کمپیوٹر پر بیٹھے کام کرتے رہتے تھے۔آپ کی بنیادی فیلڈ تو سائنس کی تھی لیکن جماعتی خدمت کے لئے بچوں سے کمپیوٹر سیکھا، نیز قرآن اور حدیث کو سمجھنے کے لئے کچھ عربی زبان بھی سیکھی۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے سلسلہ کی کتب آپ کے زیر مطالعہ رہتی تھیں۔جب جلسہ سالانہ یوکے میں شرکت کرنے کے لئے آتے تو اپنے سامان میں چند کپڑوں کے علاوہ باقی سامان میں بک سٹال کے لئے کتب ہی ہوتی تھیں۔اسی طرح لندن قیام کے دوران ساؤتھ ہال سے کثیر تعداد میں قرآن، حدیث سے متعلقہ کتب اور مختلف ڈکشنریز خریدتے جو واپسی پر ساتھ لے جاتے۔



آپ کے بڑے بیٹے ناصر محمود زیروی صاحب ہیں:

ہمارے والد اور والدہ کا قیام میرے ساتھ رہا۔اس وجہ سے خاکسار کو ان کی بھرپور خدمت کی توفیق ملی۔آپ انتہائی محنتی تھے اور گھر کے کاموں میں بھرپور تحریر کرتے مدد فرماتے اور ہماری دینی تعلیم کی بھی نگرانی فرماتے تھے۔آپ نے اپنی بیماری ایام نہایت صبر اور شکر سے بسر ے۔آپ کے بیٹے ڈاکٹر منیب احمد زیروی صاحب تحریر کرتے ہیں: ہمارے ابا جان ایک متقی احمدی تھے۔پانچوں نمازیں اور تہجد باقاعدگی سے پڑھتے، قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہر رمضان میں روزے رکھتے تھے اور اکثر مسجد میں اعتکاف بیٹھتے تھے۔آپ کو ہماری بہترین تربیت اور تعلیم دلوانے کی توفیق ملی۔آپ ہمیشہ ہمیں خلافت سے زندہ تعلق رکھنے اور دعا

کے خط تحریر کرنے کی تلقین کرتے رہتے تھے۔آپ کی بہن مکرمہ امۃ الرشید عابدہ صاحبہ اہلیہ محمد اعظم اکسیر صاحب تحریر کرتی ہیں: بھائی جان نے والدین کی خدمت کی بھرپور توفیق پائی۔سب بہن بھائیوں سے بہت پیار محبت سے پیش آتے۔سب کا خیال رکھتے اور سب کو اعلیٰ تعلیم دلوانے میں ان کا نمایاں کردار ہے۔۔

سیدنا حضور انور ایدہ اللہ کی جانب سے خطبہ جمعہ میں ذکر خیر

سیدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 22 جنوری 2023ء کے خطبہ جمعہ میں آپ کا ذکر خیر کرتے ہوئے فرمایا۔

''دو اور مخلصین کے ذکر، جنازے بھی ہیں جن میں سے ایک ڈاکٹر کریم اللہ زیروی صاحب ہیں جو صوفی خدابخش زیروی صاحب کے بیٹے تھے۔ یہ امریکہ میں رہتے تھے۔ چار جنوری کو ان کی تراسی سال کی عمر میں وفات ہوئی۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔

ان کے والد صوفی خدابخش صاحب نے سترہ سال کی عمر میں 1928ء میں قادیان جا کر خلیفہ ثانی کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔کریم اللہ زیروی صاحب حضرت ملک سیف الرحمٰن صاحب کے داماد بھی تھے۔بڑے علمی آدمی تھے۔ بعض کتب بھی انہوں نے لکھی ہیں۔جماعتی خدمت کی بھی انہیں بہت توفیق ملی ہے۔اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

دوسرا جنازہ

زیروی صاحب کی اہلیہ امۃ اللطیف زیروی صاحبہ کا ہے جو کریم اللہ زیروی صاحب کی اہلیہ تھیں۔ امریکہ میں رہتی تھیں اور ملک سیف الرحمٰن صاحب کی یہ بیٹی تھیں۔ یہ 6/جنوری کو اپنے میاں کی وفات کے دو دن بعد اٹھہتر سال کی عمر میں وفات پا گئیں۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

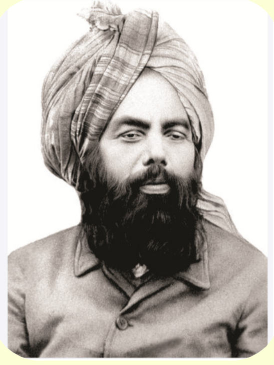
مرحومہ موصیہ تھیں اور جیسا کہ میں نے کہا ملک سیف الرحمٰن صاحب کی بیٹی تھیں۔ان کی والدہ کا نام امۃ الرشید شوکت تھا جو رسالہ مصباح ربوہ کی مدیر رہی ہیں۔ ان کی پیدائش قادیان کی ہے۔ بڑا علمی ذوق رکھنے والی خاتون تھیں۔ پڑھی لکھی تھیں۔ ایم ایس سی کیا ہوا تھا۔ جماعتی خدمات کی بھی ان کو توفیق ملی۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ سے بھی مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

ان کے بھائی ملک مجیب الرحمٰن صاحب اپنی بہن اور بہنوئی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ بہت محبت کرنے والا جوڑا تھا۔ انہوں نے بہت مشقتیں برداشت کیں لیکن کبھی کسی چیز کے بارے میں کوئی شکایت نہیں کی۔ میں نے انہیں کبھی کسی کے بارے میں کوئی منفی گفتگو کرتے نہیں دیکھا۔ دونوں علم کے گہرے سمندر تھے۔زندگی کے آخری لمحات تک ہر کسی کے ساتھ محبت کرنے والے، ان کی ضروریات کا خیال رکھنے اور بے پناہ پیار و محبت کرنے والے تھے۔ ماشاء اللہ بڑی بھرپور اور بہترین زندگی گزاری۔ اپنے معاشرہ اور ماحول میں دوسروں پر نہایت مثبت اثر ڈالنے والے اور اچھا اثر و رسوخ رکھنے والے بزرگ انسان تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

(بحوالہ خطبہ جمعہ 22 جنوری 2023ء)



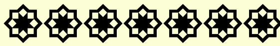
اللہ تعالیٰ مومن سے دوست کا واسطہ رکھتا ہے



حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

''یہ مت خیال کرو کہ خدا تمہیں ضائع کردے گا۔تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا۔خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھے گا اور پھولے گا اور ہر ایک طرف سے اس کی شاخیں نکلیں گی اور ایک بڑا درخت ہو جائے گا۔ پس مبارک وہ جو خدا کی بات پر ایمان رکھے اور درمیان میں آنے والے ابتلاؤں سے نہ ڈرے۔''

(رسالہ الوصیت، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 309)





تجربات جو ہیں امانت حیات کی

ثاقب زیروی

غالباً 16 ستمبر 1948ء کو حضرت مولانا جلال الدین شمس نوره الله مرقده نے ''مشاورتی مجلس'' میں جماعت ہائے احمدیہ پاکستان کے نئے مرکز کا نام ربوہ تجویز کیا جس کے بعد 25 ستمبر کو امام جماعت احمدیہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد کی قیادت میں اکابر جماعت کے ایک قافلہ نے ربوہ کا افتتاحی دورہ کیا جس کے چند ہفتے بعد ربوہ ہی میں حضور نے پریس کانفرنس سے خطاب فرمایا جس میں درج ذیل مقتدر صحافیوں نے شرکت کی۔

مولانا عبدالمجید سالک مدیر انقلاب، فیض احمد فیض ایڈیٹر پاکستان ٹائمز، باری علیگ پی آئی ایس، عبداللہ بٹ (برٹش انفارمیشن سروس)، جمیل الزمان (سول اینڈ ملٹری گزٹ)، صدیقی صاحب نمائندہ سٹار، میں محمد شفیع (عرف م۔ش)، پروفیسر محمد سرور (ہفتہ وار آفاق)، بشیر احمد (سفینہ)، صالح محمد صدیق (مغربی پاکستان) اور سردار فضلی (روزنامہ احسان) وغیرہم۔ انہی دنوں میں گورنر پنجاب سر فرانسس موڈی نے جوہر آباد کا سنگِ بنیاد رکھا۔

لاہور میں انہی دنوں قندیل اور چٹان کے علاوہ ایک بڑا ہی ثقہ ہفت نامہ آفاق بھی شائع ہوتا تھا جو سنجیدہ حلقوں میں کافی معروف و مقبول تھا۔ اس کے ادارۂ تحریر میں پروفیسر سرور جامعی۔ میاں محمد شفیع (م۔ش) اور چودھری علی محمد خادم شامل تھے۔ ڈاکٹر تاثیر مرحوم اس میں ہفتہ وار ڈائری لکھا کرتے تھے۔ اپنی ایک ڈائری میں انہوں نے لکھا کہ: ''گزشتہ ہفتہ جوہر آباد کا سنگ بنیاد گورنر موڈی نے رکھا ہے اور انہی دنوں میں مرزا بشیر الدین محمود احمد نے جماعت ہائے احمدیہ پاکستان کے نئے مرکز کا افتتاح کیا ہے۔ دیکھیں ان دونوں شہروں میں سے کون سا پہلا آباد ہوتا ہے۔''

حضور کی نگاہوں سے یہ ڈائری گزری تو مجھے بلوایا اور فرمایا۔ ''ابھی جا کر تاثیر صاحب سے کہہ آؤ کہ ربوہ پہلے آباد ہوگا' اور ہوا بھی۔ چند ہی دنوں می وہاں کچے دفاتر اور مکانوں کی تعمیر شروع ہوگئی اور چند ہی ماہ میں تمام مرکزی دفاتر اور جماعت کے امام تک ان کچے مکانوں میں منتقل ہو گئے اور اب تو بفضلہٖ تعالیٰ ربوہ ایک پختہ شہر ہے اس میں جا بجا سایہ دار اور پھلدار درخت ہیں۔ سبزہ بنجر قدیم زمین کے کلر کو کھا گیا ہے ایک عظیم ہسپتال ہے ریلوے سٹیشن ہے، تھانہ ہے، ٹاؤن کمیٹی ہے اور ریذیڈنٹ مجسٹریٹ بھی، لڑکوں اور لڑکیوں کے کالج اور ہائی سکول ہیں، ایک وسیع و عریض ''دار الضیافت'' کے علاوہ پانچ فائیو سٹار ہوٹلوں جیسے مہمان خانے ہیں عظیم الشان خلافت لائبریری ہے، نیز صدر انجمن احمدیہ اور تحریک جدید کے سیکرٹریٹ ہیں۔ بیرونی ممالک کے لئے مبلغین تیار کرنے کا تعلیمی ادارہ جامعہ احمدیہ ہے۔ دسیوں تعلیمی و تربیتی ادارے ہیں۔ ربوہ سے روزنامہ الفضل کے علاوہ ماہنامہ خالد، ماہنامہ انصار اللہ، ماہنامہ مصباح، ماہنامہ تشحیذ الاذہان اور ماہنامہ تحریک جدید شائع ہوتے ہیں نیز عالمگیر جماعت احمدیہ مرکز ہونے کہ وجہ سے ربوہ کو بین الاقوامی نوعیت کی شہرت وعظمت حاصل ہے۔

ہفتہ وار آفاق کا ذکر چھڑا ہے تو شاید یہ بات بے محل نہ ہو کہ ایک دن جناب م۔ش نے مجھ سے ''آفاق'' کی امداد کے لئے کہا تو میں نے عرض کیا کہ

''ایسا دو ہی طریقوں سے ہوسکتا ہے، اوّل یہ کہ میں گاہے گاہے اس کے لئے مضمون لکھا کروں۔ جو لکھتا رہتا ہوں دوسرے یہ کہ اپنے حلقہ احباب میں اس کی خریداری کی تلقین کروں جس کے لئے تیار ہوں اور کرتا بھی رہتا ہوں۔''

''رہی بات جماعت کی! اوّل تو ایک مذہبی جماعت کو ایک سیاسی پرچے سے کیا رغبت ہوسکتی ہے۔ ویسے بھی لُٹی کھٹی جماعت پر ایک بھرے شہر کی آبادی

وآبادکاری کا بوجھ اور سربراہ جماعت کی ساری توجہ ان دنوں ربوہ آباد کرنے پر مرتکز ہے۔''

اس کے بعد ربوہ کی آبادی وآبادکاری کی باتیں ہوتی رہیں جن کے آخر میں طے پایا کہ مَیں وقت لے لوں تو کسی دن امام جماعت احمدیہ کی خدمت میں حاضر ہوا جائے۔ ربوہ ہی کے بارے میں چند وضاحتیں مطلوب ہیں چنانچہ مقررہ دن کو ہم شام کے وقت ربوہ پہنچ گئے پروفیسر سرور جامعی، جناب م۔ش اور مَیں۔ حضور کو اطلاع ہوئی تو فرمایا کھانے پر ملاقات ہوگی

لاہور سے ربوہ تک کے سفر میں اپنے دونوں ہمسفروں سے مَیں بیرونی مشنوں کی ورکنگ اور ''تحریک جدید'' کے مطالبات کے بارے میں گفتگو کرتا آیا تھا کہ تحریک جدید نے ساری جماعت کی زندگیوں کا رُخ سادہ زندگی، سادہ لباس اور سادہ خوراک کی طرف موڑ دیا ہے۔ رات کو کھانے پر حاضر ہوئے۔ فرشی دسترخوان بچھا مگر میرے دونوں ساتھی یہ دیکھ کر حیران ہو گئے کہ دسترخوان پر دو میٹھی ڈشوں کے علاوہ چار سالن اُتارے گئے۔ جب کہ مَیں راستے بھر انہیں یہ بتاتا آیا تھا کہ ہم اکثر وبیشتر صرف ایک ہی سالن پر اکتفا کرتے ہیں سوائے اس کے کہ کوئی ایسا مہمان آجائے جس کے لئے کچھ تکلّف کرنا پڑے۔ ایسی صورت میں میٹھی ڈش کی بھی اجازت ہے۔ دسترخوان پر نگاہ ڈالتے ہی پروفیسر صاحب نے م۔ش کو اور م۔ش صاحب نے میری طرف دیکھا اُن نگاہوں سے جو کہہ رہی تھیں۔ جناب یہ کیا ہے؟ آپ تو راستے بھر ایک کھانے کا ذکر کرتے آئے ہیں اور یہاں چار چار سالن دسترخوان پر موجود ہیں کیا ''تحریک جدید'' کے مطالبات آپ کے امام پر لاگو نہیں ہیں؟

شاید حضور نے ہمارا یہ ایک دوسرے کی طرف طنز بھری نگاہوں سے دیکھنا بھانپ لیا تھا مگر چپ رہے۔ کھانا ختم ہونے کے بعد جب مختلف باتیں شروع ہوئیں تو حضور نے باتوں باتوں میں فرمایا:

''اسلام کا ہر حکم اپنے اندر ایک خاص اہمیت اور افادیت رکھتا ہے۔

(تجربات جو ہیں امانت حیات کی صفحہ 163 تا 166)



قرآنی آیات سے پیٹرول میں برکت

ناصر عابدی، کینیڈا

پیٹرول کی بڑھتی ہوئی قیمتوں سے پوری دنیا ہی پریشان ہے۔ پاکستان زیادہ مشکل صورت حال میں ہے کیوں کہ پیٹرول خریدنے کے لئے ادائیگی ڈالر میں کرنی پڑتی ہے اور ڈالر کے ذخائر تیزی سے گرتے جا رہے ہیں۔

ڈالر کے ذخائر اس لیے کم ہو رہے ہیں کہ آپ کی برآمدات کم ہیں اور درآمدات زیادہ۔ اس کو تجارتی خسارہ بھی کہتے ہیں۔ ایک عام آدمی کے لئے اتنا ہی جاننا کافی ہے۔

لیکن ہم نے اس کا علاج یہ نکالا کہ سات مرتبہ سورت الکوثر پڑھ کر پیٹرول ڈلوایا جائے تو اس میں تیس فیصد تک کی بچت ہو جاتی ہے۔ ایسا رب کریم کے کلام کی برکت کی وجہ سے ہوتا ہے۔ ایک مذہبی رہنما کو یہ گفتگو کرتے ہوئے ویڈیو میں دیکھا جا سکتا ہے جو آج کل سماجی رابطے کی ویب سائٹ پر مشہور ہو رہی ہے۔

وہ قرآن جو بنی نوع انسان کی اعلی اخلاقی تعلیم کے لئے نازل ہوا تھا، وہ اب پیٹرول میں برکت، کاروبار میں ترقی، لڑکی کی رخصتی، کرونا وبا کے علاج اور ان جیسی کئی اور عام چیزوں کے ٹوٹکے کے لئے وقف ہو گیا ہے۔

قرآن کریم کی اصل روح اور مقصد کہیں گم ہو گیا ہے جس کو شاید حضرت بہلول رحمت اللہ علیہ اور جنید بغدادی رحمت اللہ علیہ کے درمیان اس مکالمے سے سمجھا جا سکتا ہے۔

شیخ جنید بغدادی بغداد سے سیر کے لیے نکلے۔ اس کے شاگرد اس کے پیچھے چل پڑے۔ شیخ نے پوچھا بہلول کیسا ہے؟ انہوں نے جواب دیا، ”یہ ایک پاگل آدمی ہے، آپ کو اس سے کیا ضرورت ہے؟“

”اسے ڈھونڈو کیونکہ مجھے اس کی ضرورت ہے۔“

طالب علموں نے بہلول کو تلاش کیا اور اسے صحرا میں پایا۔ وہ شیخ جنید کو بہلول کے پاس لے گئے۔

شیخ نے سلام کیا۔ بہلول نے جواب دیا اور پوچھا تم کون ہو؟

"میں جنید بغدادی ہوں۔"

"کیا آپ شیخ بغدادی ہیں جو لوگوں کو روحانی ہدایات دیتے ہیں؟"

"جی ہاں!" "کیا تم کھانا بھی جانتے ہو؟"

"میں بسم اللہ (اللہ کے نام سے) کہتا ہوں۔ میں اپنے سامنے سے کھاتا ہوں، میں چھوٹے چھوٹے نوالے لیتا ہوں، انہیں اپنے منہ کے دائیں طرف رکھتا ہوں، اور آہستہ آہستہ چباتا ہوں۔ میں دوسروں کے نوالوں کو نہیں دیکھتا۔ کھانا کھاتے ہوئے اللہ کو یاد کرتا ہوں۔ میں جو بھی لقمہ کھاتا ہوں، الحمدللہ کہتا ہوں۔ میں کھانے سے پہلے اور بعد میں اپنے ہاتھ دھوتا ہوں۔"

بہلول کھڑا ہوا اور کہا کہ آپ دنیا کے روحانی استاد بننا چاہتے ہیں لیکن آپ کو کھانا بھی نہیں آتا۔ یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔

شیخ کے شاگردوں نے کہا: اے شیخ! وہ ایک پاگل شخص ہے۔"

جنید بغدادی نے کہا نہیں۔ بہلول کی ان باتوں میں کوئی راز ہے اور وہ بہلول کے پیچھے پیچھے چلنا شروع ہو گیا۔

بہلول جب ایک ویران عمارت میں پہنچا تو بیٹھ گیا۔ جنید اس کے قریب آیا۔ بہلول نے پوچھا تم کون ہو؟

"شیخ بغدادی جو کھانا پینا بھی نہیں جانتا۔"

"آپ کو کھانا نہیں آتا، لیکن کیا آپ بات کرنا جانتے ہیں؟"

"جی ہاں۔" "کیسی بات کرتے ہو؟"

"میں اعتدال اور نقطہ نظر سے بات کرتا ہوں۔ میں کبھی کبھار یا بہت زیادہ نہیں بولتا۔ میں بولتا ہوں تاکہ سننے والے سمجھ سکیں۔ میں دنیا والوں کو اللہ اور رسول کی طرف بلاتا ہوں۔ میں اتنی زیادہ بات نہیں کرتا کہ لوگ اکتا جائیں۔ مجھے باطنی اور ظاہری علم کی گہرائی کا خیال ہے۔"

"کھانا بھول جاؤ، تمہیں بات کرنا بھی نہیں آتا۔" بہلول کھڑا ہوا، اپنا لباس شیخ پر جھاڑ کر چلا گیا۔

طلباء نے کہا: اے شیخ! آپ نے دیکھا، وہ ایک پاگل شخص ہے۔ آپ ایک پاگل سے کیا امید رکھتے ہیں!" "مجھے اس کی ضرورت ہے۔ تم نہیں جانتے۔"

وہ پھر بہلول کے پیچھے چلا یہاں تک کہ اس کے پاس پہنچا۔ بہلول نے پوچھا تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟ تم جو کھانے اور بولنے کے آداب نہیں جانتے، کیا تم سونا جانتے ہو؟

"ہاں میں جانتا ہوں۔" "تم کیسے سوتے ہو؟" "جب میں نماز عشاء اور دعاؤں سے فارغ ہوتا ہوں تو میں اپنے سونے کے کپڑے پہن لیتا ہوں۔" پھر سونے کے وہ آداب بیان کیے جو اہل دین نے ان تک پہنچائے تھے۔ "میں سمجھتا ہوں کہ تم سونا بھی نہیں جانتے۔" بہلول نے اٹھنا چاہا لیکن جنید نے اس کی چادر پکڑی اور کہا: اے بہلول! میں نہیں جانتا، تم اللہ کے لیے مجھے سکھا دو۔

"جنید آپ جان لیں کہ آپ نے جو کچھ بھی بیان کیا وہ ثانوی ہے۔ کھانا کھانے کے پیچھے حقیقت یہ ہے کہ آپ حلال لقمہ کھائیں۔ اگر اسی طرح حرام کھانا سو آداب کے ساتھ کھاؤ تو یہ تمہیں کوئی فائدہ نہیں دے گا بلکہ دل کالا کرنے کا سبب بنے گا۔

بہلول نے آگے کہا، "بات شروع کرنے سے پہلے دل صاف ہونا چاہیے اور نیت اچھی ہونی چاہیے۔ اور آپ کی گفتگو اللہ کو راضی کرنے کے لیے ہونی چاہیے۔ اگر یہ کسی دنیاوی یا فضول کام کے لیے ہے تو آپ جس طرح بھی اظہار خیال کریں، وہ آپ کے لیے مصیبت بن جائے گا۔ اس لیے خاموشی اور سکوت ہی بہتر رہے گا۔

جنید تم نے سونے کے بارے میں جو کچھ بھی کہا اور جو بھی آیتیں تم پڑھتے ہو، اس کی بھی ثانوی اہمیت ہے۔

سونے کی اصل حقیقت یہ ہے کہ سونے سے پہلے تمہارا دل کسی بھی دوسرے انسان سے دشمنی، حسد اور نفرت سے پاک ہو۔ تیرا دل دنیا یا دنیاوی مال کی لالچ نہ کرے۔"

کاش ہم بھی قرآن کی بنیادی تعلیمات اور پیغام تک پہنچنے کی کوشش کریں جس کی نشاندہی پروین شاکر نے بہت پہلے کر دی تھی،

اے مری گل زمیں تجھے چاہ تھی اک کتاب کی
اہل کتاب نے مگر کیا ترا حال کر دیا



منہ کو لگام دو ورنہ ان دنوں کو رو رو کر یاد کرو گے

خدائے تعالیٰ تمہیں شرمندہ کرے گا اور تمہارے پردوں کو پھاڑ دے گا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دو انذاری پیشگوئیوں کے مصداق بننے والے دو اہل حدیث عالم دین کی دست و گریبان ہونے اور شرمندگی کی عبرتناک داستان

(تحریر ذوالکفل اصغر علی بھٹی)

یہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کی بد دعا کا نتیجہ نہیں بلکہ یہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کی توہین کی سزا ہے

گزشتہ دنوں پاکستان کے دو دیوبندی اور اہل حدیث عالم دین کے درمیان جھگڑا شروع ہوا تو بات تحریری معرکہ آرائی تک جا پہنچی۔ دیوبندی عالم دین جناب مفتی رب نواز صاحب نے اپنے اور فریق مخالف یعنی زبیر علی زئی صاحب کے اس جھگڑے کو مجلہ صفدر کی فروری 2019 کی اشاعت میں بعنوان ''زبیر علی زئی کا تعاقب۔۔ ایک صفحہ کی جوابی کاوش کا تحقیقی جائزہ'' شائع کر دیا یہ مضمون ص 42 سے 50 تک پھیلا ہوا ہے۔ آپ مضمون کا آغاز کرتے ہوئے غیر مقلدین کی زبان میں اپنے فرقہ کا تعارف یوں کرواتے ہیں

''آل دیوبند کے پاس آخر ہے کیا ؟ جھوٹی باتیں، اکاذیب، افتراءات، مغالطات اور وحید الزماں حیدر آبادی (متروک) عنایت اللہ گجراتی (ضال مضل) اور فیض عالم صدیقی (ناصبی) وغیرہم کے متروک و شاذ حوالے۔ بس ایسی حرکتوں اور چالوں کے ذریعہ سے آل دیوبند اپنی ڈوبتی ہوئی کشتی کو بچانا چاہتے ہیں واللہ من ورائھم محیط ''

اور جواب میں اپنا اور اہل حدیث کا تعارف درج کرتے ہیں

''علمائے دیوبند کی کشتی کو کوئی خطرہ نہیں۔۔ اس کے برعکس غیر مقلدین کا اعتراف ہے کہ اُن کی کشتی کب کی ڈوب چکی اور وہ دینی اور دنیاوی ہر اعتبار سے پستی کے سمندر کی اتھاہ گہرائیوں میں جا گرے ہیں۔ چنانچہ جناب اعیان احمد صاحب کراچی لکھتے ہیں محترم آپ نے کبھی غور فرمایا ہے کہ'' آج اہل حدیث جس پستی اور زوال کا شکار ہیں وہ اپنی مثال آپ ہے ۔ ایمانی، اخلاقی، دینی اور دنیاوی ہر اعتبار سے یہ جماعت تباہی کے آخری درجہ میں پہنچ چکی ہے''۔ (صحیفہ اہل حدیث 16 ذوالحجہ 1389 ص 16) عبد العزیز سابق سیکرٹری اہل حدیث ہند لکھتے ہیں'' آج جماعت اہل حدیث ایک جسم بلا روح رہ گئی ہے۔ بلکہ جسم کہتے ہوئے بھی قلم رکتا ہے۔ آج ہم میں تفرق و تشت کی یہ حالت ہے کہ شائد ہی کسی جماعت میں اس قدر اختلاف و افتراق ہو۔ مذہبی احساسات وعقائد کی پختگی کا عشر عشیر بھی نظر نہیں آتا''

(فیصلہ مکہ ص 4 مشمولہ رسائل اہل حدیث جلد اول)

ابوبکر غزنوی غیر مقلد لکھتے ہیں'' مجھے معاً مولانا آزاد کا اہل حدیث کے بارے میں وہ فقرہ یاد آ گیا ان پتھروں کو اگر میں ہزار برس بھی تراشتا رہوں تو ان سے انسان کا بچہ تو میں پیدا نہیں کر سکتا'' (فاران سلور جوبل نمبر 1986 ص 219 بحوالہ مقدمہ رسائل اہل حدیث 1 / 113) داود غزنوی صاحب غیر مقلد کہتے ہیں'' جماعت اہل حدیث کو حضرت امام ابوحنیفہؒ کی روحانی بد دعا لے کر بیٹھ گئی''۔ (مولانا داود غزنوی ص 136)

ان حوالہ جات سے معلوم ہو گیا ہے کہ غیر مقلدین کس قدر پستی میں جا گرے اور ان کی کشتی ڈوب کر کس قدر گہرائیوں میں جا پہنچی ہے''

(مجلہ صفدر فروری 2019 شمارہ 96 مظہر یہ دار المطالعہ سومرو بنیاد محمد سرفراز خان صفدر ص 42 تا 50)

یہ مجلہ نظر سے گزرا تو ریکارڈ کی درستی کے لئے چند سطریں لکھنا مناسب سمجھا کہ اہل حدیث کو حضرت امام ابوحنیفہؒ کی بد دعا نہیں لے بیٹھی بلکہ ان کی کشتی کو امام الزماں مہدی دوراں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی گستاخی لے ڈوبی۔ مولوی محمد حسین بٹالوی اور مولوی ثناء اللہ امرتسری اہل حدیث کے وکیل اور spoks man بن کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقابل آئے اور دونوں نے گستاخی میں ہر حد کو عبور کیا۔ آخر کار دونوں ہی حضرت مسیح موعود کی مندرجہ

ذیل دو پیشگوئیوں کا مصداق بن کر آپس میں لڑ پڑے اور دونوں نے ایک دوسرے کو بے لباس کرتے ہوئے ایک دوسرے کی ستاری کے پردے پھاڑ دیئے۔ **فاعتبروا یا اولی الابصار**

مولوی محمد حسین بٹالوی اور مولوی ثناء اللہ امرتسری صاحبان کا شمار جماعت احمدیہ کے اول المخالفین میں کیا جا ہے۔ مخالفت میں کئی لحاظ سے دوسرے مخالفین کے مقابل آپ کو گویا یک گونہ امتیاز حاصل تھا۔ جیسے بٹالوی صاحب تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بچپن کے دوست اور آپ کو بچپن سے جانتے تھے،

جیسا کہ آپ خود لکھتے ہیں ”مولف ”براہین احمدیہ“ کے حالات وخیالات سے جس قدر ہم واقف ہیں ہمارے معاصرین سے ایسے واقف کم نکلیں گے۔ مئولف صاحب ہمارے ہم وطن ہیں بلکہ اوائل عمر کے (جب ہم قطبی و شرح ملا پڑھتے تھے) ہمارے ہم مکتب اس زمانہ سے آج تک ہم میں ان میں خطو کتابت و ملاقات و مراسلت جاری رہی ہے اس لئے ہمارا یہ کہنا کہ ہم ان کے حالات وخیالات سے بہت واقف ہیں مبالغہ قرار نہ دیئے جانے کے لائق ہے

(اشاعۃ السنۃ صفحہ 176 شمارہ نمبر 6 جلد نمبر 7)

(بحوالہ تاریخ ختم نبوت صفحہ نمبر 51 مصنفہ ابن انیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی ناشر رئیس الاحرار اکادمی فیصل اباد)

آپ لوگوں کے شہر بٹالہ اور امرتسر بھی قادیان سے زیادہ دور نہ تھے۔ تمام تر دعاوی اور الہامات، جماعتی ترقیات اور خدائی تائیدات پر پوری طرح اطلاع تھی اور پھر دل کے نہاں خانے میں کہیں نہ کہیں آپؑ کی صداقت اور روحانیت کے معترف بھی تھے۔ مولوی ثناء اللہ امرتسری ان دنوں بٹالہ سے قادیان بشوق زیارت پا پیادہ آئے۔

(رسالہ تاریخ مرزا صفحہ 53 بحوالہ الفضل 22 مارچ 1945 جلد نمبر 33 شمارہ نمبر 69 صفحہ نمبر 3)

اور بٹالوی صاحب ایک جگہ خود لکھتے ہیں ”مرزائی فرقہ آریہ، عیسائی، وغیرہ مخالفین اسلام کے مقابلے کے لئے ایسا سرگرم ہے کہ ان کا ایک وکیل لندن میں بیٹھ کر لارڈ ہیڈلے جیسے عیسائیوں کو مسلمان بنا رہا ہے جس کا ذکر مولوی ثناء اللہ کے اخبار میں بھی ہوا ہے“

(اشاعۃ السنہ جلد 23 شمارہ نمبر 5 صفحہ نمبر 163)

قصہ مختصر یہ کہ جو دل میں تھا زبان اس کا ساتھ نہیں دیتی تھی اس لئے جب بھی مقابلہ یا مناظرہ یا مباہلہ کی بات ہوتی تو کوئی نہ کوئی غیر ضروری شرط لگا کر دامن بچا کر نکل لیتے مگر قلم کی دنیا میں حقارت وتکبر سے لے کر جھوٹ کی نجاست تک مخالفت کی ہر صنف کا سہارا لینا اپنا ایمان سمجھتے تھے۔

مخالفت میں اس حد تک چلے گئے کہ مولوی ثناء اللہ امرتسری صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مخالفت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقابل پر آریہ دھرم کی* اور مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب عیسائیوں تک کی مدد کرنے جا پہنچے۔

(مولوی عبدالعزیز صاحب اہل حدیث مولوی ثناء اللہ صاحب کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں ”آپ نے دہرم بھکشو آریہ مناظرہ کو جب مرزائیوں سے مناظرہ تھا آپ نے اپنی کتابوں سے آریہ کی امداد کی اس سے آپ آریہ کیوں نہیں؟ کتاب ”فیصلہ مکہ“ جسے مولوی عبدالعزیز سیکرٹری جمیعۃ مرکزیہ اہل حدیث ہند لاہور نے شائع کیا صفحہ نمبر 36)

خدا تعالیٰ تمہیں شرمندہ کرے گا اور تمہاری ستاری کے پردوں کو پھاڑ دے گا

ایسے علماء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدا تعالیٰ کا خوف دلاتے ہوئے بار بار متنبہ کرتے ہوئے فرمایا

اے شک کرنے والو! آسمانی فیصلہ کی طرف آ جاؤ اے بزرگو! اے مولویو! اے قوم کے منتخب لوگو! خدا تعالیٰ آپ لوگوں کی آنکھیں کھولے غیظ اور غضب میں آکر حد سے مت بڑھو۔ میری اس کتاب کے دونوں حِصّوں کو غور سے پڑھو کہ ان میں نور اور ہدایت ہے۔ خدائے تعالیٰ سے ڈرو اور اپنی زبانوں کو تکفیر سے تھام لو۔ خدائے تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں ایک مسلمان ہوں۔ **اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ و ملٰئکتِہٖ و کُتُبِہٖ ورُسُلِہٖ والبعث بعد الموت واشھد ان لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شریک لہ واشھد ان محمّدًا عبدہٗ ورسولہ فاتقوا اللہ ولا تقولوا لست مُسلماً واتقوا الملک الذی الیہ ترجعون**۔ اور اگر اب بھی اس کتاب کے پڑھنے کے بعد شک ہے تو آؤ آزما لو خدا کس کے ساتھ ہے۔ اے میرے مخالف الرائے مولویو اور صوفیو! اور سجادہ نشینو!!! جو مُکَفِّر اور مُکَذِّب ہو مجھے یقین دلایا گیا ہے کہ اگر آپ

لوگ مل جل کر یا ایک ایک آپ میں سے اُن آسمانی نشانوں میں میرا مقابلہ کرنا چاہیں جو اولیاء الرحمٰن کے لازم حال ہوا کرتے ہیں تو خدائے تعالیٰ تمہیں شرمندہ کرے گا اور تمہارے پردوں کو پھاڑ دے گا اور اس وقت تم دیکھو گے کہ وہ میرے ساتھ ہے۔ کیا کوئی تم میں ہے؟ کہ

اس آزمائش کے لئے میدان میں آوے اور عام اعلان اخباروں کے ذریعہ سے دے کر ان تعلقات قبولیت میں جو میرا رب میرے ساتھ رکھتا ہے اپنے تعلقات کا موازنہ کرے یاد رکھو کہ خدا صادقوں کا مددگار ہے وہ اسی کی مدد کرے گا جس کو وہ سچا جانتا ہے چالاکیوں سے باز آجاؤ کہ وہ نزدیک ہے۔ کیا تم اس سے لڑو گے؟ کیا کوئی متکبرانہ اچھلنے سے درحقیقت اونچا ہو سکتا ہے کیا صرف زبان کی تیزیوں سے سچائی کو کاٹ دو گے اس ذات سے ڈرو جس کا غضب سب غضبوں سے بڑھ کر ہے''

(ازالہ اوہام حصہ اول روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 102)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام وکیل اہل حدیث جناب مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب کی شوخیوں اور گستاخیوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں

''ناظرین!! انصافاً کہو کہ یہ کیسے سفلہ پن کی باتیں ہیں میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس زمانہ کے مہذّب ڈوم اور نقال بھی تھوڑا بہت حیا کو کام میں لاتے ہیں اور پشتوں کے سفلے بھی ایسا کمینگی اور شیخی سے بھرا ہوا تکبر اپنے حقیقت شناس کے سامنے زبان پر نہیں لاتے۔۔۔ بٹالوی کی شوخیاں انتہاء کو پہنچ گئی ہیں۔ اور اس کی کھوپڑی میں ایک کیڑا ہے جس کو ضرور ایک دن خدائے تعالیٰ نکال دے گا افسوس کہ آج کل ہمارے مخالفوں کا جھوٹ اور بہتانوں پر ہی گذارہ ہے اور فرعونی رنگ کے تکبر سے اپنی عزت بنانی چاہتے ہیں۔۔ میں نادم ہوں کہ نا اہل حریف کے مقابلہ نے کسی قدر مجھے درشت الفاظ پر مجبور کیا ورنہ میری فطرت اس سے دور ہے کہ کوئی تلخ بات منہ پر لاؤں۔ میں کچھ بھی بولنا نہیں چاہتا تھا مگر بٹالوی اور اس کے استاد نے مجھے بلایا۔ اب بھی بٹالوی کیلئے بہتر ہے کہ اپنی پالیسی بدل لیوے اور منہ کو لگام دیوے ورنہ ان دنوں کو رو رو کے یاد کرے گا''

(آسمانی فیصلہ روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 320)

پھر مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری اور ان کی قبیل کے لوگوں کو توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں

''پس کیا یہ ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ اس قدر فضل اور احسان ایک شخص پر کرے حالانکہ وہ جانتا ہے کہ وہ اُس پر افترا کرتا ہے جبکہ میں میرے مخالفوں کی رائے میں تیس بتیس برس سے خدا تعالیٰ پر افترا کر رہا ہوں اور ہر روز رات کو اپنی طرف سے ایک کلام بناتا ہوں اور صبح کہتا ہوں کہ یہ خدا کا کلام ہے اور پھر اس کی پاداش میں خدا تعالیٰ کا مجھ سے یہ معاملہ ہے کہ وہ جو اپنے زعم میں مومن کہلاتے ہیں اُن پر مجھے فتح دیتا ہے اور مباہلہ کے وقت میں اُن کو میرے مقابل پر ہلاتا ہے یا ذلّت کی مار سے پامال کر دیتا ہے اور اپنی پیشین گوئیوں کے مطابق ایک دُنیا کو میری طرف کھینچ رہا ہے اور ہزاروں نشان دکھلاتا ہے اور اس قدر ہر ایک میدان میں اور ہر ایک پہلو سے اور ہر ایک مصیبت کے وقت میں میری مدد کرتا ہے کہ جب تک اُس کی نظر میں کوئی صادق نہ ہو ایسی مدد اس کی وہ کبھی نہیں کرتا اور نہ ایسے نشان اُس کے لئے ظاہر کرتا ہے رہا ہے یا ذلّت کی مار سے پامال کر دیتا ہے اور اپنی پیشین گوئیوں کے مطابق ایک دُنیا کو میری طرف کھینچ رہا ہے اور ہزاروں نشان دکھلاتا ہے اور اس قدر ہر ایک میدان میں اور ہر ایک پہلو سے اور ہر ایک مصیبت کے وقت میں میری مدد کرتا ہے کہ جب تک اُس کی نظر میں کوئی صادق نہ ہو ایسی مدد اس کی وہ کبھی نہیں کرتا اور نہ ایسے نشان اُس کے لئے ظاہر کرتا ہے اگر مولوی ثناء اللہ صاحب جو آج کل ٹھٹھے اور ہنسی اور توہین میں دوسرے علماء سے بڑھے ہوئے ہیں اس گندے طریق سے باز نہیں آتے تو میں بخوشی قبول کروں گا اگر وہ مجھ سے درخواست مباہلہ کریں''

(تتمہ حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 461 و 462)

ان دنوں کو رو رو کر یاد کرو گے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ''سفلہ پن'' کی باتوں سے اور ''ڈوم اور نقال'' بننے سے منع فرمایا اور ''حیا کو کام'' میں لانے کا مشورہ دیا اور ''پشتوں کے سفلوں کی طرح کمینگی اور شیخی'' سے بھرے ہوئے ''تکبر'' سے منع کیا اور تمسخر و استہزاء کو روکنے اور اسلامی مباحثات میں ''زبان کو لگام دینے'' کی انذاری پیشگوئی کے ساتھ ساتھ یہ بھی متنبہ کیا تھا کہ ''اپنی پالیسی'' کو ''بدل'' لو اور ''منہ کو لگام'' دے لو'' ورنہ ان دنوں کو رو رو کے یاد'' کرو گے۔ پھر ہوا کیا؟ مولوی صاحبان نے اپنی روش نہ بدلنی تھی اور نہ ہی بدلی۔ مگر پھر خدا کی تقدیر نے ان

کو کونسے دن دکھائے اور پھر ان کو وہ گزرے ایام کیسے کیسے اور کب کب یاد آئے؟ اختصار کے ساتھ کچھ منظر پیش ہے

مولوی محمد حسین بٹالوی! وہ جنہیں اہل حدیث کے ''وکیل'' ہونے پر ناز تھا انہوں نے انہیں اپنے جلسوں میں صدارت تو کیا داخلے سے ہی روک دیا۔۔ وہ اشاعۃ السنۃ جس کی اشاعت پر آپ کو بڑا ناز تھا اس کے بارہ میں خود ہی سوال کرنے لگ گئے کہ کیا میں اس کو بند کردوں؟ آپ لوگ کیا کہتے ہیں کہ زمانہ بدل گیا ہے اور اب اس کی ضرورت نہیں رہی؟۔ اور آخر تھک ہار کر اسے خود ہی بند کر دیا۔ وہ جائیداد جو دھوکہ دے کر سرکار برطانیہ سے حاصل کی تھی یعنی رسالہ اقتصاد فی مسائل جہاد لکھ کر، انہیں بتایا کہ ہم تو سرکار کے مطیع ہیں اور جہاد بالسیف تو اس مادر مہربان کے دور میں ممکن ہی نہیں اور دوسری طرف عوام الناس میں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف بیان بازی کہ یہ سرکار برطانیہ کے ہمدرد ہیں۔ اس جائیداد کو اولاد کے نا خلف نکلنے اور اسلام چھوڑ کر دہریہ، عیسائی اور آریہ ہو جانے کی وجہ سے وقف املاک کو دے دیا اور سب بیوی بچوں کو عاق کر دیا۔ غرض ستاری اور ناموری کے سب پردے پھٹ گئے اور باقی صرف اور صرف پچھتاوا، کف افسوس اور غصہ ہی رہ گیا۔ غصے میں آپ اتنے جھنجھلائے کہ وہ مولوی ثناء اللہ امرتسری جس کو اپنا شاگرد اور تلمیذ خاص اور روحانی اولاد سمجھتے تھے اسی سے جھگڑ پڑے اور یہ جھگڑا اتنا بڑھا کہ تمام اہل حدیثوں کی کوششوں کے باوجود بھی نہ رک سکا۔ آپ نے خود انتہائی کرب میں اپنے رسالہ میں لکھا

''یہ کس قدر غضب اور اندھیر کی بات ہے کہ جس شخص (خاکسار ہیچ کار) نے ہندوستان پنجاب میں مولانا شیخ الکل حضرت میاں دہلوی کے بعد اہل حدیث کی بناء کو قائم کیا اور ان کے برے القاب وہابی وغیرہ کو اُٹھا کر ان کے قدیم لقب اہل حدیث کو جو مردہ ہو چکا تھا زندہ کیا۔ اور سپریم کورٹ اور تمام لوکل گورنمنٹوں کے انصاف سے مدد لے کر بجائے لفظ وہابی کے ان کے حق میں لفظ اہل حدیث ہندوستان سے انگلینڈ تک جاری کروایا۔ تو وہ کانفرنس اہل حدیث کے افتتاحی جلسہ میں شامل ہونے سے روک دیا جائے۔۔۔ اس افتتاحی جلسہ کے وقت اگر شیخ الکل موجود ہوتے یا مولوی عبد العزیز کے والد ماجد زندہ ہوتے تو کیا یہ ممکن تھا کہ خاکسار کی شمولیت کے بغیر وہ جلسہ کانفرنس ہونے دیتے''

(اشاعۃ السنۃ جلد نمبر 23 شمارہ نمبر 3 ص 89 لائن نمبر 8 تا 15)

پھر ایک اور موقعہ ایک اور سال جب سب اہل حدیث علماء کو جلسہ کے لئے دعوت نامے بھجوائے گئے مگر آپ کو چھوڑ دیا گیا تو آپ نے لکھا

''ان لوگوں میں سے جنکو بلایا گیا ہے رہ گیا ہے تو یہی خاکسار کہن سال جو اکثر مدعونین کا استاذ ہے اور گورنمنٹ و قوم میں اس فرقہ کا مسلم ری پری زینٹیٹو و (representative) لیڈر۔ اور اس فرقہ کا پورا نام اور مٹا ہوا نام اہل حدیث قوم اور گورنمنٹ سے مقرر کرانے والا اور اس نک نیم لقب وہابی کو سرکاری کاغذات میں موقوف کرانے والا رہ گیا۔ جلسہ امرتسر و پشاور سے اس کو صاف یہ جواب ملا کہ آپ جلسہ میں آئیں گے تو خون ہو جائے گا۔ جلسہ علی گڑھ میں میرے وکیل بھیجنے پر اجازت ملی تو وہ بھی دوسرے دن کی۔ جبکہ میرا بٹالہ سے علی گڑھ پہنچنا ناممکن تھا''

(اشاعۃ السنۃ جلد 23 شمارہ نمبر 12 صفحہ نمبر 376)

دکھ بڑھ کر جھنجھلاہٹوں تک پہنچ گیا اور پھر کیا تھا آپ نے بھی قلم اُٹھا لیا اور حسب معمول جس طرح جماعت احمدیہ پر بے لگام الزام لگاتے تھے اسی طرح اور اسی طریق پر مولوی ثناء اللہ اور ان کے ساتھی اہل حدیث علماء کو دھر لیا۔ مولوی ثناء اللہ صاحب کو خاص نشانے پر لیا اور لکھا

1) ''ثناء اللہ کا یہ قول کہ آپ نے قوم کو چھوڑا اور قوم نے آپ کو چھوڑ دیا محض اراجیف باطلہ و اکاذیب عاطلہ ہے۔ یہ کذاب ہے کذاب ہے ۔۔ اس نے دیدہ دانستہ شرم و حیاء کا خون کیا ہے''

(اشاعۃ السنۃ جلد 23 شمارہ نمبر 1 صفحہ نمبر 18)

2)۔ ''مولوی ثناء اللہ امرتسری نے اپنے دام افتادہ عوام کو دھوکہ دیا اور دو کذب و مغالطہ کا ارتکاب کیا''

(اشاعۃ السنۃ جلد 23 شمارہ نمبر 1 صفحہ نمبر 19)

3)۔۔'' مولوی ثناء اللہ کے بے شمار اکاذیب سے جو مثالیں اس مقام میں بیان ہوئی ہیں ان میں خیانت بھی پائی جاتی ہے۔ خیانت اس کی ہر ایک تصنیف میں اور ہر ایک تحریر میں اور ہر ایک مباحثہ میں اور ہر ایک وعظ میں پائی جاتی ہے۔ از انجملہ ایک تازہ خیانت اس کے اخبار 21 ذی الحجہ 1331ء سے نقل کی جاتی ہے۔ اس کے پہلے کالم میں اس نے خاکسار کی نسبت لکھا ہے کہ ''ایک

بڑے مولانا صاحب نے جو بہت پرانے اہل حدیث کے لیڈر اور حال حنفی گروہ میں شامل ہونے کے متمنی ہیں میرے رقعہ دعوت ولیمہ کے جواب میں لکھا ہے تمنے میرے خط کا جواب نہیں دیا جو واجب ہے لہذا تم فاسق ہو فاسق ہوا اور فاسق کی دعوت قبول کرنا منع ہے۔۔اس میں اُس سے تین خیانتیں عمل میں آئی ہیں۔۔۔ اس نے اپنی اکا زیب کو سچا بنانے کے لئے اور خیانتوں پر پردہ ڈالنے کے لئے اس نے یہودیوں کی مانند باتیں بنا رکھی ہیں''

4)۔۔باپ کی طرف سے مناظرہ اور بیٹے کی طرف سے مغالطہ ومجادلہ۔ ہمارا روحانی فرزند نام کا مولوی فاضل ثناء اللہ امرتسری عرصہ بارہ سال سے جب سے کہ وہ مذہب اہل حدیث چھوڑ کر مکسڈ مذہب معتزلی، نیچری، مرزائی، چکڑالوی، اختیار کر چکا ہے اپنے روحانی باپ (خاکسار) سے مباحثہ کا مدعی بنا رہتا ہے جس سے اُس کا مقصود صرف نام آوری وشہرت طلبی ہے کہ وہ اتنے پرانے مشہور شخص سے جس کو وہ لاٹ مولوی لکھا کرتا ہے سے بھی مباحثہ کے لئے تیار ہے۔۔۔وہ ایسا چالاک اور ہوشیار ہے کہ وہ شروط کی آڑ میں پناہ لے کر مباحثہ سے گریز کر جاتا ہے۔کسی نہ کسی عذر و بہانہ سے اس کی جان چھوٹ جاتی ہے۔۔مباحثات کے وقت ایک بڑا بھاری حربہ اور سنگین آلہ اس کے ہاتھ میں کذب بیانی اور دھوکہ دہی ہوتی ہے اور اس کو تیز کرنے کے لئے مذاق، تمسخر، شعر بازی، بھی وہ کام میں لاتا ہے۔حق گوئی اور انصاف پروری اور تحقیق علمی تو اس کا مقصود و مطمع نظر ہی نہیں ہوتا۔جس شخص یا فرقہ اسلامی یا غیر اسلامی عیسائیوں، آریوں، وغیرہ سے وہ مباحثہ کرتا ہے اسکے مباحثہ میں وہ ان ہی ہتھیاروں سے کام لیتا ہے۔۔اور یہ مباحثے آو بھگت کرانے اور فلوس بٹورنے کا ذریعہ بن جاتے ہیں''

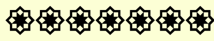
(اشاعۃ السنہ جلد 23 شمارہ نمبر 7 صفحہ نمبر 193 و 194)

جواب میں مولوی ثناء اللہ صاحب بھی بولے اور خوب بولے اور بالکل اسی طرح اور اسی تربیت سے ادب لحاظ وستاری کے پردے پھاڑتے ہوئے بولے اور عین اس بدلحاظی اور خوف خدا سے دوری کے ساتھ بولے جو استاد نے اسے اپنے مخالفین کے حوالے سے ودیعت کی تھی۔مولوی صاحب کو اندازہ نہ تھا کہ ان کی روحانی اولاد اُن سے نفرت کی ٹریننگ اس حد تک حاصل کر چکی ہے اور یوں ترکی بترکی جواب دے گی اس لئے آپ نے بڑے دکھ کے ساتھ وہ

غزل

امۃ الباری ناصر

میرا اپنا نہیں کوئی تیرے سوا تم سے نہ کہوں تو کس سے کہوں
تم سے تو نہیں مرا حال چھپا تم سے نہ کہوں تو کس سے کہوں
ترا نام غفور ہے پیارے خدا بخشش میں تجھے آتا ہے مزا
رکھ لینا غریب کا پاسِ حیا تم سے نہ کہوں تو کس سے کہوں
دلدل ہے گناہوں کی گہری ٹکتے نہیں میرے پاؤں کہیں
تو زور سے تھام لے ہاتھ مرا تم سے نہ کہوں تو کس سے کہوں



تمام کی تمام گالیاں ص 224 پر درج کیں اور جواب میں مزید گالیوں سے نوازا۔

''اب حسب وعدہ اُن گالیوں اور ناملائم الفاظ کی فہرست پیش کی جاتی ہے جو واعظ عظیم آبادی نے اس خاکسار اپنے باپ کے دوست دار کے حق میں کہے اور ثناء اللہ نے اُن کو میرے لفظ واعظ بحق رحیم آبادی استعمال کرنے کی مثل قرار دے کر یہ دستاویزات آیت جزاء سیئة سیئة مثلها اخبار 30 اپریل میں شائع ومشتہر کیا 1۔آپ کے لئے ایک چوہڑا بھی ریل گاڑی میں جگہہ سے نہیں ہٹتا 2۔جھوٹا ہے 3۔جھوٹا ہے 4۔جھوٹا ہے 5۔ارے خدا سے ڈرا تنا جھوٹ کیوں بولتا ہے؟ 6۔مولوی صاحب ایسے آدمی ہیں کہ کسی اسلامی جلسے میں بلائے نہیں جاتے۔انجمن حمائیت اسلام میں بھی کوئی ان کو نہیں پوچھتا۔ 7۔ارے اللہ کے وعید سے ڈر جو جھوٹوں کے حق میں وارد ہے 8۔مجنونانہ بڑ 9۔بکواس 10۔ہذیان 11۔بھلے مانس بیہودہ سرائے 12۔جھوٹی شیخی جھوٹا احسان 13۔دروغ گورا حافظہ نباشد 14۔حرکت مجنونانہ 15۔بے ہودہ گوئی وکذاب 16۔یہی حرکت مجنونانہ دیکھ کر لوگ جلسے میں اس کو تقریر کرنے کا اہل نہیں سمجھتے 17۔یہ کیسی لغو اور بے ہودہ بکواس ہے 18۔جناب عقل کے ناخن لیجئے 19۔بٹالوی کا رہبر شیطان لعین ہے

20 دروغ گو را حافظہ نباشد 21۔ہات تیرے جھوٹے کی 22۔ارے جھوٹے علی ہذاالقیاس کہاں تک نقل کروں"

(اشاعۃ السنۃ جلد 23 شمارہ نمبر 7 ص 224 لائن نمبر 7 تا 19)

غرض مولوی ثناء مولوی محمد حسین بٹالوی اپنے شاگرد اور روحانی بیٹے کو گیدڑ کذاب اور خائن کے ناموں سے معنون کر رہے تھے تو وہ بٹالوی صاحب کو کذاب، لاٹ مولوی ،مجنون بے ہودہ گو وغیرہ کے نامناسب القابات سے نواز رہے تھے ۔ اور یہ سب کچھ کسی خفیہ میدان میں نہیں بلکہ اپنے اپنے اخبارات میں فخر یہ لکھ کر مشتہر کیا جار یا تھا۔

احمدیوں سے مناظرہ ہوا امن امان کے ساتھ ہوا آپ دونوں کیوں فسادی بنے ہوئے ہو

دونوں مولویان کا جھگڑا جب بہت طول پکڑ گیا تو 60 سے زائد سرکردہ مسلمان شخصیات نے ایک التماس نامہ تحریر کیا ،سب نے دستخط کئے اور ہندوستان کی معروف اخبارات میں اس کو مشتہر کروادیا۔مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب نے اس التماس نامہ کو اپنی اشاعۃ السنۃ میں شائع کیا۔التماس نامہ یوں تھا

"بخدمت جناب مولوی ثناءاللہ صاحب امرتسری و مولوی محمد حسین بٹالوی ودیگر علماء

حضرات امرتسر کی جماعت کا اختلاف جو مخالفت وشقاق کے درجہ تک پہنچ کر عدالت میں پہنچ چکا ہے جس کا ہر ایک ہمدرد کو صدمہ ہے ۔ہم یقین نہیں کرتے کہ آپ حضرات کو یہ فصیحتہ پسند ہوگا اس لئے نہائت ادب سے عرض کرتے ہیں کہ للہ قوم کے حال پر رحم فرمائیے ۔۔آپ لوگوں نے دیکھا کہ امرتسر میں 29و30 اپریل کو مرزائیوں کے ساتھ امن واماں کے بساتھ مباحثہ ہوا جس میں کوئی رنج یا کدورت نہیں ہوئی اسی طرح ۔۔مکان پر بیٹھیں اور آرام اور شائستگی کے ساتھ گفتگو کریں۔۔چونکہ آپ لوگ عدالت میں شہادت دے آئے ہیں کہ مولوی ثناءاللہ صاحب کافر ہیں اس لئے پہلا مسئلہ یہ ہوگا کہ وہ مسلمان ہیں یا نہیں ۔بعد اس کے ان کا اہل حدیث ہونا نہ ہونا پیش ہو گا۔۔ہمیں یقین ہونا چاہیئے کہ آپ حضرات کو اس تفرقہ کا ہم سے زیادہ صدمہ ہو گا"(اشاعۃ السنۃ جلد 23 شمارہ نمبر 9 صفحہ نمبر 265و266)

اے میری تکفیر پہ کمر بستہ شخص !
ہوشیار میں تیرے گھر کو ویران دیکھتا ہوں

دونوں علماء کی ایک دوسرے پر تبرہ بازی نہ رکی یہاں تک کہ مولوی محمد حسین صاحب 1920 میں فوت ہو گئے۔فوت ہونے سے قبل بٹالوی صاحب بالکل تنہا ہو چکے تھے بیٹے بیٹیاں اور بیویاں تک آپ کو چھوڑ گئیں اور آپ نے ان کو عاق کر دیا۔اور پھر موت کے وقت اتنے تنہا ہوئے کہ کسی معروف قبرستان تک نعش کو لے جانے والے بھی نصیب نہ ہوئے ۔ فاعتبروا یا اولابصار

قادیان جلسہ سالانہ 1945 کے مبارک ایام میں حضرت مولونا ابوالعطاء رحمہ اللہ تعالیٰ کے دل میں یہ خیال آیا کہ مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب کی قبر کو دیکھنا چاہیئے۔آپ دوستوں کے ساتھ قبر دیکھنے گئے اور واپسی پر اس وزٹ کے حوالہ سے اپنے تاثرات الفضل کی زینت کئے وہ پیش خدمت ہیں"

1908 میں جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وصال ہوا تب مولوی محمد حسین صاحب کی مخالفت پر قریباً 24 سال ہو چکے تھے تو احمدیت ہزاروں لاکھوں قلوب پر حکمران تھی۔اس کا بول بالا ہو رہا تھا۔۔بالمقابل مولوی محمد حسین صاحب قعر مذلت میں گر رہے تھے اور ناکامی وحسرت کا شکار ہو رہے تھے مولوی صاحب کی وفات 1920 میں ہوئی ہے جن لوگوں نے موت سے چند سال قبل ان کی حالت دیکھی ہے ان کے ایمان مین بڑا اضافہ ہوا۔ان کا وجود سراپا عبرت تھا۔ان کے اس مہیب انجام کے متعلق حضرت میر قاسم علی مرحوم کا رسالہ "بطالوی کا انجام" قابل دید رسالہ ہے۔میں 1918 میں مدرسہ احمدیہ کی تیسری جماعت میں پڑھتا تھا میری یہ خواہش تھی کہ کسی موقعہ پر مولوی محمد حسین صاحب کو ضرور دیکھ لینا چاہیئے۔موت کا کچھ پتہ نہیں۔اس شوق کا نتیجہ یہ ہوا کہ دسمبر 1918 اور جنوری 1920 میں مجھے بعض دوسرے طلباء اور دیگر احباب کی معیت میں بٹالہ میں مولوی صاحب سے دو دفعہ ملنے کا موقعہ مل گیا یہ ذکر محض اس لئے آ گیا ہے گزشتہ سال جلسہ سالانہ کے ایام میں میرے دل میں خصوصیت سے خیال آیا کہ مولوی محمد حسین صاحب کی قبر کو دیکھنا چاہیئے۔اس

خیال کا محرک وہ کیف نظارہ تھا جو ان ایام میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مزار پر نظر آتا ہے۔۔جلسہ سالانہ کے دنوں میں جب ہزار ہا احمدی مختلف اکناف وممالک سے قادیان جمع ہوتے ہیں اس مزار مقدس پر دعا کرنے والوں کا نظارہ نہائت روح پرور ہوتا ہے۔۔میں نے کہا کہ ایک طرف بہشتی مقبرہ میں یہ نظارہ ہے اب اس شخص کی قبر کا حال بھی اپنی آنکھ سے دیکھنا چاہیئے ۔جس نے اپنے کامل عروج کے زمانہ میں خدا کے مسیح کے مقابلہ میں بڑی تعلّی کی تھی ۔ میں مولوی صاحب کی زندگی کی ناکامی بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہوں اس ناکامی کا دوست ودشمن سب کو اعتراف ہے وہ تو عیاں راچہ بیان کا مصداق بن رہی ہے مجھے 19 فروری 1945 کو بٹالہ جانے کا اتفاق ہوا۔چند دوستوں کے ہمراہ مولوی محمد حسین صاحب کی قبر دیکھنے گیا۔یہ قبر قادیان آنے والی سرک کی طرف بیرنگ کالج کے ایک قریبی قبرستان میں ہے۔اس جگہہ کی ایک غیر احمدی نے قبر کی نشاندھی کی۔اور بتایا کہ یہ قبرستان کنجروں والا تکیہ کہلا تا ہے۔ اس سے دریافت کیا کہ کیا لوگ مولوی صاحب کی قبر پر دعاوغیرہ کے لئے بھی آتے ہیں تو اس نے بے ساختہ کہا کہ کبھی کبھار آپ جیسے لوگ ہی دیکھنے آتے ہیں۔اس قبر کو دیکھتے ہوئے میں چند لمحات اسی خیال میں مستغرق رہا کہ مولوی محمد حسین کی زندگی اور ان کی موت اور ان کا یہ ناکام انجام خدا کی قدرت کا کتنا بڑا نشان ہے اس میں دیدہ وا کے لئے کتنے عبرت کے سامان ہیں کاش کہ سلسلہ کے معاند خداترسی سے کام لیں''

(الفضل 22 مارچ 1945 جلد نمبر 33 شمارہ نمبر 69 صفحہ نمبر 3 تحریر حضرت مولانا ابوالعطاء جالندھری صاحب)

کاش یہ معاندین حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی باتوں پر غور کرتے اور ''سفلہ پن'' کی باتوں سے اور ''ڈوم اور نقال'' بننے سے رکتے اور'' حیا کو کام ''میں لاتے اور ''پشتوں کے سفلوں کی طرح کمینگی اور شیخی'' سے بھرے ہوئے ''تکبر''اور تمسخر و استہزاء سے رکتے اور اسلامی مباحثات میں'' زبان کو لگام دیتے'' تو اتنی بے لباسی نہ ہوتی کہ قبرستان کا نام بتاتے بھی جھجک محسوس ہوتی ہے۔ فاعتبروایااولاالبصار

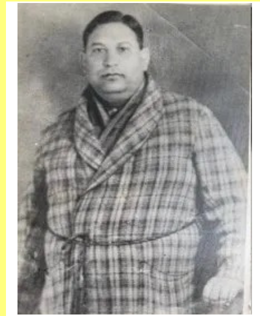


دل سنبھال کر رکھنا

طاہرہ مسعود

ان دبی سی چیخوں کو!
سسکیوں کو،! نوحوں کو!
سارے احتجاجوں کو
احمدی مسلمانو!
تم سنبھال کر رکھنا
اور، باوضو ہو کر
دو رکعت نوافل میں
اپنے رب کے حضور
سجدوں میں
تم بہت قرینے سے
صبر کی پیالی میں
آنسوؤں کی تھالی میں
سب نکال کر رکھنا
اپنی ہر ذمہ داری
اس پہ ڈال کر رکھنا
کفر نا اُمیدی ہے
اس لیے اُمیدوں کو
تم بحال کر رکھنا
واحدو یگانہ کو
اپنی ڈھال کر رکھنا
اس کی ہی حفاظت کو
تم مآل کر رکھنا
دل سنبھال کر رکھنا





محترم مرزا گل محمد برلاس صاحب

عبدالرحمان شاکر صاحب



سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود و مہدیٔ معہود علیہ السلام کے ایک چچا مرزا غلام محی الدین صاحب تھے جن کے تین بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں جن کا ذکر ہمارے سلسلے کے لٹریچر میں اکثر آتا ہے۔ بیٹوں میں مرزا امام الدین (لاولد فوت ہوئے)، مرزا نظام الدین (جن کی نسل میں احمدیت آگئی) اور مرزا کمال الدین (لاولد فوت ہوئے) اور بیٹیوں میں حرمت بی بی (زوجہ مرزا غلام قادر صاحب، بھاوجہ حضرت مسیح موعودؑ اور تائی حضرت مصلح موعودؓ)، فضل النساء (اہلیہ مرزا اکبر بیگ) اور عمر بی بی (زوجہ مرزا احمد بیگ) شامل تھیں۔ حرمت بی بی صاحبہ کی صرف ایک لڑکی خورشید بیگم تھی جو مرزا سلطان احمد صاحب کی دوسری بیوی تھی۔ باقی اولاد کی کسی قدر تفصیل مضمون میں آگے چل کر بیان کی جارہی ہے۔

1895ء کے اردگرد یہ تمام خاندان بڑا سرسبز تھا۔ مگر حضرت اقدس کے یہ قریبی رشتہ دار سخت بے دین اور دہریہ طبع لوگ تھے۔ حضورؑ سے دشمنی اور عناد میں اَلْکُفْرُ مِلَّۃٌ وَاحِدَۃ کے مصداق تھے۔ حضور بہت چاہتے تھے کہ ان عزیزوں کی اصلاح ہوجائے مگر وہ سب حضورؑ کا مذاق اُڑاتے تھے اور مخالفت میں حد سے زیادہ بڑھ گئے تھے۔ حضورؑ کی نیکی اور پارسائی کو یہ لوگ مکاری خیال کرتے تھے۔ نیز مذہبی رنگ میں حضورؑ کی ترقی، شہرت اور مہمانوں کی اطرافِ عالم سے آمد کی وجہ سے یہ لوگ حسد کی آگ میں جلنے لگے اور حضورؑ کی پیشگوئیوں پر تمسخر اُڑایا کرتے تھے۔

1885ء میں مرزا امام الدین نے لاہور جاکر شاتمِ رسول مقبول ﷺ لیکھرام کو قادیان آنے کی دعوت دی اور خود چندہ ادا کر کے آریہ سماج کے ممبر بنے۔ پھر ایک مندر قادیان میں بالمیک کے نام پر بنوایا تھا۔

پنڈت لیکھرام پشاوری



حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی کتاب ’’آئینہ کمالات اسلام‘‘ میں ان لوگوں کے متعلق لکھا ہے:

’’ایک رات میں بیٹھا تھا کہ ایک شخص روتا ہوا آیا۔ میں اس کے رونے سے ڈر گیا اور پوچھا کہ کیا تم کوئی موت کی خبر لائے ہو؟ اُس نے کہا اس سے بھی بڑھ کر۔ اُس نے کہا میں ان لوگوں کے پاس بیٹھا تھا (یعنی مرزا امام الدین وغیرہ۔ ناقل) جو دین اللہ سے مرتد ہو گئے ہیں۔ اُن میں سے ایک نے رسول اللہ ﷺ کو نہایت غلیظ گالی دی جو میں نے کسی کافر کے منہ سے بھی نہیں سنی اور میں نے دیکھا کہ قرآن کو اپنے پاؤں کے نیچے رکھتے ہیں اور ایسے کلمات منہ سے نکالتے ہیں کہ زبان اُن کے نقل کرنے سے قاصر ہے اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی وجود نہیں ہے …… پھر انہوں نے ایک اشتہار لکھا جس میں رسول اللہ ﷺ کو گالیاں دی تھیں۔ یہ اشتہار اُس نے لکھا تھا جو عمر اور خباثت میں سب سے بڑا تھا۔‘‘

تب حضرت اقدسؑ نے ان لوگوں کے متعلق خداوند تعالیٰ سے دُعا کی اور فیصلہ چاہا تو اللہ تعالیٰ نے حضور کو الہاماً بتلایا:

’’مَیں نے ان کی عصیاں اور سرکشی دیکھی۔ جلد میں ایسی آفات کا عذاب ان پر وارد کروں گا جو آسمانوں کے نیچے سے انہیں ملے گا اور تُو دیکھے گا کہ میں ان کے ساتھ کیا کرتا ہوں …… میں ان کی عورتوں کو رانڈ کردوں گا اور ان کے بیٹوں کو یتیم بنا دوں گا اور ان کے گھروں کو ویران کردوں گا تاکہ جو کچھ اُنہوں نے کمایا ہے اُس کا مزہ چکھیں۔ لیکن مَیں ایک ہی مرتبہ ان کو ہلاک نہیں کردوں گا بلکہ تھوڑے تھوڑے کر کے ہلاک کروں گا تاکہ وہ رجوع کریں اور توبہ کرنے

والوں میں سے ہوجائیں۔ بے شک میری لعنت نازل ہونے والی ہے ان پر اور ان کے گھروں پر اور ان کے چھوٹوں پر اور ان کے بڑوں پر اور ان کی عورتوں پر اور ان کے مردوں پر اور ان کے مہمانوں پر جو اُن کے گھر میں داخل ہوں۔ اور وہ سب کے سب ملعون ہیں سوائے ان کے جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں اور اُن سے تعلقات منقطع کرلیں اور ان کی مجالس سے دُور رہیں اُن پر رحم کیا جائے گا۔''

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ 568۔569)

چونکہ حضرت مسیح موعودؑ اصلاحِ خلق کے لیے مامور ہوئے تھے لہٰذا سب سے پہلے قرآنی حکم وَاَنۡذِرۡ عَشِیۡرَتَکَ الۡاَقۡرَبِیۡنَ کے ماتحت اپنے رشتہ داروں کو سمجھایا مگر کسی نے مطلق پروانہ کی۔

الغرض یہ وہ عظیم خاندان تھا جس کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کو الہاماً خبر دی گئی کہ سُبۡحَانَ اللّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی۔ زَادَ مَجۡدَکَ۔ یَنۡقَطِعُ اٰبَاؤُکَ وَیُبۡدَأُ مِنۡکَ۔ ترجمہ: سب پاکیاں خدا کے لیے ہیں جو نہایت برکت والا اور عالی ذات ہے۔ اُس نے تیرے مجد کو زیادہ کیا۔ تیرے آباء کا نام اور ذکر منقطع ہوجائے گا۔ یعنی بطور مستقل اُن کا نام نہیں رہے گا اور خدا تجھ سے ابتداءِ شرف اور مجد کرے گا۔

(تذکرہ طبع دوم 68)


مرزا امام الدین صاحب (معاند احمدیت)

بعدہٗ مرزا امام الدین اور مرزا نظام الدین نے ایک سوچی سمجھی سکیم کے ماتحت حضرت اقدسؑ کے گھر کے سامنے ایک دیوار بنوادی جس سے حضورؑ کے گھر میں آنے جانے کا راستہ بند ہوگیا۔ یہ 7رجنوری 1900ء کا واقعہ ہے۔

آخر کار 12راگست 1901ء کو یہ مقدمہ حضرت صاحب کے حق میں ہوا اور 20راگست 1901ء کو اُسی بھنگی نے وہ دیوار گرائی جس نے بنائی تھی۔ ادھر خواجہ کمال الدین صاحب نے بغیر حضورؑ کے علم کے خرچہ مقدمہ کے لیے درخواست از خود دے دی۔ جب عدالت کا پیادہ وارنٹ لے کر آیا تو مرزا نظام الدین صاحب نے حضرت اقدس کو خط لکھا:

''مقدمہ دیوار کے خرچہ وغیرہ کی ڈگری کے اِجرا کا نوٹس میرے نام آیا ہے اور میری حالت آپ کو معلوم ہے۔ اگرچہ میں قانونی طور پر اس روپیہ کے ادا کرنے کا پابند ہوں اور آپ کو بھی حق ہے کہ آپ ہر طرح سے وصول کریں۔ مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ ہماری طرف سے ہمیشہ کوئی نہ کوئی تکلیف آپ کو پہنچتی رہی ہے مگر یہ بھائی صاحب (مراد مرزا امام الدین۔ ناقل) کی وجہ سے ہوتا رہا ہے جس میں مجھے بھی شریک ہونا پڑتا تھا۔ آپ رحم کرکے مجھے معاف کردیں اور اگر معاف نہ کریں تو بالاقساط وصول فرمائیں۔''

اس پر حضور علیہ السلام نے سخت رنج کا اظہار فرمایا کہ کیوں میری اجازت کے بغیر اجرا کردیا تو خواجہ صاحب نے کہا کہ میعاد کے اندر کارروائی ضروری تھی۔ اس پر حضورؑ نے فرمایا: ''آئندہ کبھی اس ڈگری کا اجرا نہ کرایا جائے۔ ہم کو دنیاداروں کی طرح مقدمہ بازی اور تکلیف دہی سے کچھ کام نہیں۔ انہوں نے اگر تکلیف دہی کے لیے یہ کام کیا تو ہمارا یہ کام نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ نے مجھے اس غرض کے لیے دُنیا میں نہیں بھیجا۔''

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ صفحہ 118)

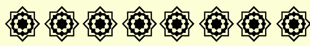
اس واقعہ سے مرزا نظام الدین صاحب بہت نادم ہوئے اور انہوں نے بھی مخالفت ترک کردی۔

قطعات



مکرم ضیاء اللہ مبشر صاحب

نور ہی نور برستا تھا زباں سے تیری
تیرے لفظوں کی زمانے میں ضیاء باقی ہے
تیری باتیں ، تیرے خطبے ، وہ مجالس تیری
جانے والے تیری یادوں کی کتھا باقی ہے
تو نے ہر دل میں اتر کر ہے محبت بانٹی
دل میں ہر دم تری چاہت کا مزا باقی ہے



''ایک دفعہ مرزا نظام الدین صاحب سخت بیمار ہو گئے۔ قادیان میں حضرت اقدس کے سوا چونکہ کوئی اور طبیب نہ تھا۔ حضور کو بلوا بھیجا۔ حضور نے مرض کی تشخیص کر کے ایک مرغا ذبح کرا کے مرزا صاحب کے سر پر بندھوایا اور علاج بھی کیا جس سے شفا ہوئی۔'' (سیرۃ المہدی حصہ سوم صفحہ 27)

''صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب روایت فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضورؑ سیر کے لیے جانب شرق موضع بسراواں کے راستے سے قادیان واپس آ رہے تھے کہ مرزا نظام الدین گھوڑے پر سوار بسراواں کو جا رہے تھے۔ حضور کو دُور سے دیکھ کر گھوڑے پر سے اُتر کر ایک طرف کھڑے ہو گئے اور حضور کے قریب آنے پر جھک کر سلام کیا۔'' (سیرۃ المہدی حصہ اول صفحہ 41)

حضرت اقدسؑ نے اپنے مکان سے ملحق ایک نہایت مختصر سی مسجد 1883ء میں بنوائی تھی جس میں بمشکل پندرہ سولہ آدمی کھڑے ہو کر نماز ادا کر سکتے تھے۔ ہجوم خلائق دیکھ کر حضور کو خیال ہوا کہ مسجد مبارک کو وسیع کیا جائے۔ اس کے لیے حضورؑ نے شیخ یعقوب علی صاحبؓ، مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے اور چند ایک اَور احباب کو مرزا نظام الدین صاحب کے پاس بھیجا کہ مسجد سے ملحقہ زمین جس پر اس زمانہ میں مرزا نظام الدین صاحب کا خراس ہوتا تھا قیمتاً دے دیں مگر وہ تو بات سنتے ہی ناراض ہو گئے کہ غلام احمد خود کیوں نہیں آیا۔ دوسروں کو بھجوا دیا ہے۔

اس کے بعد کا واقعہ آپ مرزا دین محمد صاحب ولد مرزا نتھا بیگ ساکن لنگروال ضلع گورداسپور سے سنیں۔ مرزا دین محمد صاحب مرزا نظام الدین کے ماموں زاد بھائی تھے اور حضرت اقدس کے مرید تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں:

''مرزا نظام الدین سے میں نے سنا تھا کہ مسجد مبارک جو بالکل چھوٹی سی تھی آپ کا اُسے بڑا کرنے کا ارادہ تھا اور اُس کے متصل جو جگہ تھی جس میں خراس لگا تھا وہ مرزا نظام الدین، امام الدین کی تھی۔ آپؑ نے مولوی محمد علی صاحب شیخ یعقوب علی صاحب اور دیگر لوگوں کے ذریعہ سے اُس کو زمین دینے کے لیے کہا کہ قیمت لے کر دے دیں مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ اس کے بعد حضرت اقدسؑ نے ایک چٹھی لکھ کر مرزا نظام الدین کو پھینکی جو نیچے دیوان خانہ میں بیٹھے تھے کہ مسجد کے لیے جگہ کی ضرورت ہے۔ آدمی بہت آتے ہیں آپ جگہ دے دیں تو مرزا نظام الدین نے اُس کا جواب دیا کہ میں اس لیے انکار کرتا رہا کہ آپ غیر آدمیوں کو میرے پاس بھیجتے رہے ہیں۔ اگر خود کہتے یا مجھے بُلا لیتے تو میرا کوئی انکار نہ تھا۔ ہم آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ آپ کو جس جگہ کی ضرورت ہے لے لیں۔ چنانچہ وہ جگہ دے دی گئی۔ حضورؑ نے اُس کا عوضانہ دینے کو کہا جس پر مرزا نظام الدین نے انکار کیا اور جب حضور نے اصرار کیا تو اُس نے کہا کہ میں نقد تو نہیں لے سکتا۔ میرا باغ گِروی ہے آپ وہ فک کرا دیں۔ چنانچہ باغ فک کرا دیا گیا۔''

(رجسٹر روایات صحابہ نمبر 1 صفحہ 99)

حضرات! ذرا ملاحظہ فرمائیں کہ کہاں وہ مرزا نظام الدین کہ اُن کے نام سے خوف آتا تھا۔ اب وہی مسجد کی توسیع کے لیے زمین پیش کر رہے ہیں۔ آخر کار 1907ء میں حضرت میر ناصر نواب صاحب دہلوی اوورسیئر کی زیرنگرانی نیچے کی منزل میں خزانہ صدر انجمن احمدیہ کا دفتر بن گیا اور اُوپر اُس کی چھت پر مسجد مبارک اپنی توسیع شدہ صورت میں بن گئی۔

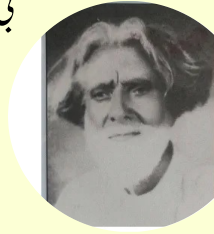
انہی دنوں مرزا نظام الدین صاحب کا جواں سال لڑکا مرزا دل محمد قضائے الٰہی سے فوت ہو گیا۔ بڑے بھائی مرزا امام الدین جس کے بل بوتے پر ان کو زیادہ ناز تھا وہ بھی فوت ہو گئے۔ مرزا نظام الدین صاحب دل ہی دل میں شرمندہ تھے۔ آخر حضرت مولانا حکیم نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے عہدِ مبارک میں وہ دن آیا کہ مرزا نظام الدین نے حضرت کی ڈیوڑھی پر حاضری دی۔ باقی روایت حضرت حافظ محمد ابراہیم صاحبؓ کی زبانی سُنیے۔ وہ بیان کرتے ہیں:

حضرت خلیفۂ اوّلؓ کے زمانہ میں مرزا نظام الدین صاحب کے خاندان کے بہت سے افراد طاعون میں فوت ہو گئے تو مرزا نظام الدین حضرت خلیفہ اوّلؓ کے مکان پر آئے اور حضور کی چوکھٹ پر سر رکھ کر زار زار رونے لگے۔ جب حضرت مولوی صاحب نے سبب پوچھا تو مرزا صاحب نے روتے ہوئے جواب دیا کہ حضرت مولوی صاحب! ہماری مصیبت کا بھی علاج ہے کہ نہیں؟ میں نے تو اب کوئی مخالفت نہیں کی۔ حضرت مولوی صاحب کچھ وقت خاموش رہے اور پھر فرمایا: مرزا صاحب! خدائی تقدیر کو کس طرح بدل سکتا ہوں!۔ پھر بیمار افراد کے علاج معالجے کے لیے ہمدردانہ رنگ میں

مشورہ دیا۔

خاکسار (مرزا بشیر احمد) عرض کرتا ہے کہ بعض دوسرے لحاظ سے بھی مرزا نظام الدین صاحب کمزور ہو گئے تھے۔ انہوں نے آخری وقت میں مخالفت کی شدّت کو ترک کر دیا تھا۔ یہ طاعون 1910ء میں پڑی تھی جس میں مرزا نظام الدین صاحب کے بہت سے اقرباء مبتلا ہو کر فوت ہو گئے تھے۔

(ماخوذ از سیرۃ المہدی حصہ سوم صفحہ 146)



مرزا نظام الدین صاحب کی سگی ہمشیرہ حرمت بی بی صاحبہ (اہلیہ مرزا غلام قادر صاحب جو حضرت اقدسؑ کے برادر اکبر تھے) نے بھی 16/ مارچ 1916ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ہاتھ پر بیعت کر کے وہ الہام پورا کر دیا جو 1900ء کا ہے یعنی ''تائی آئی''۔ آپ نے 1/5 حصہ کی وصیت کی اور بہشتی مقبرہ قادیان میں مدفون ہوئیں۔

حضرت محمد حسن رہتاسیؓ

اس ضمن میں حضرت مولانا حسن رہتاسی صاحبؓ کی ایک رباعی ملاحظہ ہو:

تیرے وعدے کے مطابق ترے مامور کے پاس
چل کے دنیا کے کناروں سے خدائی آئی
جس کے آنے کی خبر عہدِ نبوت میں ملی
تائی والے کے زمانے میں ہی ''تائی آئی''

الغرض خدائی مشیت کے مطابق اشد ترین مخالفوں کا یہ گھرانہ جب خالی ہو گیا تو صرف ایک لڑکا مرزا گل محمد پسر مرزا نظام الدین صاحب باقی رہ گیا۔

یہ لمبی چوڑی تمہید میں نے اس واسطے پیش کی ہے تا قارئین کرام کو تمام پس منظر دکھا دیا جائے۔

مرزا گل محمد صاحب بچپن میں تو دُبلے پتلے مگر غضب کے پھرتیلے ہوتے تھے لیکن جوں جوں جوان ہوتے گئے جوانِ رعنا نکل آئے۔ بعد میں جسم بھاری بھر کم ہوتا گیا۔ نہایت خوبصورت ناک نقشہ، عمدہ متوازن اعضاء، موزوں قد اور مضبوط جسم کے مالک تھے۔ ابتدائی تعلیم سکول میں پائی مگر چونکہ گھر پر نگرانی کرنے والا کوئی نہ تھا اس لیے جس قدر سکول میں اُستاد سے پڑھ لیا وہی کافی ہوتا۔ اس طرح نویں جماعت تک پہنچے، پھر یہ سلسلہ بھی بند ہو گیا۔ باپ کی جائیداد کافی تھی جس کی آمد سے شاندار طریق سے زندگی بسر ہوتی رہی۔ ویسے حضرت خلیفہ ثانیؓ اور حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ اور حضرت مرزا عزیز احمد صاحبؓ نگرانی کرتے تھے مگر جب بالغ ہو کر خودمختار ہوئے تو پھر ان حضرات کا مشورہ ہی ہوتا تھا۔ انہوں نے کبھی لاہور نہیں دیکھا تھا تو حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب جٹؓ کی زیر نگرانی لاہور بھجوا دیا تا سیر کر آئیں۔

آخر سعادت ازلی اس یتیم اور بے آسرا بچہ کو حضرت مسیح الزمانؑ کے دامنِ عافیت میں لے آئی اور مورخہ ۲۷ مئی ۱۹۱۷ء کو مرزا گل محمد صاحب حضرت خلیفہ ثانیؓ کے ہاتھ پر بیعت کر کے حضرت اقدسؑ کی روحانی اولاد میں شامل ہو گئے۔ جسمانی رشتہ تو پہلے ہی تھا۔ کشتی نوح میں فارسی نظم میں حضور فرماتے ہیں۔

کہ آں سعید زِ طاعون نجات خواہد یافت
کہ جَست و جُست پنا ہے بچار دیوارم

(ترجمہ: وہ نیک بخت طاعون سے نجات پا جائے گا جو میری چار دیواری میں داخل ہوا اور پناہ چاہی۔)

حضرت خلیفہ ثانیؓ کی دُور بین نظر نے مرزا گل محمد صاحب کو اپنے اَور قریب لانے کے لیے اپنی سالی عزیزہ بیگم صاحبہ سے ان کا نکاح بھی کرا دیا۔ اور یہ نوجوان خلیفۃ المسیح کا ہم زُلف بن گیا۔ جہیز کا سامان بھائی عبدالرحمن صاحبؓ قادیانی لاہور سے تیار کرا کے لائے تھے مگر خدا کی مشیت کے ماتحت اس بی بی سے اولاد نہ ہوئی۔ جس طرح مرزا نظام الدین صاحب کی پہلی بیوی فضل النساء سے کوئی اولاد نہ ہوئی اور دوسری بیوی وزیر بیگم سے مرزا دل محمد، مرزا گل محمد اور حمیدہ بیگم عطا ہوئے اسی طرح مرزا گل محمد کو بھی خدا نے دوسری بیوی فیروزہ بیگم صاحبہ سے تین بیٹے اور ایک بیٹی عطا کی یعنی مرزا نفیس احمد، مرزا لطیف احمد، شاہدہ بیگم اور مرزا رفیق احمد۔ یہ سب صاحبِ اولاد ہوئے۔

مکرم قاضی اکمل صاحب لکھتے ہیں کہ انہوں نے مرزا گل محمد صاحب کو

1918ء میں بعض کتب سبقاً سبقاً پڑھائیں نیز ماسٹر عبدالرحمن صاحب نومسلم کی کتب متعلقہ اسلام بھی پڑھائیں۔ پھر جب شوق بڑھا تو زبانی اسباق بھی دیے۔ ہر سبق ایک ایک ہفتے کا ہوتا تھا۔ سلسلہ کی بعض کتب کے خلاصے زبانی سمجھائے۔ محمدی بیگم والی پیشگوئی چونکہ اُن کا گھریلو مسئلہ تھا اچھی طرح سے ذہن نشین کرا دیا۔ جب بھی کوئی مشکل آتی تو اکمل صاحب سے مشورہ کر لیتے۔ جلسہ سالانہ اور مخالفین کے جلسوں پر حفاظت اور پہرہ کے انتظامات ان کے سپرد ہوتے تھے۔

مرزا گل محمد صاحب کی دینی تربیت میں علاوہ اَور بزرگان سلسلہ کے حضرت چودھری نصراللہ خان صاحبؓ (والد حضرت چودھری سر محمد ظفراللہ خان صاحبؓ) بھی کوشاں رہے۔ وہ اس طرح کہ مرزا گل محمد صاحب کے وسیع دیوان خانے کو نظارت بیت المال نے کرایہ پر لے کر دفتر بنا لیا ہوا تھا۔ چودھری صاحب موصوف کی عادت تھی کہ سویرے ہی دفتر آ کر تلاوت کرتے۔ مرزا صاحب کا اُوپر سے گزر ہوتا تو شفقت سے بلا کر احوال پوچھتے۔ پھر حکیمانہ طرز پر فرماتے کہ مرزا صاحب! ذرا یہ کتاب تو مجھے پڑھ کر سناؤ۔ مقصود یہ ہوتا کہ اس طرح ان کو کتب سلسلہ سے واقفیت ہو جائے گی اور مشکل الفاظ پر عبور ہو جائے گا۔ اس طرح ان کی تعلیم قابل ہاتھوں سے ہوتی رہی۔

1922ء میں گورنمنٹ نے احمدیہ ٹیریٹوریل فورس قائم کی۔ صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؓ اُس کے کپتان تھے اور سردار نذر حسین، چوہدری فضل احمد صاحب اور مرزا گل محمد صاحب سیکنڈ لیفٹیننٹ بھرتی ہوئے۔

میاں محمد اسماعیل صاحب قادیانی نے مجھے بتایا کہ ایک دفعہ ہم لوگ انبالہ چھاؤنی میں ٹریننگ کے لیے گئے ہوئے تھے کہ وہاں پر ہادی علی خاں (برادر اکبر مولوی عبدالمالک خان صاحب ناظر اصلاح وارشاد ربوہ) نہانے کے لیے کنویں پر گئے۔ ان کی وہاں پر عیسائیوں کی کمپنی کے ایک جوان سے تکرار ہو گئی۔ بات بڑھ گئی اور دونوں کمپنیوں کے نوجوان گتھم گتھا ہو گئے اور لطف یہ کہ کسی کو خبر نہیں کہ اصل نزاع کیا ہے۔ مرزا گل محمد صاحب کو خبر ہوئی تو بطور ایڈ موئنٹ وہاں گئے۔ جب اچھی طرح تحقیق کر لی کہ قصور عیسائیوں کا ہے تو حکم دیا کہ پکڑ لو ان کو۔ اور خوب مارا۔ اتنے میں میجر نکلس کمانڈنگ افسر آیا اور بمشکل لڑائی بند ہوئی۔ بعد میں کورٹ مارشل ہوا تو دس عیسائی فوجیوں کو چودہ چودہ دن کے لیے کوارٹر گارڈ میں بند کیا گیا۔ مرزا صاحب نے اس وقت اپنی مغلئی جوانمردی دکھا دی۔ ہر شخص کے ساتھ وہ نہایت منکسر المزاجی سے پیش آتے۔ اُس کی بات پوری توجہ سے سنتے اور ہمدردی دکھاتے۔ اُن کے منہ سے نہ نکل ہی نہ سکتا تھا۔ قادیان کے ایک کشمیری نے مجھے سنایا کہ ایک دن وہ مرزا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مکان بنانے کے لیے کوئی جگہ عنایت فرمائیں۔ کہنے لگے میری فلاں جگہ سفید زمین پڑی ہے۔ اس میں سے 10 مرلہ پر مکان بنا لو۔ اُس نے دس مرلہ سے کافی زیادہ جگہ احاطہ کر لی۔ اتفاق سے ایک دن ادھر سے گزر ہوا تو اسے بلایا اور کہا تم نے زیادتی کی ہے۔ وہ شرمندہ ہوا، مگر کہنے لگا کہ ہم آپ کی رعایا ہیں۔ اس پر ہنس پڑے اور کہنے لگے: اچھا بھائی! تمہاری مرضی۔



چشمہ فیض

عبدالصمد قریشی

چشمہ فیض کہ ہر آن رواں رہتا ہے
باغ احمد میں بہاروں کا سماں رہتا ہے
کتنے خوش بخت ہیں اُس دیس کے رہنے والے
جس کے ہر قریہ میں وہ حسنِ جہاں رہتا ہے
میرے احساس کی دنیا میں سدا رہتے ہیں
ہر گھڑی پاس ہیں وہ ایسا گماں رہتا ہے
ہاتھ اُٹھتے ہیں ہر اک اپنے پرائے کے لئے
ان کے سینے میں محبت کا جہاں رہتا ہے
دل کی دھڑکن میں تمناؤں میں اور سانسوں میں
ایک ہی نام ہے جو زیر بیاں رہتا ہے
وہ ہیں محبوب زماں ان کی نگہبانی کو
خالق ارض و سما کون و مکاں رہتا ہے



ایک شخص نے عرض کیا کہ تحصیلدار بٹالہ اُس کا ایک انتقال منظور نہیں کرتا۔ کہنے لگے فلاں دن میں بٹالہ جا رہا ہوں، میرے ہمراہ میری موٹر میں چلنا۔ تحصیل کے اندر جا کر تحصیلدار کی میز پر چڑھ کر بیٹھ گئے۔ وہ حیران کہ میز کے اوپر کیوں بیٹھے ہیں۔ کہنے لگے پہلے میرے اس دوست کا انتقال منظور کر کے اُس کی مصدّقہ نقل اُسے دیدیں پھر اُتروں گا۔ جب نقل اُسے مل گئی تو اُسے کہنے لگے کہ اب خوش ہو؟ اُس نے شکریہ ادا کیا اور چلنے لگا تو کرایہ کے لیے بھی ایک روپیہ اُسے دیا۔

میاں محمد رمضان دفتر پرائیویٹ سیکرٹری کے موٹر ڈرائیور تھے۔ ایک دن اُن کو یکا یک فارغ کر دیا گیا۔ وہ مرزا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ شاید اپنی موٹر کے لیے رکھ لیں۔ کہنے لگے اب تو میں خود موٹر چلانے میں ماہر ہو گیا ہوں۔ ویسے تم میرے دیوان خانہ میں رہا کرو۔ کھانا اندر سے آجایا کرے گا۔ بستر مل جائے گا۔ کپڑوں کی اگر ضرورت ہے تو بنوا دیتا ہوں۔ مرزا صاحب میں سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ اپنے عزیزوں کے متکفل تھے۔ کئی غریب خاندان ان کے دسترخوان سے فیض پاتے تھے۔

ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب جب 1926ء میں انتقال فرما گئے تو ان کا سب سے چھوٹا بیٹا خلیفہ منیر الدین احمد بہت کم عمر تھا۔ اُسے تعلیم دلوائی اور جب وہ بڑا ہو گیا تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اُسے پاکستان ایئر فورس میں بھرتی کرا دیا۔ پھر مرزا گل محمد صاحب کی صاحبزادی شاہدہ بیگم صاحبہ سے شادی کرا دی۔ عزیز منیر الدین نے 1965ء کی جنگ میں دادِ شجاعت دیتے ہوئے امرتسر کے ریڈار پر حملہ کر کے اُسے بیکار کر دیا مگر خود وہیں شہید ہو گئے۔

خلیفہ منیر الدین شہید

ایک دفعہ مرزا صاحب اپنے دوستوں کے ہمراہ اپنی جاگیر راج پورہ پر شکار کے لیے جا رہے تھے اُدھر سے حسن رہتاسی صاحب آ گئے۔ وہ فی البدیہہ شاعر تھے آتے ہی شعر سُنا دیا۔

جا رہے ہیں کار میں بہرِ شکار
گُل ہے ان میں ایک ۔ باقی سب ہیں خار

مرزا صاحب سُن کر شگفتہ ہو گئے اور 5/روپے انعام دیا۔

مرزا گل محمد صاحب ہاکی کے بہترین کھلاڑی تھے۔ جوانی میں ٹینس بھی خوب کھیلا کرتے تھے۔ اکثر میچ کے بعد تمام کھلاڑیوں کی تواضع بھی کیا کرتے تھے اور خوب کھلایا پلایا کرتے تھے۔ آپ قادیان میونسپل کمیٹی کے وائس چیئرمین بھی تھے اور تمام ممبروں میں بڑے ہر دلعزیز تھے۔ کمیٹی کے کاموں میں خوب سُوجھ بُوجھ سے کام لیتے اور لمبی دفتری کارروائی سے گھبراتے تھے۔ زبانی فیصلہ کر کے عمل درآمد کرا دیتے تھے۔ احمدیہ نیشنل کور کے سالار تھے۔

(تاریخ احمدیت جلد ہفتم صفحہ 539)

جب جلسہ مصلح موعودؓ دہلی کے موقع پر شریروں نے جلسہ گاہ پر حملہ کر دیا تو مرزا صاحب کو بھی زخم آئے۔ قادیان میں آ کر مرہم پٹی کرا رہے تھے کہ قاضی اکمل صاحب اُوپر سے گزرے تو پوچھا مرزا یہ کیا؟ کہنے لگے یہ سب دہلی میں ہوا۔ میں نے محض بہ نیت ثواب و کفارۂ گناہ خاموشی سے مار کھا لی اور یہ دو تین زخم آئے۔ ورنہ مَیں اور میرے ساتھی بہت کچھ کر سکتے تھے۔ اسی موقع پر جب حضرت خلیفۃ المسیح کی حفاظت کے لیے پہرہ دار جمع ہوئے تو اُن میں مختصر سی تقریر کی اور کہا کہ میں تو ایک ناچیز و گنہگار ہستی ہوں مگر وہ نہایت پاک وجود ہے جس کے لیے ہماری جان تک بھی قربان ہو جائے تو سمجھیں گے کہ فلاحِ دارین پائی اور یہ کہتے ہوئے آبدیدہ ہو گئے۔

(بیان اکملؔ صاحب۔ الفضل 14 اکتوبر 1945ء صفحہ 6)

مرزا گل محمد صاحب کی دوسری شادی محترمہ فیروزہ بیگم صاحبہ بنت مرزا اکرم بیگ صاحب آف پٹی سے ہوئی۔ برات پٹی گئی۔ مولوی عبدالرحمٰن صاحب نے نکاح پڑھا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے قربان جائیے اس بی بی سے اللہ تعالیٰ نے اولاد عطا فرمائی۔ جب پہلا بیٹا پیدا ہوا تو بڑی خوشی منائی۔ میں نے خود ان کو کہتے ہوئے سُنا کہ ہمارے خاندان پر تو Ban لگا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے میری عاجزی قبول فرمالی ہے اور Ban توڑ دیا ہے۔

پھر ایک دن جوش سے کہنے لگے کہ ”مجھے نہیں پتہ کہ مولوی شیر علی صاحبؓ، مولوی سرور شاہ صاحبؓ، شیخ یعقوب علیؓ صاحب سچّے مرید ہیں کہ نہیں مگر میں ضرور سچا مرید ہوں۔ گو میرے اندر بے شمار کمزوریاں ہیں مگر خدا تعالیٰ نے مجھے بچے عطا فرمائے ہیں تو تصدیق ہو گئی کہ اب Ban ہٹ گیا ہے۔“

انہی ایام میں ایک دن حسن رہتاسی صاحب نے آ کر یہ شعر پڑھا۔

اپنی دُعا حسن ہے نہ تا حشر ہو کبھی
مرزا نظام دین کے گھر کا چراغ گُل

سُن کر بڑے مسرور ہوئے۔ اُن کو چائے پلائی اور انعام دے کر رخصت کیا۔

وفات سے دو سال قبل مرزا صاحب کو تحریک کی گئی کہ مسجد مبارک قادیان کی دوسری توسیع کے لیے اگر وہ اپنے دیوان خانہ کا گیٹ اور چند دکانیں دے دیں تو بہت بہتر ہو۔ فوراً رضامند ہوگئے۔ جب بڑا گیٹ مسمار کرنے لگے تو طبیعت غمناک ہوگئی اور بڑی حسرت سے کہنے لگے کہ یہ دروازہ میرے آباء کی نشانی تھا۔ اب گرا دیا جائے گا۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ میں نے بخوشی یہ کام کرلیا۔ شاید میرا مولا اسی طرح میری عاقبت بالخیر کردے ۔ پھر آبدیدہ ہوکر ایک طرف کو چلے گئے۔

آخری ایام میں صحت بہت کمزور ہوچکی تھی۔ قاضی اکمل صاحب نے وجہ پوچھی تو کہنے لگے ''یہ مغلی اب ختم ہوچکا ہے۔ اسے ختم ہوجانے دو۔''

آپ نے 25 ستمبر 1945ء کو بوقت شام وفات پائی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ محترم قاضی اکملؔ صاحب نے جن کو مرزا صاحب سے بہت پیار تھا فارسی اشعار میں ان کی تاریخ وفات کہی۔

مجسم شرافت زہے نیک نام
محب و مخیر بسے خوش کلام

مرزا گُل محمد صاحب کی وفات کی خبر سن کر ہماری جماعت کے قطب الاقطاب حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ نے فرمایا: ''یہ وہ شریف ترین انسان تھا جس نے کبھی کسی کی دل آزاری نہیں کی۔''

الغرض روحانی طور پر مُردہ خاندان میں خُدا تعالیٰ نے ایک گُل پیدا کرکے مسیح محمدیؑ کے انفاسِ مسیحائی سے اُسے حیات ابدی بخشی۔ مرزا گُل محمد صاحب صحیح معنوں میں یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ کے مصداق تھے۔

(مطبوعہ رسالہ انصارالدین مارچ واپریل 2023ء)



یہ دولت ہم سنبھالیں گے



اطہر حفیظ فراز

خلافت کے امیں ہم ہیں امانت ہم سنبھالیں گے
جو نعمت چھن چکی پہلے نعمت ہم سنبھالیں گے
خلیفہ کے لبوں جو گل و جوہر بکھرتے ہیں
بڑے انمول موتی ہیں دولت ہم سنبھالیں گے
اسی کی رہبری میں یہ فلک تک جو رسائی ہے
قسم مولا کی کھاتے ہیں یہ قامت ہم سنبھالیں گے
جو بازو کٹ گرے اپنے تو دانتوں سے اُٹھائیں گے
بہر قیمت لوائے احمدیت ہم سنبھالیں گے
مرے رہبر!! مرے مرشد!! ترے خدام کہتے ہیں
تمہیں چھاؤں میں رکھیں گے تمازت ہم سنبھالیں گے
ہے تن من دھن فدا اپنا خلافت کی حفاظت میں
عدد کے ہر ستم کی ہر قیامت ہم سنبھالیں گے
ترے دست کریمانہ نے تھاما جب تھا ہاتھوں کو
وہ تحریم وفائے عہد بیعت ہم سنبھالیں گے
قیام اللیل ہو روزہ ہو یا اصلاح نفسانی
تری زریں نصائح کی سعادت ہم سنبھالیں گے
اگر ایمان اور صالح عمل شرط ارادت ہے
تو ہر صورت خلافت سے ارادت ہم سنبھالیں گے
تمہیں دیکھا، تمہیں سوچا، تمہیں جانا تمہیں مانا
ہمیں تم سے محبت ہے یہ چاہت ہم سنبھالیں گے
فراز اپنی تو عادت ہے وفا کی راہ میں مٹنا
جہاں تک بس چلا اپنا عادت ہم سنبھالیں گے





دادی جان حضرت غلام بی بی صاحبہ

(انجینئر محمود مجیب اصغر سویڈن)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں

''عورتیں اصل میں مردوں کی ہی ذیل میں ہوا کرتی ہیں۔''

(الحکم 17 اپریل 1903ء بحوالہ تفسیر بیان فرمودہ حضرت مسیح موعود جلد سوم صفحہ 238)

غالباً یہی وجہ ہے کہ ہمارے مضامین میں زیادہ تر مردوں کا ذکر ہوتا ہے۔ عورتوں کا بہت کم ذکر کیا جاتا ہے۔

آج سے ایک سو سال پہلے 1923ء میں اس عاجز کی دادی جان کا وصال ہوا۔ اور ان سے سو سال بعد اس عاجز کی اہلیہ کی رحلت ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

کل من علیھا فان و یبقی وجہ ربك ذوالجلال والاکرام

احمدیت کا نفوذ

ہمارے خاندان میں اس عاجز کے دادا جان حضرت میاں عبد الرحمن صاحب بھیروی صحابی کے ذریعہ احمدیت کا آغاز ہوا۔ انہوں نے 1898ء میں قادیان جا کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دستی بیعت کی۔ حضرت خلیفہ اول کے مشورے سے اپنے والد محترم حضرت میاں الہ دین صاحب کو بڑی حکمت سے قادیان بلوایا جہاں انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا چہرہ مبارک دیکھ کر یہ نتیجہ نکالا کہ یہ جھوٹے کا چہرہ نہیں ہو سکتا۔ اور دستی بیعت کر کے صحابہ مسیح موعود میں شامل ہو گئے۔

وانذر عشیرتك الاقربین (الشعرآء:215)

واپس بھیرہ پہنچ کر اپنے سارے کنبہ سے بیعت کے خط لکھوائے اور اپنے کئی زیر اثر احباب کو بھی اپنے ساتھ ملا کیا۔

ہماری دادی جان

ہماری دادی جان کا نام غلام بی بی تھا۔ اور انہوں نے بھی اپنے خاوند کی تحریک پر حضرت مسیح موعود کی بیعت کر لی۔ ہماری دادی جان غلام بی بی صاحبہ اور ہمارے دادا جان میاں عبد الرحمن صاحب کا اپنے جملہ افراد خاندان کی بیعت کروانے میں بہت بڑا role ہے۔

دادی جان کا اپنا خاندان بھی انہی کی معرفت احمدیت کی نعمت سے متمتع ہؤا ۔آپ کے بھائی صاحب کا نام میاں نور محمد صاحب تھا۔

ان کے ایک پوتے عبد القیوم جنجوعہ جو کہ سکول میں اس عاجز کے کلاس فیلو تھے نے ایک بار بتایا کہ ان کے دادا میاں نور محمد صاحب نے منارۃ المسیح کی تعمیر پر بھی کام کرنے کی سعادت حاصل کی تھی۔

ہماری دادی جان اور دادا جان کے ذریعے ہی ہمارے دادا جان کے ہم زلف میاں نیک محمد صاحب اور ان کی اہلیہ جو اس عاجز کی دادی جان کی بہن تھیں کی بیعت کروائی۔

مختصر حالات زندگی

اس عاجز کی دادی جان کے مختصر حالات زندگی اس عاجز نے اپنے والد محترم میاں فضل الرحمن بسمل بی اے بی ٹی سابق امیر جماعت احمدیہ بھیرہ سے اخذ کئے ہیں

حضرت والد صاحب لکھتے ہیں" ہماری والدہ (غلام بی بی) صاحبہ ایک سلجھی ہوئی خاتون تھیں ۔ ہماری تربیت اچھی طرح سے کی ۔ہمیں بچپن میں ہی دعائیں اور مسائل سکھائے ۔ ان کو بھی حضرت مولوی نور الدین صاحب سے خاص عقیدت تھی ۔ چنانچہ اپنی اولاد کے نام (1) عطا الرحمن (2) فضل الرحمن (3) حبیب الرحمن حضور سے ہی تجویز کروائے ۔ وہ بڑی متواضع خاتون تھیں ۔ ان کے حسن سلوک کی وجہ سے متعدد مستورات ان کی بہنیں

بنی ہوئی تھیں۔

جلسہ سالانہ قادیان

1911ء یا 1912ء کے جلسہ سالانہ پر ہمارا سارا کنبہ قادیان گیا تھا۔ (اس عاجز کے دادا جان کا حضرت خلیفۃ المسیح اول کے ساتھ رضائی رشتہ تھا اس لئے) حضور کے ہاں قیام کیا تھا۔ (والد صاحب کی عمر اس وقت تقریباً 4 سال کی تھی) مجھے اس وقت حضور کی زیارت بھی ہوئی تھی۔ پھر جب ہم قادیان جاتے تھے تو حضرت اماں جی کے لئے تحائف لے جاتے تھے۔ حضرت اماں جی دعائیں دیتی تھیں۔

دادی جان کی وفات

حضرت والد صاحب ل بڑے عدیم الفرصت تھے۔ دن بھر کاروبار میں مصروف رہتے۔ رات کو افسانہ علم کی خاطر حضرت مولوی عبدالرحمن صاحب کے درس قرآن و حدیث میں شامل ہوتے تھے۔ رات گئے واپس آتے۔ پھر نماز تہجد و فجر کی ادائیگی کے لئے مسجد نور میں چلے جاتے تھے۔ ہم ان کو صرف کھانے کے اوقات میں گھر پر دیکھتے تھے۔

ہمارے گھر کے حالات بڑے اچھے جا رہے تھے مگر 1923ء میں ہماری ہمشیرہ ایک شیر خوار بچی چھوڑ کر فوت ہوگئیں۔ جلد ہی ہماری والدہ بیمار پڑ گئیں۔ ہر چند علاج ہوا۔ مگر وہ فوت ہوگئیں"۔ (بھیرہ کی تاریخ احمدیت)

دادی جان اور دادا جان کی اولاد

(1) بیگم بی بی (2) عطا الرحمن (3) فضل الرحمن (4) حبیب الرحمن (5) محمد شریف احمد

اللہ تعالیٰ نے احمدیت کی برکت سے ان کی اولاد در اولاد کو دنیا کے کئی ملکوں امریکہ، کینیڈا، انگلینڈ، جرمنی، آسٹریلیا، ہالینڈ، سویڈن۔ پاکستان وغیرہ میں پھیلا دیا ہے جن کا وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔

سادہ اور غریب تھی جنتا لیکن نیک نصیب تھی جنتا
فیض رساں عجیب تھی جنتا ہر بندہ بندہ پرور تھا





یہ تین طاقتیں ہیں جن سے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے ہمیں متعارف کیا

نافلہ موعود حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دور خلافت میں ایک خطبہ جمعہ میں فرمایا،

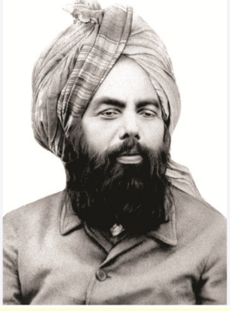
”۔۔۔ یہ تین طاقتیں ہیں جن سے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے ہمیں متعارف کیا۔ اور جن کے متعلق ہمارے دل میں پختہ یقین پیدا کیا۔ وہ یہ کہ قرآن کریم ایک زندہ کتاب ہے۔ وہ یہ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک زندہ رسول ہیں۔ وہ یہ کہ ہمارا خدا جس نے قرآن کریم نازل کیا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا وہ زندہ خدا زندہ طاقتوں والا اور زندہ قدرتوں والا خدا ہے۔ ان تین زندگیوں سے وابستہ ہو جانے کے بعد کسی احمدی میں کسی قسم کی مردنی نظر نہیں آنی چاہیئے۔ زندہ خدا پر ایمان لانے والے زندہ کتاب کو پڑھنے والے زندہ رسول سے پیار کرنے والے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی غلامی میں آنے والے کسی فرد میں پژمردگی نہیں پائی جانی چاہیئے۔ نہ دینی لحاظ سے نہ دنیوی لحاظ سے۔“

(خطبات ناصر جلد اول صفحہ 476)

آپ فرماتے تھے ”دنیا تیوریاں چڑھا کے اور سرخ آنکھیں کر کے تمہاری طرف دیکھ رہی ہے۔ تم مسکراتے چہروں سے دنیا کو دیکھو۔ سارے غصے دل سے نکالو اور ساری تلخیاں بھول جاؤ۔ صرف اپنا مقصد سامنے رکھو کہ ہم نے محبت اور پیار سے دنیا کے دل جیتنے ہیں۔ ہمیشہ یاد رکھو کہ ایک احمدی کسی سے دشمنی نہیں کرتا اور نہ کر سکتا ہے کیونکہ اس کے خدا نے اسے پیار کرنے کے لئے اور خدمت کرنے کے لئے پیدا کیا ہے۔ کسی سے دشمنی نہ کرو خواہ وہ ساری عمر تم سے دشمنی کرتا رہا ہو۔“

(حیات ناصر جلد اوّل صفحہ 653)





تصویریں بولتی ہیں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ
پادری لیفرائے کو ہندوستان سے ولائت تک بھگانے کا اعترافی حوالہ

* اُسی زمانہ میں پادری لیفرائے پادریوں کی ایک بڑی جماعت لے کر اور حلف اٹھا کر ولائت سے چلا کہ تھوڑے عرصہ میں تمام ہندوتان کو عیسائی بنا لوں گا ۔ولائت کے انگریزوں سے روپیہ کی بہت بڑی مدد اور آئیندہ کی مدد کے مسلسل وعدوں کا اقرار لے کر ہندوستان میں داخل ہو کر بڑا اتلاطم برپا کیا۔۔۔مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر بجسم خاکی زندہ موجود ہونے اور دوسرے انبیاء کے زمین میں مدفون ہونے کا حملہ عوام کے لئے کارگر ہوا تب مولوی غلام احمد قادیانی کھڑے ہوئے اور لیفرائے اور اس کی جماعت سے کہا کہ عیسیٰ جس کا تم نام لیتے ہو دوسرے انسانوں کی طرح فوت ہو کر دفن ہو چکے اور جس عیسیٰ کے آنیکی خبر ہے وہ میں ہوں پس تم اگر سعادتمند ہو تو مجھکو قبول کرلو۔اس ترکیب سے اوسنے لیفرائی کو اس قدر تنگ کیا کہ اس کو اپنا پیچھا چھڑانا مشکل ہو گیا اور اس ترکیب سے اس نے ہندوستان سے لے کر ولائت تک کے پادریوں کو شکست دے دی۔۔مولوی غلام احمد قادیانی نے تو اپنا پہلو بدل کر اس کو اور اُس کی جماعتوں عاجز کر دیا"


(اس قرآن مجید کے جملہ مضامین کے حقوق محفوظ ہیں)

اِنَّهُ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ

قرآن مجید

معجز نما عکسی

مترجم بدو ترجمہ

کتب خانہ رشیدیہ، دہلی


www.ahmadiyya.org

۳۰

تہمت، بہتان اور الزام تراشی سے اجتناب

(ابو ولید)

وَ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّ لَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا وَ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔

(النور:05)

ترجمہ: وہ لوگ جو پاک دامن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں۔ پھر چار گواہ پیش نہیں کرتے تو انہیں اسّی کوڑے لگاؤ اور آئندہ کبھی اُن کی گواہی قبول نہ کرو۔ اور یہی لوگ ہیں جو بدکردار ہیں۔

اِس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

جو لوگ ایسی عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں جن کا زنا کار ہونا ثابت نہیں ہے بلکہ مستور الحال ہیں اگر وہ لوگ چار گواہ سے اپنے اِس الزام کو ثابت نہ کریں تو اُن کو اسّی دُرّے مارنے چاہئیں۔

(تریاق القلوب، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 442)

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

عموماً لوگوں کی عادت ہے کہ صرف خیالی طور پر بدظنی کرکے چہ جائیکہ رؤیت ہو اور چار گواہ بھی ہوں۔ عوام میں کہنے لگ جاتے ہیں کہ فلاں مرد یا عورت نے زنا کیا۔ پھر ایسی باتوں کو لوگ اپنی مجلسوں کا شغل بناتے ہیں۔ خدا کے غضب سے ڈرنا چاہیے اور ایسی بات منہ پر نہیں لانی چاہیے کیونکہ خدا نے ایسے آدمی کا نام فاسق (یعنی بدکردار) رکھا ہے جو بغیر چار گواہوں کے کسی پر اِتہام لگاتا ہے۔

(حقائق الفرقان جلد 3 صفحہ 202)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

یہ حکم اِس زمانہ میں خوب یاد رکھنے کے قابل ہے کیونکہ جس قدر بے حرمتی اور ہتک اِس زمانہ میں اِس کی ہو رہی ہے اور کسی حکم کی نہیں ہو رہی۔ بلا دلیل اور بلا وجہ اور بلا کسی ثبوت کے محض کھیل اور تماشہ کے طور پر دوسروں پر الزام لگائے جاتے ہیں اور قطعاً اِس بات کی پروا نہیں کی جاتی کہ یہ کتنا بڑا گناہ ہے۔۔۔ ایسا انسان (یعنی الزام لگانے والا) خدا کے حضور فاسق ہے اور جسے خدا تعالیٰ فاسق قرار دیدے اُس کے متعلق یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ مومن اور متقی ہے۔۔۔۔ بلکہ اِس میں یہ اشارہ مخفی ہے کہ الزام لگانے والا خود اِسی بدی میں مبتلا ہو جائے گا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ بلا وجہ کسی کا نام نہیں رکھتا بلکہ جب بھی کسی کا کوئی نام رکھتا ہے اُس کے مطابق اُس میں صفات بھی پیدا کر دیتا ہے۔۔۔ خدا تعالیٰ جس کو فاسق کہتا ہے وہ فاسق بن کر رہتا ہے اور دنیا دیکھتی ہے کہ جو الزام اُس نے دوسرے پر لگایا تھا اُس کا وہ خود مصداق بن گیا ہے۔

(تفسیر کبیر جلد 6 صفحہ 262)

فرمایا: اگر گواہ مختلف جگہوں کے متعلق شہادت دے رہے ہوں تو وہ شہادت ہرگز تسلیم نہیں کی جائے گی۔ اور چاہے وہ چار گواہ ہوں پھر بھی وہ ایک ہی گواہی سمجھی جائے گی۔ یہ ضروری ہے کہ ایک ہی واقعہ اور ایک ہی جگہ کے متعلق الزام لگانے والے کے علاوہ چار عینی شاہد ہوں اور دوسرے اُن کی گواہی اتنی مکمل ہو کہ وہ اِس فعل کی تکمیل کی شہادت دیں۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ وہ چاروں گواہ یہ گواہی دیں کہ اُنہوں نے مرد و عورت کو اِس طرح اکٹھے دیکھا ہے جس طرح سرمہ دانی میں سلائی پڑی ہوئی ہوتی ہے۔

(تفسیر کبیر جلد 6 صفحہ 260)

فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک اِس قسم کے واقعات میں کثرت سے جھوٹ بولا جاتا ہے۔ پس اِس وجہ سے زیادہ گواہوں کی شرط لگادی گئی ہے اور پھر ایک

ہی واقعہ کے متعلق چار کی شرط اِس لئے لگائی کہ ایک وقت میں پانچ آدمیوں کا اکٹھا ہونا یعنی الزام لگانے والے اور چار گواہوں کا۔ یہ ایک ایسا امر ہے کہ اِس کا جھوٹ آسانی سے کھولا جا سکتا ہے اور جرح میں ایسے لوگ اپنے قدم پر نہیں ٹھہر سکتے۔ کیونکہ پانچ آدمیوں کا ایک جگہ پر موجود ہونا ایک ایسا واقعہ ہے جس کا اخفاء مشکل ہوتا ہے اور پانچ آدمی مل کر یہ جھوٹ بہت کم بنا سکتے ہیں۔

(تفسیر کبیر جلد 6 صفحہ 263)

فرمایا: فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ (النور:14) یعنی الزام لگانے والے اگر چار گواہ نہ لاسکیں تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق جھوٹے ہیں۔۔۔ بالکل ممکن ہے ایک شخص کسی پر الزام لگائے اور وہ الزام لگانے میں سچا بھی ہو لیکن وہ چار گواہ نہ لا سکے پس گو وہ خدا تعالیٰ کے علم میں سچا ہو مگر خدا تعالیٰ کے حکم کے مطابق جھوٹا قرار دیا جائے گا اور اُس کی بات پر اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

(تفسیر کبیر جلد 1 صفحہ 535)

ہمارے پیارے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

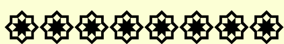
دوسروں پر الزام لگانے میں بعض لوگ اِس حد تک گر جاتے ہیں کہ اپنی عزت کا بھی خیال نہیں رکھتے۔۔۔ فاسق وہ شخص ہے جو نیکی سے ہٹا ہوا ہو اور بدکار ہو۔ پس کسی دوسرے پر بدکاری کا۔۔۔ الزام لگانے یا عیب تلاش کرنے کی بجائے، اُس کے پیچھے پڑ جانے کی بجائے اور اس وجہ سے خود اللہ تعالیٰ کی نظر میں اِس بات کا مجرم ٹھہرنے کی بجائے، ہر ایک کو اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہیے اور اِس ظلم سے باز آنا چاہیے۔۔۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ: اپنے بھائیوں اور بہنوں پر تہمتیں لگانے والا جو اپنے افعالِ شَنِیعَہ سے توبہ نہیں کرتا اور خراب مجلسوں کو نہیں چھوڑتا وہ میری جماعت میں سے نہیں۔

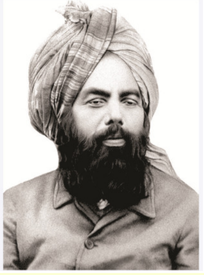
(کشتی نوح۔ روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 19)

پس ایسی تہمتیں لگانے والوں کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلامنے تو اپنی جماعت میں سے خارج کر دیا ہے۔ اگر خدا کے خوف کی کوئی رَمَق بھی ایسے لوگوں کے دل میں ہے جو دوسروں پر تہمتیں لگا کر اُن کا اَمن وسکون برباد کرتے رہتے ہیں تو وہ توبہ کریں، اللہ تعالیٰ سے اِستِغفار کریں۔

(خطبات مسرور جلد 4 صفحہ 265-266)

اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہمیں تہمت، بہتان اور الزام تراشی سے اجتناب کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین





ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام

کیوں نہیں لوگو! تمہیں حق کا خیال؟
دل میں اُٹھتا ہے مرے سَو سَو اُبال

ہے تعجب آپ کے اس جوش پر
فہم پر اور عقل پر اور ہوش پر

کیوں نظر آتا نہیں راہِ صواب؟
پڑ گئے کیسے یہ آنکھوں پر حجاب

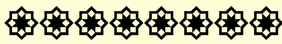
کیا یہی تعلیمِ فرقاں ہے بھلا؟
کچھ تو آخر چاہیے خوفِ خدا

مومنوں پر کفر کا کرنا گماں
ہے یہ کیا ایمانداروں کا نشاں؟

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدّامِ ختم المرسلیں

سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے

دے چکے دل اب تنِ خاکی رہا
ہے یہی خواہش کہ ہو وہ بھی فدا





حضرت نواب بی بی المعروف ماں جی

مکرم حمید اللہ ظفر صاحب

میری دادی جی کا اصل نام نواب بی بی تھا۔لیکن ہر گھر، گاؤں اور پورے علاقہ میں وہ ماں جی کے نام سے پکارے جاتے تھے۔ ہر لب پر ان کا یہی نام ہوتا آج بھی ان کا ذکرِ خیر کرتے ہوئے ماں جی کا نام ہی زبان پر آتا ہے اور بہت زور دے کر ان کا اصلی نام یاد آتا ہے۔ آپ پسرور ضلع سیالکوٹ کے قریب ایک گاؤں کھوکھر کی رہنے والی تھیں۔ آپ کے والد محترم گاؤں کے نمبردار اور اچھے زمیندار تھے ان کا ایک ہی بیٹا تھا۔ آپ کی شادی دا تا زید کا میں میرے دادا حیات محمد صاحب سے ہوئی اس سے قبل دادا کی پہلی بیوی سے کوئی اولاد نہیں تھی اس وجہ سے انہوں نے دوسری شادی کی۔ ماں جی بہت نیک خاتون تھیں اور جوانی میں ہی اللہ تعالیٰ سے راز و نیاز کرتی تھیں۔ میرے دادا بھی بہت نیک دعا گو بزرگ تھے اپنے کھیتوں میں ہل چلاتے وقت دُعائیں کیا کرتے تھے۔اللہ تعالیٰ کے فضل اور ان کی دُعاؤں کی قبولیت کے باعث بہت اناج ہوتا تھا اللہ تعالیٰ سے ان کا خاص تعلق تھا۔ دیہات میں ایک بوٹی اُگتی تھی جسے بُرو کہتے تھے۔جس کو کھا کر جانور مر بھی سکتا تھا لیکن دادا جی اپنے جانور اس میں کُھلے چھوڑ دیتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ یہ اللہ میاں نے میرے جانوروں کے لئے اُگائی ہے۔ایک مرتبہ محترم بابا عبداللہ صاحب نامی زمیندار نے اپنے جانور اس میں یہ کہہ کر بروکھانے کے لیے چھوڑ دیئے کہ اگر تمھارے جانوروں کو کچھ نہیں ہوتا تو ہمارے جانوروں کو بھی کچھ نہیں ہوگا لیکن ان کی بھینس نے پہلا لقمہ ہی لیا تھا کہ پھڑک کر زمین پر تڑپنے لگی تو بابا عبداللہ صاحب نے بھاگ بھاگ کر اپنے جانور وہاں سے نکال لئے کہ مبادا دوسرے جانور بھی اسے کھا کر مر نہ جائیں۔

ماں جی نے حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کی آمد کا ذکر سنا تھا لیکن ابھی احمدیت کو قبول نہیں کیا تھا۔ جب محترمہ حسین بی بی صاحبہ جو حضرت چوہدری سر ظفر اللہ خاں صاحب کی والدہ ماجدہ تھیں نے احمدیت قبول کی تو چونکہ ان سے قربت بھی تھی اوران کا گھر اور ہمارا گھر آمنے سامنے تھا۔آپ ماں جی کو دعوت الی اللہ کیا کرتی تھیں۔ پھر جلسہ سالانہ قادیان کا پروگرام بنا۔لیکن بوجوہ کامیاب نہ ہوسکا۔ جلسے کے بعد حسین بی بی صاحبہ آپ کو لے کر قادیان گئیں۔ حضرت مسیح موعود اور خاندان میں ان کا تعارف کرایا۔حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کی زیارت سے ماں جی اس حقیقت سے تو آشکار ہو چکی تھیں کہ آپ ہی وہ موعود، مہدی اور مسیح ہیں لیکن بیعت کئے بغیر واپس آ گئیں۔ مگر جو حضرت مسیح موعود کی زیارت سے فیض یاب ہو چکا ہو اور اس حقیقت سے آگاہ ہو چکا ہو کہ یہ منہ تو سچوں کا منہ ہے وہ بھلا قبول حق کئے بغیر رہ سکتا ہے۔ چنانچہ بذریعہ خط حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کی بیعت کی اور حلقہ بگوش احمدیت ہوگئیں۔ کچھ عرصہ اخفا کئے رکھا پھر اظہار کر دیا پھر کیا تھا دادا جی نے ماں جی کو احمدیت سے منحرف کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا یہاں تک کہ وہ رات کو سوتے وقت چارپائی کے پایوں کے نیچے آپ کے دونوں ہاتھ رکھ دیتے آپ یہ تشدد برداشت کرتی رہیں یہاں تک کہ حضرت حسین بی بی کے والد صاحب نے دادا جی کو سختی سے روکا کہ حیات محمد ایسی حرکت دوبارہ نہ ہو۔اس واقعہ کی تفصیل مجھے حضرت چوہدری اسد اللہ خان صاحب سابق امیر جماعت احمدیہ لاہور جو حضرت چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب کے چھوٹے بھائی تھے نے ایک خط میں مجھے لکھا۔فرماتے ہیں:

”آپ کی دادی جان بہت نیک اور خدا رسیدہ خاتون تھیں۔ انہوں نے آپ کے دادا جان سے پہلے حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کی بیعت کی اور آپ کے دادا جان نے ان پر بہت ظلم کیا لیکن ان کے ایمان میں کوئی رخنہ پیدا نہ ہوا اور انہوں نے تمام ابتلاء نہایت خندہ پیشانی اور خلوص سے برداشت کئے حتیٰ کہ دادا جان بھی اخیر پر بیعت کر کے فوت ہوئے۔ شروع شروع میں وہ آپ کی دادی جان کو بیعت سے منحرف کرنے کے لئے ان کے ہاتھ اپنی چارپائی کے

سرہانے کے نیچے دے دیا کرتے تھے اور ساری ساری رات ان کو اسی تکلیف میں گزارنی پڑتی تھی لیکن وہ زبان پر شکایت کا لفظ تک نہیں لاتی تھیں ۔ اس خاتون نے تو رفقاء اور رفیقات کا اخلاص ظاہر کیا تھا۔ ان کی یاد آتی ہے تو دل بے اختیار ان کے لئے دُعا کرتا ہے اور آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے ۔ آمین ۔ میرے ساتھ خاص طور پر بڑا شفقت کا سلوک فرمایا کرتی تھیں اور میرے لئے اور میرے بیوی بچوں کے لئے دعائیں بھی بہت کیا کرتی تھیں ایسے خدا رسیدہ انسان کہیں کہیں دنیا میں پیدا ہوا کرتے ہیں اور جب ہوتے ہیں تو اپنا نشان چھوڑ جاتے ہیں۔ آپ کے خاندان میں احمدیت آنے کا ذریعہ وہی ہوئی تھیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر بیشمار رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین''

مکرم چوہدری اسد اللہ خان صاحب دادی جان سے اور دادی جان ان سب بھائیوں حضرت چوہدری سرظفر اللہ خان صاحب ،مکرم چوہدری عبداللہ خان صاحب سے بہت پیار کرتی تھیں ۔ جب چوہدری اسد اللہ خان صاحب داتا زید کا آتے تھے تو ماں جی سے خود ملنے گھر آتے تھے اور ماں جی انہیں بے شمار دُعاؤں سے نوازا کرتی تھیں اور بار بار اپنی خوشی کا اظہار یوں کیا کرتی تھیں ۔ کہ دیکھو نی میرا پتر آیا یعنی دیکھو میں کتنی خوش ہوں آج میرا بیٹا آیا ہے۔ جب چوہدری اسد اللہ خان صاحب پر فالج کا حملہ ہوا تو ماں جی ان کی بیماری کی وجہ سے ماں کی طرف بڑی بے قراری سے اللہ تعالیٰ کے حضور نہایت عاجزی اور انکساری کے ساتھ شب و روز دُعاؤں میں مشغول تھیں ۔ ماں جی کے بار بار اصرار پر محترم والد صاحب جب چوہدری صاحب کی تیمارداری کے لئے لاہور ہسپتال گئے تو جاتے ہی چوہدری صاحب نے ماں جی کا پوچھا محترم والد صاحب بتایا کرتے تھے کہ ماں جی تو دن رات آپ کی بیماری کے باعث بڑی بیقراری سے آپ کے لئے شب و روز دُعاؤں میں مصروف ہیں چوہدری صاحب کی آنکھوں سے آنسو بہنے شروع ہو گئے ۔ اور بہت جذباتی ہو کر کہنے لگے میں تو اپنی جان بھی ماں جی پر قربان کرسکتا ہوں ۔ میری وہ درویش دادی جنہیں اپنے کیا اور پرائے کیا ماں جی کے نام سے یاد کرتے تھے ۔ دن ہو یا رات موسم خواہ کیسا ہی کیوں نہ ہو ہر وقت ذکر الٰہی کرتی رہتی تھیں میں نے اپنی ہوش کے زمانہ میں دیکھا ہے کہ آپ جب رات کو کروٹ بھی بدلتی تھیں تب بھی ذکر الٰہی کرتی تھیں اوران کے اس ذکر کی آواز ہمارے سوئے ہوئے کے کانوں میں بھی آتی تھی ۔ ہمارے گھر میں جو بھی آتا وہ ماں جی کے قریب بیٹھ کر ان کی دُعاؤں سے فیضیاب ہو کر جاتا ۔ اکثر ایسا ہوتا آپ ان کے کندھوں پر ہاتھ پھیرتی جاتیں اور دُعائیں دیتی جاتیں میں اکثر مذاقاً کہا کرتا تھا کہ ماں جی جسے آپ پتر (بیٹا) کہہ کر دُعائیں دے رہی ہیں پتہ بھی ہے اس کا نام کیا ہے۔ وہ تو ایسا درویش انسان تھیں کہ بغیر نام معلوم کئے مخلوق خدا سے محبت میں دُعاؤں سے نوازتی جاتی تھیں ۔

ہمارے گھر میں اس مبارک اور دُعا گو بزرگ کے وجود سے بہت رونق تھی ہی لیکن ہر روز سہ پہر سے شام کے اندھیرے تک تو گاؤں کے بے شمار بچے بوڑھے مستورات ہی نہیں بلکہ اردگرد کے لوگ بھی آ کر ماں جی کی دُعائیں حاصل کرنے کی غرض سے جمع ہو جاتے تھے ۔ کسی کو بخار ہے بیمار ہے پریشانی ہے یا کوئی ضرورت ہے وہ ماں جی سے دُعا کی درخواست کر رہا ہے اور وہ انہیں ڈھیروں دُعاؤں سے نواز کر بھیجا کرتی تھیں ۔ بلکہ انسان ہی کیا اگر کسی کا جانور بیمار ہے پھر بھی وہ ماں جی سے آ کر دُعا کے لئے کہہ رہا ہے یہاں تک کہ اگر کسی کی بھینس دودھ میں ضد کر رہی ہے تو وہ گوندھے ہوئے آٹے کا پیڑا لے کر آیا ہے کہ ماں جی اس پر دم کر دیں ماں جی دم کرتیں وہ جانور کو کھلاتے تو وہ دودھ دینے کے لئے تیار ہو جاتا ۔ بیمار ڈاکٹر سے دوا لینے کی بجائے ماں جی کی دُعاؤں سے صحت مند ہو جاتے ۔

یہ بابرکت ماحول تو میں نے اپنی آنکھوں سے ہوش وحواس کے زمانہ میں دیکھا۔ میں اور میری بہنیں تو ہمیشہ ماں جی کی دُعاؤں سے فیضیاب ہوتے رہتے تھے بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ آج بھی انہی کی ان دُعاؤں کا خزانہ ہے جس سے فیضیاب ہو رہے ہیں ۔ اپنے احمدی ہونے کے اظہار کرنے سے پہلے ایک تائید الٰہی کا واقعہ بڑے مزے سے ہمیں سنایا کرتی تھیں کہ داتا زید کا میں احمدیہ بیت الذکر جو کچی تھی ۔ اسے پختہ اینٹوں سے دوبارہ تعمیر کرنے کے لئے چندہ مانگا جا رہا تھا۔ ہمارے دادا نے چند روز قبل ایک بیل بیچ کر رقم دادی جان کو دی کہ اسے رکھ لیں ۔ جب میں کوئی اور بیل خریدوں گا تو پیسے لے لوں گا ۔ ماں

جی نے اس رقم سے 5 روپے بیت الذکر میں دے دیئے جو اس زمانے میں ایک اچھی رقم تھی اور اپنے رب سے التجائیں کرتی رہیں کہ اللہ میری پردہ پوشی فرمانا۔ایک دن دادا جان آئے اور کہا کہ وہ رقم لاؤ میں نے بیل خریدا ہے فرمایا کرتی تھیں کہ میں کمرے میں گئی دروازہ بند کیا اور بارگاہ رب العزت میں التجا کی کہ مولا تو ہی میری عزت رکھ سکتا اللہ تعالیٰ نے بشاشت عطا فرمائی۔دل یقین سے بھر گیا کہ خدا نے دعا قبول کر لی ہے۔رقم لا کر دادا جان کو دی کہ گن لو وہ کہنے لگے پگلی مجھے تم پر اعتماد نہیں۔ماں جی نے اصرار کیا تو رقم گن کر کہا یہ تو پوری ہے تم ایسے ہی وہمی باتیں کر رہی ہو۔دادا جان وہ پیسے لے کر چلے گئے اور ایک مجلس میں جہاں بیل خریدنے کا سودا ہوا تھا دو آدمیوں نے پیسے گن کر مالک کو دئے تو پھر بھی پورے تھے۔کئی دن بعد پتا چلا کہ اس میں سے پانچ روپے کم ہیں۔رو رو کر کہا کرتی تھیں کہ میں شکر کے قابل کہاں تھیں یہ تو اس کی مہربانی ہے۔

”وہ زباں لاؤں کہاں سے جس سے ہو یہ کاروبار“

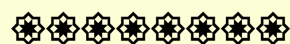
ان کی قبولیت دُعا کے واقعات تو بے شمار ہیں اور علاقہ کے کیا احمدی کیا غیر احمدی بلکہ عیسائی بھی گواہ ہیں اور دادا تا زید کا کے احباب تو ان کی قبولیت دُعا کے عینی شاہد ہیں گاؤں کے ماحول میں اکثر پھل بیچنے والے اپنے سر پر ٹوکرا اُٹھائے آتے تھے وہ کچھ پھل ماں جی کی خدمت میں پیش کیا کرتے تھے اور ماں جی وہ پھل محلہ کے تمام بچوں میں تقسیم کر دیتی تھیں۔مجھے اور میری بہنوں کو وہی حصہ ملتا تھا جو ہمارا بنتا تھا۔ایک روز آپ صبح بیدار ہوئیں تہجد اور نماز فجر اور تلاوت قرآن کریم سے فارغ ہو کر ابا جی کا انتظار کر رہی تھیں۔جو نماز پڑھنے بیت الذکر گئے تھے۔مجھے بار بار پوچھتی تھیں کہ نصر اللہ کب آئے گا جب والد صاحب آئے تو کہنے لگیں کہ نصر اللہ تم جلدی قاضی کوٹ ضلع چلے جاؤ۔تمہارا بھائی اس دُنیا سے رخصت ہونے والا ہے۔ابا جان سکول قلعہ کالر والا میں پڑھاتے تھے۔کہنے لگے بے بے جی میں سکول میں بتا کر چلا جاتا ہوں۔فرمانے لگیں نہیں سیدھے جاؤ ورنہ تم اپنے بھائی کو نہیں مل سکو گے۔ابا جان سکول میں بتا کر سائیکل پر روانہ ہو گئے۔لیکن ابھی قاضی کوٹ سے کچھ فرلانگ پر تھے جہاں میرے پھوپھا کا کنواں ہے اور جس کا نام سرکار والا ہے کہ ایک آدمی آ رہا تھا کہنے لگا ابھی دس منٹ پہلے آپ کے بھائی اس دُنیا سے رخصت ہو چکے ہیں۔ایک مرتبہ ابا جان نے ماں جی کو نئے کپڑے سلوا کر دیئے اور کہا کہ یہ پہن لو اور خود عصر کی نماز پڑھنے بیت الذکر چلے گئے۔اسی اثناء میں ایک عورت آئی کہنے لگی ماں جی آپ نے نئے کپڑے پہنے ہیں مجھے دیکھیں میرے کپڑے پھٹے پرانے ہیں۔حضرت ماں جی نے اسی وقت نئے کپڑے اُسے دے دیئے اور خود پرانے پہن لئے والد صاحب نماز کے بعد آئے تو دیکھا تو ماں جی سے پوچھا کہ ابھی تو میں نئے کپڑے دیکھ کر گیا تھا یہ کیا ہوا ساری بات کا جب پتا چلا تو سخت ناراض ہوئے اور ماں جی سے خفگی کا اظہار کیا ادھر ماں جی افسردہ ہو گئیں اور کہنے لگیں آئندہ کبھی تم مجھے نہ لا کر دینا میں نے جس کی راہ میں دیئے ہیں وہ خود مجھے عطا فرمائے گا۔اِنشاء اللہ۔میں اس واقعہ کا چشم دید گواہ ہوں کہ ابھی اس دن کا سورج غروب نہیں ہوا کہ ہمارے دروازے پر دستک ہوئی میں نے کھولا تو ایک آدمی سر پر ٹوکری اُٹھائے کھڑا تھا میں جی کو سلام کر کے کہنے لگا کہ میں مرید کے سے آیا ہوں وہاں ہمارے گاؤں کے ممبر کی بیٹی نے یہ مٹھائی اور دو سوٹ آپ کے لئے بھیجے ہیں وہ آپ سے اولاد نرینہ کے لئے دُعا کے لئے کہا کرتی تھیں آج اللہ تعالیٰ نے اُسے بیٹا دیا ہے۔وہ کہتی ہے سب سے پہلے ماں جی کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ مٹھائی اور دو نئے جوڑے کپڑوں کے لے جاؤ اور ان کا شکریہ ادا کرو۔پھر ماں جی بار بار ابا جان سے کہتی تھیں تم نے مجھے لا کر کیا دیا کہ جب میں نے خدا کی راہ میں دے دیا تو اس قدر غصے ہو رہے تھے دیکھو میرے مولیٰ نے جس کی خاطر میں نے غریب عورت کو اپنے کپڑے دیئے تھے ایک نہیں دو جوڑے کپڑوں کے بھیجے ہیں اور صرف کپڑے ہی نہیں مٹھائی بھی بھیجی ہے۔

گاؤں اور علاقے میں ہر چھوٹا بڑا ماں جی کا بہت احترام کرتا تھا یہاں تک کہ جب آپ کسی گھر یا گلی میں سے گزر رہے ہوتے تو عورتیں اور بچیاں احتراماً اپنے سر پر لئے دوپٹے کو ٹھیک کر لیتیں کہ ماں جی آ رہی ہیں کہیں ہمارا پردہ ڈھیلا ڈھالا تو نہیں ہے۔جب آپ سے عورتیں اور بچیاں ملتی تو سب سے پہلے پوچھا کرتی تھیں کیا نماز باقائدگی سے پڑھتی ہو اگر جواب ہاں میں ہوتا تو خوش ہوتیں اور دُعائیں دیتیں اور اگر نمازوں میں سستی ہوتی تو کہا کرتی

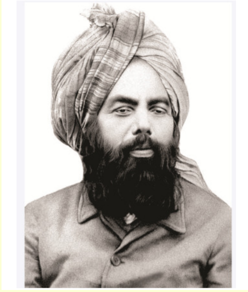
تھیں ہائے بدبختئے اللہ میاں کو کیا جواب دوگی۔آپ مخلوق خدا سے بہت ہمدردی کرنے والا وجود تھیں۔انسانوں سے لے کر جانوروں پرندوں تک کا خیال رکھتی تھیں۔اپنے کھانے میں سے جانوروں اور پرندوں کو دے دیتیں۔جانور اور پرندے آپ کے آس پاس پھرتے رہتے تھے اور آپ انہیں اپنی روزمرہ کی خوراک میں سے بچا کر چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر کے زمین پر پھینکتی تھیں تا کہ پرندے کھالیں۔جب میں پانچویں جماعت میں تھا اور والد محترم کے ساتھ قلعہ کالروالہ سکول جایا کرتا تھا۔گرمیوں کے موسم میں ابا جان شدید بیمار ہو گئے۔ہم رات کو اپنے مکان کی چھت پر سوئے ہوئے تھے کہ آدھی رات کے وقت آپ کی طبیعت سخت خراب ہوگئی۔آپ نے میری والدہ صاحبہ کو بلایا ہم سب بچوں کو گلے لگایا اور کہا کہ اب میرا آخری وقت آ گیا ہے۔ہم سب کو نصائح کیں ان میں ایک نصیحت یہ بھی تھی کہ میرے بعد زمین وغیرہ بیچ کر ربوہ چلے جانا اور وہاں بچوں کو پڑھانا تا اس ماحول میں اچھی تربیت حاصل کرسکیں۔پھر ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہو گئے۔ہم سب نے زور زور سے رونا شروع کر دیا۔مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ہمارے ابا جان کے مکرم مبشر احمد باجوہ صاحب جن کے بارہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے پنجابی نظم لکھی ہے سے بہت قریبی روابط تھے۔آپ کے والد محترم لالہ محمد شفیع اوران کے چھوٹے بھائی مکرم منیر احمد باجوہ جو آج کل جماعت احمدیہ داتا زید کا کے صدر جماعت ہیں سب سے پہلے ہمارے مکان پر پہنچے تھے۔پھر سارا گاؤں بھی اُمڈ آیا یہاں تک کہ خطرہ پیدا ہوگیا کہ کہیں مکان کی چھت ہی نہ گر جائے۔والد صاحب کی چارپائی نیچے صحن میں لائی گئی ماں جی صحن میں جو کافی کھلا تھا سویا کرتی تھیں۔کیونکہ چھت پر جانے کے لئے سیڑھیاں چڑھنا ان کے لئے مشکل تھا۔داتا زید کا ،کے امیر مکرم بشیر احمد صاحب باجوہ نے ایک عمدہ نسل کی گھوڑی رکھی ہوئی تھی۔آپ نے اسی وقت مکرم احمد دین چوکیدار کو اپنی گھوڑی پر قلعہ کالروالا سے مکرم ڈاکٹر رحمت اللہ صاحب کو بلانے کے لئے بھیج دیا۔ادھر جب ماں جی کو یہ خبر ملی کہ ان کے بیٹے کی حالت ایسی ہے کہ بچنا مشکل ہے وضو کیا اور جائے نماز لیا اور بارگاہ رب العزت میں سجدہ ریز ہوگئیں۔گریہ زاری اور بے قراری سے اپنے رب کے دروازے کو اس طرح کھٹکٹا یا کہ اللہ میاں ایک دفعہ میرا پتر میرا بیٹا مجھے دے دے ڈاکٹر صاحب تشریف لائے ابا جان کو دیکھا چیک کیا اور کہا ان کے بچنے کی کوئی اُمید نہیں ہے آپ کفن دفن کا انتظام کرلیں۔مجھے وہ وقت یاد ہے کہ جب نماز فجر کی اذانیں ہو رہی تھیں محترم ڈاکٹر صاحب واپس قلعہ کالروالا روانہ ہو گئے۔پھر گھٹیالیاں میں ڈاکٹر عارف صاحب تھے ان کو بلایا گیا۔انہوں نے کہا میں کوشش کرتا ہوں کچھ کہہ نہیں سکتا کہ یہ بچ سکیں گے یا نہیں ادھر ماں جی اپنے رب کے حضور عاجزانہ التجاؤں میں مصروف تھیں۔ابا جان قلعہ کالروالا میں پڑھاتے تھے اور مکرم ڈاکٹر رحمت اللہ صاحب بھی وہیں رہتے تھے انہوں نے وہاں جا کر کہہ دیا کہ نصر اللہ خان کے بچنے کی اُمید نہیں ہے اور حقیقت میں ایسے ہی لگتا بھی تھا۔

میں جب دن 11 بجے اپنے جانوروں کو راجباہ سے پانی پلانے کے لئے لے جا رہا تھا تو سکول کے اساتذہ آرہے تھے۔مجھے ملے تو پوچھا جنازہ کب ہونا ہے۔میرے قریب ہی ایک بزرگ تھے کہنے لگے توبہ کرو ابھی ڈاکٹر کوشش کر رہا ہے دُعا کرو اللہ انہیں صحت دے اور ایسی باتیں نہ کرو۔سب لوگ ماں جی کی ضعیف العمری کے باعث پریشان تھے کہ ماں جی سجدہ میں پڑی ہیں نہ کھاتی ہیں نہ پیتی ہیں اور ایک ہی التجا اپنے رب سے کرے جا رہی ہیں کہ اللہ میاں مجھے میرا پتر (بیٹا) دے دے۔کچھ ادویات منگوانے کے لئے بھائی منیر احمد صاحب لاہور جا چکے تھے دوپہر کو وہ بھی لوٹ آئے وہ استعمال کرائی گئیں۔سہ پہر کو جب دن ڈھلنے لگا تو ماں جی سجدہ سے اُٹھ گئیں اور کہنے لگیں اللہ میاں نے میرا بیٹا مجھے واپس کردیا۔تھوڑی دیر بعد والد صاحب کو دو تین بار کھانسی آئی تو ماں جی کہتی تھیں کہ دیکھا خدا تعالیٰ نے میری التجا قبول کرلی۔محترم والد صاحب دو تین ماہ تک بیمار رہے۔نہ چل پھر سکتے تھے نہ حافظہ ہی کام کرتا تھا نہ کسی عزیز رشتہ دار کا پتا لگتا تھا۔لوگ مجھے پکڑ کر کہتے تھے کہ یہ آپ کا بیٹا ہے لیکن والد صاحب کہتے تھے کہ نہیں تم سب مجھ سے مذاق کرتے ہو قرآن مجید جو یاد تھا سب بھول چکے تھے پھر آہستہ آہستہ صحت بحال ہوتی گئی اور حافظہ بھی بحال ہوتا گیا۔ابا جان اکثر کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے میری والدہ کی دُعاؤں کے طفیل مجھے دوسری زندگی عطا فرمائی ہے۔اس کے بعد والد محترم ایک لمبا عرصہ زندہ رہے سکول بھی پڑھاتے رہے اور بالآخر ریٹائر ہوئے اور پنشن

بھی لیتے رہے اور اچھی صحت بھی پائی۔ والد صاحب نے مجھے اور میری بہن کو ربوہ سکول میں داخل کروا کر ہماری تعلیم مکمل کروائی جب ہم ربوہ پڑھ رہے تھے گاؤں میں ایک دن بارش آئی والدہ پڑوس میں گئی ہوئی تھیں بی جی اور میں گھر میں اکیلے تھے چارپائی کھینچ کر برآمدہ میں جا رہے تھے کہ گر کر معمولی چوٹ آئی والدہ گھر آئیں تو ان کو بتایا انہوں نے گرمائش دی اور بات آئی گئی ہوگئی۔ دسمبر کے دن تھے رات کو اندر سوئے ہوئے تھے کہ ماں جی نے دروازہ کھول دیا والد صاحب کہنے لگے بے بے دروازہ کیوں کھولا ہے کہنے لگیں مجھے کسی نے باہر آواز دی ہے والد صاحب نے کہا اگر آواز دی ہوتی تو میں تو دروازے کے بالکل قریب سویا ہوں میں ضرور سنتا کہنے لگیں نہیں پتر تو سویا ہوا تھا۔ والد صاحب نے دروازہ بند کر دیا۔ ماں جی بستر پر لیٹ گئیں اور والد صاحب کو اپنے پاس بلا لیا والدہ بھی اُٹھ گئیں ۔ ماں جی سب کو سلام بھجوانے کی تاکید کرنے لگیں اور ساتھ یہ کہنا شروع کر دیا کہ اب میرا آخری وقت قریب آ گیا ہے والد صاحب با ربار کہتے رہے کہ بے بے معمولی چوٹ ہے ایک دو دن میں آرام آ جائے گا۔ ماں جی ہر ایک کا نام لے کر اسے سلام کہتی رہیں جہاں تعلق تھا سب کو یاد کیا اور سلام دیا۔ مجھے اور میری بہن ہم ربوہ پڑھتے تھے ہمارا خاص ذکر کرتی رہیں بہت دُعائیں دیں اور کہنے لگیں اب انہوں نے مجھے کہاں ملنا ہے میرا ان کو پیار دینا وہ بہت پڑھیں گے اور بہت ترقی کریں گے بار بار ہم دونوں کو یاد کرتیں سلام دُعا اور پیار دیتیں والدہ صاحبہ کا بہت شکریہ ادا کیا کہ تم نے میری بہت خدمت کی ہے اللہ بہت بہت جزا دے گا یہ باتیں ہو رہی تھیں ادھر نمود سحر تھی مؤ ذن نے اللہ اکبر سے اذان شروع کی اور ماں جی نے باتیں کرتے کرتے ایک لمبا سا سانس لیا اور اپنی جان مالک حقیقی کے سپرد کر دی۔ آپ نے 108 سال کی لمبی عمر پائی بہشتی مقبرہ ربوہ کے قطعہ نمبر 7 میں ابدی نیند سو رہی ہیں۔ اللہ تعا لیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے کہ وہ مبارک وجود جب تک زندہ رہا ہر سانس کے ساتھ اپنے رب العزت کو بڑی عاجزی اور انکساری سے یاد کرتا رہا۔ اللہ تعا لیٰ ہمیں بھی ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین



حقیقی اور کامل نجات کی راہیں قرآن نے کھولیں



حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں

”حقیقی اور کامل نجات کی راہیں قرآن نے کھولیں اور باقی سب اس کے ظل تھے سو تم قرآن کو تدبر سے پڑھو اور اس سے بہت ہی پیار کرو ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو کیونکہ جیسا کہ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ **الخیر کلہ فی القرآن** کہ تمام قسم کی بھلائیاں قرآن میں ہیں یہی بات سچ ہے افسوس ان لوگوں پر جو کسی اور چیز کو اس پر مقدم رکھتے ہیں تمہاری تمام فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن میں ہے کوئی بھی تمہاری ایسی دینی ضرورت نہیں جو قرآن میں نہیں پائی جاتی تمہارے ایمان کا مصدق یا مکذب قیامت کے دن قرآن ہے اور بجز قرآن کے آسمان کے نیچے اور کوئی کتاب نہیں جو بلا واسطہ قرآن تمہیں ہدایت دے سکے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

تعزیت



خواجہ منیر الدین قمر مرحوم

ریٹائرڈ انسپیکٹر ریلوے اسٹیشن یو کے

تاریخ پیدائش۔ ۲۷ جولائی ۱۹۳۶۔ قادیان۔ تاریخ وفات ۔ ۲۷ مئی ۲۰۲۳۔ لندن

۲۹ سالو قف۔ وکالت تبشیر۔ یو کے۔ دفتر پرائیویٹ سیکرٹری یو کے۔ خواجہ رشیدالدین مرحوم کے بھائی تھے۔ حضرت مولانا قمرالدین مرحوم کے بیٹے تھے ۔ جو کہ خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے پہلے صدر تھے۔ ادارہ قندیل حق ان کے سب عزیزوں سے تعزیت کرتا ہے۔ اور ان کی مغفرت کے لئے دعا گو ہے۔





اہلیہ محترمہ مریم صدیقہ صاحبہ مرحومہ کا ذکر خیر

(انجینئر محمود مجیب اصغر، سویڈن)

رضینا باللہ رب ورب اسلام دینا و بمحمد نبینا صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم۔

خاکسار کی اہلیہ مریم صدیقہ (شادی کے بعد مریم محمود) بنت ڈاکٹر سردار نذیر احمد صاحب مرحوم (ابن حضرت سردار عبدالرحمان سابق مہر سنگھ رضی اللہ عنہ)، 2 مئی 2023ء بروز منگل سٹاک ہوم، سویڈن کے ایک ہسپتال میں بقضائے الٰہی انتقال کر گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ابھی ہمیں سویڈن آئے ہوئے 6 ماہ ہی ہوئے تھے کہ یہ سانحہ ارتحال پیش آ گیا۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے،"اور کوئی ذی روح نہیں جانتا کہ کس زمین میں وہ مرے گا" (انبیاء:35)

ہماری زندگی کی بھی عجب کہانی ہے۔ نصف صدی سے زائد رفاقت، یوں لگتا ہے، پلک جھپکتے ہی گزر گئی۔

فاصلے بڑھ گئے پر قرب تو سارے ہیں وہی

پیدائش اور بچپن

اہلیہ کی پیدائش ایبے سینیا (حال ایتھوپیا) میں ہوئی جہاں ان کے والد مرحوم مشنری ڈاکٹر تھے۔ اپنے والدین کے ساتھ ان کا بچپن ایبے سینیا، یمن اور مشرقی افریقہ میں گزرا۔ غالباً 1960ء میں ڈاکٹر صاحب نے اپنی فیملی محلہ دارالصدر ربوہ شفٹ کر دی۔

نکاح وشادی

26 اگست 1967ء کو ہمارا نکاح ہوا اور 22 فروری 1969ء کو شادی ہوئی۔ نکاح کی خبر اس وقت روزنامہ الفضل میں کچھ یوں چھپی تھی۔

"سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالے بنصرہ العزیز نے مؤرخہ 26 اگست بروز ہفتہ بعد نماز عصر مسجد مبارک میں مندرجہ ذیل دو نکاحوں کا اعلان فرمایا۔۔۔

2) مکرم محمود مجیب اصغر صاحب ولد محترم فضل الرحمن صاحب کا نکاح عزیزہ مریم صدیقہ صاحبہ بنت محترم ڈاکٹر نذیر احمد صاحب افریقہ سے پانچ ہزار روپے مہر پر ہوا۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اعلان نکاح پر خاندان کے بزرگ حضرت سردار عبدالرحمان صاحب سابق سردار مہر سنگھ کا ذکر نہایت قابل رشک الفاظ میں فرمایا۔ حضور نے فرمایا کہ انہوں نے دعا کا ہتھیار جو اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا واحد ہتھیار ہے ہمیشہ استعمال کیا اللہ تعالیٰ نے ان کی بہت سی دعاؤں کو سنا ہے۔

ہماری بھی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی اولاد کو بھی ہمیشہ اس راہ پر چلائے اور آسمانی برکتوں سے نوازے۔ آمین

احباب سے بھی درخواست ہے کہ ہر دو نکاحوں کے بابرکت اور مثمر ثمرات حسنہ ہونے کے لئے دعا فرمائیں۔

خاکسار ابوالعطاء جالندھری"

حضور نے اس موقع پر اس عاجز کے خاندان کے بارے میں فرمایا تھا کہ بھیرہ کا یہ خاندان بھی بہت مخلص ہے۔ نیز ایجاب وقبول بھی پہلے ہمارا ہوا تھا۔ یاد رہے کہ اس عاجز کی پیدائش حضرت خلیفۃ المسیح الاول ؓ کے مولد مسکن بھیرہ میں ہوئی۔

شادی کی تقریب

ہم بھیرہ سے بارات لے کر ربوہ مکان نمبر 6/18 (اس وقت) دارلصدر غربی گئے تھے۔ اسی تقریب میں مولانا نذیر احمد صاحب لائلپوری نے خاکسار کے بڑے بھائی پروفیسر محمد عبداللطیف شاہد صاحب کے نکاح کا اعلان فرمایا تھا۔

تقریب میں کئی بزرگان بشمول صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب مرحوم اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعض خواتین مبارکہ نے بھی شرکت کی۔حضرت ڈپٹی محمد شریف صاحب صحابی بھی شامل ہوئے۔انہوں نے خاکسار کو مبارک دیتے ہوئے آہستہ سے یہ فقرہ چست کیا No Life without wife.ڈپٹی شریف صاحب حضرت سردار صاحب کے سمدھی لگتے تھے۔

اس سے اگلے روز بھیرہ میں ہمارے گھر دعوت ولیمہ ہوئی جس میں افراد جماعت اور علاقے کے معززین نے شرکت کی۔سالم کی ایک مشہور زمیندار ہندو فیملی ساہنی نے بھی شرکت کی تھی۔جن کے بچے اور بچیوں کے والد صاحب اتالیق تھے۔

اہلیہ کے دادا سردار عبد الرحمن رضی اللہ عنہ اور خاکسار کے دادا میاں عبد الرحمن رضی اللہ عنہ

خاکسار کے والد محترم ماسٹر فضل الرحمان بسمل سابق امیر جماعت احمدیہ بھیرہ اپنی تصنیف ''بھیرہ کی تاریخ احمدیت'' میں حضرت مولوی نور الدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں''۔۔۔ان دنوں علاقہ جالندھر کے ایک نوجوان مہر سنگھ نے اسلام قبول کیا۔اسلامی نام عبد الرحمان رکھا گیا اور وہ حضور (مولوی نور الدین صاحب) کی تربیت میں آ گئے اور میرے والد صاحب،جنکا نام بھی عبد الرحمان تھا،کے ہم جماعت اور دوست بن گئے۔والد صاحب کو حضرت مولوی صاحب کے خاندان سے دودھ کا رشتہ تھا۔ہر دو عبد الرحمان اکٹھے حضور کے مکان میں آتے جاتے تھے اور لکھتے پڑھتے تھے۔مڈل کا امتحان دونوں نے ضلع کے صدر مقام شاہ پور جا کر دیا۔سردار عبد الرحمان صاحب حضور کی معیت میں پھر کشمیر چلے گئے۔۔۔پارٹیشن کے بعد آپ بھلوال آ کر مقیم ہو گئے۔1951ء میں بندہ ان کی دعا سے تبدیل ہو کر بھلوال آیا۔آپ نے از راہ کرم اپنے مکان میں جگہ دی۔بڑی شفقت فرماتے تھے۔۔۔۔

ڈاکٹر سردار نذیر احمد صاحب

آپ کے بڑے لڑکے سردار نذیر احمد صاحب کی لڑکی سے میرا لڑکا محمود مجیب اصغر (انجینئر) 1969 میں بیاہا گیا۔حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ نے نکاح پڑھا۔اس موقعہ پر میں نے لکھا تھا؛

حضرت اقدس کے نوٹس میں یہ جب لایا گیا
جو ہوا ارشاد بندہ اس پہ ہی ممنون ہے
مریم و محمود کے ناموں میں باہم جوڑ ہے
اس لئے رشتہ مبارک اور بہت موزوں ہے
خود نکاح پڑھ کر کیا احسان مبارک ذات نے
بندہ عاجز ان کی منت کا بہت ممنون ہے
حضرت سردار صاحب جن پر راضی تھا خدا
خاندان کا فرد ہر اک ہی در مکنون ہے
ہم کو بھی برکت ملے ابرار سی مولا کریم
ہے یقیں یہ سلسلہ حقہ بہت مامون ہے''

(بھیرہ کی تاریخ احمدیت مؤلفہ فضل الرحمن بسمل غفاری بی اے بی ٹی امیر جماعت احمدیہ بھیرہ مطبوعہ 1972ء)

خاکسار کے بچپن کا ایک مبشر خواب

خاکسار اس وقت غالباً چھٹی جماعت میں پڑھتا تھا۔کہ خواب میں دیکھا کہ مسجد نور بھیرہ میں حضرت سردار عبد الرحمان سابق مہر سنگھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے ہیں اور ایک پانچ چھ سال کی بچی مجھے پکڑا کر چلے گئے ہیں۔ خاکسار خیال کرتا ہے کہ یہ اس عاجز کی ہونے والی بیوی اور آپ کی پوتی مریم تھی جو بعد میں اس عاجز کے عقد میں آئیں۔اگر نکاح کی عمر سے پیچھے نظر کروں تو اس وقت مریم صدیقہ اتنی ہی ہوگی۔واللہ اعلم بالصواب

معاندین کا حملہ

1974ء میں خاکسار کے والدین کے پاس بھیرہ میں تھیں جب 31 مئی کو معاندین کے مشتعل ہجوم نے جمعہ کے بعد والد صاحب (امیر جماعت احمدیہ بھیرہ) کے گھر پر حملہ کیا۔جلوس کے پہنچنے سے پہلے مریم اپنے کمسن بچوں کو گھسیٹ کر والدہ صاحبہ کے ساتھ نکل کر مسجد نور کے سامنے گلی میں پہنچنے میں کامیاب ہو گئیں۔تاہم والد صاحب بری طرح زخمی ہو گئے اور سامان لوٹ لیا گیا یا جلا دیا گیا۔سامان میں اہلیہ کا بھی جہیز کا سامان شامل تھا۔اس کے بعد

انہیں خاکسار نے ربوہ شفٹ کر دیا۔

اوصاف حمیدہ

اللہ نے مریم صدیقہ اور اس عاجز کو بہت خوشحال اور خوشگوار زندگی گزارنے کی توفیق دی۔اس عاجز نے وصیت انجینئرنگ یونیورسٹی میں طالب علمی کے دوران کر لی تھی۔گریجویشن کرنے کے چند ماہ بعد نکاح ہو گیا اور ڈیڑھ سال بعد شادی ہوئی۔مریم صدیقہ نے شادی کے بعد سب سے پہلے وصیت کی اور ہم نے مہر اور زیور کا دسواں حصہ ادا کیا۔مریم صدیقہ شروع سے نیکی کی طرف راغب تھیں ۔ پابندصوم وصلوٰۃ تھیں۔تلاوت قرآن کریم بہت کرتی تھیں۔ دعاؤں اور صدقہ خیرات کی بہت قائل تھیں۔خلیفہ وقت سے اخلاص ووفا کا تعلق تھا۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے فضل سے نو بچوں (2 بیٹے اور 7 بیٹیوں) کی نعمت سے نوازا۔انہوں نے سارے بچوں کو بطریق احسن پالا پوسا اور انکی تربیت کی ۔خاکسار کی سروس زیادہ تر کنسٹرکشن پراجیکٹس پر رہی ۔ بار بار ٹرانسفر ہوتیں رہیں۔ایک بار دعا کے لئے اپنی والدہ کے ساتھ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی ملاقات کے لئے گئیں۔ان کی والدہ صاحبہ نے عرض کیا کہ اس کے میاں کی بار بار ٹرانسفر ہوتی ہیں۔حضور نے فرمایا نوکری میں تو آدمی نوکر ہوتا ہے۔اس لئے جہاں بھیجیں جانا پڑتا ہے۔اسکے بعد ان حالات میں انہوں نے اپنے آپ کو ایڈجسٹ کر لیا۔ چند مقامات پر ہم اکٹھے رہے ۔ جہاں بھی رہے ہمارے گھر ہی نماز سنٹر ہوتا تھا۔اگر کسی جگہ جماعت نہ ہوتی تو ہم بیوی بچے با جماعت نماز ادا کرتے ۔درود شریف بہت پڑھتی تھیں ۔ ہر جگہ کئی بچیاں ان سے قرآن شریف بھی پڑھتیں اور کام میں بھی مدد کرواتیں۔

خاکسار کو گھر کا کام نہیں کرنے دیتی تھیں ۔ بڑے وقار سے رکھا۔ کہا کرتیں کہ یہ آپ کا کام نہیں ہے۔میں جو ہوں ۔آپ اپنے علمی کام کرتے رہیں۔

اولاد

خلافت ثالثہ کے دوران ہمارے سات بچے ہوئے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سے ساتوں بچوں کے نام رکھوائے۔(عائشہ نصرت،محمود منیر اکبر، امۃ المجیب امۃ القیوم،عطیۃ الخبیر،قرۃ العین،محمود فاتح احسن) دو بچے خلافت رابعہ میں ہوئے اور ان کے نام حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ سے رکھوائے۔(راشدہ طلعت،ماریہ سطوت)۔ماریہ سطوت کی پیدائش سے پہلے حضور نے وقف نو کی تحریک جاری فرما دی تھی ۔ چنانچہ ماریہ سطوت کی پیدائش سے پہلے حضور کو خط لکھوایا اور منظوری حاصل کی۔

ہم نے اکیلے اور بچوں کے ساتھ خلیفۃ المسیح سے کثرت سے ملاقاتیں کیں ۔الحمد للہ۔خلافت ثالثہ کے آخری تین ساڑھے تین سال ہم اسلام آباد میں تھے۔ان دنوں حضرت کے کئی دورے ہوئے۔1980ء کی بات ہے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سے اسلام آباد میں ہماری ایک تاریخی ملاقات ہوئی بیوی بچوں کے علاوہ خاکسار کی والدہ صاحبہ دو بہنیں ان کے بچے اور چھوٹے بھائی شامل تھے۔حضور کا سارا ڈرائنگ روم بھر گیا حضور بڑی فراخدلی سے ہر ایک سے باری باری گفتگو فرماتے رہے۔اہلیہ سے ان کے والد صاحب کا دریافت فرمایا اور بچوں کی شرارتوں پر محظوظ ہوتے رہے۔اس کے بعد اسی سال ہمارا دوسرا بیٹا پیدا ہوا۔

ربوہ میں قیام

اس کے جلد ہی بعد خاکسار کو نیسپاک نے سلطنت عمان بھجوا دیا۔آنا جانا رہتا تھا۔خاکسار کی روانگی کے بعد بچوں کو اکیلے چند ماہ اسلام آباد میں سنبھالا۔ خلافت رابعہ کے آغاز پر خاکسار نے اپنے بیوی بچوں کو مستقل طور پر ربوہ اپنے والدین کے پاس منتقل کر دیا۔خاکسار کے تقریباً چھ سال عمان میں گزرے ۔اگر چہ ہر سال خاکسار دو دو مرتبہ دو ہفتے کے لئے گھر آجاتا تھا۔لیکن بچوں کی تعلیم تربیت والد صاحب کی نگرانی میں انہی کے سپرد تھی۔

دو مرتبہ چار چار ماہ کے لئے خاکسار نے اپنے بیوی بچوں کو عمان بلوایا۔یو اے ای کی سیر بھی کی ۔ جو اچھی چیز دیکھتیں دعا کرتیں یا اللہ تو یہ نعمتیں دیگر احمدیوں کو بھی دے۔اپنے بچوں کیلئے بھی اللہ سے مانگتیں لیکن زیادہ دھیان حضرت خلیفۃ المسیح اور جماعت اور مرکز کی طرف رہتا۔

لجنہ اماء اللہ کے لئے خدمات

ربوہ میں انہیں لجنہ اماء اللہ میں مقدور بھر بے لوث خدمات کی اللہ تعالیٰ نے

توفیق دی۔ کئی شعبوں میں بڑی محنت اور جاں فشانی سے کام کیا۔ اپنی صدارت حلقہ دارالصدر شمالی کے دوران تو اللہ تعالیٰ نے بھرپور رنگ میں خدمت کی توفیق دی۔ ہمارا گھر لجنہ اور ناصرات کی activities سے بھرا رہتا تھا۔ ہر ایک گھر کا دورہ کرتیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح کے منصوبوں پر عمل کرواتیں۔

تبلیغ کا جنون تو انہوں نے اپنے باپ دادا سے ورثے میں پایا تھا۔ بڑی دلیری سے ربوہ کے مضافات میں کئی تبلیغی دورے کئے۔ خاندان مسیح موعود کی بعض خواتین نے بھی ان کے ساتھ جانا پسند کیا۔

صدر صاحبہ لجنہ اماء اللہ ربوہ نے 6 مئی کو تعزیتی پیغام میں فرمایا

''انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ مرحومہ بہت منکسر مزاج اور نیک خاتون تھیں۔ لجنہ کی خاموشی کے ساتھ لمبا عرصہ خدمت کی۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کے درجات بلند فرمائے اور آپ سب کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ میری طرف سے سب بچیوں سے اظہار تعزیت فرمادیں۔ جزاکم اللہ۔''

صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم 2006 یا 2007 میں ربوہ میں تھے ۔ صدر صاحبہ لجنہ پاکستان نے ہمارے گھر لجنہ کا اجلاس بلوایا اور صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سے قادیان کے درویشی کے حالات سنے ۔ بعض ایسے دردناک واقعات تھے کہ میاں صاحب کے بھی سناتے سناتے رو پڑے ۔ اجلاس کے بعد حضرت میاں صاحب ہمارے پاس بیٹھ کر اہلیہ کے بزرگ والد ڈاکٹر سردار نذیر احمد صاحب کی حضرت مصلح موعود کے ساتھ دلچسپ واقعات سناتے رہے۔

اہلیہ کو لجنہ کی میٹرک کے امتحان کے بعد کی تربیتی کلاس میں پڑھانے کا بھی انتظامیہ مسلسل کئی سال موقع فراہم کرتی رہی۔

بچیوں کے سسرال سے تعلقات

مریم صدیقہ خدا کے فضل سے نہ صرف اپنی بہوؤں اور دامادوں کی ہر دلعزیز تھیں بلکہ ان کے والدین سے بھی ہمیشہ خوشگوار تعلقات رہے۔ ان کی وفات پر سب نے بڑے دکھ کا اظہار کیا ہے ۔ سارے نسبی اور صہری خاندان میں اور اسی طرح اولاد کے صہری خاندانوں سے بہت اچھا تعلق رکھا ۔ اپنے نواسے نواسیوں اور پوتے پوتیوں (جن میں سے اکثر وقف نو کی تحریک میں شامل ہیں) کی بہت ہر دلعزیز تھیں ۔ ان کی بیماری کے دوران بچیاں اور بچے اور آگے ان کے بچے بکثرت حضرت خلیفۃ المسیح کو دعا کے لئے لکھتے رہے اور پاکستان اور سویڈن میں کئی مرتبہ خرچ کر کے کینیڈا، جرمنی ۔ یو کے سے عیادت کے لئے آتے رہے ۔ اور خدمت کی توفیق پاتے رہے ۔ پاکستان والی بیٹی اور داماد عبید اللہ خان اور چھوٹے بیٹے اور بہو کو سب سے زیادہ خدمت کا موقع ملا ۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کی خدمت قبول فرمائے ۔ اور اجر عظیم دے ۔ آخری دنوں میں بچوں ان کے بچوں اور ربوہ گھر کو بہت یاد کرتیں۔

خلفاء مسیح موعود سے ملاقاتیں

ہماری زندگی کے بہترین وہ لمحات ہیں جب ہم نے اکٹھے خلیفۃ المسیح سے ملاقاتیں کیں اور اپنے بچوں کے معاملات حضور انور سے شیئر کئے۔

2000ء کے جلسہ سالانہ برطانیہ پر یہ عاجز اکیلا گیا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے ملاقات کے دوران دریافت فرمایا بیگم صاحبہ نہیں آئیں؟ عرض کیا۔ ویز انہیں تھا اگلے سال ویز الگوایا اور فیملی ملاقات کا شرف حاصل کیا۔

2003ء سے 2019ء تک تقریباً ہر سال ہی حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ سے ملاقاتوں کا شرف حاصل کیا۔ 2019ء میں تو دو ملاقاتیں کیں ۔ حضور کی شفقتوں کی داستانیں اکثر ہم دہراتے رہتے اور اللہ کا شکر ادا کرتے رہتے اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت اور عطا ہمارے لئے خلافت احمدیہ اسلامیہ ہے جو ان شاء اللہ قیامت سے قائم رہے گی ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نسلاً بعد نسلاً اس کے ساتھ جوڑ کر رکھے اور سلسلہ عالیہ کے لئے کارآمد وجود بنائے۔ آمین

آخری لمحات

2 مئی کو علی الصبح سانس لینے میں دقت ہوئی ۔ ہسپتال سے ایمبولینس منگوائی ۔ خود بات کی ۔ چند منٹوں میں ہسپتال پہنچا دیا گیا۔ بیٹا محمود فاتح احسن ہمراہ تھا ۔ اس نے وڈیو کال کر کے خاکسار اور اپنے سب بہنوں بھائی کو اکٹھا کر لیا۔ ربوہ والی بچی نے سورۃ یاسین کی تلاوت شروع کر دی ۔ جب اس آیت پر پہنچی سلام قولا من رب رحیم تو اہلیہ نے دو لمبے سانس لئے اور جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

’’وہ جنت میں مومنوں پر سلامتی کا تحفہ عطا کرتا ہے جیسا کہ فرمایا سلام قولا من رب رحیم یعنی ان کو سلام کیا جائے گا جو بار بار کرم کرنے والے رب کی طرف سے ان کے لئے پیغام ہوگا۔ تو اس لفظ سلام میں اللہ تعالی کی طرف سے ایک مکمل حفاظت کا پیغام اور وعدہ دے دیا ہے اس خدا کی طرف سے جو رحم کرنے والا خدا ہے۔ یہ ایک چھوٹی آیت ہے لیکن ایک عظیم پیغام اپنے اندر رکھتی ہے‘‘(الفضل انٹرنیشنل 16 مئی 2023 صفحہ 2)

مرحومہ کی خواہش اور وصیت تھی کہ انکی تدفین بہشتی مقبرہ دارالفضل ربوہ میں ہو۔ خلیفہ وقت کی اجازت اور دعا سے اللہ تعالیٰ نے ایسا انتظام فرمایا کہ اہلیہ مرحومہ کا تابوت بہشتی مقبرہ پہنچانے کے اللہ تعالیٰ نے سامان پیدا فرمائے اور سٹاک ہوم جنازہ ادا کر کے تابوت پاکستان روانہ کر دیا گیا جہاں 13 مئی کو کثیر تعداد نے صدر انجمن احمدیہ کے احاطہ میں ناظر اعلیٰ صاحب نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور تدفین بہشتی مقبرہ دارالفضل ربوہ میں ہوئی۔ اس طرح اہلیہ کی خواہش کو اللہ تعالیٰ نے معجزانہ طور پر پورا کیا۔ ایک دوست نے فون پر بتایا کہ بہت بڑا جنازہ تھا۔ قبر تیار ہونے پر خاکسار کے سمدھی مکرم پروفیسر رفیق احمد ثاقب صاحب نے دعا کروائی۔ وفات کے وقت اہلیہ کی عمر 74 سال سے کچھ اوپر تھی۔

تعزیت اور جذبات تشکر

اللہ تعالیٰ نے خلافت کے ذریعے ساری جماعت کے کل افراد کو موتیوں کی طرح پرو دیا ہے۔ اہلیہ کی وفات پر دنیا کے طول عرض سے اس قدر فون اور تعزیت کے پیغام آئے ہیں اور سارے بچوں اور بچیوں کے پاس اس سے بھی زیادہ، کہ دل اللہ تعالیٰ کی حمد سے لبریز ہوگیا ہے۔ ان سب محسنوں کی اس عاجز کے دل میں بہت قدر ہے۔ ان کے شکریے میں ہم ان کے لئے دعا ہی کر سکتے ہیں کہ ہمارا رب ان کے للہی اخلاص اور محبت کو قبول فرمائے اور اپنے فضلوں رحمتوں اور برکتوں سے نوازے۔

اللھم اغفر لھا وارحمھا وعافھا واعف عنھا واکرم نزلھا ونور مرقدھا۔ آمین

دنیا بھی اک سرا ہے بچھڑے کا جو ملا ہے
شکوہ کی کچھ نہیں جا یہ گھر ہی بے بقا ہے

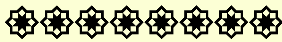


’’کاواں ٹولی اِکو بولی‘‘

رانا محمد حسن خاں

ایڈیٹر پیشوا لندن

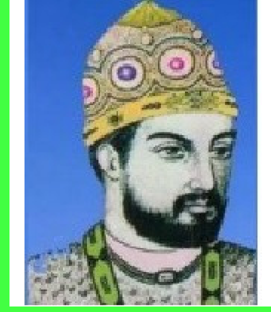
’’کاواں ٹولی اِکو بولی‘‘
جھوٹ دے نال کھیڈن ہولی
مار سٹن جے اناں بارے
جیب کسے نے وی کھولی
اناں دے دل وی کالے
اے کاں سب نوں کران گولی
کاواں دی کاں کاں سن کے
ہر کاں جاپے بابا کرولی
سرداراں نے کاواں دے ہی
قوم لکھاں وچ ہے رولی
اپنی قوم لئی تے حسنؔ
منگے خیر ہے چک کے جھولی



راجا عبدالرحیم لندن

نظامِ خلافت ہے اِحساں خدا کا
ہوا جاری چشمہ ہے فیضاں خدا کا
یہ پودا خدا کا لگایا ہوا ہے
اُڑائے ہے خوشبو گلستاں خدا کا
مسیح آیا بن کر غلامِ محمدؐ
مسیح پر ایماں ہے فرماں خدا کا





علاؤالدین خلجی

(تحقیق وتحریر: رانا محمد حسن خاں۔لندن)



خلجی خاندان کے آغاز کے متعلق ایک رائے یہ ہے کہ چنگیز خان کے داماد کا نام قالج خان تھا۔قالج خان کی اپنی بیوی اور چنگیز خان سے ناراضگی تھی، جسے قالج خان نے دل میں چھپائے رکھا،موقع ملتے ہی اپنے خاندان کے تیس ہزار افراد اور بیوی بچوں کے ساتھ غور اور گرجستان کی پہاڑیوں میں آباد ہو گیا۔کہا جاتا ہے کہ یہاں سے یہ قالجی (کثرت استعمال سے خلجی بن چکا تھا) غوریوں کے دور حکومت میں اقتدار اور اثر رسوخ حاصل کر لیا تھا۔تاریخ فرشتہ کے مطابق ترک بن یافت کے گیارہ بیٹوں میں سے ایک کا نام خلج تھا،اس کی اولاد کو خلجی کہا جاتا ہے۔ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ قالج خان بھی خلجی ہو۔بعض مورخین کا خیال ہے کہ خلجی دراصل ایک افغان قبیلے غلجئی سے تھا اور یہی غلجئی ہندوستان میں خلجی کی صورت اختیار کر گیا۔

غیاث الدین بلبن کا جانشین،معز الدین خاندان غلاماں کا آخری بادشاہ ثابت ہوا۔معز الدین کیقباد غیاث الدین بلبن کا پوتا تھا۔اس عیش پرست بادشاہ کے متعلق تاریخ فرشتہ میں ہے کہ ’’جب قسمت نے کیقباد کو فرمانروائی کے درجہ تک پہنچایا، تو اس نے بڑی فراخدلی سے عیش کوشی اور نفس پرستی میں اپنا وقت ضائع کرنا شروع کر دیا۔گویوں، مسخروں، شرابیوں اور عیش پرستوں کے اقبال کا ستارہ بلند ہو گیا۔گلی گلی کوچے کوچے گانے بجانے، ناچ، راگ رنگ کی محفلیں جمنے لگیں۔دہلی کے ہر گوشے سے غزل خواں شیریں آواز آنے لگے، شرعی قوانین کی کوئی پروا نہ تھی۔ایسا معلوم ہوتا تھا کہ انھیں شراب کے سیلاب میں بہا دیا گیا ہے۔حالت یہ ہوئی کہ قاضی اور محتسب جیسے لوگ بھی ان اعمال خبیثہ میں مبتلا ہو گئے۔‘‘ تاریخ فیروز شاہی میں اس نفس پرست کے بارے لکھا ہے کہ ’’خوش الحان اور حسین لوگ، ہنسانے والے مسخرے اور بھانڈ دربار میں آ گئے۔فسق و فجور کا رواج عام ہو گیا، حسین بدکار اور مشہور فاحشہ عورتیں سونے اور زیورات میں غرق ہو گئیں۔کم عمر لڑکوں کے گانے، عربدہ جو رقاصاؤں کے ناچنے، ملیح دلرباؤں کے کرشموں اور ان جفا کار بے وفاؤں کے غمزہ و ادا سے لشکر کے من چلے عاشق دیوانے ہو جاتے۔حسن پرستوں نے ان حسینوں کی محبت میں ناقوس ہاتھوں میں لے لیے اور بتوں کی طرح ان کی پوجا کرتے تھے......عقل مندان پر فریفتہ اور علما معصیت میں مبتلا ہو گئے۔زاہدوں نے عبادت سے ہاتھ کھینچ لیا اور عابدوں نے شراب خانوں کے دروازوں کو پکڑ لیا۔شرم و حیا درمیان سے اٹھ گئی۔عزت و آبرو جاتی رہی، بے حیائی پھیل گئی۔قبوں میں شراب کی سبیلیں لگا دی گئیں۔‘‘

جس وقت معز الدین کیقباد کا خلجی سردار جلال الدین خلجی سے مقابلہ ہوا تو قوت مردمی سے محروم فالج زدہ بادشاہ کے عیاش امراء اور سازشی عناصر نے بڑی آسانی سے اسے شکست سے دو چار کروا دیا۔جلال الدین خلجی نے معز الدین کیقباد کو قتل کر کے اس کی لاش کو دریائے جمنا میں پھینک دیا۔اور اس کے دس سالہ بیٹے شمس الدین کیومرث کو تخت پر بٹھا کر حکومت کرتا رہا، چند ماہ بعد اسے جلال الدین خلجی نے قتل کر دیا اور خود دہلی کے تخت پر بیٹھ گیا۔جس وقت جلال الدین خلجی تخت نشین ہوا اس کی عمر ستر برس تھی۔

جلال الدین فیروز شاہ خلجی کو بعض مورخین نیک دل بادشاہ خیال کرتے ہیں۔شاید ان مورخین نے اس کی عمر پر غور نہیں ستر سال کا بوڑھا ویسے ہی نرم پڑ جاتا ہے، اس کا چھ سالہ دور غربت کا دور تھا، ایک بھی قابل ذکر کام اس نے نہیں کیا۔غیاث الدین بلبن کی یاد میں آنسو بہاتا رہا جس کے پوتے اور پڑپوتے کو اس نے قتل کیا تھا۔جلال الدین فیروز شاہ خلجی کی طبیعت میں حالات نے نرمی تو پیدا کر دی تھی مگر عیاش پرستی سے پیچھا نہ چھڑا سکا۔مورخ ضیاء الدین برنی نے لکھا ہے کہ: ’’سلطان کی مجلس کے ساقی ہیبت خان کے لڑکے نظام خریطہ دار اور یلدز ساقیوں کے سردار تھے۔یہ لوگ حسن و جمال اور کرشمہ سازی میں ایسے تھے کہ جو زاہد یا عابد ان کو دیکھتا زنار باندھ لیتا اور اپنی جانماز کو شراب خانے کا

بوریا بنالیتا۔ سلطان کی مجلس کے مطربوں میں محمد شاہ چنگی چنگ بجاتا،فتوحا، فقاعی کی بیٹی اور نصرت خاتون گانا گاتیں ان کی کم عمری اور نسوانی آواز سے پرندے ہوا میں سے نیچے اتر آتے۔ سننے والوں کے ہوش اڑ جاتے۔ دل تڑپنے لگتے......''

جلال الدین فیروز شاہ خلجی نے اپنے بھائی شہاب الدین کے دو بیٹوں علاؤالدین اور الماس خاں (الغ خاں) کو اپنے بچوں کی طرح پالا پوسا تھا اور ان دونوں بھائیوں کے جوان ہونے پر جلال الدین نے اپنی دو بیٹیوں کا ان سے نکاح بھی پڑھوا دیا تھا۔ جلال الدین نے تخت نشینی کے بعد جہاں اپنے بھائیوں اور بیٹوں کو جاگیروں اور اعزازات سے نوازا وہاں اپنے جاہل اور بد دماغ بھتیجے علاؤالدین کو امراء میں شامل کیا اور الماس خاں کو بھی اعزازات سے نوازا۔ ماں کا دودھ پینے کے زمانہ سے جلال الدین نے اپنے بھتیجے علاؤالدین کو ناز ونعم سے پالا ، مارنا تو درکنار کبھی تیز نگاہ سے بھی اس کی طرف نہ دیکھا تھا۔ علاؤالدین کو لکھنے پڑھنے کا قطعاً شوق نہ تھا۔ شروع ہی سے تیراندازی، نیزہ بازی، شکار اور گھڑسواری کا عاشق تھا۔ ضعیف جلال الدین اس کے حرکات وسکنات کا مشاہدہ کر کے باغ باغ ہوتا تھا مگر یہ خبر نہ تھی کہ جو دیکھ رہا ہوں ، یہ میری ہی موت کے سامان ہیں۔ علاؤالدین کی مردانگی اور اکھڑپن کا شہرہ سارے ملک میں ہوگیا۔ سوا اس کے چچا کے اس کے ظلم وستم اور قاتل گری سے سبھی نفرت کرتے تھے۔ اس کا دل شروع ہی سے کینہ پرور اور رحم سے نا آشنا تھا۔

مورخین کے نزدیک شادی کے کچھ عرصہ بعد علاؤالدین کے اپنی بیوی اور ساس سے تعلقات خراب ہو گئے تھے، جب اسے حاکم گڑھ مانک پور بنایا گیا تو اسے ان دونوں سے چھٹکارا ملنے پر خوشی ہوئی۔ اس نے بادشاہ کی اجازت سے مانک پور کے گردونواح میں خوب تباہی مچائی اور لوگوں کو جی بھر کر لوٹا اور تمام دولت اپنے چچا کی خدمت میں بھجوا کر چچا کا اعتماد حاصل کیا اور دولت کے بدلے میں چچا نے جاگیر اودھ عطا کر دی۔ قلعہ دیوگیر کی فتح سے علاؤالدین کے ہاتھ بے شمار دولت لگی جس نے اس کا دماغ بالکل خراب کر دیا، اس نے بادشاہ بننے کے خواب دیکھنے شروع کر دیے۔ لوٹ کا مال چچا کو بھیجنے کی بجائے آئیں بائیں شائیں کرنے لگا۔ چچا نے اس کی فتح پر جلسہ عیش و طرب منعقد کیا ، چند دن بعد معلوم ہوا کہ علاؤالدین بغاوت پر تلا ہوا ہے۔ بادشاہ کے ایک دانشور امیر ملک احمد نے اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے عرض کیا کہ دولت بے اندازہ کا خاصا یہ ہے کہ جس کے ہاتھ لگتی ہے اسے مغرور بنادیتی ہے اور اس کا نشہ تمام نشوں پر غالب آتا ہے۔ امیر ملک احمد نے اور بھی بہت کچھ کہا مگر سلطان نے جواب میں کہا کہ ''میرے بچے کو میرے سامنے شیر کر کے دکھاتا ہے، بھلا میں نے علاؤالدین کے ساتھ کیا برائی کی ہے کہ وہ مجھ سے باغی ہوجائے گا اور مال غنیمت میرے پاس نہ لائے گا۔ تو اس سے بہت ہی بدگمان ہے، اس کی کوئی بات تیری بدظنی سے نہیں بچی۔ تُو یہ تو خیال کر کہ میں نے اپنی گود میں کس زمانہ سے اسے پالا ہے اور اس کی گردن پر میرے کس قدر احسان ہیں۔ میرے بیٹے خواہ مجھ سے برگشتہ ہو جائیں مگر وہ اپنی گردن بار احسان سے نہیں اٹھاسکتا۔''

علاؤالدین خلجی اور اس کے بھائی الماس خاں کی چکنی چپڑی باتوں میں آ کر سلطان بذریعہ کشتی اپنے امراء اور ایک ہزار فوجیوں کے ہمراہ گڑھ مانک پور پہنچ گیا۔ فوج کو کشتیوں میں چھوڑا اور خود سلطان کشتی سے اتر کر علاؤالدین کی طرف بڑھا۔ علاؤالدین نے شرائط خاک بوسی ادا کیں اور بادشاہ کے قدموں میں گر پڑا۔ سلطان نے اسے اٹھا کر اپنے سینے سے لگایا۔ بہت دیر تک پیشانی اور آنکھیں چومتا رہا، بعدازاں اس کی داڑھی پکڑ کر پیار سے ایک طمانچہ مارا اور کہا کہ اے علّی! ابھی تک تیرے پیشاب کی بو میرے کپڑوں سے نہیں گئی ۔۔ تجھے مجھ ضعیف اور روزہ دار پر رحم نہیں آیا جو مجھے اس قدر تکلیف دی۔ وقت افطار قریب ہے آ میرے ساتھ بجرے میں چل۔ بادشاہ نے علاؤالدین کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔ علاؤالدین نے محمود ابن سالم کو اشارہ کیا اس نے تلوار سے بادشاہ پر وار کیا تلوار کے وار سے بادشاہ کا ایک ہاتھ کٹ کر دور جا گرا، بادشاہ کشتی کی طرف بھاگا مگر اختیارالدین ہود نے اس کے دامن کو پکڑ کر جھٹکا دیا اور ضعیف روزہ دار سلطان زمین پر گر گیا اور اختیارالدین نے اس کا سر آن واحد میں تن سے جدا کر دیا۔

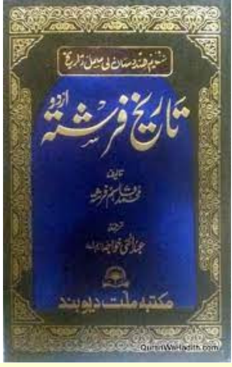
سلطان جلال الدین خلجی اور اس کے امراء کے سر نیزوں پر رکھ کر گڑھ مانک پور میں پھیرایا گیا اور بعد ازاں اودھ میں بھی یہی وحشیانہ تماشا کیا گیا۔ سلطان کی بیوی اور دیگر شاہی خواتین کو دہلی میں قید کر دیا گیا، اور سلطان

کے بیٹوں کو قلعہ ہانسی میں تا مرگ قید کر دیا گیا اور امراء کی جائیدادیں ضبط کر کے انہیں اندھا کر دیا گیا۔

قلعہ دیوگیر سے لوٹی گئی بے شمار رقم جب عیش ونشاط میں خرچ ہوگئی تو رعایا کو بے دردی کے ساتھ لوٹ کر خزانہ بھرا گیا، کوئی ظلم ایسا نہ تھا جو دولت کے حصول کے لیے روانہ رکھا گیا ہو۔ اسی دور میں مغل لٹیرے دریائے سندھ عبور کر کے پنجاب پہنچ گئے۔ حدود جالندھر میں علاؤالدین خلجی کی طرف سے بھیجی گئی فوج نے ان مغل لٹیروں کو شکست فاش سے دوچار کر دیا۔ اس فتح کا جشن دھوم دھام سے منایا گیا یعنی رقص وسرور اور شراب وشباب سے دل بہلائے گئے۔

جشن سے فارغ ہو کر علاؤالدین خلجی ان غداروں کی طرف متوجہ ہوا جن نے اس کے چچا کے ساتھ غداری کرتے ہوئے اس کے ساتھی بن گئے تھے۔ علاؤالدین خلجی کا ماننا تھا کہ جو ایک بار غداری کرتا ہے اس پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔ اس نے اپنے چچا سے غداری کرنے والوں سے مال واسباب، زرونقد اور جاگیریں غرض ہر چیز چھین لی۔ اسباب کی ضبطی کے بعد کچھ کو جلاوطن کر دیا، کچھ کو اندھا کر دیا، کچھ کو مار دیا اور جو باقی بچے انہیں تا مرگ قید کر دیا۔ اور جو اس کے چچا کے آخر وقت تک وفادار رہے انہیں نا صرف عزت دی بلکہ انعام واکرام سے بھی نوازا۔ اس کاروائی سے شاہی خزانہ بھر گیا۔

علاؤالدین نے اس کام سے فارغ ہو کر گجرات کے باسیوں کو لوٹنے اور برباد حال کرنے کے لیے شاہی لشکر روانہ کیا جس نے فتح کے بعد راجہ کرن رائے کی رانی اور امراء کی بیویوں کے علاوہ گجراتی لڑکیوں اور مردوں کو غلام بنا کر سلطان کے پاس بھجوا دیا۔ راجہ کرن رائے کی رانی کی عصمت دری سلطان نے کر ڈالی۔ گجرات کی مہم سے واپسی پر تین چار ہزار نومسلم سپاہیوں نے سخت مالی حساب کتاب پر بغاوت کر کے قتل وغارت شروع کر دی، اس غدر میں سلطان کا بھانجا اور چند سردار بھی مارے گئے۔ سلطان کو جب اس کی خبر پہنچی تو اس نے غرور کے نشہ میں مست ہو کر ان نومسلموں کے بیوی بچوں، ماؤں، بہنوں اور بیٹے بیٹیوں سبھی کی گرفتاری اور قتل عام کا حکم دیا، تقریباً چالیس ہزار نومسلموں کو قتل کیا گیا۔ بچوں اور ماؤں کے سر آپس میں ٹکرا ٹکرا کر انہیں قتل کیا گیا اور ماؤں کی گودوں سے بچے لے کر انہیں ذبح کر کے واپس انکی گود میں پھینک دیا گیا۔ عورتوں کو ننگا رشتہ داروں کے ساتھ قید کیا گیا اور ان کی آبروریزی کی گئی۔



سعید احمد جعفری لکھتے ہیں کہ "عورتوں اور بچوں پر ظلم کے واقعات سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کے (علاؤالدین خلجی کے) سینہ میں دل نہ تھا بلکہ اس کے بجائے ایک پتھر یا فولاد کا ٹکڑا تھا، کیونکہ رحم اس میں کبھی دیکھا ہی نہیں گیا۔" تاریخ فیروز شاہی میں لکھا ہے کہ 'اپنے ولی نعمت کا خون بہانے کی نحوست کی وجہ سے اس (علاؤالدین) نے بے گناہوں کا اتنا خون بہایا کہ فرعون نے بھی نہ بہایا تھا۔' علاؤالدین خلجی کے ایک بھتیجے اور دو بھانجوں نے بھی بغاوت کی تھی۔ سلطان نے ان تینوں کو اور ان کے ساتھیوں کو بھی چن چن کر ہلاک کیا تھا۔

علاؤالدین خلجی چاہتا تھا کہ اپنے چار وزیروں کی مدد سے نبی ہونے کا دعویٰ کرے تا کہ ہمیشہ یاد رکھا جائے اور علماء سے پوچھتا تھا کہ پیغمبر اسلام کس طرح پیغمبر بنے تھے اور میں نبی بن کر کس طریقے سے یاد رکھا جا سکتا ہوں۔ علاء الملک نے اپنی جان مشکل میں ڈال اس عیاش کو جس کے حرم میں ہندوستان کے طول وعرض کی حسین عورتیں موجود تھیں جن کے بطن سے ہر سال اس کے تین چار بیٹے پیدا ہوتے تھے۔ اس خبط سے نکالا۔ اسکے دور میں ایک فرقہ 'اباحتی' نام سے ابھرا جو ممنوعات ومحرمات کو ناجائز نہیں سمجھتا تھا اور ماں بہن سے تعلق کو روا خیال کرتا تھا۔ تاریخ میں ہے کہ ملک نائب کافور کا سلطان علاؤالدین خلجی مفعول تھا۔ مصنف تاریخ فیروز شاہی نے اس شخص کے بارے میں "پیش بریدہ پس دریدہ" کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔

علاؤالدین خلجی تکبر کے نشہ میں چور تھا اور دنیا فتح کرنا چاہتا تھا مگر علاء الملک کے سمجھانے بجھانے سے دہلی پر اکتفا کر لیا اور اپنا خطاب اسکندر ثانی رکھا۔ اشیاء کی قیمتیں کنٹرول کرنا اس کا کارنامہ بتایا جاتا ہے مگر درحقیقت یہ اس کی مجبوری تھی کیونکہ مغلوں کو روکنے اور عیش پرستی کے لیے دولت اکٹھی کرنے کا یہ ایک طریقہ تھا۔ اس نے گھر گھر جاسوس بھیجے، امرا کو ایک دوسرے کے گھر جانے اور ملنے سے منع کر دیا۔ زبان کھولنا جرم ٹھہرا جس کی شدید سزا دی جاتی۔ زنا کی سزا کے لیے مردانہ خصوصیت سے محروم کر دیا جاتا۔ اس کے ظلم وستم دیکھ کر علما، فقہا نے سچ بات کہنا ترک کیا اور وہ بادشاہ کی مرضی کے مطابق

تاویلیں کرتے۔اسی بادشاہ کے دور میں حضرت نظام الدین اولیاؒ، امیر خسروؒ اور حضرت رکن الدینؒ جیسے بزرگ ہوئے۔لیکن بادشاہ کو کبھی جانے اور ملنے کی توفیق نہ ہوئی۔محض گمان کی بنا پر بے گناہ لوگوں کو قتل کر دینا اس کا وتیرہ تھا۔ تاریخ فیروز شاہی میں لکھا ہے کہ ”مختلف قسم کے نشوں کی وجہ سے جو غصہ اس پر سوار رہتا اس کے سبب کسی کی مجال نہ ہوتی کہ کسی مجبور اور ضرورت مند کی عرضی اس کی خدمت میں پیش کر سکے۔اپنی انتہائے جہالت کی بنا پر احکام ومصالحِ حکومت کو شریعت سے بالکل الگ سمجھتا۔نماز روزہ کے متعلق اس کو کچھ علم نہ تھا۔ اس کے مرنے کے بعد کئی ہزار قیدی اور جلا وطن لوگوں نے رہائی پائی“۔اسلام کو بادشاہ کے کسی اقدام سے فائدہ نہ پہنچا۔وہ کافور ہزار دیناری نامی ایک شخص کے عشق میں دنیا اور آخرت برباد کرتا رہا۔اسے ملک نائب (وزیر) مقرر کیا۔کہتے ہیں کہ جب بادشاہ سخت بیمار ہوا تو اسی ملک نائب نے اس کا کام تمام کیا۔ سلطان علاؤالدین کے مرنے کے بعد مکافات کا پہیہ حرکت میں آیا۔اسی ملک نائب نے جس کا سلطان عمر بھر دیوانہ رہا بادشاہ کے خاندان کے افراد کو چن چن کر مارا۔سلطان کی بیوہ کو قید میں ڈالا۔اس کے بیٹوں کی آنکھیں نکالیں، بعض کو قتل کر دیا۔اس سلسلے میں ضیاء الدین برنی نے لکھا ہے کہ ”ان دنوں میں جب کہ سلطان علاؤالدین کے بیٹوں کو قتل اور اندھا کیا جا رہا تھا اور ان کے خاندان پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے تھے۔ایک دوست نے شیخ بشیر دیوانہ سے جو صاحبِ کشف وکرامات تھے، دریافت کیا کہ علائی خاندان کے لوگ کیوں تباہ ہو رہے ہیں اور پستی میں گر رہے ہیں؟ شیخ بشیر دیوانہ (مجذوب) نے جواب دیا کہ علاؤالدین کی بادشاہت کی بنیاد نہ تھی جو تخت اور حکومت اس طریقے سے حاصل کی جاتی ہے جیسے اس نے حاصل کی تھی وہ اسی طرح برباد ہو کے رہتی ہے......“

جب قسمت سلطان قطب الدین مبارک شاہ خلجی پر مہربان ہوئی تو اس نے ایک ایک کر کے پہلے اپنے سب بھائی قتل کرائے۔قطب الدین، سفاکی اور فسق میں علاؤالدین سے بھی چند قدم آگے تھا۔برصغیر میں اسلام کو اس کی وجہ سے بڑا شدید نقصان پہنچا۔ایک نوجوان امیر خسرو ملک سے اس کے تعلق کے چرچے اکناف عالم میں پھیلے۔تاریخ فیروز شاہی میں لکھا ہے کہ: ”خسرو ملک (خسرو خان) کا تعلق ایک ادنیٰ قبیلے ”پرواز“ سے تھا۔قطب الدین اس کا



لوگوں میں مُسکرا کے شفا بانٹتا رہا

صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا مبشر احمد صاحب کی وفات پر

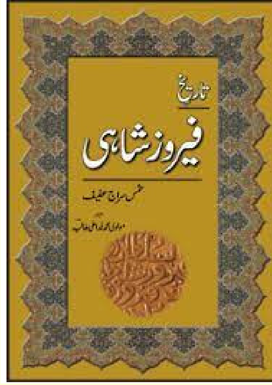
لوگوں میں مُسکرا کے شفا بانٹتا رہا
وہ حبس میں بھی ٹھنڈی ہوا بانٹتا رہا
کرتا وہ سب کو حرفِ تسلی سے سرفراز
وہ سب میں حوصلے کے عصا بانٹتا رہا
سمجھا کسی مرض کو بھی اُس نے نہ لا علاج
بے چینیوں میں حرفِ دعا بانٹتا رہا
مایوسیوں سے جنگ کی اُس نے تمام عمر
لوگوں میں شفقتوں کی ردا بانٹتا رہا
اپنے میں اور پرائے میں اس نے نہ کی تمیز
دورِ خزاں میں بادِ صبا بانٹتا رہا
ورثے میں اس کو دستِ سخی تھا ملا ہوا
جو کچھ بھی اس کے ہاتھ لگا بانٹتا رہا
بے چارگی کے مارے مریضوں کے درمیاں
خوشیوں کے گھر کا قدسی پتا بانٹتا رہا

عبدالکریم قدسی امریکہ، 2 جون 2023ء 0015403887948

دیوانہ ہو گیا اور اس کو بہت مرتبے عطا کیے بلکہ اپنی ہوس پرستی کی وجہ سے وزارت کا عہدہ بھی اس کے حوالے کر دیا“۔اس بادشاہ کو اللہ والوں، خاص طور پر حضرت نظام الدین اولیاؒ سے عداوت تھی۔

تاریخ فرشتہ میں ہے کہ ”قطب الدین مبارک شاہ کی بری حرکتیں اس حد تک بڑھ گئی تھیں کہ وہ اکثر اوقات عورتوں کی طرح زیور پہن لیتا تھا اور اسی عالم میں مجمع میں آ کر لوگوں سے بات چیت کرتا تھا۔بادشاہ کے محل میں بازاری اور گھٹیا عورتیں ہر وقت جمع رہتیں اور بادشاہ کے اشارے سے نامی گرامی اور ممتاز امرا سے مذاق کر کے ان کی توہین کرتی تھیں“۔

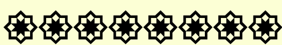
تاریخ فیروز شاہی میں خسرو خان کے متعلق لکھا ہے کہ ”یہ ولدالزنا کمینہ



شخص (خسرو) ہر وقت سلطان کو ہلاک کرنے کے متعلق سوچتا رہتا۔ ظاہر میں تو وہ ایک بدکار اور بے شرم عورت کی طرح اپنا جسم اس کے حوالے کر دیتا، لیکن باطن میں وہ سلطان کی زیادتی پر غصہ کرتا اور خون کے گھونٹ پیتا رہتا تھا۔ بادشاہ نے نماز ترک کر دی، ماہ رمضان میں علانیہ کھاتا پیتا، اس کے دربار میں ایک کمین بھانڈ امراء ماں اور بیوی کی گالیاں دیتا اور اکثر بلند مرتبہ شرفا کے کپڑوں پر ننگا ہو کر پیشاب کر دیتا اور بعض اوقات بالکل برہنہ دربار میں آجاتا اور فحش بکتا تھا۔ بادشاہ اس سے بہت محظوظ ہوتا تھا۔ پھر جو ہوا سو ہوا۔ بادشاہ کے قتل کے بعد خسرو خان اور اس کے ہندو رشتہ دار سلطانی حرم میں جا گھسے۔ سلطان کی ایک بیوی کی بے حرمتی کی اور بعد میں اُسے قتل کر دیا۔ پھر خاندان کے دوسرے افراد کو تہ تیغ کیا۔ خسرو خان نے تخت نشین ہوتے ہی محل میں بت پرستی شروع کر دی۔ قطب الدین کی بیوی کو اپنے حرم میں ڈال لیا۔ خاص خاص مسلمان امراء کے خاندانوں پر قبضہ کیا اور مسلمان عورتوں اور کنیزوں سے خسرو اور ہندو پروار رشتے دار متمتع ہونے لگے۔ ’’ہندو اور پروار لوگ جن کا غلبہ ہو چکا تھا قرآن مجید کے نسخوں کو کرسیوں کے طور پر استعمال کرنے لگے، محرابوں میں بت رکھ کر ان کی پوجا کرنے لگے۔‘‘

(تاریخ فیروز شاہی)

معزز قارئین! یہ افسانہ نہیں حقیقت ہے کہ خلجی سلطان اول درجے کے عیاش تھے اور قتل و غارت، لوٹ ماران کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ ان کا مطمع نظر قطعاً اسلام نہیں تھا، صرف اور صرف لٹیرا اور عیاش نفس ذاتی تھا۔ چالیس ہزار نو مسلمان مردوں، عورتوں اور بچوں کا دردناک طریقوں سے قتل خلجی تاریخ کا سیاہ ترین باب ہے۔ جس طرح دیگر مسلمان بادشاہوں کا دامن رشتوں کے خون سے رنگین ہے اسی طرح خلجیوں نے بھی رشتوں کے تقدس کو پامال کیا۔ جلال الدین خلجی نے اپنے محسن غیاث الدین بلبن کے پوتے اور پڑپوتے کو قتل کر کے بلبن خاندان کا خاتمہ کیا تھا اسی طرح اس کے بھتیجے نے نا صرف اسے قتل کیا بلکہ اس کے بیوی بچوں کو بھی قید تنہائی میں اندھا کر کے مار دیا۔ اسی طرح علاؤالدین نے اپنے دو بھانجوں اور عزیز برادر کے بیٹے کو بھی ہلاک کر دیا بعد میں علاؤالدین کو اور اس کے بیٹوں کو ملک نائب کا فور نے قتل کر دیا۔ جو باقی قطب الدین مبارک شاہ سمیت رشتے دار بچ گئے تھے انہیں خسرو خان نے ہلاک کر کے خلجی خاندان کا وجود ہندوستان سے مٹا دیا۔



اور کتنا لہو؟

(امۃ الباری ناصر۔ امریکہ)

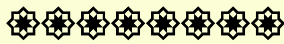
میری ارضِ وطن! اور کتنا لہو؟
اے دریدہ بدن! اور کتنا لہو؟
کس بلا کی ہے پیاسی یہ تیری زمیں
اور کتنے کفن؟ اور کتنا لہو؟

یہ ترا حسن کس کی نظر کھا گئی
کیا ہوا بانکپن؟ اور کتنا لہو؟

ہر طرف خوف و دہشت کا ہی راج ہے
چل بسا فکر و فن اور کتنا لہو؟

تیرے دامن میں نفرت ہی نفرت ہے اب
بڑھ گئی ہے جلن ؟ اور کتنا لہو؟

ساتھ اپنے ہے تائیدِ رب الورا
سب ہے اس کی چبھن اور کتنا لہو؟





کیا آپ جانتے ہیں!

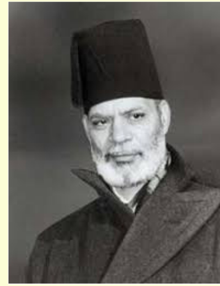
23 مارچ 1940ء کو قرارداد پاکستان کس نے لکھی؟

خواجہ محمد افضل بٹ usa کی خصوصی تحریر



اہل پاکستان پر حیرت ہوتی ہے کہ آج تک ان کو یہ علم نہیں کہ اس ''قرارداد'' کا مسودہ کس نے تیار کیا جو 23 مارچ 1940ء لاہور کے جلسہ مسلم لیگ میں پڑھی گئی ۔ یہ قرارداد جناب سر محمد ظفر اللہ خان صاحب نے لکھی تھی۔ جس کے نتیجہ میں ان کو پاکستان حاصل ہوا۔

''قرارادادِ پاکستان اور سر ظفر اللہ خان''



قائد اعظم کو مسلم لیگ سنبھالے تھوڑا وقت ہوا تھا کہ گورنمنٹ نے 1937ء میں عام انتخابات کروادیئے' اس میں کانگرس کے بالمقابل مسلم لیگ کامیاب نہ ہوسکی۔ کانگرس نے طاقت کے نشہ میں ایسے اقدام کیئے جو مسلمانوں کے لئے مایوس کن تھے مثلاً ہندی کو قومی زبان قرار دیا' گاؤکشی پر پابندی اور ترنگے کو قومی پرچم قرار دیا۔ اس سے مسلم عمائدین کی آنکھیں کھل گئیں کہ مسلم اور ہندو دُو جُدا قومیں ہیں جن کا الحاق نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ 23 مارچ 1940ء کو منٹو پارک لاہور میں تین روزہ مسلم لیگ کا اجلاس ہوا جس میں قرار داد لاہور (بعد میں قرارداد پاکستان کہلائی) پیش کی گئی کہ جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے وہاں آزاد مملکت قائم کی جائیں ۔ اگلے سال مسلم لیگ کے آئین میں اسے شامل کر لیا گیا جو بعد میں تحریک پاکستان کی بنیاد بنی۔

اس ''قرارداد کا'' مسودہ سر ظفر اللہ خان صاحب نے تیار کیا۔

NUST یونیورسٹی کے لیکچرار جناب حسین احمد لکھتے ہیں۔

(ترجمہ) یہ سر ظفر اللہ خان ہی تھے جنہوں نے قرارداد لاہور کا بھی مسودہ تیار کیا تھا جس میں پہلی بار پاکستان کا تصور پیش کیا گیا۔ لیکن ان کے کردار کو سالہا سال تک صیغہ راز میں رکھا گیا۔ یہاں تک کہ حال ہی میں لارڈ لنلتھگو کی تحریر کردہ دستاویزات اور خطوط نے سر ظفر اللہ خان کے کردار کی مرکزی حیثیت کو منکشف کردیا ہے''

(ڈیلی ٹائمز 22 دسمبر 2012)

''قرارداد پاکستان اور بانی جماعت احمدیہ''

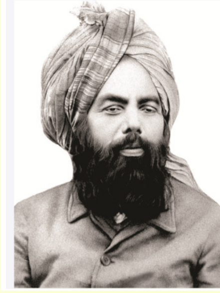
1940ء سے قبل قریباً تمام مسلم قائدین حتیٰ کہ قائداعظم بھی مسلم ہندو اتحاد کے حامی تھے لیکن جب کانگریس نے ہندی کو قومی زبان قرار دیا اور گاؤکشی پر پابندی لگادی اور کانگریس کے ترنگے کو قومی پرچم قرار دیا اور مسلم لیگ کو دیوار کے ساتھ لگانے کی کوشش کی تب مسلم عمائدین کی آنکھیں کھلیں۔ اور انہیں احساس ہوا کہ ہم دو الگ الگ قومیں ہیں جن کا الحاق ممکن نہیں ہے۔ بعد میں یہی تحریک پاکستان کی آزاد ریاست کے قیام پر منتج ہوئی لیکن اس سے قریباً 33 سال قبل حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام فرما چکے تھے کہ ہندو اور مسلمان دو الگ قومیں ہیں اور ہندوؤں سے ہمیں انصاف کی اُمید نہیں رکھنی چاہیئے۔ فرمایا۔

''جو قوم حیوان کو انسان پر ترجیح دیتی ہو اور ایک گائے کے ذبح سے انسان کا خون کر دینا کچھ بات نہ سمجھتی ہو وہ حاکم ہوکر کیا انصاف کرے گی۔''

(البدر 9 مئی 1907ء)

اس ضمن میں جناب سر محمد ظفر اللہ خان صاحب فرماتے ہیں۔

''میں پورے وثوق سے کہتا ہوں کہ لارڈ لنلتھگو کے 12 مارچ 1940ء کے خط میں میرے جس نوٹ کا حوالہ دیا گیا ہے وہ اس حقیقت پر مبنی تھا کہ ہندوستان میں مسلمان ایک واضح طور پر علیحدہ قوم ہیں اور یہ کہ آئینی مسئلے کا واحد



تسلّی بخش اور قابل قبول حل یہ ہے کہ شمال مشرقی اور شمال مغربی علاقوں پر مشتمل فیڈریشن قائم کی جائے اور یہ بالکل وہی مطالبہ تھا جو کچھ دنوں بعد مارچ 1940 کی مسلم لیگ کی قرارداد میں پیش کیا گیا۔ دوقومی نظریہ اور شمال مشرقی اور شمال مغربی فیڈریشن کے قیام کی سکیم میرے نوٹ میں تفصیل اور وضاحت سے پیش کی گئی ہے جو میرے ہمعصروں یا مجھ سے پہلے لوگوں میں سے کسی دستاویز یا بیان میں قطعاً نہیں ملتی۔

(پاکستان ٹائمز 1982.02.13)

جناب سر محمد ظفر اللہ خان صاحب کا وہ نوٹ جو انہوں نے لارڈ لنلتھگو کو بھجوایا تھا۔اس کے بارے فرماتے ہیں۔

’’میرا یہ نوٹ ماہِ فروری 1940ء کے آخری نصف میں تیار کیا گیا تھا تا کہ اسے سرکاری ڈاک والے تھیلے میں شامل کر دیا جائے جو لارڈ لنلتھگو کے 12۔ مارچ 1940ء والے خط سے پہلے جانا تھا۔اس خط اور میرے نوٹ کے بغور مطالعے سے یہ بات کسی شک شبہ کے بغیر واضح ہوجاتی ہے کہ یہ نوٹ میں نے ذاتی طور پر پہل کر کے خود تیار کیا تھا اور میں اس کے ہر حصّے کا اکیلا ذمہ دار تھا۔‘‘(پاکستان ٹائمز 13.02.1940)

جناب چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب نے یہ بات بھی واضح کی کہ لارڈ لنلتھ گو نے 12۔مارچ کے اپنے مضمون میں 1940ء کے مکتوب بنام سیکرٹری آف سٹیٹ برائے انڈیا میں خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے۔میرے نوٹ کی کاپی پہلے ہی قائداعظم کو بھیج دی گئی تھی‘‘

جس نوٹ کی کاپی لارڈ لنلتھگو نے قائداعظم کی خدمت میں بھجوادی تھی چند دن بعد وہی سکیم ’’قرارداد پاکستان‘‘ کی شکل میں مسلم لیگ کے اجلاس 23 مارچ 1940ء میں پاس کی گئی۔

’’قرارداد پاکستان‘‘ کے مسودہ کی وضاحت بیان کرنے کے بعد سر محمد ظفر اللہ خان صاحب اپنے عجز کا ان الفاظ میں اظہار کرتے ہیں کہ۔

’’میں نے ہمیشہ بار بار زبانی اور تحریری طور پر اس حقیقت کو واضح کیا ہے کہ جہاں تک انسانی کوششوں کا تعلق ہے۔ پاکستان صرف ایک شخص کی مخلصانہ اور بھر پور کوششوں سے معرض وجود میں آیا اور وہ قائداعظم محمد علی جناح تھے۔انہوں نے اکیلے ہی دم توڑتی ہوئی آل انڈیا مسلم لیگ کو پھر سے زندہ کیا اور اسے ایک فعال اور مؤثر سیاسی تنظیم میں مربوط کر دیا اور وہ اس کے مسلم اور متحرک قائد تھے۔نا قابل قبول نظر آنے والی مشکلات کے باوجود انہوں نے مقصد کو پالیا جو انہوں نے اپنے سامنے رکھا تھا اور اگرچہ متعدد لوگوں نے وفاداری اور صدق کے ساتھ ان کا ساتھ دیا تھا لیکن (حصول وطن میں) کامیابی کا کریڈٹ اکیلے محمد علی جناح کو جاتا ہے۔اس بارے میں کسی جہت سے شک وشبہ کی گنجائش نہیں‘‘۔

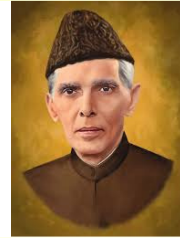
(پاکستان ٹائمز 1982.02.13)

ہوسکتا ہے کہ بعض قارئیں یہ سوال کریں کہ اگر سر محمد ظفر اللہ خان صاحب اس قرارداد پاکستان کے مصنف ہیں تو اس بات کو عام کیوں نہیں کیا گیا؟ جواب یہ ہے کہ جناب سر ظفر اللہ خان صاحب نے ہمیشہ پاکستان کی بے لوث خدمت کی ۔ان کی فطرت میں نمود ونمائش قائم کرنا بھی نہ تھی۔ان کی زندگی ماہ وسال نہایت عجز وانکساری میں گزرے۔خان ولی خان کی کتاب ’’facts are facts‘‘ اور ایک اور رسالے کو دیئے گئے انٹرویو میں اپنی مرضی سے اخذ کردہ نتائج کی بنا پر بابائے قوم قائداعظم محمد علی جناح اور سر محمد ظفر اللہ خان کے خلاف ہرزہ رسائی اور الزام تراشی کے سبب چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان کو پاکستان ٹائمز 13.02.1982ء میں حقائق کو منظر عام پر لانے کے لئے لکھنا پڑا کہ۔

’’اگر یہ بات نہ ہوتی تو چوہدری صاحب ہر گز یہ بیان نہ دیتے کہ’’ قرارداد پاکستان‘‘ انہوں نے ہی تیار کی تھی۔ چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان نے اپنی بے غرض اور محتاط طبیعت اور دُور رس سوچ کی بنا پر ضروری سمجھا کہ جماعت احمدیہ سے تعلق رکھنے کی وجہ سے ’’قرارداد پاکستان‘‘ کے سلسلے میں اپنا نام ظاہر کر کے اس نازک موقع پر کسی بدمزگی یا محاذ آرائی کا موقع پیدا نہ ہو۔کیونکہ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ مجلس احرار کے کانگریسی ایجنٹ پاکستان کی تحریک کو ٹھنڈا کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے اور وہ ہر وقت ایسے موقع کی تلاش میں رہتے تھے‘‘۔(نیویارک اعوام اپریل 2014 صفحہ 14)

جناب چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب کا اصل مقصد تو مسلم لیگ اور مسلمانان ہند کی بے لوث خدمت کرنا تھا۔ ایک اور ثبوت ان کی انکساری کا یہ بھی ہے کہ جب انہوں نے ''تحدیثِ نعمت'' لکھی جو ان کی ساری زندگی میں ہونے والے واقعات کا مجموعہ ہے اور وہ پاکستان بن جانے کے بعد لکھی گئی۔ اس میں بھی آپ نے مناسب نہیں سمجھا کہ اس قرارداد کا ذکر ان کے نام سے ہو۔ یہ تو اُس وقت ہوا جب غلط باتیں رسالوں میں شائع ہوئیں تو ان کے لئے لازم ہو گیا کہ اہل پاکستان کو حقائق سے آگاہ کیا جائے۔ تو پاکستان ٹائمز 13.02.1982ء کے شمارہ میں یہ راز ان کو بتانا پڑا۔ یہی بات خان ولی محمد خان صاحب کی کتب ''Facts are facts'' کے صفحے 40 پر لکھی ہے''۔

جناب سر محمد ظفر اللہ خان صاحب کو قائد اعظم کا خراجِ تحسین۔



1939ء ہندوستان کی سنٹرل اسمبلی میں تقریر کرتے ہوئے قائد اعظمؒ نے فرمایا۔

Before I proceed further I wish to record my sense of appreciation and if i may say so, coming from my party the honorable sir Muhammad zafrullah Khan who is a Muslim and it may be said that I am flattering my own son. But I must endorse there is not the slightest doubt that he has done his VERY BEST. (Govt reports V:3 page:2983)

ترجمہ۔ قبل اس سے کہ میں کاروائی کا آغاز کروں میں اپنی طرف سے اور اپنی پارٹی کی طرف سے آنریبل سر محمد ظفر اللہ خان صاحب کو گہرے جذبات اور تشکر اور مبارکباد پیش کرنا چاہتا ہوں۔ جو ایک مسلمان ہیں۔ میں اُنہیں اپنے بیٹے جیسا عزیز رکھتا ہوں۔ اور اس میں ذرہ برابر بھی شک نہیں کہ انہوں نے اپنی بہترین خدمات سرانجام دیں۔

مکرم ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی نے ''ہماری قومی جدوجہد'' صفحہ 76 پر قائد اعظم محمد علی جناحؒ جناب سر محمد ظفر اللہ خان صاحب کو خراجِ تحسین میں فرماتے ہیں۔

''میں اپنی اور اپنی پارٹی کی جانب سے آنریبل سر محمد ظفر اللہ خان صاحب کو ہدیہ تبریک پیش کرنا چاہتا ہوں۔ وہ مسلمان ہیں اور یوں کہنا چاہئے کہ میں اپنے بیٹے کی تعریف کر رہا ہوں۔ مختلف حلقوں نے ان کو جو مبارکباد دی ہے۔ میں اس کی تائید کرتا ہوں''۔

(بحوالہ ہماری قومی جدوجہد از ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی صفحہ 76)

قائد اعظمؒ سر محمد ظفر اللہ خان صاحب پر اعتماد کرتے تھے۔ ان کی صلاحیتوں کے مداح تھے۔ جب بھی ان کا ذکر کرتے تو بڑے فخر سے ان کی خدمات کو سراہتے تھے۔

قائد اعظمؒ سر ظفر اللہ خان صاحب کے متعلق فرمایا کرتے تھے۔

''سر ظفر اللہ خان صاحب کا دماغ خداوند کریم کا زبردست انعام ہے''

جن کی خدمات کو ''بانی پاکستان......سراہتے ہوں اور اُن کے اخلاص و محبت کی تعریف کرتے ہوں تو اُن کی خدمات کا اعتراف اہل وطن پاکستانیوں کو بھی اور اداروں کو بھی کرنا چاہیئے۔

مگر ایسا نہیں کیا گیا بلکہ ان کے ناموں کو تاریخ سے خارج کر دیا گیا ہے۔ جیسے جناب ڈاکٹر عبدالسلام صاحب جو نوبل لاریٹ ہیں ۔ ان کا نام سائنس کی کتب سے نکال دیا گیا ہے۔ پاکستان کے ان محسنوں کی خدمات کو یاد رکھا جانا چاہیئے ۔ مکرم ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کو دنیا کے سائینس دان سلام کرتے ہیں لیکن وائے افسوس! کہ پاکستان نے سکول کے نصاب سے ان کا نام نکال کر اپنی فتح کا جشن مناتے ہیں اور اپنی جہالت کا ثبوت دیتے ہیں۔ ان کو پاکستان کی طرف منسوب کرنا ہتک سمجھتے ہیں۔ لیکن دنیا کے سائینس دانوں میں پاکستان کی اس وجہ سے عزت اور پہچان ہے کہ یہ عظیم سائینس دان پاکستانی تھا۔

اسی طرح جماعت احمدیہ کی خدمات افواج پاکستان میں انمٹ ہیں۔ لیکن اہل پاکستان نے ان کا بھی نام نصاب کی کتابوں سے نکال دیا ہے۔ جن کی بہادری کی شہادت 1965ء کی جنگ میں ہر پاکستانی کی زبان پر تھا، کتابوں میں ان کا تذکرہ تھا، وہ پاکستان کی افواج کے ہیرو تھے۔

ان کو اس وقت پاکستان نے تمغات سے نوازا تھا۔ وہ عظیم جنرل علی ملک جس نے چونڈہ کے محاذ پر دشمن کی فوج کو ایک انچ بھی آگے نہیں آنے دیا اور ان کے بڑے بھائی جنرل اختر حسین ملک نے چھمب اور جوڑیاں کے محاذ پر پیش

قدمی کی تھی اور دشمن کے چھکے چھڑا دیئے تھے۔ جنرل افتخار جنجوعہ 1965ء کی جنگ میں شہید ہوئے۔ میں نے چندان احمدی ہیروز کا ذکر کیا ہے ان کے علاوہ اور بہت ہیروز ہیں جو جماعت احمدیہ سے تعلق رکھتے ہیں، جنہوں نے اپنی خدمات انجام دے کر اس دارفانی سے رخصت ہوئے۔

ان ارواح بزبانِ حال یہ کہہ رہی ہیں کہ اے ہمارے بعد میں آنے والے پاکستانیوں! ہم نے اس پاکستان کی بے لوث خدمت کی۔ اب یہ تم پر منحصر ہے کہ تم ہمیں کس طرح یاد رکھتے ہو۔ لیکن یاد رکھنا کہ۔

ہمارا خون بھی شامل ہے تزئین گلستان میں
چمن میں جب بہار آئے ہمیں بھی یاد کر لینا

ناراض قائداعظم کو منا کر لندن سے انڈیا لانے والے کون تھے؟

سنیئے! یہ تھے جماعت احمدیہ کے مبلغ مولانا عبدالرحیم صاحب درد امام مسجد فضل لندن

”قائداعظم کی واپسی لندن۔



کانگریس اور مسلم علماء اور مذہبی جماعتوں کی مخالفت سے تنگ آ کر قائداعظم سیاست سے دل برداشتہ ہو کر ہمیشہ کے لئے انگلستان ہجرت کر گئے۔ اس صورتِ حال سے ملت کا درد رکھنے والوں کو سخت دھچکا لگا۔ چنانچہ جماعت احمدیہ کے دوسرے امام حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے جماعت احمدیہ لنڈن مشن کے امام مولانا عبدالرحیم درد صاحب کو ہدایت کی کہ وہ قائد اعظم سے مل کر ان کو واپس آنے پر آمادہ کریں کہ وہ واپس آ کر سیاست میں حصّہ لیں۔ چنانچہ کئی ملاقاتوں کے نتیجہ میں قائداعظم نے اپنا ارادہ ترک کر دیا اور 1943ء میں واپس ہندوستان واپس تشریف لائے اور مسلمانوں کی قیادت کی باگ ڈور سنبھالی۔ جس کے نتیجے میں پاکستان معرضِ وجود میں آیا۔

مسجد فضل لنڈن میں ”عید الاضحیٰ“ کے موقع پر ایک تقریب 6اپریل 1933ء میں منعقد ہوئی۔ جس میں دوصد کے قریب شخصیات مدعو تھیں۔ جس میں مسٹر پیتھک لارنس، سرایڈورڈ میکلیکن، پروفیسر اے آر گپ

اور سر ڈینی سن راس شامل تھے۔

قائد اعظمؒ بھی اس تقریب میں شامل ہوئے۔ آپ کی تقریر کا عنوان ” مستقبل کا انڈیا“ تھا۔ قائداعظم نے اس تقریب میں اپنی شرکت کا سہرا امام مسجد لنڈن مولانا عبدالرحیم درد کے سر باندھتے ہوئے اپنی تقریر کا آغاز ان الفاظ میں کیا۔

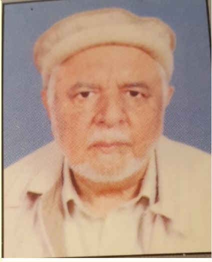
,, the eloquent persuasion of the imam left me no escape,,

ترجمہ۔”امام (بیت الفضل لنڈن) کی فصیح وبلیغ ترغیب نے میرے لئے کوئی جائے فرار باقی نہیں چھوڑی“۔

(انسائیکلو پیڈیا قائداعظم مصنف زاہد حسین انجم صفحہ 180)

یہ تقریب برطانوی اور ہندوستانی پریس کی خاص توجہ کا مرکز بنی اور چوٹی کے اخباروں میں اس کی اشاعت ہوئی۔ قائداعظم کا یہ اعلان سارے ہندوستان میں سُنا گیا۔ چنانچہ لیاقت علی خان، بیگم لیاقت علی خان آپ کو لینے کے لئے لنڈن آ گئے۔

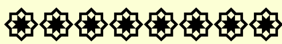
قطعات



(خواجہ عبدالمومن۔ ناروے)

جن کو ملتا ہے خلافت کا مقام
چاہتے ہیں دل سے وہ سب کا بھلا
خوابِ غفلت سے جگاتے ہیں ہمیں
اپنی تقریروں سے ہم کو وہ سدا

ہمیں بخشی ہے مولیٰ نے خلافت آسمانی بھی
دکھائی ہے ہمیں مولیٰ نے اس کی کامرانی بھی
خلافت نے ہمیں ہر اک اندھیرے سے نکالا ہے
خلافت کی ہی برکت سے ملی ہے شادمانی بھی



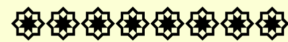
قائداعظمؒ کی امام جماعت احمدیہ مرزا بشیرالدین محمود صاحب خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہٗ سے عقیدت



قائداعظمؒ کے ساتھی اور قدیم مسلم لیگی سردار شوکت حیات کی کتاب the Nation that lost the soul(صفحہ 147) جو 1995ء میں شائع ہوئی...... میں یہ بات پہلی دفعہ ظاہر ہوئی کہ انتخابات میں قائداعظمؒ نے امام جماعت احمدیہ کو امداد کی درخواستِ دعا کے لئے پیغام بھجوایا۔ سردار صاحب کے الفاظ کا ترجمہ ذیل میں درج ہے۔ کہتے ہیں کہ۔

''ایک دفعہ قائداعظمؒ کی طرف سے ایک پیغام موصول ہوا۔ جس میں کہا گیا تھا کہ شوکت مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم بٹالہ جا رہے ہو اور میرا خیال ہے قادیان بٹالہ سے پانچ میل دُور ہے۔ تم وہاں جاؤ اور حضرت صاحب سے مل کر میری طرف سے اُنہیں پاکستان کے لئے دعا اور مدد کی درخواست کرو۔ جلسہ کے بعد آدھی رات بارہ بجے کے قریب میں قادیان پہنچا۔ اُس وقت حضرت صاحب سو چکے تھے ۔ میں نے اُنہیں پیغام بھجوایا کہ ان کے لئے قائداعظم کی درخواست لے کر آیا ہوں۔ یہ سُن کر وہ فوراً اُٹھ آئے اور مجھ سے پوچھا کہ احکام کیا ہیں؟ میں نے اُنہیں قائداعظم کا پیغام پہنچایا کہ ''پاکستان کے لئے دعا کریں اور مدد کریں''۔ اس پر اُنہوں نے کہا کہ ''قائداعظم کو بتادیں کہ: ''ہم پاکستان کے لئے ابتدا سے ہی دعا کر رہے ہیں اور مدد بھی کریں گے''۔

(2) سر خضر حیات کے استعفیٰ کا معاملہ بھی بہت اہم تھا۔ جو صرف امام جماعت احمدیہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کی رہنمائی میں چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب کی کوشش سے حل ہوا۔ قائداعظم اس کے معترف تھے۔ چنانچہ واقعہ کے کچھ عرصہ بعد جماعت کے ناظر امور عامہ مولانا عبدالرحیم درد قائداعظم سے ملے تو انہوں نے جماعت احمدیہ کی اس کوشش کا بہت شکریہ ادا کیا اور کہا کہ آپ نے نہایت آڑے وقت ہماری مدد کی۔ میں (قائداعظم) اِسے کبھی نہیں بھول سکتا۔



نفرتوں کی ہوگئی ہے اِنتہا اب دیس میں

(خواجہ عبدالجلیل عبادؔ۔ جرمنی)



نفرتوں کی ہو گئی ہے اِنتہا اب دیس میں
چیرتے رہتے ہیں قبروں کی قبا اب دیس میں
وہ خُدا جو دیکھتا اور بولتا، سُنتا بھی ہے
مانتے ہیں وہ کہاں ایسا خُدا اب دیس میں

اُٹھ گیا صدق و صفا اِس دیس کے ہر دل سے ہے
ہر بُرائی کرنے کا ہے حوصلہ اب دیس میں

مسجدیں مسمار کرتے ہیں، جلا دیتے ہیں گھر
آسماں لائے گا کوئی زلزلہ اب دیس میں
حق کی ہر آواز کو زندان میں ڈالے ہوئے
جبر کی چلتی اک ظالم ہے ہوا اب دیس میں

خونِ ناحق اس کی گلیوں میں ہے بہتا آئے دن
قاتلوں کو چھوڑتی ہے عدلیہ اب دیس میں
ہجرتوں پہ ہجرتیں کرنے پہ ہیں مجبور لوگ
لاجرم رہنا بہت مشکل ہوا اب دیس میں

اِک قیامت کی خبر دیتی ہوا کی چاپ ہے
آ رہا ہے پھر سے کوئی کربلا اب دیس میں
خاکی وردی کو محافظ ہم سمجھتے ہیں عبادؔ!
بے وفاؤں کو ہیں کہتے سب بُرا اب دیس میں



کنگ چارلز کارونیشن میڈل کا اعزاز
ڈاکٹر سر افتخار ایاز صاحب کے لئے

یہ خبر باعثِ مسرت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور خلافتِ احمدیہ کی برکت سے ڈاکٹر سر افتخار ایاز صاحب کو کنگ چارلز کارونیشن (تاج پوشی) میڈل دیا گیا ہے۔ برطانیہ اور کامن ویلتھ کے سارے ممالک میں 6 مئی 2023 کو شاہ چارلز ثالث کی تاجپوشی کا جشن بہت جوش وخروش سے منایا گیا۔ جون 1953ء میں ان کی والدہ ملکہ الزبتھ ثانی مرحومہ کا جشن تاجپوشی منایا گیا تھا۔ اور اب 70 سال بعد چارلز کو یہ موقعہ نصیب ہوا ہے۔

سر افتخار صاحب کے میڈل کے سلسلہ میں ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ 1953ء میں ملکہ الزبتھ کارونیشن میڈل ان کے والد مرحوم ومغفور محترم مختار احمد ایاز صاحب کو ٹانگا نیکا میں دیا گیا۔ ماشاءاللہ۔ اور اب آپ کے بیٹے سر افتخار ایاز صاحب کو چارلز کی کارونیشن (تاج پوشی) کا میڈل ملا ہے۔



سر افتخار احمد ایاز صاحب کو یہ میڈل اُن کی برٹش REALMS کے لئے طویل خصوصی خدمات کے لئے دیا گیا ہے۔ آپ یوکے میں اس وقت بحیثیت ایک سینئر ڈپلومیٹ کام کر رہے ہیں۔

گذشتہ سال مئی میں آپ کو ملکہ برطانیہ کی پلاٹینم جوبلی کا میڈل دیا گیا تھا۔ OBE اور KBE کے اعلیٰ اعزازت کے علاوہ آپ کو ملکہ الزبتھ کی طرف سے ''خدمات انسانیت'' کے اعزاز کے طور خدمات انسانیت کا میڈل دی گیا تھا۔ اور ماشاء اللہ دوسرے بہت سے اعزازات اور میڈل مل چکے ہیں۔ اللھم زد وبارک

طوالو کے گورنر جنرل سر TOFIGA FALANI جو کارونیشن میں شرکت کے لئے لندن آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے سر افتخار ایاز صاحب کو میڈل دیتے ہوئے اُن کی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ آپ 1985ء میں طوالو کامن ویلتھ فیلڈ ایکسپرٹ کے طور آئے تھے اور ان کی طوالو، کامن ویلتھ اور برٹش REALMS کی خدمات کا سلسلہ جاری ہے۔

جناب عزّت مآب سر افتخار احمد ایاز تنزانیہ میں پلے بڑھے اور برطانیہ و امریکہ میں اپنی یونیورسٹی کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد چند سال یونیورسٹی آف دار السلام میں بطور ہیڈ آف انگلش ڈیپارٹمنٹ کام کرتے رہے۔ پھر UNO کے ادارہ FAO کے تحت The Centre on Integrated Rural Development for Africa کے ساتھ منسلک رہے۔ بعدہ CFC یعنی Commonwealth Fund for Technical Cooperation، UNDP اور UNESCO میں اعلیٰ عہدوں پر کام کیا۔

آپ نے United Nations Human Rights Council میں اقلیتوں کے حقوق کے حوالہ سے بھی خدمات سرانجام دیں نیز مذہبی آزادی اور انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کے بارہ میں UNHRC کے اجلاسات میں رونق افروز ہوتے ہیں۔ آپ امن کے سفیر ہیں اور انسانی فلاح و

بہبود، غربت کے خاتمہ نیز تنازعات کے حل کے لیے اپنے ماہرانہ مشورے پیش کرتے ہیں۔

آپ International Human Rights Committee کے چیئر مین بھی ہیں۔ آپ 1996ء سے برطانیہ میں طوالو کے اعزازی قونصل کے طور پر خدمات بجالا رہے ہیں۔ آپ کامن ویلتھ میں طوالو کے ہائی کمشنر اور UN Human Rights Council میں طوالو کے سفیر کے عہدہ پر فائز ہیں۔

آپ احمدیہ مسلم کمیونٹی کے ایک ممتاز و معروف فرد ہونے کے ساتھ ساتھ برطانیہ میں کمیونٹی کے سابق نیشنل امیر بھی رہے ہیں۔ آپ طوالو میں جماعت احمدیہ کے پہلے نمائندہ کی حیثیت میں خدمات بجا لاتے رہے ہیں۔ آپ ایک انمول و بار آور مصنف و مقرر کے طور پر متعدد کتب و مضامین شائع فرما چکے ہیں نیز کئی اعلیٰ سطحی فورمز بشمول Peace and Climate Change Conferences وغیرہ میں مختلف ممالک میں مؤثر تقاریر فرما چکے ہیں۔

سرافتخار نے Small Island States میں ”تعلیم سب کے لئے“ کی ایک مقصود پالیسی اور پروگرام بنایا۔ جو بہت کامیاب ہوا اور اب تک جاری ہے۔ یہ پروگرام معیشت کی بہبودی نیز تعلیم وصحت کے نظام کو معیاری بنانے میں مددگار ثابت ہوا ہے۔ برطانیہ میں طوالو کے اعزازی قونصل کے طور پر سرافتخار کا یہ طے شدہ مستحکم نظریہ رہا ہے کہ طوالو کی وراثت اور کامن ویلتھ میں طوالو کی قابل فخر پہچان پروان چڑھے۔ اس کے لیے سرافتخار نے کمال کی مستقل مزاجی سے اپنا غیر معمولی کردار ادا کرتے ہوئے عالمی سطح پر طوالو کے مضبوط روابط استوار کیے ہیں۔ یہ سب کچھ انہوں نے رضا کارانہ طور پر کیا۔ حال ہی میں آپ نے طوالو اور دیگر اور کئی جزائر ممالک کے مابین کامیاب روابط قائم کئے ہیں۔

محترم سرافتخار احمد ایاز صاحب کو خالدِ احمدیت حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب کی دامادی کا شرف بھی حاصل ہے اور آپ کو حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا بطور نمائندہ و کلیدی مقرر منتخب ہونے کا کئی مرتبہ اعزاز ملا نیز مختلف ممالک میں احمدی ریفیوجیز کی بہبود کے سلسلہ میں بھی مفید اور قابلِ تحسین خدمات کی توفیق مل رہی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ محترم سرافتخار احمد ایاز صاحب کے لیے یہ اعزاز مبارک فرمائے اور احمدیہ مسلم جماعت اور ملک و ملّت کی نمایاں خدمات کی توفیق سے نوازتا چلا جائے۔ آمین۔

دعاؤں کی خصوصی تحریکات

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 21/اگست 2020ء میں پاکستان میں احمدیوں کی مخالفت کی تازہ لہر کا ذکر کرتے ہوئے دعا کی درج ذیل تحریک فرمائی:

آج کل پاکستان میں مخالفت پھر زوروں پر ہے بلکہ ممبران اسمبلی بھی جھوٹی باتیں ہماری طرف منسوب کر کے عوام کے جذبات کو بھڑکانے کی کوشش کر رہے ہیں، غلط طور پر ان لوگوں کی غلط حرکات کو پیش کیا جاتا ہے جن کا جماعت سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے اور پھر پروپیگنڈا کیا جاتا ہے کہ یہ لوگ احمدی تھے حالانکہ ان کا، ان حرکت کرنے والوں کا جماعت سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔

اسی طرح آج کل سستی شہرت کے لیے ہر گھسا پٹا انسان یوٹیوب پر جماعت کے خلاف اپنے پروگرام بنا کر اور غلط باتیں منسوب کر کے سمجھتا ہے کہ میں بڑا ثواب کا کام کر رہا ہوں حالانکہ نیک نیت نہیں ہے۔ وہ لوگ صرف اپنی سستی شہرت چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان شریروں کے شر ان پر الٹائے۔ ان دنوں میں خاص طور پر پاکستان کی جماعت کو بھی، دنیا میں بھی ہمیں بہت زیادہ دعائیں کرنی چاہئیں۔

رَبِّ كُلُّ شَيْءٍ خَادِمُكَ رَبِّ فَاحْفَظْنِي وَانْصُرْنِي وَارْحَمْنِي

(ترجمہ: اے میرے رب! ہر چیز تیری خادم ہے۔ اے میرے رب! پس تو میری حفاظت فرما اور میری مدد فرما اور مجھ پر رحم فرما۔)

اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَجْعَلُكَ فِي نُحُوْرِهِمْ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ

(ترجمہ: اے اللہ! تو ہی ان پر ایسا وار کر جس سے ان کی زندگی کا سلسلہ منقطع ہو جائے اور ہم ان کی شرارتوں سے بچ جائیں۔)

حضور انور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ مذکورہ بالا دونوں دعائیں اور درود شریف بہت پڑھیں۔ (اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰٓى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰٓى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ)

اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو ان شریروں کے شر سے محفوظ رکھے۔

سارے دیوبندی ہیں ہی گدھے

مرتبہ۔ ذوالکفل بھٹی

ویسے تو سارے دیوبندی ہیں ہی گدھے لیکن ایک دیوبندی ایسا بھی ہوا ہے جسے خود گدھوں نے بتایا کہ تم اور تمہارے ساتھی ہماری طرح گدھے ہی ہیں۔

دیوبندیوں کا مفتی رشید احمد لدھیانوی اپنے ساتھ بیتا ہوا ایک واقعہ یوں سناتا ہے کہ:

"ایک دن ہم فتح باغ سے تفریح کے بعد واپس آرہے تھے کہ سامنے سے ایک گدھا گاڑی آتی دکھائی دی جس میں دو گدھے لگے ہوئے تھے وہ دونوں دور ہی سے زور زور سے چیخنے لگے، میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا:

یہ گدھے تو ہمیں یہ بتا رہے ہیں کہ تم بھی ہماری طرح گدھے ہی ہو، اس لیے کہ گدھا عموماً اس وقت رینکتا ہے جس اسے کوئی دوسرا گدھا نظر آتا ہے، لہٰذا ذرا اپنا محاسبہ اور توبہ واستغفار کرکے انسان بننے کی کوشش کریں۔"

(خطبات الرشید 1:310 کتاب گھر، ناظم آباد کراچی)

دو گدھوں نے دیوبندی مفتی اور اس کے ساتھیوں کو بتایا کہ تم بھی ہماری طرح گدھے ہی ہو

حاصلِ مطالعہ

احمدیوں کو بہائیوں کے ساتھ ملانے کی کوشش اور اس پر حضرت اقدس امام جماعت احمدیہ کا نصیحت آموز علمی تبصرہ

مرسلہ: نجم الثاقب کاشغری

جماعت احمدیہ کے مخالفین اور معاندین کی طرف سے اکثر سوشل اور دیگر میڈیا پر احمدیوں کو بہائیوں کے ساتھ ملانے کی کوشش کی جاتی ہے اور پھر کہا جاتا ہے کہ یہ دونوں جھوٹے ہیں۔

امام جماعت احمدیہ حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ایسا بیان کرنے والے افراد کو نصیحت کرتے ہوئے خطبہ جمعہ فرمودہ 23؍جنوری 2009ء میں فرمایا کہ انہیں ذرا عقل کے ناخن لینے چاہئیں۔ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ معیار کے مطابق فیصلہ کریں۔ پھر دیکھیں کہ کیا دونوں ایک چیز ہیں۔

حضور انور نے فرمایا:

"ہم دیکھتے ہیں کہ ایک دعویدار، بہاء اللہ اٹھا۔ اگر اس کا دعویٰ نبوت مانا جائے تو اس کی سچائی اس لئے ثابت نہیں ہوسکتی کہ اللہ تعالیٰ کی تائیدات اس کے ساتھ نہیں تھیں۔ کسی بھی موقع پر ہمیں نظر نہیں آئیں۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو کوئی روشن نشان پیش نہیں کیا۔ پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ شریعت اسلامی کو جو آخری شریعت ہے جس نے قیامت تک رہنا ہے، اس کو ناقص ثابت کرنے کی کوشش کی اور اس وجہ سے بے شک ایک وقت میں کافی تعداد میں اس کے ماننے والے بھی اس کے ساتھ ہو گئے۔ لیکن اس کی مقبولیت، قرآن کریم کی مقبولیت اور شریعت کی مقبولیت کے مقابلے میں کوئی بھی حیثیت نہیں رکھتی۔ بلکہ اب تو بہاء اللہ کی شریعت ماننے والے اِکّا دُکّا اِدھر اُدھر نظر آتے ہیں۔

ان لوگوں کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہے۔ اور قرآن کریم آج بھی دنیا کے ایک طبقہ کی طرف سے بڑی سوچی سمجھی سکیم کے باوجود کہ اسے بدنام کیا جائے، استہزاء کا نشانہ بنایا جائے، دنیا میں پھیل رہا ہے۔ جماعت احمدیہ کے ذریعہ ہی لاکھوں لوگ اس کی تعلیم کے نیچے آکر اپنی ابدی نجات کے سامان پیدا کر رہے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ لوگ جو جھوٹے ہیں فلاح نہیں پا سکتے۔ تو یہ ہے ان کا فلاح پانا۔ دنیاوی دولت اکٹھی ہو جانا یا ایک گروہ پیدا کر لینا کامیابی نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی تعلیم کا اس کے مقابلہ پر لاکھوں گنا پھیلنا اور اس میں ترقی ہوتے چلے جانا، یہ اصل فلاح اور کامیابی ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے ہوئے انبیاء جب اس مقصد کے لئے آتے ہیں تو پھر بڑے روشن نشانات کے ساتھ آتے ہیں۔ زمین و آسمان کی تائیدات ان کے ساتھ ہوتی ہیں اور یہ لوگ ہوتے ہیں جو پھر اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت سے فلاح کی طرف لے جانے والے ہوتے ہیں۔ اور یہی دلیل ہے جو آج حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعوے کی سچائی کی بھی تصدیق کرتی ہے۔

پس وہ لوگ جو احمدیوں کو بہائیوں کے ساتھ ملانے کی کوشش کرتے ہیں، کئی جگہ ذکر چلتا رہتا ہے۔ ان کو بھی ذرا عقل کے ناخن لینے چاہئیں۔ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ معیار کے مطابق فیصلہ کریں۔ پھر دیکھیں کہ کیا دونوں ایک چیز ہیں۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 23؍جنوری 2009ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل مورخہ 23 تا 29 جنوری 2009 صفحہ 5 تا 8 جلد 16 شمارہ 4)

بہاء اللہ: دعویٰ اور تعلیم

اسی موضوع کے تسلسل میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اگلے خطبہ جمعہ فرمودہ 30؍جنوری 2009ء میں فرمایا:

"پس یہ اللہ تعالیٰ کی، زندہ خدا کی قدرتیں اور مدد اور تائیدات اور نشانات ہیں جو ہر لمحے اور ہر قدم پر ہمیں نظر آتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ ہم حقیقت میں اس کا حق ادا کرنے والے رہیں تا کہ ہمیشہ ہمیں یہ تائیدات نظر آتی رہیں۔ یہاں مَیں ایک اور بات بھی واضح کرنا چاہتا ہوں گزشتہ خطبہ میں بہاء اللہ کا ذکر

ہوا تھا۔ مَیں نے یہ کہا تھا کہ ایک نبوت کا دعویدار اٹھا۔ اصل میں تو یہ کہنا چاہئے تھا کہ ایک دعویدار اٹھا اگر اس کا نبوت کا دعویٰ مانا جائے تب بھی اللہ تعالیٰ کی تائیدات اس کے ساتھ نہیں تھیں۔

یہ کہنا کہ بہائی لٹریچر میں یا بہائیوں میں یہ تصور نہیں ہے کہ وہ نبی تھا تو یہ بھی غلط ہے کیونکہ اس کی اولاد میں سے ہی بہت سارے لوگ ایسے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ وہ نبی تھا یا قطب تھا یا ولی اللہ تھا اور خدائی کا دعویٰ اس نے نہیں کیا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ بہاء اللہ کی اپنی جو شریعت ہے جو شائع نہیں کی گئی، چھپی ہوئی ہے۔ اس میں اس کے اپنے خدائی کے دعویٰ کی باتیں نظر آتی ہیں۔ اصل میں اس کا نبوت کا دعویٰ بے شک نہیں تھا لیکن کیونکہ ذکر یہ ہو رہا تھا کہ اگر نبوت کا دعویٰ بھی مان لیا جائے تب بھی اللہ تعالیٰ نے وہ تائیدات نہیں دکھائیں کیونکہ آج کل بعض جگہوں پہ احمدیوں کو بھی بہائیوں کے ساتھ ملایا جاتا ہے اور پھر یہ کہا جاتا ہے کہ یہ دونوں لوگ جھوٹے ہیں۔ تو اس لحاظ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ تو اللہ تعالیٰ کی تائیدات ہیں لیکن دوسری طرف بہائیوں کے ساتھ کوئی تائیدات نظر نہیں آتیں۔ اور پھر یہ جو اس کا اصل لٹریچر ہے (اگر دھوکہ نہ دیا جائے تو) اس میں جو اس نے کتاب لکھی۔ اپنی شریعت جو 'اقدس' کے نام سے بنائی اس میں تو اس نے اپنے آپ کو الوہیت کا یا خدائی کا دعویدار ہی بنایا۔ اس لئے نبوت کی بات تو نہیں ہے لیکن جو لوگ یہ کہتے ہیں اور خود اس کے بعض ماننے والے بھی کہ نبی تھا تو تب بھی اللہ تعالیٰ کی تائیدات اس کے ساتھ ہمیں نظر نہیں آ رہیں"۔

حضور انور نے خطبہ جاری رکھتے ہوئے فرمایا:

" لیکن مَیں اس کے بارہ میں یہ بھی واضح کر دینا چاہتا ہوں کیونکہ بعض لاعلم لوگ ان کے گھیرے میں آ جاتے ہیں۔ افریقہ میں بھی، پاکستان میں بھی بعض لوگ ہیں۔ بعض احمدیوں پر بھی بعض اوقات اثر پڑ جاتا ہے تو ہمیشہ یہ یاد رکھیں کہ بہاء اللہ کا اپنا دعویٰ خدائی کا دعویٰ تھا نہ کہ نبوت کا۔ اس کا جو لٹریچر سامنے آیا ہے اس سے پتہ لگتا ہے اور جو اس کا خاص بیٹا تھا جس کو اس نے اپنا قائم مقام مقرر کیا۔ وہ بھی اس کو خدائی کا دعویدار ہی سمجھتا تھا (خواہ دوسرے بیٹے نہیں بھی سمجھتے ہوں)۔ بہرحال ان لوگوں کا ایک طریق کار ہے۔ ایسے لوگوں کو جو لاعلم ہیں یا زیادہ صلح پسند قسم کے ہیں آہستہ آہستہ اپنے جال میں پھنسانے کی کوشش کرتے ہیں اور بے شک پہلے خدائی کا دعویٰ نہیں بتاتے لیکن پھر آہستہ آہستہ جب پکے ہو جاتے ہیں اور شامل ہو جاتے ہیں تو پھر ان کے اوپر وہی شریعت لاگو کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو بہاء اللہ نے اپنے خدا ہونے کے لحاظ سے اپنے اوپر اتاری یعنی انسان بھی ہے اور خدا بھی ہے۔ شریعت اتارنے والا بھی وہی ہے اور شریعت وصول کرنے والا بھی خود ہی ہے۔ کیونکہ ان کے بعض لوگ ایسے ہیں بلکہ ان کے بیٹے کا بھی حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب نے جو فلسطین میں رہے اس کا ذکر کیا ہے کہ مَیں نے دیکھا ہے کہ ان کا ایک بیٹا وہاں پانچ نمازیں پڑھنے مسجد میں آ جایا کرتا تھا جبکہ ان کے نزدیک باجماعت نماز پڑھنا فرض نہیں ہے۔ بلکہ پانچ نمازوں کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ دو یا تین نمازیں ہیں۔ پھر عیسائیوں کی ہمدردی کے لئے جس طرح عیسائی یہ مانتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ خدا کا ظہور تھے اور اس لحاظ سے خدا تعالیٰ کے بیٹے تھے اسی طرح انہوں نے کہا کہ بہاء اللہ بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ظہور ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے اور خود مجسم شکل میں اللہ تعالیٰ آ گیا ہے۔

پھر ان کی ایک تعلیم یہ بھی ہے۔ ان کے اپنے الفاظ میں، ان کی حالت خدا ہونے کی حالت دیکھ لیں، ساتھ خدا ہونے کا دعویٰ بھی ہے۔ بہاء اللہ کیا لکھتے ہیں، کیا کہتے ہیں کہ مَیں قید خانے میں ہوں، بڑا لمبا عرصہ جیل میں رہے ہیں، مَیں مالک الاسماء ہوں، میرے بغیر کوئی خدا نہیں۔ یہ قید خانے میں بیٹھا خدا اور جو مالک الاسماء بھی ہے۔ پھر آگے لکھتے ہیں کہ سوائے میرے جو تنہا قیدی ہوں کوئی خدا نہیں۔ پھر لکھتے ہیں کہ مرنے کے بعد بھی میں مدد کرتا رہوں گا۔ وہ خدا جو قید خانے میں بھی ہے جس میں کوئی طاقت بھی نہیں ہے۔ مر بھی جائے گا اور مدد کرتا رہے گا۔ ایسا خدا ہے جو اپنے آپ کو بھی قید سے نہیں چھڑا سکا اور اپنے آپ کو موت سے بچا نہیں سکا اس نے دوسروں کی رہائی کے کیا سامان پیدا کرنے ہیں۔ کسی کے لئے کیا کافی ہونا ہے اور کیا مدد کرنی ہے؟۔

پھر عبدالبہاء، جو ان کے خاص جانشین تھے وہ بہائیوں کی تعداد کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں، بڑا گول مول سا جواب ہے۔ ہوسکتا ہے کوئی مسیحی بہائی ہو یا یہودی بہائی ہو یا فری میسن بہائی ہو یا مسلمان بہائی ہو۔ یعنی ہر مذہب میں جا کے بہائی بنا جا سکتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان میں نفوذ اس طرح کرو کہ آہستہ آہستہ پہلے ان کی تعلیم کے مطابق، ہر مذہب کی اپنی تعلیم کے مطابق ان کو

بہاء اللہ کے قریب لانے کے لئے قائل کرو۔ جب وہ پکے ہو جائیں تو پھر اس کی الوہیت اور خدا ہونے کا دعویٰ ان تک پہنچاؤ۔ پھر یہ بھی دیکھیں۔ عجیب خدائی ہے کہ اللہ تعالیٰ جب انبیاء کو بھیجتا ہے تو یہ فرماتا ہے کہ یہ میرا پیغام ہے دنیا کو پہنچا دو۔ جس قوم کے لئے بھیجا گیا ہے اس قوم کو پہنچا دو۔ آنحضرت ﷺ کو بھیجا تو فرمایا کہ تمام دنیا تک یہ پیغام پہنچا دو۔ آپ کے نائب، عاشق صادق، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرمایا تو فرمایا کہ تمام دنیا تک میرا پیغام پہنچا دو۔ لیکن یہ کہتے ہیں کہ یہ پیغام نہیں پہنچانا چاہئے۔ بہائیوں نے خود یہ لکھا ہے کہ بہاء اللہ نے ان ممالک میں تبلیغ کرنا حرام قرار دیا ہے۔ کچھ مدت بکلّی خاموشی اختیار کریں۔ اگر کوئی سوال کرے تو کامل بے خبری کا اظہار کریں۔ فلسطین وغیرہ میں یہ لوگ بڑی خاموشی سے کام کرتے ہیں۔ پھر ہر مزاج کے آدمی کے لحاظ سے ان کی تبلیغ ہو رہی ہوتی ہے۔ جیسا کہ مَیں نے کہا کہ مسیحی بہائی ہے، یہودی بہائی ہے، مسلمان بہائی ہے۔''

ایک بہائی کے ساتھ دلچسپ گفتگو

حضور انور نے فرمایا: "حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے لکھا کہ ایک انگریز عورت جو بہائی ہوگئی تھی اپنی ایرانی دوست کے ساتھ آئی تو مَیں نے اس سے پوچھا کہ قرآن کریم تو کامل شریعت لے کر آیا ہے۔ کون سی نئی بات ہے جو تمہیں بہاء اللہ نے بتائی ہے۔ اس نے کہا کہ شریعت تو کامل نہیں ہے کیونکہ یہ تو فطرت کے خلاف ہے کہ مرد چار شادیاں کرے۔ مغرب میں چار شادیوں پر بڑا اعتراض ہوتا ہے نا۔ تو بہاء اللہ نے کہا ہے کہ ایک شادی کرو۔ تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کہتے ہیں کہ مَیں نے اس سے کہا کہ ٹھیک ہے لیکن بہاء اللہ نے خود تو دو شادیاں کی ہوئی تھیں۔ بعض کہتے ہیں تین شادیاں کی تھیں۔ تو اس نے کہا کہ نہیں وہ تو دعویٰ سے پہلے کی تھی۔ تو حضرت خلیفہ ثانیؓ نے کہا کہ اچھا خدا ہے جس کو یہ بھی نہیں پتا کہ میں نے دعویٰ کر کے کیا شریعت بنانی ہے اور پہلے ہی کر لیں۔ پھر چلو وہ پہلے کر لی تھیں۔ مگر اپنے بیٹے کی دو شادیاں کروائیں وہ کیوں کروائیں؟ اس نے اپنی ایرانی سہیلی سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ ہاں اس طرح تھا۔ دو شادیاں ہوئی تھیں۔ کہتے ہیں مَیں نے اس سے کہا پھر اب بتاؤ۔ تو وہ ایرانی کہتی کہ دوسری کو تو اس نے بہن بنا لیا تھا۔ حضرت مصلح موعودؓ کہتے ہیں کہ مَیں نے اس سے سوال کیا کہ اچھا بہن بنا لیا تھا تو پھر اس سے اولاد کیوں پیدا ہوئی؟ کیا بہن سے اولاد پیدا ہوتی ہے؟ اس پر ساری مجلس نے جب اس کی طرف دیکھا تو بیچاری بہت شرمندہ ہوئی۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر جلد سوم صفحہ 477 مطبوعہ ربوہ)۔

تو یہ تو ان کے دعوے ہوتے ہیں۔ ہمیشہ یاد رکھیں اور بچتے رہیں۔ یہ بڑی خاموشی سے حملہ کرتے ہیں۔ اور اپنی شریعت کو تو انہوں نے بتایا ہے کہ یہ شائع کی اور چُھپا کے رکھی ہوئی ہے بلکہ حکم دیا ہے کہ اس کو ظاہر نہیں کرنا۔''

جھوٹے نبیوں اور خدائی کا دعویٰ کرنے والوں کی الگ الگ جزا مقرر ہے

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نبیوں کے بارے میں تو یہ فرماتا ہے کہ جب وہ جھوٹا دعویٰ کریں اور میرے پر الزام لگائیں کہ مَیں نے بھیجا ہے، میرا کلام اترا ہے تو مَیں ان کو پکڑتا ہوں۔ رگ جان سے پکڑ لیتا ہوں لیکن جو خدائی کا دعویٰ کرنے والے ہیں ان کے بارہ میں یہ نہیں فرمایا کہ میں ان کو پکڑوں گا اس دنیا میں تباہ کروں گا۔ فرمایا کہ وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّيْٓ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ (الانبیاء:30) کہ جو بھی ان میں سے یہ کہے کہ مَیں خدا کے سوا معبود ہوں تو ہم اس کو جہنم میں ڈالیں گے اور ظالموں کو اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے خدائی کا دعویٰ کرنے والوں کے لئے یہ جزا مرنے کے بعد رکھی ہے۔

پس اللہ تعالیٰ جہاں سچے نبیوں کی تائید و نصرت فرماتا ہے۔ ان کے لئے نشانات دکھاتا ہے۔ جھوٹے نبیوں کو یا جھوٹے دعوے کرنے والوں کو پکڑتا ہے۔ اس دنیا میں جھوٹے دعویداروں کو رسوا کرتا ہے۔ وہاں مدعیان الوہیت ہیں یا جو خدا کا دعویٰ کرنے والے ہیں۔ ان کے لئے اس کا فیصلہ مرنے کے بعد ہے۔ جہنم کی آگ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حقیقی موحد بننے اور اپنے بھیجے ہوئے فرستادہ کی کامل اطاعت اور فرمانبرداری کرنے کی توفیق عطا فرمائے تا کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی رحمت اور فضل کی چادر میں ہمیشہ لپیٹے رکھے اور اپنا قرب حاصل کرنے والا بناتا چلا جائے۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 30؍جنوری 2009ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل جلد نمبر 16 شمارہ نمبر 7 مورخہ 13 فروری تا 19 فروری 2009ء صفحہ 5 تا صفحہ 9)۔



مسجد بیت النصیر Augsburg جرمنی



مسجد بیت الحفیظ Nottingham یو کے



مسجد بیت الصمد Gießen جرمنی



مسجد دار الامان مانچسٹر، یو کے